اردو کی کلاسیکی ادب

کلیاتِ میر سوز

جلد اوّل

از

سیّد محمد میر سوز

مرتّب

ڈاکٹر زاہد منیر عامر

مجلسِ ترقّیِ ادب ○ لاہور

بعونِ صناعِ مکین و مکان و بفضلِ خلاقِ زمین و زمان

اُردو کا کلاسیکی اَدب

کلّیاتِ میر سوز

جلد اوّل

از

سیّد محمد میر سوز

مرتّب

ڈاکٹر زاہد منیر عامر

ناشر

مجلسِ ترقیِ ادب ۲۔ نرسنگھ داس گارڈن کلب روڈ لاہور

کُلّیاتِ میر سوزؔ

جلدِ اوّل

از

سیّد محمد میر سوزؔ

مرتّب

ڈاکٹر زاہد منیر عامر

مجلسِ ترقیِ اَدب ۲-کلب روڈ، لاہور
فون: ۶۳۶۸۲۱۸، ۰۴۲-۶۳۶۴۸۲۴
فیکس: ۶۳۶۸۲۱۷-، ای-میل: majlis_ta@yahoo.com

کلیاتِ میر سوز، جلد اوّل۔ از سیّد محمد میر سوز۔ مرتب: ڈاکٹر زاہد منیر عامر

اشاعتِ اوّل: ۱۱ ستمبر ۲۰۰۷ء/ ۲۸ شعبان ۱۴۲۸ھ۔ تعداد: ۶۰۰

ناشر : شہزاد احمد
ناظمِ مجلسِ ترقیِ ادب، لاہور

اہتمامِ اشاعت : اشرف جاوید

مطبع : علی پرنٹرز، ۱۹۔اے، ایبٹ روڈ، لاہور

قیمت : ۴۵۰ روپے

یہ کتاب محکمۂ اطلاعات و ثقافت و امورِ نوجوانان، حکومت پنجاب کے تعاون سے شائع ہوئی۔

والدِ گرامی

چودھری محمد منیر خان مرحوم

(۲۴ر دسمبر ۱۹۱۴ء — ۱۳ر اپریل ۱۹۷۰ء)

اور والدہ صاحبہ دام ظلہا

کے نام

شعر کے بحر میں ترا استاد
کشتیِ ذہن کو ہے بادِ مراد
اس کو ہر طرح تو غنیمت جان
پھر ملے گا نہ سوز سا انسان

مرزا محمد رفیع سودا
(م ۱۷۸۴ء)

غمزہ بھی شعر میں ہو تو پھر سوز کا سا ہو
کس کام کی وگرنہ چھنالے کی شاعری

غلام ہمدانی مصحفی
(م ۱۸۲۴ء)

''میر سوز مرحوم کی زبان عجیب میٹھی زبان ہے اور حقیقت میں غزل کی جان ہے چنانچہ غزلیں خود ہی کہے دیتی ہیں۔ ان کی انشاپردازی کا حسن تکلف اور صنائع مصنوعی سے بالکل پاک ہے۔ اس خوش نمائی کی ایسی مثال ہے جیسے ایک گلاب کا پھول ہری بھری ٹہنی پر کٹورا سا دھرا ہے اور سرسبز پتوں میں اپنا اصلی جوبن دکھا رہا ہے۔''

آبِ حیات - محمد حسینؒ آزاد

(م ۱۹۱۰ء)

''بعد کے تذکرہ نویسوں نے بھی سوز کو اپنے عہد کا استادِ کامل اور غزل گوئی میں ماہرِ بے بدل تسلیم کیا ہے لیکن افسوس ہے کہ نہ آج ان کا دیوان ہمارے سامنے ہے اور نہ عہدِ حاضر کے نقادانِ سخن نے ان کے کمال پر کوئی روشنی ڈالی ہے۔''

انتقادیات - نیاز فتح پوری

(م۱۹۶۶ء)

ترتیب

دِیباچہ

از

مشفق خواجہ

میر سوز اٹھارویں صدی عیسوی کے اردو کے اہم شاعروں مین سے ہیں۔ وہ میر و سودا اور درد کے ہم عصر تھے، اور اُردو شاعری کے عہدِ زرّیں کی تعمیر و تشکیل میں اُنھوں نے نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ اُنیسویں صدی میں جب کہ اردو کے کئی شعرا کے دواوین شائع ہو گئے تھے، میر سوز کا پورا کلام منظرِ عام پر نہیں آیا۔ کلکتے سے کچھ انتخابات ضرور شائع ہوئے مگر وہ نصابی ضروریات کے لیے تھے۔ پہلا مفصّل انتخاب مولانا حسرت موہانی نے شائع کیا جو موجودہ صدی کی پہلی دہائی میں شائع ہوا۔ دیوان سوز مکمل طور پر ۱۹۶۳ء میں خواجہ احمد فاروقی نے (رسالہ اردوئے معلّٰی میں) دہلی سے شائع کیا۔ اس کے بعد سیّد علی حیدر نیّر کا مرتبہ کلیات ۱۹۷۷ء میں پٹنہ سے طبع ہوا۔ یہ دونوں طباعتیں بوجوہ ناقص ہیں۔ ان میں سوز کے سارے کلام کا احاطہ نہیں کیا گیا۔ اوّل الذّکر میں تصحیح متن کا زیادہ خیال نہیں رکھا گیا؛ ثانی الذّکر میں اُن قلمی نسخوں کی خصوصیات بیان نہیں کی گئیں جن سے متن مرتب کیا گیا ہے نیز اختلافِ نسخ کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا ہے جب کہ کسی قدیم متن کو متعدد نسخوں سے مرتّب کرتے ہوئے نسخوں کے باہمی اختلافات کو نظر انداز کرنا، غیر علمی و تحقیقی طریقِ کار ہے۔

اس صورتِ حال کے پیشِ نظر اس کی ضرورت ہے کہ سوز کے کلام کو مستند قلمی نسخوں سے

استفادہ کر کے اس طرح مرتب کیا جائے کہ مشمولہ کلام منشائے مصنف کے مطابق ہو۔ یہ کام کوئی ایسا شخص ہی انجام دے سکتا ہے جس کے سامنے سوز کے کلام کے تمام اہم قلمی اور مطبوعہ نسخے ہوں، اور وہ قدیم زبان و بیان سے اس حد تک واقف ہو کہ اُسے معلوم ہو، اٹھارویں صدی کی اردو شاعری میں کیا کیا اسالیب مروّج تھے اور الفاظ کی کیا کیا اِملائی صورتیں استعمال میں تھیں۔ نیز اُسے عروض سے پوری واقفیت ہو تاکہ وہ موزوں اور غیر موزوں مصرعوں کے فرق کو ملحوظ رکھتے ہوئے صحیح متن کا تعین کر سکے۔

زاہد منیر عامر کے مرتبہ کلیاتِ سوز کے بغور مطالعے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ مرتّب نے مذکورہ بالا تمام شرائط کو بخوبی پورا کیا ہے۔ انھوں نے پہلی مرتبہ کلامِ سوز کا مستند متن پیش کیا ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اُنھیں ایسے قلمی نسخے دستیاب ہوگئے جو ایک طرف تو مقدارِ کلام کے سلسلے میں ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں اور دوسری طرف صحیح متن کے تعیّن میں بھی معاون ثابت ہوتے ہیں۔ ان نسخوں میں سرِفہرست وہ نسخہ ہے جو بقلمِ سوز ہے۔ یہ نسخہ نہایت اہم ہے اور تدوینِ کلامِ سوز میں اسے پہلی مرتبہ استعمال کیا گیا ہے۔ یہ اگرچہ کلامِ سوز کے مختصر حصے پر مشتمل ہے مگر اس میں جتنا کلام بھی شامل ہے بلا اشتباہ مستند ہے۔ اس کے ذخیرۂ الفاظ کی وجہ سے سوز کے بقیہ کلام کا صحیح متن متعیّن کرنے میں مدد ملتی ہے۔

اردو ڈکشنری بورڈ کراچی اور انڈیا آفس لائبریری لندن کے نسخے بھی مرتّب کے پیشِ نظر رہے ہیں جو اپنی گوناگوں خصوصیات کی وجہ سے اہمیت رکھتے ہیں۔ ملایشیا میں موجود دو قلمی نسخوں سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ ان چاروں نسخوں کو بھی پہلی مرتبہ زیرِ نظر کلّیات کی تدوین میں استعمال کیا گیا ہے۔ مرتّب نے مطبوعہ نسخوں سے بھی استفادہ کیا ہے۔ اُن کے متون کا بغور مطالعہ کیا ہے۔ اُن کی غلطیوں کی نشان دہی کے ساتھ ساتھ اُن کی بعض خوبیوں کا بھی اعتراف کیا ہے۔ دیوانِ سوز مرتّبہ خواجہ احمد فاروقی اور کلیاتِ سوز مرتّبہ سید علی حیدر نیرّ کے ذریعے دیوانِ سوز کے کئی ہندوستانی قلمی نسخوں سے استفادہ کیا ہے۔ اگرچہ یہ استفادہ بالواسطہ ہے مگر اس حقیقت کے پیشِ نظر کہ ہندوستانی نسخوں سے براہِ راست استفادہ کرنا ناممکن ہے، اس کے سوا چارہ نہ تھا۔

مرتّب کلیات نے جو طویل مقدمہ لکھا ہے، وہ اُن کی غیر معمولی تحقیقی صلاحیتوں کا آئینہ دار ہے۔ سوز کے حالاتِ زندگی کے سلسلے میں اُنھوں نے معاصر مآخذ کی مدد سے بہت سی اُلجھنوں کو دور کرتے ہوئے، سوز کی زندگی کے غیر واضح گوشوں پر بھی روشنی ڈالی ہے اور اس طرح ہم سوز کی زندگی اور شخصیت سے پہلی بار پوری طرح واقفیت حاصل کرتے ہیں۔

مرتّب نے مقدّمہ میں دیگر تحقیقی مسائل پر بھی خوش اسلوبی سے لکھا ہے، خصوصاً خواجہ احمد فاروقی اور سید علی حیدر نیّر کے مرتبہ نسخوں میں غیر موجود کلامِ سوز کی نشان دہی بڑی دقتِ نظر سے کی ہے۔ کراچی، لندن اور ملایشیا کے نسخوں کا تعارف بھی اس طرح کرایا ہے کہ اُن نسخوں کی خصوصیات سے پوری آگاہی ہو جاتی ہے۔

مقدمے سے اور متن کی تدوین سے تحقیق کا جو عمدہ معیار سامنے آتا ہے، اُس کی بِنا پر راقم کی یہ رائے ہے کہ مقالہ نگار ہر اعتبار سے اس کا مستحق ہے کہ اُسے پی ایچ ڈی ڈگری عطا کی جائے۔

مقالے کو شائع ہونا چاہیے تا کہ اس عمدہ تحقیقی کام سے وہ تمام لوگ استفادہ کر سکیں جو اردو کے کلاسیکی ادب سے دلچسپی رکھتے ہیں، مگر یہ ضروری ہو گا کہ اشاعت سے پہلے مقالے کے آخر میں کلامِ سوز کی فرہنگ بھی شامل کر دی جائے۔ کسی کلاسیکی متن کا فرہنگ کے بغیر شائع ہونا، اس کی افادیت کو محدود کر دیتا ہے۔

مشفق خواجہ

۲۹-۷-۹۹

دیباچے کے عنوان سے پیش کی جانے والی یہ تحریر دراصل مرحوم مشفق خواجہ صاحب کی وہ رپورٹ ہے جو انھوں نے بحیثیت ایک ماہر اور ممتحن کے پی ایچ-ڈی کے اس مقالے پر پنجاب یونی ورسٹی کو بھجوائی تھی، آخر میں دی گئی تجویز کی تعمیل کے طور پر کلام سوز میں آنے والے مشکل اور نامانوس الفاظ کے مطالب ان کے سامنے لکھ دیے گئے ہیں۔

مرتّب

پیش نامہ

گُلِ بکاولی کی داستان میں بکاولی کو اپنے محبوب سے ملاقات کی قیمت بارہ برس تک نصفِ پائین کے پتھر ہو جانے کی صورت میں ادا کرنا پڑی تھی۔ ان سطور کے راقم نے میر سوز کے شعری کلیات کی تدوین کے جس سفر کا آغاز کیا تھا اب اس پر سولھویں برس کا سورج طلوع ہو چکا ہے۔ سولہ برس قبل میر سوز سے قائم ہونے والا تعلق رفتہ رفتہ قوی ہوتا گیا۔ میر سوز اٹھارویں صدی کے ایک اہم شاعر، شریف وضع اور خوش خیال انسان تھے۔ ان کے معاصرین اور متاخرین میں سے کسی نے بھی ان کے بارے میں ایسی رائے نہیں دی جیسی عام طور سے معاصرین ایک دوسرے کے بارے میں دیا کرتے ہیں، ایک کمال کا اعتراف کرتے ہوئے دوسرے پہلو کی تنقیص کر دی جاتی ہے جیسے قاسم نے مجموعۂ نغز میں مرزا عظیم بیگ کے ترجمے میں لکھا کہ ''شاعری بود بسیار خوب امّا نہایت برخود غلط'' سوز کے باب میں ایسی کوئی مثال نہیں۔ انھیں میر جیسے سخت گیر اور قائم جیسے نکتہ چین تذکرہ نگاروں نے بھی اچھے الفاظ میں یاد کیا ہے۔ وہ اپنے عہد کی عمومی روش کے برعکس عمر بھر قصیدہ گوئی اور بھٹئی سے محترز رہے اور انھوں نے کمزور زمانوں میں بھی اپنے وقار کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔

اگر ایک عجمی، بقولِ ابنِ خلدون، فصحائے عرب کے کلام کی ممارست سے اہلِ زبان میں شمار کرنے کے لائق ہو سکتا ہے تو سوز کا شمار تو بلاشبہ فصحائے اُردو میں ہوتا ہے اور ان کا کلام

معاصرین و متاخرین نے سند مانا ہے، آج بھی اُردو کے معیاری لُغات، اُن کے اشعار بطور سند پیش کرتے ہیں بلکہ بعض لغات میں تو ان کے اشعار سرمایۂ اردو میں واحد مثال کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس اعتبار سے اردو دنیا میں ان کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ وہ بقول محمد حسین آزاد اُردو غزل کے شیخ سعدی تھے۔ انھوں نے عوامی زبان کو ادبی لہجہ عطا کیا اور اردو میں ادائیہ طرز کی غزل کی بنیاد رکھی۔ صفائیِ بیان میں ان کا کلام اتنا بڑھا ہوا ہے کہ کوئی دوسرا ان کے قریب نہیں پہنچتا۔ آزاد نے میر و سودا سے اُن کا موازنہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ ''ان کا کلام صفائیِ محاورہ اور لطفِ زبان کے باب میں ہمیشہ سے ضرب المثل ہے ان کے شعر ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے کوئی چاہنے والا اپنے چہیتے عزیز سے باتیں کر رہا ہے، وہ اپنی محبت کی باتوں کو اس طرح سے باندھتے تھے کہ شعر کی موزونیت کے لیے لفظوں کا آگے پیچھے کرنا بھی گوارا نہ سمجھتے تھے۔ میر تقی کہیں کہیں ان کے قریب قریب آجاتے ہیں پھر بھی بہت فرق ہے۔ وہ بھی محاورہ خوب باندھتے تھے مگر فارسی کو بہت نباہتے تھے اور مضامین بلند لاتے تھے۔ سودا بہت دور ہیں کیونکہ مضامین کو تشبیہ و استعارے کے رنگ میں غوطے دے کر محاورہ میں ترکیب دیتے تھے۔''

دو صدیاں گزر جانے کے باوصف اُردو دنیا میں ایسے دل کش شخص اور صاحبِ اسلوب فن کار کے کلام کا کوئی معیاری متن موجود نہیں تھا، لہٰذا اس کی تدوین از بس ضروری تھی چنانچہ متعدد قلمی اور مطبوعہ نسخوں کی مدد سے (جن کی تفصیل مقدمہ میں دیکھی جا سکتی ہے) یہ متن تیار کیا گیا ہے۔ اس متن کی تیاری میں راقم کے پیشِ نظر یہ حقیقت رہی ہے کہ ایک مدوّن و باحث کا کام صرف حقیقت کی دریافت ہوتا ہے، اس کی حیثیت داعی یا مُذَکّر کی نہیں اس لیے اسے متن کو منشائے مصنف ہی کی روشنی میں پیش کرنا چاہیے۔ نسخوں کی درجہ بندی جو بھی ہو اسے جہاں کہیں سے متن کی تکمیل کا کوئی سہارا ملے لے لینا چاہیے۔ موجود نسخوں کی تعینِ قدر ضرور ہونی چاہیے اور راقم نے بھی اپنے پیشِ نظر مطبوعہ و غیر مطبوعہ نسخوں کی درجہ بندی کی لیکن اس کا عمل، تکمیلِ متن کے لیے کسی بھی نسخے سے ملنے والی مدد کو بہ احتیاط حاصل کر لینے کا رہا۔ اساتذہ میں حافظ محمود شیرانی صاحب نے تدوینِ متن کے باب میں اسی روش کو اختیار کیا ہے۔ بعض علما تدوینِ متن میں ذوقی انتخاب کے بھی قائل ہوتے ہیں جیسا کہ مولانا امتیاز علی خان عرشی نے غالب کے شعر

ہے صاعقہ و شعلہ و سیماب کا عالم
آنا ہی سمجھ میں مری آتا نہیں ، گو آئے

کے مصرعِ اولیٰ پر غالب کی آخری اصلاح ع

ہے زلزلہ و صرصر و سیلاب کا عالم

کو ذوقی بنا پر رد کر دیا ہے اور فرمایا ہے کہ ''مجھے محبوب کے لیے تباہ کاری و بربادی کا نقشہ پسند نہ آیا۔ محبوب کی شوخ طبعی اور سیماب مزاجی کے ذکر میں جو لطف ہے وہ اس کے ظلم و جور کے بیان میں کہاں'' چنانچہ انھوں نے مصنف کے اصلاح شدہ مصرعے کو حاشیہ میں جگہ دی ہے اور اصولِ متعارفہ سے انحراف کرتے ہوئے منسوخ صورت کو متن میں۔ راقم الحروف نے بہ ہر حال اپنے ذوق پر مصنف کی منشا کو ترجیح دی ہے مثلاً سوز کا شعر ہے ؎

شہرتِ حسن سے از بس کہ وہ مجوب ہوا
اپنے مکھڑے سے جھگڑتا ہے کہ کیوں خوب ہوا

یہ شعر میر نے نکات الشعرا (مرتبہ عبدالحق) کے ترجمۂ سوز میں درج کیا ہے اور وہاں مصرعِ اولیٰ میں ''شہرت'' کی جگہ ''شہرہ'' اور ''مجوب'' کی جگہ ''محبوب'' لکھا ہے، اسی طرح ''مکھڑے'' کی جگہ ''چہرے'' درج کیا گیا ہے۔ فتح علی گردیزی نے بھی اپنے تذکرہ ریختہ گویاں (مرتبہ عبدالحق) میں شہرت کی جگہ شہرہ ہی لکھا ہے۔ مجوب کو محبوب البتہ نہیں بنایا۔ یہ فرق یوں بھی نکات الشعرا کے خطی نسخے ''نسخۂ پیرس'' سے واضح ہو جاتا ہے جس میں محبوب نہیں مجوب درج ہے۔

ان دو متقدم تذکرہ نگاروں کے بعد اکثر تذکرہ نگاروں نے انھی کی پیروی کرتے ہوئے ''شہرت'' کی جگہ ''شہرہ'' لکھا ہے اور حق بات یہ ہے کہ خود راقم کا ذوق یہی چاہتا ہے کہ اس مصرعے میں ''شہرۂ عشق'' درج ہو لیکن سوز کے خودنوشتہ نسخے میں، جس نے قدم قدم پر اصولِ املا اور مزاج و منشائے مصنف کے باب میں مرتب کی رہنمائی کی، بڑی وضاحت سے تائے دراز کے ساتھ ''شہرت'' لکھا ہے، یہ منشائے مصنف واضح ہو جانے کے بعد احقر نے میر اور گردیزی سے لے کر خود اپنے ذوق تک کی قربانی دینا گوارا کیا۔ یہ ایک چھوٹی سی مثال ہے لیکن

اس مثال سے بڑے متنی اختلافات میں احقر کی روش کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

متن کی تحقیق وتدوین کے ساتھ ممکن حد تک غزلوں کا زمانۂ تصنیف دریافت کرنے کا اہتمام بھی کیا گیا ہے، بعض غزلوں کے زمانۂ تخلیق کا تعیّن تو بہت اطمینان سے کیا جا سکتا ہے، مثلاً ایسی غزلیں جو میر سوز نے اپنے بیٹے میر مہدی کی وفات یا نواب آصف الدولہ کی وفات پر کہیں ان کے زمانۂ تخلیق کا تعیّن مرحومین کے سالِ وفات کی مدد سے بہ آسانی کیا جا سکتا ہے اور کر دیا گیا ہے۔اسی طرح سوز کے محترم دوست خواجہ میر درد کی جدائی کو بیان کرنے والے اشعار کے زمانۂ تخلیق کا تعیّن بھی آسان ہے، البتہ عمومی موضوعات کی حامل غزلوں کے زمانۂ تخلیق کا تعیّن دشوار تھا۔ سوز کا کلام اپنے عہد میں بہت معروف اور متداول رہا، شاذ ہی کوئی تذکرہ ہو جس میں سوز کے کلام کا انتخاب درج نہ کیا گیا ہو، بعض تذکروں میں تو یہ انتخاب کئی کئی صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ معاصرین کے تذکروں میں آ جانے والی غزلیات کے بارے میں یہ تو واضح ہے کہ وہ تذکرے کے زمانۂ ترتیب سے پہلے لکھی جا چکی تھیں تو انھیں شاملِ تذکرہ کیا گیا۔ چنانچہ ایسی غزلوں کے حواشی میں زمانۂ تخلیق کی اس طرح سے نشان دہی کی گئی کہ یہ غزل فلاں سنہ سے پہلے تخلیق کی جا چکی تھی یا اس غزل کا زمانۂ تخلیق فلاں سنہ کے بعد ہے۔ اس مقصد کے لیے راقم نے مختلف تذکروں کے زمانۂ ترتیب وتدوین سے مدد لی۔ مثال کے طور پر سطورِ بالا میں سوز کے جس شعر کا ذکر ہوا وہ نکات الشعرا میں شامل ہے۔ نکات الشعرا (اوّلیت اور متاخر اندراجات کی بحث بھی دیکھ لی جائے تو) ۱۱۶۵ھ کی تالیف ہے، سوز ۱۲۱۳ھ میں ملکِ عدم کو سدھارے، چنانچہ پورے اطمینان کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ یہ غزل ۱۱۶۵ ھ سے قبل کہی گئی۔

احقر کے پیشِ نظر جو قلمی اور مطبوعہ متون تھے، ان کے مسلسل موازنے سے واضح ہوا کہ سوز کے کلام میں بہت کثرت سے اختلافات واقع ہوئے ہیں، دراصل جو شاعر جتنا زیادہ مقبول ہوتا تھا اس کا کلام اتنا ہی زیادہ نقل کیا جاتا تھا اور نقل کی کثرت اختلافات کی کثرت کا باعث ہوتی ہے، البتہ دو خطی نسخے ایسے بھی تھے جن میں اختلافات کم پائے گئے ۔یہ انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک تھاٹ اینڈ سولائزیشن کوالالمپور (ملائشیا) سے ملنے والے دیوانِ سوز کے دو خطی نسخے تھے جو دراصل ڈاکٹر عبدالرحمان بارکر کی ملکیت تھے اور ان سے پہلے برٹش میوزیم میں

تھے، یہ دونوں نسخے غالبًا کسی ایک مآخذ سے نقل کیے گئے ہیں اس لیے بہت کم اختلافات کے حامل ہیں۔ چنانچہ بالعموم انھیں ایک ہی متن تصور کیا گیا البتہ جہاں کہیں اختلاف پایا گیا اسے ل۔ا اور ل۔۲ کی علامات سے واضح کر دیا گیا ہے۔ (ل۔ا سے مراد ملائشیا میں موجود پہلا نسخہ اور ل۔۲ سے مراد ملائشیا میں موجود دوسرا نسخہ ہے، ان دونوں نسخوں کا تفصیلی تعارف مقدمے میں کروا دیا گیا ہے) اسی طرح وہ غزلیں جو بعض نسخوں میں دو دو بار درج ہیں اور دونوں بار ان کے متون مختلف ہیں ان غزلوں کا متن متعیّن کرتے ہوئے کسی خاص نسخے کے دونوں متون کو سامنے رکھا گیا اور باہمی اختلافات کو نسخے کی علامت کے ساتھ ایک اور دو کے اضافے سے واضح کیا گیا ہے۔

اس سے معلوم ہوگا کہ راقم نے کیمبرج کی روایت کے مطابق معمولی سے معمولی اختلافِ نسخ کو بھی حواشی میں جگہ دی ہے، بعض اختلافات کے سامنے قوسین میں "س۔ک" لکھا ہوا ملے گا، یہ سہوِ کتابت کا مخفف ہے لیکن بعض نسخوں میں سہوِ کتابت اس قدر زیادہ واقع ہوا ہے کہ ہر مقام پر یہ اختصار درج کرنا محض ایک زائد عمل محسوس ہوتا تھا چنانچہ ایسی بہت سی جگہوں پر قاری کے ذوق پر اعتماد کرتے ہوئے یہ اختصار درج نہیں کیا گیا، یوں بھی حواشی میں راقم کی روش اطناب و تفصیل کے بجائے اختصار کی رہی ہے۔

مجھے اس حقیقت کا پورا ادراک ہے کہ کلاسیکی متون کو مدوّن کرتے ہوئے ان کے ساتھ فرہنگ شامل کرنا متون کی افادیت کو بڑھا دیتا ہے۔ میرے محترم مشفق خواجہ صاحب (مرحوم) نے یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ جب کلیاتِ میر سوز شائع ہو تو اس کے ساتھ فرہنگ بھی شامل کی جائے، افسوس کہ کاتبِ تقدیر نے کلیاتِ میر سوز کی اشاعت کے لیے وہ وقت مقرر کر رکھا تھا جب خواجہ صاحب اس دنیا سے جا چکے ہوں، اشاعت کے وقت عملی نقطہ نظر سے کلیات کو دیکھا گیا، فرہنگ سازی کے سوال پر کافی غور و خوض کیا گیا، تجربہ کار محققین علما سے بھی مشورہ کیا، جس سے یہ بات واضح ہوئی کہ ایک عمومی اصول کے طور پر تو فرہنگ کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا لیکن ایسے شاعر کی فرہنگ بنانا جس کے ہاں بہت کم اجنبی اور متروک الفاظ ہوں ایک طولِ عمل ہوگا اور اس سے کتاب کی ضخامت غیر ضروری طور پر بڑھ جائے گی۔ اگر مشفق خواجہ صاحب

حیات ہوتے تو یہ زاویۂ نظر ان کے سامنے پیش کر کے ان کی رائے لی جاتی، اب مشفق خواجہ صاحب دنیا میں نہیں .... اور مجھے ان کی خواہش کا لحاظ .... ایک روز اچانک خواجہ صاحب کی مرتب کردہ کلیات یگانہ کھولی تو لکھا ہوا تھا ''میں نے غزل کی مخصوص اور مروّج لفظیات اور تلمیحات کو فرہنگ میں شامل نہیں کیا کہ ان سے شاعری کا مطالعہ کرنے والے عام طور پر واقف ہیں صرف وہی الفاظ و محاورات شامل کیے ہیں جو آج کے قارئین کے لیے کسی حد تک اجنبی ہیں'' (ص ۴۱) میں نے یہ سمجھا کہ خواجہ صاحب نے میرے معروضے پر عالمِ بالا سے تائیدی جواب دے دیا ہے چنانچہ یہ درمیانی راستہ اختیار کیا گیا کہ جہاں کہیں سوز نے مشکل، اجنبی یا متروک لفظ استعمال کیا ہے اسی صفحے پر بلکہ اسی شعر کے مقابل مشکل، اجنبی یا متروک لفظ کے معانی درج کر دیے گئے۔ یوں کتاب غیر ضروری ضخامت کا شکار بھی نہیں ہوئی اور فرہنگ سازی کا مقصود بھی حاصل ہوگیا، تاہم مشکل اور اجنبی کا فیصلہ کرنا بہ ہر حال ایک اضافی بات ہے اس لیے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ہر مشکل اور اجنبی لفظ کے معانی ضرور درج ہوگئے ہوں گے۔

متن سے پہلے مختلف امور کی وضاحت اور سوز کے سوانح اور شخصیت پر ایک طویل مقدمہ لکھا گیا ہے، لیکن اس مقدمے میں سوز کی شاعری پر نقد شامل نہیں ہے، اس باب میں راقم الحروف رشید حسن خان اور مشفق خواجہ کا پیرو ہے کہ ''شاعری کی تنقید ایک الگ موضوع ہے اور تدوینِ متن سے اس کا کوئی تعلق نہیں'' اور یہ کہ ''کسی متن کے مرتب کو صرف صحتِ متن پر توجہ دینی چاہیے تنقیدی رائے دینا اس کے فرائض میں شامل نہیں'' یہ مقدمہ اس سے پہلے الگ شائع ہو چکا ہے، یہ اشاعت مخدومِ گرامی پروفیسر ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا صاحب کی تحریک پر اور انھی کی نگرانی میں پنجاب یونی ورسٹی کی طرف سے محدود پیمانے پر ہوئی تھی۔ کلیاتِ میر سوز کے تدوینی معیار پر بجمدہٖ بزرگ محققین اور اساتذہ کی طرف سے غیر معمولی پسندیدگی کا اظہار کیا گیا تھا، مخدومِ گرامی ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا صاحب مقدمے کے ساتھ کلیات کی اشاعت بھی چاہتے تھے لیکن بعض فنی وجوہ سے ایسا نہ ہو سکا۔ بڑا ستم یہ ہوا کہ اس ضخیم کتاب کے تین پروف پڑھے جا چکے تھے جب کمپوزر صاحب نے یہ ستاونی سنائی کہ ان کے کمپیوٹر کی ہارڈ ڈسک خراب ہو جانے کے باعث کلیاتِ میر سوز کا سارا متن اور حواشی ضائع ہوگئے ہیں۔ اس باریک متنی کام کے پروف پڑھنا اتنا

دشوار عمل تھا کہ اس صدمے سے سنبھلنے میں کئی سال لگے۔

یہ محض اللہ کا فضل و احسان ہے جس کے کرم سے پہلے برٹش میوزیم لندن میں محفوظ دیوان سوز کے خطی نسخے کا عکس بہم پہنچا پھر نسخہ کراچی بھی میسر ہوگیا، ان دو نسخوں کے حصول میں کامیابی کے بعد جستجو کا سفر جاری رہا تو رفتہ رفتہ سوز کے خودنوشتہ نسخے اور ملائشیا کے دو خطی نسخوں تک بھی رسائی ہوگئی۔ کچھ انتخابات بھی مل گئے دہلی یونیورسٹی کے مجلّے کے توسّط سے نسخۂ رام پور اور نسخۂ علی گڑھ تک بھی رسائی ہوگئی۔ یوں بحمداللہ کلامِ سوز کے متعدد متون بہم پہنچ گئے جن کے مقابلے اور مطالعے میں کئی سال صرف کرنے کے بعد یہ متن تیار کیا جاسکا اور میں آج اس قابل ہوا کہ اس کام کو عجز و انکسار کے ساتھ اردو دنیا کی خدمت میں پیش کرسکوں۔

اس موقع پر دو مرحوم بزرگوں محترم مشفق خواجہ صاحب اور محترم احمد ندیم قاسمی صاحب کی یاد کو فراموش نہیں کیا جاسکتا، خواجہ صاحب، جو اس مقالے کے ایک ممتحن بھی تھے، مجھ سے بڑھ کر اس مقالے کی اشاعت کے خواہش مند تھے، وہ نہ صرف اپنے خطوں میں مجھے اس کی اشاعت کی طرف متوجہ کرتے رہے بلکہ انھوں نے عملاً بھی اس سلسلے میں کوششیں کیں۔ احمد ندیم قاسمی صاحب کی یاد کو یوں فراموش نہیں کیا جاسکتا کہ انھوں نے از خود یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ اس کتاب کو مجلسِ ترقی ادب کی طرف سے شائع کرنا چاہتے ہیں، کہ کلاسیکی متون کی اشاعت مجلس کے بنیادی فرائض میں شامل ہے۔ ندیم صاحب سے میری ایسی نیازمندی تھی کہ ان کے ارشاد کی تعمیل کے سوا دوسری بات نہیں ہوسکتی تھی چنانچہ دوسرے تمام پہلوؤں کو نظر انداز کرتے ہوئے مسودہ ندیم صاحب مرحوم کی خدمت میں پیش کر دیا گیا لیکن اس زمانے میں مجلسِ ترقی ادب کے مالی حالات زیادہ اچھے نہیں تھے چنانچہ اس ضخیم کتاب کی اشاعت تاخیر کا شکار ہوتی رہی۔ تاہم اس کی کمپوزنگ ندیم صاحب مرحوم کے آخری زمانے ہی میں ہوئی اور مرتب کو دو بار پھر اس باریک متنی کام کی پروف خوانی کی ناقابلِ بیان مشقت سے گزرنا پڑا۔ افسوس ہے کہ اس کتاب کی اشاعت سے پہلے مشفق خواجہ صاحب اور احمد ندیم قاسمی صاحب دونوں اس دنیا سے چلے گئے، کاش وہ اس کتاب کو مطبوعہ صورت میں دیکھتے۔

ملک کے نام ور شاعر اور دانش ور جناب شہزاد احمد بجا طور پر میری طرف سے دلی شکریے کے حق دار ہیں جنھوں نے احمد ندیم قاسمی صاحب کی وفات کے بعد مجلس ترقی ادب کی سربراہی سنبھالی تو ندیم صاحب کے اشاعتی پروگرام کو اسی طرح جاری رکھا۔ اب یہ کتاب محترم شہزاد احمد صاحب کی سرپرستی میں شائع ہو رہی ہے۔ غیر معمولی ضخامت کے باعث کتاب کو دو حصوں میں شائع کیا جارہا ہے۔ پہلا حصہ مقدمہ اور ردیف الف تا ن کی غزلیات پر مشتمل ہے جبکہ دوسرے حصے میں ردیف و سے ی تک کی غزلیات دیگر اصناف ضمیمہ اور کتابیات وغیرہ شامل کیے گئے ہیں۔

ناچیز مرتب کی خوش بختی سے اظہارِ تشکر کا مضمون یہاں ختم نہیں ہو جاتا بلکہ ان مہربانوں اور بزرگوں کی فہرست طویل ہے جن کی عنایات اس سولہ سالہ تحقیقی رومان میں کسی نہ کسی مرحلے پر شاملِ حال رہیں۔ سب سے زیادہ شکریے کا حق استادِ گرامی پروفیسر ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا صاحب کا ہے جن کی نگرانی میں یہ کام انجام دیا گیا جنھوں نے اس کتاب کے مسودے کو اشاعت سے قبل ایک بار پھر ملاحظہ فرمایا اور مفید مشورے دیے اور جو میر سوز کے ساتھ میرے تعلق کی ابتدا سے اس کتاب کی اشاعت تک مجھ پر مہربان رہے۔ دعا ہے کہ اللہ انھیں صحت وسکون کے ساتھ سلامت رکھے۔ آمین!

پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین احمد (مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) کا شکریہ نہایت ضروری ہے جن کی عنایت سے میر سوز کے واحد معلوم و موجود خود نوشتہ انتخاب کا عکس حاصل ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ سوز کے اس خود نوشتہ خطی نسخے نے کلیاتِ میر سوز کی تدوین میں کلیدی کردار ادا کیا ہے اور اگر یوانِ سوز کے انتخاب کا یہ نسخہ میسر نہ ہوتا تو یہ کام اس معیار پر انجام نہیں دیا جا سکتا تھا۔ عابد رضا بیدار صاحب نے پٹنہ سے نسخۂ نیّر کے منتشر اجزا بھجوا کر کرم کیا، محمد سہیل عمر صاحب نے ملائشیا سے دیوانِ سوز کے دو خطی نسخوں کے حصول میں مدد کی، ڈاکٹر گوہر نوشاہی صاحب سے حسرت موہانی کے انتخاب کردہ دیوانِ سوز کا عکس ملا، عزیز دوست عارف محمود صاحب (کمانڈر ایلیٹ فورس) نے تکمیلی مراحل میں مفید معاونت کی۔ ان کے علاوہ ڈاکٹر خورشید رضوی صاحب، ڈاکٹر فیع الدین ہاشمی صاحب، حضرت سید انور حسین نفیس رقم، محترم ڈاکٹر وحید قریشی، ڈاکٹر معین نظامی

اور ڈاکٹر محمد سلیم مظہر صاحبان کے مشورے اور دعائیں میسر رہیں۔ میرا دل ان سب احباب کا شکرگزار ہے۔

زاہد منیر عامر

ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبۂ اردو

پنجاب یونی ورسٹی اورینٹل کالج، لاہور

Zahidmuniramir@hotmail.com

۲؍اپریل، ۲۰۰۷ء

مقدّمه

کلمات

اٹھارویں صدی عیسوی کا جو زمانہ اردو شاعری کا دورِ زرّیں کہلاتا ہے، اس میں میر تقی میر (م ۱۲۲۵ھ/۱۸۰۸ء) محمد رفیع سودا (م ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء) اور خواجہ میر درد (م ۱۱۹۹ھ/ ۸۵-۱۷۸۴ء) کے ساتھ سید محمد میر سوز (م۱۲۱۳ھ/۹۹-۱۷۹۸ء) کا نام بھی تاریخ کے دامن میں محفوظ ہے۔

اورنگ زیب عالم گیر کی وفات (۱۱۱۸ھ/۱۷۰۷ء) کے بعد نادر شاہ کے حملے (۱۱۵۱ھ/ ۱۷۳۹ء) اور احمد شاہ ابدالی کی تاخت و تاراج تک، (جس کا سلسلہ ۷۵-۱۱۷۴ھ/ ۱۷۶۱ء) تک مختلف صورتوں میں جاری رہا) بلکہ اس کے بعد بھی ہندوستان کی قومی زندگی جس اتھل پتھل، بے یقینی، افسردگی اور مایوسی کا شکار رہی، اس کا اندازہ لگانے کے لیے ہمارے پاس شاید اس عہد کی شاعری سے بہتر اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

ایسا معاشرہ جس میں وحشت اور بربادی ناچ رہی ہو اور بقول میر ''آسمان ہر روز خاک افتادگان کو ستاتا اور ہر شب نئے فتنوں کو جنم دیتا ہو''[۱] یقینی طور پر اپنے باطن میں اضطراب کی لہریں اٹھتی محسوس کرتا ہے یہ اضطراب، مختلف صورتوں میں اظہار پاتا ہے۔ ایک زوال پذیر معاشرہ، ان حالات میں، یا تو ایسے گوشے دریافت کر لیتا ہے جن میں اس کے غم کی تحلیل ہو سکے یا پھر ''بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست'' کا رویّہ اس کا منشور حیات بن جاتا ہے۔

اٹھارویں اور انیسویں صدی کے زمانے کی شاعری میں ہمیں جہاں زندگی کو اس کی تلخیوں کے ساتھ قبول کرنے یا زندگی کو روحانی بالیدگی سے آراستہ کرنے کے رویّے ملتے ہیں وہاں میر سوز کے ہاں لمحۂ موجود سے زندگی کی تمام لذت کشید کر لینے کا رویہ بھی ملتا ہے، میر سوز کا شعری محبوب مکمل طور پر گوشت پوست کا ایک انسان ہے جس کی خاطر وہ اپنے افکار میں کسی نوعیت کی تجلیل (Glorification) یا ترفّع (Sublimation) کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ مضمون سے قطع نظر میر سوز کی بنیادی پہچان روزمرہ اور محاورہ کی شاعری ہے وہ ایک خاص سلیقے سے روزمرہ اور محاورہ پر اپنی مضبوط گرفت کا احساس دلاتے ہیں۔ ان کی زبان سادہ اور عام بول چال کے بہت قریب ہے۔ بعد ازاں اردو شاعری میں جس لکھنوی رویّے نے جنم لیا اس کے ابتدائی عناصر میر سوز کی شاعری میں تلاش کیے جا سکتے ہیں، لیکن سوز کے ہاں ابتذال کی وہ روش نہیں ہے جو بعد کو عام ہوئی۔ گو ان کے مضمون اور ابتذال میں زیادہ فاصلہ نہیں لیکن وہ ابتذال کی حدود میں قدم پڑنے نہیں دیتے، ایک باریک سی لکیر ان کے کلام کو ابتذال سے الگ کیے رکھتی ہے۔ عمر بھر اس بال کی طرح باریک خطِ فاصل کو قائم رکھنا اور قدم ڈگمگانے نہ دینا ایک دشوار کام تھا جسے سوز نے بہت ہنرمندی سے انجام دیا۔

میر سوز کا زمانہ زبان کے تشکیلی مرحلے کی تکمیل کا عہد تھا، ولی کے دیوان سے اہلِ دہلی کے تعارف کے بعد ایہام اور اصلاحِ زبان کی تحریکیں اپنا اثر دکھا چکی تھیں اب زبان کی جو صورت گری ہو رہی تھی مستقبل کے منظر نامے میں اسی کو جگہ ملنا تھی چنانچہ سوز اس اعتبار سے زبان کی جدید صورت کے معماروں میں سے ہیں وہ عربی اور فارسی میں شعر کہنے کی صلاحیت سے بہرہ ور تھے لیکن وہ مفرّس یا معرّب زبان استعمال نہیں کرتے، ان کے ہاں اَدق الفاظ و تراکیب سے بھی گریز پایا جاتا ہے، سادگی کو پیچیدگی پر اور صفائی بیان کو صنائع بدائع پر ترجیح حاصل ہے۔

یوں تو زبان کی اس صورت گری میں میر، درد، قائم اور سوز، سبھی کے نام آتے ہیں لیکن اردو ادب کے مورّخ نے تسلیم کیا ہے کہ میر سوز، شاعری کی اس زبان کے بنانے والوں میں امتیاز کے ساتھ شریک ہیں۔[۲]

سوز اپنے رنگ خاص میں نہ صرف اپنے ہم عصروں پر اثر انداز ہوئے بلکہ آنے والے

زمانے پر بھی ان کے اثرات مرتب ہوتے رہے۔ اگرچہ ان کی کامل پیروی ان کے دور میں ممکن ہوئی نہ ان کے بعد۔ محمد حسین آزاد نے میر سوز کو اردو غزل کا شیخ سعدی قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

''میر سوز کی زبان عجیب میٹھی زبان ہے اور حقیقت میں غزل کی جان ہے، چنانچہ غزلیں خود ہی کہے دیتی ہیں۔ ان کی انشاپردازی کا حسن تکلف اور صنائع مصنوعی سے بالکل پاک ہے۔ اس خوش نمائی کی ایسی مثال ہے جیسے ایک گلاب کا پھول ہری بھری ٹہنی پر کٹورا سا دھرا ہے اور سر سبز پتیوں میں اپنا اصلی جوبن دکھا رہا ہے۔''[۳]

اردو غزل کی تاریخ میں سوز کا ایک امتیاز ان کی ادا بندی بھی ہے، وہ شعر کے پڑھنے میں بقول میر حسن ''صاحبِ طرزِ خاص''[۴] تھے اور مصحفی نے لکھا ہے کہ ''کوئی دوسرا ان کی طرح اشعار نہیں پڑھ سکتا۔''[۵] یکتا کے الفاظ ہیں کہ:

''فی الحقیقت طرزی نفیس ایجاد نمودہ کہ تتبع آن بسیار دشوار می نماید۔ چہ اگر کسی پیرویِ او در پختگی و متانت می کند، تقریرش بطرزِ میر و مرزا مشتبہ می گردد۔''[۶]

دیوان سوز کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ شعر میں ایک چھوٹا سا ڈرامہ پیدا کرنا چاہتے ہیں جسے سٹیج کیا جا سکے، اس ڈرامائی کیفیت کے لیے وہ کبھی خود کلامی اور کبھی دو کرداری مکالمے کو اختیار کرتے ہیں، یہی چیز ہے جس نے ان کی ادا بندی کو جنم دیا اور ڈرامائیت، خواندگی کے خاص انداز اور مقامی محاورے سے جنم لینے والی شاعری سے متاثر تو بہت سے شعرا ہوئے لیکن ان کے اسلوب کی پیروی دشوار ہوگئی اور وہ اپنی طرز کے موجد ہونے کے ساتھ خاتم بھی قرار پائے۔

میر سوز کو اپنے دور میں غیر معمولی مقبولیت و شہرت حاصل تھی ان سے اثر پذیری کا دائرہ بھی خاصا وسیع تھا آزاد نے جس میں میر تک کو شامل کیا ہے۔ ان کا دیوان ان کی زندگی ہی

میں مرتب ہو گیا تھا، اس امر کی معاصر شہادت شاہ کمال کی ہے، جس نے مجمع الانتخاب میں لکھا:

''اول بار دیوانی کہ ترکیب یافتہ بود نزد فقیر موجود است؛ در آن اکثر دستخط خاص بخط شفیعا میر صاحب مرحوم و مغفور است بعد ازان ازین دیوان بسیار نقل ہا شدہ اند و رواج یافتہ اند۔''[۷]

شاہ کمال کے ذکر کردہ اس اوّلین نسخے کے بعد بلاشبہ دیوان سوز کی متعدد نقول تیار ہوئیں اور ایک زمانہ گزر جانے کے باوجود اب تک دیوان سوز کی دو چار نہیں دسیوں نقول دنیا کے مختلف کتب خانوں میں خطی نسخوں کی شکل میں موجود ہیں ذیل میں بقیدِ مقام دیوانِ سوز کے معلوم خطی نسخوں کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے:

الف- لندن

۱- دیوان میرز سوز لکھنوی بزبان اردو۔

صفحات ۳۷۸۔ سطور فی صفحہ پندرہ

تاریخ: نہم ربیع الاول ۱۲۶۲ (یہ ترقیمے کی تاریخ نہیں ہے بلکہ کتب خانۂ سلیمان جاہ کے کتاب دار کی طرف سے معائنے کی تاریخ ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ یہ نسخہ اس تاریخ سے پہلے کا کتابت شدہ ہے)۔

آغاز: دعویٰ بڑا ہے سوز کو اپنے کلام کا
جو غور کیجیے تو ہے کوڑی کے کام کا

اختتام: تو کیوں گھبراتا ہے ہر دم
رہ تو اپنے من میں شادم

برٹش میوزیم: P.S.O/4111 OR 380

۲- دیوان میر سوز

فولیوز: ۱۴۱ سطور فی صفحہ- ۱۱

تاریخ: ۱۴- جمادی الثانی ۱۲۱۶ھ

آغاز: سرِ دیوان پر اپنے جو بسم اللہ میں لکھتا
بجائے مدِّ بسم اللہ مدِّ آہ میں لکھتا

انڈیا آفس لائبریری P-2872

ب ملائیشیا

۳- دیوان سوز[۹]

فولیوز: ۲۱۴ سطور فی صفحہ ۱۳

تاریخ: ۷- رمضان المبارک ۱۲۷۹ھ

آغاز: پہنچے ہے خیال اس کی کوئی وصف تک اپنا
وہاں دخل فرشتے کے نہیں وہم و گماں کا

(حمدِ الٰہی)

اختتام: تمنّا، آرزو، اُمید، حسرت، پیش کش میری
رہا اک رشتۂ الفت اسے مت توڑ کر جانا

لائبریری: انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک تھاٹ اینڈ سولائزیشن کوالالمپور شمار ۳۴۶

۴- دیوان سوز[۱۰]

فولیوز: ۱۸۴ سطور فی صفحہ: ۱۵

زمانہ کتابت وسط انیسویں صدی عیسوی

آغاز: پہنچے ہے خیال اس کے کوئی وصف تک اپنا
وہاں دخل فرشتے کے نہیں وہم و گماں کا

اختتام: تمنّا ، آرزو ، امّید ، حسرت ، پیش کش تیری
رہا اک رشتۂ الفت اسے مت توڑ کر جانا

لائبریری: انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک تھاٹ اینڈ سولائزیشن کوالالمپور شمار ۳۴۷

ج- کراچی

۵- دیوانِ میر سوز

صفحات ۴۹۶ سطور فی صفحہ ۱۱

تاریخ: جمادی الثانی ۱۲۴۵ھ

آغاز: جز شکر قلم صفحہ پہ خلّاقِ جہاں کا
چاہے جو کرے وصف تو منہ کیا ہے زباں کا

اختتام: میں میں مت کہہ چہرۂ سوز
تو میں میں بہتا ہنوز (کذا)

کتب خانہ اردو لغت بورڈ کراچی، نمبر داخلہ ۱۴۳۴

۶- کتب خانہ ترقی اردو بورڈ کراچی میں نمبر داخلہ ۲۷ ۶۶ کے تحت اس لندنی نسخے کا عکس بھی موجود ہے جس کا تعارف گزشتہ سطور میں شمار ۲ کے تحت پیش کیا گیا ہے[۱۱] علاوہ ازیں دیوان سوز کا ایک نسخۂ قومی عجائب گھر کراچی میں بھی محفوظ ہے۔

د- رام پور

۷- دیوان سوز[۱۲]

صفحات: ۴۱۵

تاریخ: ۱۷/محرم ۱۲۲۷ھ

آغاز: جز شکر قلم صفحہ پہ خلّاقِ جہاں کا
چاہوں جو کرے وصف تو کیا منہ ہے زباں کا

کتب خانہ: رضا لائبریری رام پور۔ نمبر ۳۹۹، ۴۰۰

ہ- علی گڑھ [۱۳]

۸- دیوان سوز فہرست نمبر ۴۷۷ (اردو ادب مارچ ۱۹۵۳، ص ۱۵۱)

۹- دیوان سوز فہرست نمبر ۴۷۸

۱۰- دیوان سوز فہرست نمبر ۴۷۹

کتب خانہ انجمن ترقی اردو علی گڑھ

و- پٹنہ

۱۱- دیوان سوز [۱۴]

اوراق ۱۷۸ سطور فی صفحہ ۱۴-۱۵

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری بانکی پور پٹنہ۔ پروگریس نمبر ۳۱۵۴۲ ہینڈ لسٹ نمبر ۱۶۲

ز- حیدر آباد دکن [۱۵]

۱۲- دیوان سوز

صفحات ۲۰ سطور فی صفحہ ۱۵ ناقص الآخر

آغاز: سرِ دیوان پر اپنے جو بسم اللہ میں لکھتا
بجائے مدِّ بسم اللہ مدِّ آہ میں لکھتا

اختتام: تری جور و جفا، مہر و وفائے غیر سے بہتر
وفاداروں کے لب پہنچی ہے تیری بے وفائی کو (کذا)

کتب خانہ سالار جنگ حیدر آباد دکن فہرست نمبر ۵۳۱ لائبریری نمبر ۱۷۰

۱۳- دیوان سوز[۱۶]

صفحات ۴۴ سطور فی صفحہ ۱۱

کتب خانہ سالار جنگ حیدر آباد دکن فہرست نمبر ۵۳۲ لائبریری نمبر ۱۶۰

۱۴- دیوان سوز[۱۷]

صفحات ۱۲۲ سطور فی صفحہ ۱۱

آغاز: دیکھ دل کو چھیڑ مت ظالم کہیں دکھ جائے گا
میاں بغیر از قطرۂ خوں اور کیا تو پائے گا

اختتام: کہا جوں سوز نے بوسہ تو دے جا
لگا کہنے کہ پھسلانے کی خوبی

کتب خانہ سالار جنگ حیدر آباد دکن فہرست نمبر ۵۳۳ لائبریری نمبر ۴۴۲

۱۵- دیوان سوز[۱۸]

اوراق: ۱۵۴

تاریخ: ربیع الثانی ۱۲۵۱ھ

آغاز: سرِ دیوان پر اپنے جو بسم اللہ میں لکھتا
بجائے مدِّ بسم اللہ مدِّ آہ میں لکھتا

کتب خانہ سالار جنگ حیدر آباد دکن نمبر داخلہ ۵۴۷ نمبر کتاب ۷۱

۱۶- دیوان سوز[۱۹]

صفحات : ۷۰، سطور فی صفحہ: ۱۳
کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن فہرست نمبر ۲۷ لائبریری نمبر "دواوین ۷۹۴"

۱۷- دیوان سوز[۲۰]

صفحات : ۴۳، سطور فی صفحہ : ۱۵
تاریخ : اندازاً ۱۲۹۲ھ
کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن فہرست نمبر ۲۸ لائبریری نمبر "دواوین ۱۷۱۲"

۱۸- دیوان سوز[۲۱]

صفحات : ۵۶، سطور فی صفحہ : ۱۱
تاریخ : ۲۷ ربیع الاول سہ شنبہ (سنہ نامعلوم)
کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن فہرست نمبر ۴۵ لائبریری نمبر "کتاب جدید ۲۲۹۸"

۱۹- دیوان سوز[۲۲]

اوراق : ۲۶، سطور فی صفحہ : ۱۱ ناقص الطرفین نہایت قدیم
ادارہ ادبیات اردو حیدر آباد دکن فہرست نمبر ۴۰۰

ح- اودھ[۲۳]

۲۰- دیوانِ سوز

صفحات : ۳۰۰ سطور ۲۴
کتب خانہائے شاہان اودھ فہرست نمبر ۷۰۸

۲۱- دیوانِ سوز [۲۴]

۲۲- دیوانِ سوز [۲۵]

۲۳- دیوانِ سوز [۲۶]

نسخہائے موتی محل لکھنؤ۔ اب تفصیلات دستیاب نہیں۔

۲۴- دیوانِ سوز [۲۷]

فہرست نمبر ۱۷۹ (دیوان)
کتب خانہ ایشیاٹک سوسائٹی۔

مندرجہ بالا فہرست میں بعض نسخے مثلاً شمار ۱۲، ۱۳، ۱۶، ۱۸ دیوان سوز کے انتخابات کا درجہ رکھتے ہیں، سوز کے انتخابات بھی متعدد ہیں، سیّد احمد علی زیدی نے ایسے کچھ اور انتخابات کی بابت معلومات فراہم کی ہیں۔

ی- سندھ [۲۸]

۲۵- دیوانِ میر سوز

صفحات ۲۲، سطور فی صفحہ: ۱۱

آغاز: دیکھ دل کو چیر مت ظالم کہیں دکھ جائے گا
یاں بغیر از قطرۂ خوں اور تو کیا پائے گا

اختتام: کہا جوں سوز نے بوسہ تو دے جا
لگا کہنے کہ پھسلانے کی خوبی

کتب خانہ فاضل زیدی۔ نواب شاہ

۲۶- دیوانِ میر سوز

اوراق ۵۴، اشعار فی صفحہ: ۱۵ (اوسطاً)

آغاز: سرِ دیوان پر اپنے جو بسم اللہ میں لکھتا
بجائے مدِ بسم اللہ مدِ آہ میں لکھتا

اختتام: تمت الکتاب بعنوان الوہاب حسب فرمائش نواب محترم جنگ بہادر
بخطِ میر عظیم علی مملوکہ کتب خانۂ فاضل زیدی۔ نواب شاہ

۲۷- دیوانِ میر سوز

صفحات ۴۸، اشعار فی صفحہ: ۱۱
تاریخ: ۱۲۵۹ھ

آغاز: سرِ دیوان پر اپنے جو بسم اللہ میں لکھتا
بجائے مدِ بسم اللہ مدِ آہ میں لکھتا

اختتام: لوگ کہتے ہیں مجھے یہ شخص عاشق ہے کہیں
عاشقی معلوم لیکن دل تو بے آرام ہے

تمت الکتاب بعنوان الوہاب آصف العباد لالہ صاحب رائے متخلص بفریاد شاگردِ میر سوز
کتب خانۂ فاضل زیدی۔ نواب شاہ

۲۸- دیوانِ میر سوز

صفحات ۲۰، سطور فی صفحہ: ۲۰

آغاز: سرِ دیوان پر اپنے جو بسم اللہ میں لکھتا
بجائے مدِ بسم اللہ مدِ آہ میں لکھتا

اختتام: تری جور و جفا، مہر و وفائے غیر سے بہتر
وفا اوروں کی کب پہنچی ہے تیری بے وفائی کو

کتب خانہ فاضل زیدی۔ نواب شاہ

۲۹- دیوانِ میر سوز

صفحات ۴۴، سطور فی صفحہ: ۱۱

آغاز: سرِ دیوان پر اپنے جو بسم اللہ میں لکھتا
بجائے مدِّ بسم اللہ مدِّ آہ میں لکھتا

اختتام: لختِ جگر و کباب ہے تیار
وہ آتے تو ہم بھی میہمانی کرتے

کتب خانہ فاضل زیدی۔ نواب شاہ

۳۰- انتخاب کلام۔ یقین، میر ناصر علی، میر سوز

صفحات: ۱۳۶، اشعار فی صفحہ: ۱۲
تاریخ: ۱۲۵۹ھ
صفحہ ۹۴ سے صفحہ ۱۳۶ تک میر سوز کا کلام ہے (ناقص الاوسط)

آغاز کلام سوز: جز شکر قلم صفحے پہ خلّاقِ جہاں کا
چاہے جو کرے وصف تو منہ کیا ہے زباں کا

اختتام: پھر جو کچھ دل میں آ گیا تو ہے
مجھ کو پیٹے اگر دوانا ہے

ڈویژنل پبلک لائبریری خیر پور (میرس)

۳۱- دیوان میر سوز

فورٹ ولیم کالج کلکتہ کے ہندوستانی طالب علموں کی تعلیم کے لیے دیوان سوز کا ایک انتخاب تیار کیا گیا تھا۔ جو کلکتہ سے ۱۸۱۰ء میں شائع ہوا۔[۲۹]

۳۲- دیوان میر سوز

صفحات ۵۹، سطور فی صفحہ: ۱۱

کتاب خانہ ایشیاٹک سوسائٹی کی جو فہرست ۱۳ نومبر ۱۸۳۷ء/ ۱۳ شعبان المعظم ۱۲۵۳ھ کو شائع کی گئی تھی۔ جس میں فورٹ ولیم کالج کلکتہ کے ذخیرۂ کتب کو بھی شامل کیا گیا، اس فہرست میں دیوان سوز کے دو نسخوں کا اندارج ہے، بگمان غالب یہ دونوں نسخے (شمار: ۳۱، ۳۲)، اسی اشاعت کے ہیں۔[۳۰] اس مطبوعہ انتخاب کی ایک نقل برٹش میوزیم لندن میں محفوظ ہے۔ [نمبر (۲-۱) ۵۴-۱۴۰۱۱۴۰۰۰] [۳۱] اور ایک قلمی نقل ڈویژنل پبلک لائبریری خیر پور میں ہے تاریخ: ۱۶ شعبان ۱۲۵۹ھ/ ۱۸۴۲ء بقلم محمد دودمان حسینی۔[۳۲]

۳۳- اسپرنگر نے ۱۸۴۰ء میں شائع ہونے والے ایک اور انتخاب کا بھی ذکر کیا ہے[۳۳] یہ غالباً ۱۸۳۱ء والے انتخاب ہی کی ایک اور اشاعت ہوگی۔

۳۴- نسخہ عجیبہ وغریبہ الموسوم بہ دیوان سوز

پیپل منڈی اکبر آباد ۱۲۷۱ھ/ ۵۵-۱۸۵۴ء
بمطبع منبع العلوم باہتمام منشی کنہیا لال حلیہ طبع پوشید
صفحات: ۴۳ سائز: ۲۰×۳۰/۱۶

۳۵- دیوان سوز

مرتبہ سیّد فضل الحسن حسرت موہانی بی اے، ایڈیٹر اردوئے معلّٰی علی گڑھ
صفحہ ایک تا آٹھ مقدمہ: میر سوز کا حال

ردیف وار انتخاب غزلیات آخر میں متفرقات

قطعات سوز ماخوز از تذکرۂ جلوۂ خضر مؤلفہ صفیر بلگرامی۔ غزلیات متفرق از چمنِ بے نظیر مطبوعہ بمبئ۔ غزلیات سوز ماخوز از ضمیمہ اخبار قدیم کارنامہ لکھنؤ از مخمسات مرزا خانی نوازش۔ غزلیاتِ سوز از مجمع الاشعار (دو غزلیں) تعداد صفحات : ۳۲۔ [۳۴]

☆ یہی انتخاب حسرت موہانی کی انتخاب سخن جلد چہارم میں صفحہ ۱۸۳ تا ۲۱۰ پر شامل ہے، فرق یہ ہے کہ اس کتابچے میں ہر حصے کے محوّلہ بالا ماخذ بھی درج ہیں جبکہ انتخاب سخن میں انھیں حذف کر دیا گیا ہے۔ [۳۵]

۳۶- انتخاب میر سوز

مرتبہ غلام حسین۔ رسالہ اردوئے معلّٰی کے میر سوز نمبر (تفصیلی تعارف آگے آتا ہے) سے غزلوں، رباعیات اور مثنوی کا ایک عام انتخاب۔ [۳۶] صفحات ۸۸ سائز ۱۸×۲۳/ ۸

۳۷- انتخاب کلام میر سوز

مرتبہ ارتضٰی کریم۔ نسخہ نیّر سے (تفصیلی تعارف آگے آتا ہے) غزلوں، رباعیات اور ایک مستزاد کا انتخاب [۳۷] صفحات ۹۶ سائز ۱۸×۲۳/ ۸

تذکروں میں شامل انتخابات سوز، محمد مبین کیفی چریا کوٹی کی جواہرِ سخن اور حسرت موہانی کی انتخاب سخن وغیرہ مندرجہ بالا انتخابات/ مجموعوں کے علاوہ ہیں۔

لیکن اس سب کچھ کے باوجود بالعموم سوز کا دیوان لوگوں کی نظروں سے اوجھل رہا آخر کے دو انتخابات کے علاوہ جن لوگوں نے سوز کے انتخاب کیے اِلّا ماشاء اللہ ان کے پیش نظر انتخابات ہی رہے جن سے مزید انتخاب ہوتے رہے، ہماری تحقیق کے مطابق حسرت موہانی نے بھی سوز کا جو انتخاب شائع کیا وہ براہ راست دیوان سے نہیں بلکہ ایک بیاض سے کیا گیا (ہم نے یہ بیاض دریافت کر لی ہے اور اس کا تعارف آگے آ رہا ہے) سوز کے دیوان سے دوری کی صورتِ حال یہاں تک بڑھی کہ نیاز فتح پوری نے ایک جگہ لکھا:

''افسوس ہے کہ آج ان کا دیوان ہمارے سامنے ہے اور نہ عہد حاضر کے نقادانِ سخن نے ان کے کمال پر کوئی روشنی ڈالی ہے۔''[۳۸]

یہی صورتِ حال تھی جس کے باعث ہم نے کلیات میر سوز کی تدوین کے کام کو اپنی تحقیقی تگ و تاز کے لیے منتخب کیا، لیکن ایسا نہیں کہ ہم سے پہلے کسی نے اس جانب رخ ہی نہیں کیا تھا ---- اَلْفَضْلُ لِلْمُتَقَدِّم فضیلت، پہل کرنے والے کی ہے۔ ہم سے پہلے تدوین دیوان سوز کی دو کوششیں سامنے آ چکی ہیں، ذیل میں ان دونوں کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے:

اردوئے معلٰی کا میر سوز نمبر:

اردوئے معلّٰی دہلی یونی ورسٹی کے شعبۂ اردو کا تحقیقی رسالہ ہے جس کی جلد چہارم کے چھٹے ساتویں مشترک شمارے کو ''میر سوز'' نمبر کے طور پر شائع کیا گیا، اس اشاعت کے مرتب خواجہ احمد فاروقی ہیں جبکہ مجلس ادارت میں مرتب کے علاوہ، ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی، رشید حسن خان، ڈاکٹر محمد حسن، جناب صدیق الرحمان قدوائی، ڈاکٹر شمیم نکہت اور ایم اے کے ایک طالب علم انیس حسن کے نام شامل ہیں۔

رسالے پر تاریخ اشاعت درج نہیں البتہ مرتب کے شذرات کے آخر میں ''حیدر آباد دکن ۲۸ جون ۱۹۶۳ء'' درج ہے جس سے رسالے کے زمانۂ اشاعت کا اندازہ ہوتا ہے، شذرات کے بعد مشمولات کی ترتیب یوں ہے:

☆ سوز گارساں دتاسی کی نظر میں: خ، ا، ف میر سوز اور ان کی شاعری ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی، کتب خانۂ سالار جنگ میں دیوان سوز کا ایک نسخہ: خ، ا، ف، دیوان سوز: ادارہ اور تذکرہ مجمع الانتخاب میں میر سوز کا ترجمہ۔

شذرات میں اس امر پر افسوس کا اظہار کیا گیا ہے کہ سوز کا کلام اب آسانی سے دستیاب نہیں ہوتا۔ مطبوعہ حصہ تقریباً نایاب ہے، دیوان کے جو قلمی نسخے ملتے ہیں وہ بھی ایک جگہ محفوظ نہیں، ایک حیدر آباد میں ہے تو دوسرا لندن میں، ان حالات میں اس کی بڑی ضرورت تھی کہ ان کے دیوان کو دوبارہ شائع کیا جاتا اسی لیے اردوئے معلّٰی کی یہ اشاعت سوز کے لیے وقف کی

گئی۔[۳۹]

اس نمبر کی تیاری کے سلسلے میں مرتب نے ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی اور جناب رشید حسن خان کی مدد کا خاص طور سے شکریہ ادا کیا ہے۔ لیکن اس سب کچھ کے باوجود یہ کام اطمینان بخش طریقے سے انجام پذیر نہیں ہو سکا جیسا کہ خود فاضل مرتب نے اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ''ہمارا ارادہ ہے کہ سوز کے کلام کو دوبارہ وسیع پیمانے پر ایڈٹ کر کے شائع کریں یہ نقشِ اوّل صرف اس ضرورت کا اشاریہ ہے۔''[۴۰]

دیوان سوز کے مذکورہ متن کے مطالعے اور تقابلی جائزے سے اس ضرورت کا احساس شدید ہو جاتا ہے جس کی چند وجوہ درج ذیل ہیں:

۱- یہ متن صرف دو خطی نسخوں کی روشنی میں مرتب کیا گیا ہے جن میں سے ایک ناقص الآخر اور صرف غزلیات پر مشتمل ہے۔ اور دوسرا خاصا کرم خوردہ ہے جلد ساز نے زیادہ مجروح اوراق پر سفید باریک کاغذ کی چیپیاں لگائی ہیں جن سے متعدد مقامات پر اشعار کے بعض حصے پڑھنے میں نہیں آتے ہیں۔[۴۱]

۲- بہتر تقابل کے لیے اس سے زیادہ نسخوں کی ضرورت تھی یا پھر ایسے نسخے مرتبین کے پیش نظر ہونے چاہئیں تھے جو زیادہ قابل اعتماد اور بہتر ہوتے۔

۳- بہت سا کلام ان دونوں نسخوں میں مشترک نہیں ہے جس کے باعث وہ تمام کلام جو صرف ایک نسخے میں ہے۔ کسی بھی تقابل سے محروم رہا اور اس کی مناسب تصحیح نہیں ہو سکی۔

۴- ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ کام بہت عجلت میں انجام دیا گیا اور بقول ڈاکٹر ارتضیٰ کریم: ''تدوین متن میں جس قدر احتیاط اور انہماک کی ضرورت تھی اس کا فقدان نظر آتا ہے۔[۴۲]

اس کام پر ڈاکٹر گوہر نوشاہی کا ردِعمل زیادہ شدید ہے، انھوں نے میر سوز نمبر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

''موجودہ نسخے کی ترتیب اور سوانحی مقدمے میں اس حد تک محنت اور کاوش نہیں کی گئی جس حد تک کہ دہلی میں بیٹھے ہوئے دانش وروں کے شایان شان تھی جہاں پاکستان کی نسبت سوز پر کام کرنے کے لیے مصادر کی بھی کمی نہیں اور ان مصادر کو حاصل کرنا بھی چنداں دشوار نہیں۔'' [۴۳]

۵- سوز کا بہت سا کلام جو بعض دوسرے نسخوں میں موجود ہے اس مجموعے میں شامل نہیں ہو سکا ہے۔

۶- بہت سی غزلیات ایسی ہیں جو ایک سے زائد بار درج ہوگئی ہیں اور مکرر اندراج میں متنی اختلافات بھی موجود ہیں۔

۷- ایک ردیف کی غزلیں کسی دوسری ردیف میں درج ہوگئی ہیں۔

۸- بعض غزلوں کے اشعار مختلف مقامات پر الگ الگ غزلوں کے طور پر تقسیم ہوگئے ہیں۔

۹- بہت سی غزلیں نامکمل ہیں یا ان کا متن ناقص ہے، اگر جملہ تسامحات کی فہرست سازی کی جائے تو مقدمہ بہت طویل ہو جائے گا اس لیے ہم صرف ردیف الف کا جائزہ پیش کرتے ہیں:

ا- ردیف الف کی وہ غزلیں جو اردوئے معلّٰی میں شامل نہیں۔

- مگر سوز کے دل میں کچھ درد تھا
- سوز سے امید ہے مجھ کو کہ انساں ہوئے گا
- مجھ سے تو اس کو ہر شب دار و مدار ہے گا
- پھر بہار آتی ہے تجھ میں اے گلستاں غم نہ کھا
- پاس سے تو مرے تو اے دل ناشاد نہ جا
- نام سنتے عشق کا دل ڈر کے مارے ٹل گیا
- جو کہہ سکے تو صبا تو کہیو جہاں ہو وہ شہ سوار میرا
- فائدہ پچھتانے کا اے سوز اب تو دل گیا

- دل کو کچھ قیدِ زنداں واہ وا
- یارو دوڑو عشق آتا ہے چلا
- منہ پھرا کر وہ تو اوروں کی طرف دیکھا کیا
- آہ و نالہ تو مرا آگے اثر کرتا تھا
- کب تلک غم کھائے کوئی غم ہی مجھ کو کھا گیا
- کریں گے انتظار اس کا جہاں تک جی میں آئے گا
- ساقی ہمیں تو دینے سے کیوں جام رہ گیا
- بندے ہیں اس کے بے ہوش و دانا
- ہر گھڑی مجھ سے نہ کہہ گھر کو چلا جاؤں گا
- گل تو جاتا رہا پہ خار رہا
- کسی کو اپنے اس اندوہ کا محرم نہیں پاتا
- مری لوحِ مزار اوپر لکھانا
- جو کہ اس عمر میں کچھ غم نہ کیا تھا سو کیا
- ہے اور ہی تجلّی مخمور کا تماشا
- جہاں جانا ہے اے دل ساتھ اپنے مجھ کو لے جانا
- مری آنکھوں کے تو آگے سے اب اے ماہ نہ جا
- نئی اک طرح اپنے عشق میں ایجاد میں کرتا
- مجھے طعنے دیتا ہے کیا ناصحا؟

☆ ردیف الف کی وہ غزلیں جو دوبار درج ہیں :

چلے ہو کس طرف یکبار منہ کو موڑ کر جانا	پہلے صفحہ ۱۴۸ پر اور پھر صفحہ ۲۶۱ پر
یہی میں پوچھتا ہوں تجھ سے جانا	پہلے صفحہ ۱۴۸ پر اور پھر صفحہ ۲۶۱ پر
جو تیرا غم مرا مہماں نہ ہوتا	پہلے صفحہ ۹۳ پر اور پھر صفحہ ۱۴۹ پر

سنو تو تم نے کبھی ہم کو یاد بھی نہ کیا پہلے صفحہ ۱۰۲ پر اور پھر صفحہ ۱۵۱ پر
مگر سوز کے دل میں کچھ درد تھا پہلے صفحہ ۱۳۳ پر اور پھر صفحہ ۱۴۹ پر
دلِ بے درد مجھ سے حال اپنا کچھ نہیں کہتا پہلے صفحہ ۱۰۲ پر اور پھر صفحہ ۱۱۶ پر

☆ ردیف الف کی وہ غزلیں جو دو ردیفوں میں شامل ہیں:

- چلے ہو کس طرف یکبار منہ کو موڑ کر جانا
یہ کس مشرب میں ہے چلتوں کو روتا چھوڑ کر جانا

اور

- یہی میں پوچھتا ہوں تجھ سے جانا
کہ سوتوں کو ہے حاصل کیا جگانا

پہلے جانا ردیف کے ساتھ ردیف الف کی غزلیات میں درج اور پھر جاناں ردیف کے ساتھ ردیف نون کی غزلیات میں بھی موجود ہیں، ردیف نون میں یہ اندراج بہ این طور ہے:

- چلے اب کس طرف یکبارگی منہ موڑ کر جاناں
یہ کس مذہب میں ہے --- کو روتا چھوڑ کر جاناں

مصرع ثانی میں خلا سے صاف محسوس ہو رہا ہے کہ ردیف الف میں درج غزل کا متن مرتبین کے سامنے نہیں۔

- یہی میں پوچھتا ہوں تجھ سے جاناں
کہ سوتوں کو ہے کیا حاصل جگاناں

(ص ۲۶۱)

دونوں اشعار کے مصرع ہائے ثانی میں جاناں محض بے معنی معلوم ہوتا ہے۔

- میں دور سے اے یارو کل اس کو دکھا دوں گا
گر مجھ سے ملا دو گے میں تم کو دعا دوں گا

پہلے ردیف الف کے تحت صفحہ ۷۰ پر موجود ہے اس کے بعد یہی غزل معمولی تغیّر کے

ساتھ ردیف 'ے' کے تحت صفحہ ۴۰۹ پر بہ این صورت پائی جاتی ہے :

- ہم دور سے اے یارو کل اس کو جتا دیں گے
گر ہم سے ملا دو گے ہم تم کو دعا دیں گے

باقی اشعار میں بھی واحد جمع کی یہی تبدیلی ہے۔

- زباں سے ہو سکے کب دلربا تیری ثنا کہنا
مگر مکھڑے کو تیرے گھورنا اور واہ وا کہنا

• پہلے صفحہ ۱۴۶ پر ردیف الف میں اور پھر صفحہ ۲۸۷ پر ردیف نون میں بہ این صورت موجود ہے۔

- زبان سے ہو سکے کب دلربا تیری ثنا کہناں
مگر صورت کو تیری دیکھنا اور واہ واہ کہناں

یہ صرف ردیف الف کا جائزہ ہے، تمام ردیفوں کی غزلیات کے متون میں رہ جانے والے اسقام کی نشان دہی کی جائے تو ایک الگ مجموعہ مرتب کیا جا سکتا ہے۔

نسخۂ نیرّ :

اردوئے معلّٰی کے میر سوز نمبر کے بعد، دیوان میر سوز کی تدوین کی طرف پٹنہ کے سیّد علی حیدر نیرّ صاحب نے بھی توجہ مبذول کی اور کلیاتِ سوز کے نام سے ایک مجموعہ مرتب کیا۔ یہ مجموعہ جو چھپنے کے عمل سے تو گزرا مگر شائع نہ ہو سکا، بعض حوالوں سے اہم ہے :

- مرتب نے کلام سوز کی تدوین کے لیے متعدد قلمی نسخوں سے استفادہ کیا۔
- دیباچہ مظہر ہے کہ مرتب کو ممتاز محقق قاضی عبدالودود صاحب کی ''سر پرستی، ہمدردی اور تعاون'' حاصل رہا۔
- یہ کام اردوئے معلّٰی کے سوز نمبر کے مقابلے میں بدرجہا بہتر ہے لیکن دیوان سوز کے بعض اہم قلمی نسخے مرتب کے پیش نظر نہ ہونے کے باعث سوز کا یہ متن بھی اطمینان

بخش حد تک مدوّن نہیں ہو سکا۔ وجوہ حسب ذیل ہیں:

۱- اس مجموعے میں میر سوزؔ کی فقط غزلیں شامل ہیں جبکہ سوزؔ نے غزلوں کے علاوہ رباعیات، مخمسات، اور قطعات بھی کہے ہیں، ان کے علاوہ بہت سا متفرق کلام اور فارسی غزلیات بھی ہیں جن کے اندارج سے یہ نسخہ محروم ہے۔

۲- باوجودیکہ یہ مجموعہ صرف غزلیات پر مشتمل ہے لیکن پھر بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ سوزؔ کی تمام غزلیں اس میں آ گئی ہیں۔ اس میں بہت سی غزلیات شامل نہیں ہیں۔ لہٰذا یہ غزلیات کا مکمل مجموعہ بھی نہیں بن سکا۔

۳- جن خطی نسخوں کی مدد سے یہ متن مرتب کیا گیا ہے ان میں کلام سوزؔ کے بعض اہم مخطوطے شامل نہیں جس کے باعث یہ کام بھی کماحقہ، انجام پذیر نہیں ہو سکا۔

ان اہم مخطوطوں کا مفصل تعارف آگے پیش کیا جائے گا جن تک سید علی حیدر نیرّ صاحب نہیں پہنچ سکے۔ یہاں صرف ایک مخطوطے کی نشاندہی کی جاتی ہے اور وہ دیوان سوزؔ کا وہ نسخہ ہے جو میر سوزؔ نے خود انتخاب کر کے خوب صورت خط شفیعا میں خود کتابت کیا۔ اس نسخے کو نہ دیکھنے کے باعث سید علی حیدر صاحب کا کام ناتمام رہ گیا (الحمد للہ ہمیں اس نسخے تک رسائی حاصل رہی اور ہمارے پاس اس کا عکس محفوظ ہے)۔

۴- کتاب میں اختلاف نسخ یا تقابلی، توضیحی، استنادی کسی قسم کے حواشی موجود نہیں ہیں صفحہ نمبر ایک سے غزلیات کا آغاز ہو جاتا ہے جو ۳۰×۲۰/۱۶ سائز کے ۲۱ سطری مسطر پر ایک سطر میں ایک شعر کے طریقے سے لکھی گئی ہیں یوں کہ ایک غزل سے دوسری غزل کے درمیان ایک سطر کا بھی فاصلہ نہیں ہے۔

۵- کتاب میں کوئی مقدمہ نہیں جس سے مرتب کے طریق کار، اصول اور ترجیحات کا علم ہو سکے، قاری کو یہ تک معلوم نہیں کہ متن معیاری ہے یا کسی ایک نسخے کو نسخۂ مادر (Copy Text) کے طور پر استعمال کیا گیا ہے؟ مستعملہ خطی نسخوں کا کوئی تعارف کرایا گیا ہے نہ ان کی کوئی درجہ بندی کی گئی ہے، آغاز میں چار صفحات (الف تا د) کے ''سخنہائے گفتنی'' ضرور موجود ہیں جن میں چند رسمی تمہیدی باتیں بیان کی گئیں ہیں اور بس۔

۶- تمہید میں قاضی عبدالودود صاحب کی راہ نمائی اور ان کی مشاورت سے کام کرنے کا ذکر ہے لیکن قاضی عبدالودود صاحب اس کام سے مطمئن نہیں تھے[۴۴] انھوں نے اس کام کے بارے میں رائے دیتے ہوئے ایک جگہ لکھا:

"میرا خیال ہے کہ ان کا (نیرّ صاحب کا) مرتبہ نسخہ کل کلام پر حاوی نہیں ہے[۴۵]"

۷- یہ مجموعہ ۱۹۷۷ء میں ادارہ تحقیقاتِ عربی و فارسی پٹنہ سے چھپا لیکن افسوس ہے کہ چھپ کر شائع نہ ہو سکا غالباً اس کے اجزا کی شیرازہ بندی کی نوبت بھی نہ آسکی (ہمیں بھی پٹنہ سے اس کے منتشر اجزا ہی دستیاب ہوئے) اور یوں یہ مجموعہ اردو دنیا کے طالب علموں ہی نہیں نام ور محققین کی نگاہوں سے بھی اوجھل رہا۔ کتاب کے شائع نہ ہونے کا سبب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ فاضل مرتب، سید علی حیدر نیرّ صاحب جلد دنیا سے رخصت ہوگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

ذیل میں نسخۂ نیرّ کا مختصر جائزہ پیش کیا جاتا ہے:

نشان (ـ) محض اشعار کو اور ☆ اس بات کو ظاہر کر رہا ہے کہ یہ پوری غزل یا قطعہ نسخہ نیرّ میں موجود نہیں ہے۔

۱- وہ غزلیات/اشعار جو نسخۂ نیرّ میں شامل نہیں:

ـ غیرت اور سوز کی اہاہاہا
سر دیا عشق سے حذر نہ کیا
ـ کیا اچھی طرح سے مجھ کو پوجا
بندہ ہوں میاں ترے کرم کا
ـ لب خشک ہوئے منہ کا یہ احوال ہوا
تو بھلا عشق ہوا جی کا کہ جنجال ہوا

- پچھتائے گا مل کے سوز سے ہاں
ہم کہتے ہیں برا کرے گا
- مگر ہے پردۂ فانوس تن میرا کہ محفل میں
میں جلتا ہوں مثالِ شمع ، پیراہن نہیں جلتا
- دور سے دیکھتے ہی دل دھڑکا
یار پایا سہی ولے لڑکا
دیکھیو میں کھڑا ہوں کالے کوس
وہیں پہچان کر مجھے بھڑکا
- رات کا احوال میں تم سے کہوں یا روز کا
دیکھنا ہے دیکھ لو ہے وقتِ آخر سوز کا
- اب تو جاتا ہے جہاں سے لے کے انبار گناہ
دیکھیے کیا حال ہو اس معصیت اندوز کا
- اتنا تو بول منہ سے یہ سوز کو ہوا کیا؟
یارو ہِلا تو دیکھو یہ ناتواں مُوا کیا؟
- ترا ہم نے جس کو طلب گار دیکھا
اسے اپنی ہستی سے بے زار دیکھا
- دلِ آشفتہ اپنا حال مجھ سے کچھ نہیں کہتا
پر اپنے یار سے ملتا ہے تب کیا کچھ نہیں کہتا
مجھے کہتا ہے میں تجھ کو نہیں کہتا ہوں کچھ ہرگز
ہزاروں گالیاں دیتا ہے ، اچھا کچھ نہیں کہتا
- کیا جاگہ تھی جہاں نہ ہرگز غم تھا
نے کوئی عدو تھا نہ کوئی ہمدم تھا

تھی آپ ہی آپ شرکت غیر بغیر
چل رہے جی اب وہیں کہ کیا عالم تھا

۔ ہے بلبل عاشق گل شمع کا عاشق ہے پروانا
مرا مجنوں ہے اپنی ذات کی لیلیٰ کا دیوانا

۔ پھر موسم بہار نے نشو و نما کیا
پر تو نے اے صبا نہ دلِ غنچہ وا کیا

۔ رات کا احوال میں تم سے کہوں یا روز کا
دیکھنا ہے دیکھ لو ہے وقتِ آخر سوز کا

☆ اے دل تو صبح یار کے کوچے میں جاشتاب
میری طرف سے پہلے تو جھک کر سلام کر

۔ شاعر جو تیرے قد سے نہ تشبیہ دیں اسے
ہووے نہ سروِ باغ سر افراز اس قدر
سسکے ہے کوئی اور کوئی تڑپھے ہے پڑا
مرتی ہے اب تو خلق نہ کر ناز اس قدر

☆ کب تڑپ مرنے سے نکلے مرغِ بسمل کی ہوس
دل ہی جانے جس طرح پر بھی ہے اس دل کی ہوس
صاحبو میں جانوں میری جان ہے پھر تم کو کیا
منع مت کیجو نکلنے دو نہ قاتل کی ہوس

☆ دل لگا مت ہر کسی سے اے دلِ نادان بس
دیکھ مت چاروں طرف اے مردمِ حیران بس

☆ گو خاک ہوا تو بھی پھرا بن کے بگولا
ہو کر نہ گئی عاشقِ بے تاب کی گردش

- جنسِ خرد و صبر بن اس دل کو ہو کیا چین
مفلس کو بری ہوتی ہے اسباب کی گردش
- جانا نہیں مشکل ہے جو اس حور لقا تک
جو آپ سے جاوے تو چلا جائے خدا تک
☆ آہ میں بے قرار کس کا ہوں
اس قدر خوار زار کس کا ہوں
سوز نے جوں کہا کہ میرے یار
بولا چل بے میں یار کس کا ہوں
- زخم جتنے چاہئیں میرے بدن میں کم نہیں
یہ بڑا دکھ ہے کہ دنیا میں کہیں مرہم نہیں
ایک دم اپنا تھا وہ بھی آخرش دم کھا رہا
دردِ دل کس سے کہیں یاں کوئی اب ہمدم نہیں
- کیا کہوں آہ کیونکے کٹتی ہے
ایک پل ماہ و سال ہے تجھ بن
کس زباں سے کہوں میں حال اپنا
یہ زباں بھی تو لال ہے تجھ بن
- آنکھیں تو بیٹھیں تھک کے نہ آیا نظر کہیں
ہاں اے سرشک لیجیو دل کی خبر کہیں
میں دانت ناپنے کو ملائے ہیں لب سے لب
جانی برا نہ مانیو اس بات پر کہیں
- کہیں ناگاہ ملتے ہیں جو دو ہمدرد آپس میں
تو منہ کو دیکھ کر بھرتے ہیں آہِ سرد آپس میں

زمیں ہو کر بگولا گر اڑے سوئے فلک تو بھی
ملے ہرگز نہ رندو پارسا کی گرد آپس میں

۔ تری بو کے لیے جوں گل تمام آغوش ہو جاؤں
کلیجے سے لگا لوں غنچہ ساں خاموش ہو جاؤں

۔ مت جانیو کہ میں بھی ہم عشق بلبلاں ہوں
گلزار ڈھونڈتا ہوں ، گم کردہ آشیاں ہوں

۔ شعر کہنے کا اب فراغ کہاں
کیا کہوں دل کہاں ، دماغ کہاں
داغ دل سے ہے روشنی اس کی
ورنہ عاشق کے گھر چراغ کہاں

۔ تو منہ سے نہ کہہ کہ اپنے گھر جاؤں
صدقے تیرے ہو کے میں نہ مر جاؤں

۔ خوب دیکھا ہے جہاں کو ہم نے
سوز کا کوئی دل افگار نہیں

۔ ہوئے ہم بت کے بندے برہمن سے راہ کرتے ہیں
حرم کے رہنے والو تم سے عشق اللہ کرتے ہیں
تو اپنے ہاتھ سے کھوتا ہے پھر ہم کو نہ پاوے گا
سمجھ یا مت سمجھ ہم تو تجھے آگاہ کرتے ہیں

☆ جو میرے دل پہ گزری ہے سو یارب اب کہوں کس کو
مرا دل مانگتے ہیں زلف و کاکل ان میں دوں کس کو؟
یہی آتا ہے دل میں جو جلا دوں دل کو میں اپنے
ولے اس میں خیال یار ہے اب آگ دوں کس کو

- کونسا مکھڑا ہے وہ جو خاک میں مدفوں نہ ہو
کونسا دل ہے کہ جو غم میں انھوں کے خوں نہ ہو
کون سی ہیں انکھڑیاں جن میں نہ ہوں گے کرم و مور
کونسا عارض کہ وہ گردِ رہِ ہاموں نہ ہو

- مردم آزاری نہ سکھلا نرگسِ بیمار کو
کام فرماتا ہے کوئی بھی کسی بیمار کو
ہر گھڑی تلوار دکھلا کر ڈراتا ہے مجھے
کیا کہوں تیرے تئیں کھاؤں تری تلوار کو

- میں کون غمِ ستم گراں کون؟
کیوں داغ لگا ہے میرے جی کو؟

- حضرتِ عشق بس نہ جی کھاؤ
خیر صلاّ سے اپنے گھر جاؤ
سوز کی جتنی سفارش کی نہ مانا اس نے
چھوڑتا ہی نہیں وہ اپنے گنہگاروں کو

☆ دخترِ رز کو جو کچھ میں نے کہا ، مان گئی
جب میں چھیڑا تو کہا: ''اوئی مری جان گئی''

- کس گنہ پر قتل کر بیٹھو بتاؤ تو سہی
مار تو ڈالو گے پر ٹک پاس آؤ تو سہی
دل میں رکھنا دشمنی ہے صاحبِ ایماں سے دور
گر تمھارے دل میں ہے ہم کو بتاؤ تو سہی

- نہ یہ کمند ، نہ ناگن ، نہ رات ہے کالی
ہے زلف سایہ فگن مدّ ظلّہ العالی

ـ جو غم ہمدم ہو تو شادی کہاں کی
پھنسا جو دل تو آزادی کہاں کی
گئے جو دل سے اپنے صبر و طاقت
تو پھر اس دل میں آبادی کہاں کی

ـ نہ دھوپ سے الم ہے نہ راحت ہے چھاؤں کی
مجھ کو خبر نہ سر کی ہے اپنے نہ پاؤں کی
اے خضر پے خجستہ بتانا زرا مجھے
ہے راہ کونسی مرے مہدی کے گاؤں کی

ـ چمن سے پھر صبا نے بوئے گل صحرا میں جھکائی
مبارک باد دو اب عندلیبوں کو بہار آئی
جِلاتا تھا خدا کا نام لے مُردوں کو جب عیسیٰ
صنم کی گالیوں میں دیکھتا ہوں اب مسیحائی

ـ ٹک اس طرف تو دیکھ او نیچی نگاہ والے
مرتے ہیں اس ادا پر بانکی کلاہ والے

ـ اک روز کہا صنم سے میں نے
کاے مایۂ عیش و کامرانی

ـ چشم کا کام اشکباری ہے
چشمۂ فیض ہے کہ جاری ہے
نیم بسمل بڑے تڑپتے ہیں
کس ستم گر کی یہ سواری ہے

ـ دیتا نہیں ہے چین یہ دل ایک دم مجھے
گھر کے حریف نے یہ لگایا ہے غم مجھے

ہر بار دے جو اپنے تئیں اس کو کون دے
دیتے نہیں کچھ اس لیے اہلِ کرم مجھے

- چمن میں یار نے پردے جب آن کھول دیے
گلوں نے دیکھ کے اپنے دہان کھول دیے

- تو جو کہتا ہے گلہ میرا کیا جس تس کنے
کب کیا، کس جا کیا، کس وقت، کس دم، کس کنے

- خدا کے واسطے پھر پھر سلوکِ یار مت پوچھو
جو کچھ گزری سو گزری دل پہ اب اظہار کیا کیجے
یہ سوز تیری دید کا مشتاق ہے پیارے
نہ جی ایسے نمانے کے تئیں بے زار کیا کیجے

- خیال داغ جگر کا نہیں دماغ مجھے
خوش آئے کونسی آنکھوں سے سیرِ باغ مجھے
دلِ اسیر کا احوال مجھ سے مت پوچھو
بتاوے کون کہاں اس قدر فراغ مجھے

- عرق آلودہ رخساروں پہ کیا کیا زلف چھائی ہے
سحر گلشن میں ناگن چاٹنے کو اوس آتی ہے

- بس میاں عشق مجھے خوب جلایا تو نے
اپنے کرتب سے نہ پر ہاتھ اٹھایا تو نے

- روتے ہی آئے تھے روتے ہی چلے
وقتِ رخصت تو بھلا لگ لے گلے
تم کو کیا غم ہے کوئی جاوے کہیں
میں سمجھتا ہوں تمھیں صاحب بلے

- جو دل پہ ہے گزرتی اس کو خدا ہی جانے
کس سے بیاں کروں میں اور سچ ہے کون مانے
- گلوں نے نالۂ بلبل پہ کیسے کان کھولے ہیں
کبھی تو تو بھی اپنے سوز کی آہ و فغاں سن لے
- خواب و خور کیا اب تو دم لینا بھی دل پر بار ہے
خاک اس کی زندگی جو جان سے بے زار ہے
اب تو خالی ہاتھ جاتا ہوں جہاں سے دیکھ لو
اور تو توشہ نہیں ، پر حسرتِ دیدار ہے
- ساتھ پھرتے ہیں میرے یہ سارے
میری تقصیر کیا؟ کہو بارے
تو نے مجھ کو فراق کو سونپا
یعنی یہ پیس پیس کر مارے
- تجھ پاس اگر تیغ ہے یاں تیرِ دعا ہے
پر سامنے کیا ہوں مری آنکھوں میں حیا ہے
میں تم سے نہیں بولتا نچلے رہو بیٹھے
کیوں چٹکیاں لیتے ہو مری ران میں کیا ہے
- آخر میں وہی ہوں تیرا بندہ
جاتا تھا جو وار وار دل سے
- کام اس گلی میں سر سے گزرتا ہے سوز کا
کیا تاب یک قدم جو ادھر بوالہوس چلے
- پاس بیٹھے دل کو اتنے میں چرا کر لے چلے
دیکھنے میں ہو تو بھولے پر بڑے ہی من چلے

فارسی غزلیات، قطعات اور متفرقات مندرجہ بالا فہرست کے علاوہ ہیں۔

متعدد غزلیں ایسی ہیں جو ایک سے زائد بار درج ہیں اور اکثر صورتوں میں دونوں یا زائد متون میں اختلافات بھی ہیں، ذیل میں صرف ردیف الف کی ایسی غزلوں کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے:

☆ صفحہ ۲۳ کی غزل شمار ۷۵

نہ رستم اب جہان میں ، نے سام رہ گیا — مردوں کا آسماں کے تلے نام رہ گیا

صفحہ ۵۸، ۵۹ پر شمار ۱۹۲ کے تحت بھی موجود ہے اور دونوں متون میں درج ذیل اختلافات ہیں۔

صفحہ ۲۳ کا متن	صفحہ ۵۸، ۵۹ کا متن
نہ رستم اب جہان میں	نہ رستم اس جہاں میں ....
ٹکڑے تو ہو چکا ہے جگر پھیر کس لیے	.... پھر یہ کس لیے
اس مرغ کا ہے وہ جو	اس مرغ کا ہے جو کہ ....
ٹک اس کے حسن مخطط کو آ تو دیکھ	.... کو دیکھ تو
دل کو ہوس تھی	دل کو ہوس ہے ....

☆ صفحہ ۳۵ کی غزل شمار ۱۱۳

یہی تو مجھ کو حیرت ہے کہ میرا تن نہیں جلتا — کہ جوں فانوس دل جلتا ہے پیراہن نہیں جلتا

صفحہ ٦٦ پر شمار ۲۱۷ کے تحت بھی موجود ہے۔

صفحہ ۳۵ کا متن	صفحہ ٦٦ کا متن
مطلع جو اوپر درج ہے	مرے احوال پر اب کونسا دشمن نہیں جلتا ولے جلنا مجھے یہ ہے کہ تیرا من نہیں جلتا
پڑا پھرتا ہے دل میں برق ساں وہ شعلہ خو ہر دم یہ چالاکی تو دیکھو تم کہیں دامن نہیں جلتا	یہ شعر شامل غزل نہیں
جو تو کہتا ہے تو جلتا نہیں سب مکر کرتا ہے	.... بہتان کرتا ہے

نہیں جلتا ہوں بس اے جان کے دشمن نہیں جلتا	.... لے اے جان کے دشمن ....
عجب اسرار ہے شعلہ مرے دل کا کہ تا دوزخ	شعر ندارد
پرندو ، پولیوں کی گھاس کا مسکن نہیں جلتا	
مرے احوال پر اب کونسا دشمن نہیں روتا	یہ مطلع اولیٰ کی تصحیف شدہ شکل ہے
یہ جلنا ہے کہ تیرا دل بتِ پُر فن نہیں جلتا	اس اندراج میں مطلع ثانی کو اول بنا دیا گیا ہے اور مطلع ثانی غائب۔
یہ پاس عشق ہے جو خاک پر مجھ سوختہ کے تو	نہ پاس عشق ہے .... سوختے کی تو
پڑا پھرتا ہے اور تیرا کہیں دامن نہیں جلتا	ایضاً
جلا جس جس طرح سے سوز تیری آتش غم میں	.... تیرے آتش غم میں
کہوں کیا اس طرح حمام کا گلخن نہیں جلتا	ایضاً

☆ صفحہ ۴۰ کی غزل شمار ۱۳۱، صفحہ ۶۵ پر شمار ۲۱۳ کے تحت بھی موجود ہے، پہلے اندراج میں تعداد اشعار چھے (۶) ہے اور دوسرے میں نو (۹)

صفحہ ۶۵ کا متن	صفحہ ۴۰ کا متن
سرائے تن سے یوں حسرت زدوں کا کارواں نکلا	سرائے تن سے کیا ....
سو یہ خنداں بھی میرے حق میں رسم داستاں نکلا	سو یہ خندا بھی ....
ہوا جب قتل دل تو اشک آیا اس کے رونے کو	شعر ندارد
جگر سے ہو کے ماتم دارِ فریاد و فغاں نکلا	
ہمیشہ عاشق صادق جو اپنا مجھ کو کہتا تھا	.... سمجھے تھا
سو بہکانے سے بدگویوں کے وہ بھی بدگماں نکلا	سو بہکائے سے نامردوں کے ....
جگر سے آ گلو میں اور گلو سے لب پہ آ ٹھہرا	
بھروسا تھا بڑا نالے کا یہ بھی ناتواں نکلا	شعر ندارد
تمھاری رات کی وہ بات سب پر ہو گئی روشن	
خدا کے واسطے جوں شمع مت میری زباں نکلا	شعر ندارد

سنا تھا سوز کو میں نے کہ بوڑھا مضمحل ہے وہ
جو دیکھا آج جا کر تو وہ یہ گٹھا جواں نکلا شعر ندارد

☆ صفحہ ۴۹ کی غزل شمار ۱۵۹، صفحہ ۶۷ پر شمار ۲۲۱ کے تحت بھی موجود ہے ذیل کا شعر اوّلین اندارج میں ہے، دوسرے اندارج میں نہیں۔

ارے بیٹھے ہیں سرِ راہ ہزاروں رہزن رات کو جائیو جانا ہے پر اس راہ نہ جانا

جبکہ دوسرے اندراج میں ذیل کا شعر موجو ہے جو اوّلین اندراج میں نہیں:

کس کے بہکائے سے تو کوئے وفا سے ٹلتا کس نے بد راہ کیا تجھ کو کہ اس راہ نہ جا

☆ صفحہ ۵۳ کی غزل شمار ۱۷۱ کا دوسرا، تیسرا اور چوتھا شعر، دو اشعار کے اضافے کے ساتھ صفحہ ۶۷ پر شمار ۲۲۰ کے تحت ایک نئی غزل کا روپ دھار گئے ہیں۔

ہرگز نہیں معتقد حرم کا دل کشتہ ہوا تو ہے رقم کا
بندہ ہوں میں دل سے اس صنم کا کچھ بھید کھلا اسے عدم کا

دوسرا تیسرا شعر اور مقطع مشترک ہیں، صفحہ ۶۷ پر تیسرے شعر کے بعد ایک شعر کا اضافہ ہے۔

کیا اچھی طرح سے مجھ کو پوچھا بندہ ہوں میاں ترے کرم کا

☆ صفحہ ۵۵ کی غزل شمار ۱۸۱، صفحہ ۶۷ پر شمار ۲۲۲ کے تحت بھی موجود ہے دونوں متون کا اختلاف درج ذیل ہے۔

صفحہ ۵۵ کا متن	صفحہ ۶۷ کا متن
ع غرض ہر طرح روح عاشقاں کو شاد میں کرتا	غرض ہر طور ....
ع نہیں جی چاہتا جو اس کو میں رسوا کروں واللہ	نہیں دل چاہتا ....
ع دگرنہ طرز رسوائی نئی بنیاد میں کرتا	دگرنہ جو کیا مجنوں نے اس سے زیاد میں کرتا
ع کبھی بھولے سے تیرے سوز کو جو یاد میں کرتا	کبھی جو بھولے میرے سوز کی ہاں یاد میں کرتا

نسخۂ نیّر کے تسامحات غزلوں کی تکرار پر ہی موقوف نہیں، اس میں بھی اردوئے معلّی کی

طرح ایک ردیف کی غزلیں کسی دوسری ردیف میں جا پڑی ہیں اور بسا اوقات دونوں ردیفوں میں درج ہوگئی ہیں مثلاً ردیف الف کے تحت صفحہ ۶۶ پر غزل نمبر ۲۱۶۔

گر مجھ سے ملا دو گے میں تم کو دعا دوں گا	میں دور سے اے یارو کل اس کو دکھا دوں گا

اس سے قطع نظر کہ یہاں کَل چاہیے کہ کُل یہ غزل اردوئے معلّٰی میں بھی ردیف الف اور ردیف ے دونوں میں درج ہوئی ہے (اردوئے معلّٰی صفحہ ۷۷ وصفحہ ۴۰۹) یہی غلطی نسخۂ نیر میں دہرائی گئی ہے چنانچہ یہی غزل ردیف ے کے تحت صفحہ ۲۷۱ پر شمار ۸۵۹ کے تحت اس طرح درج ہے۔ مطلع:

گر اس سے ملا دو گے ہم تم کو دعا دیں گے	ہم دور سے اے یارو گھر تم کو دکھا دیں گے

☆ اسی طرح صفحہ ۱۳۸ پر غزل ۴۴۴ کی ردیف ''دیکھیں ہم'' قرار دے کر اسے ردیف میم میں درج کیا گیا ہے جبکہ یہ غزل اردوئے معلّٰی نسخہ لندن اور نسخہ کراچی میں ''ہم دیکھیں'' کی ردیف کے ساتھ ردیف نون میں مندرج ہے، مرتّب نے دوسرے نسخوں کے متن کی صراحت کے بغیر اس تبدیلی کو اختیار کیا ہے جو ہماری دانست میں اصول تدوین کے خلاف ہے۔

بعض مقامات پر قدیم املا کو یوں برقرار رکھا گیا ہے کہ اس سے غزل کی ردیف بدل گئی ہے مثلاً صفحہ ۱۷۸ کی غزل ۵۷۰ جس کی ردیف ''کس نیں'' درج کی گئی ہے لیکن یہ روش بطورِ اصول اختیار نہیں کی گئی۔

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ بعض اہم قلمی نسخے علی حیدر نیرّ صاحب کے پیشِ نظر نہیں تھے اس وجہ سے ان کے مرتبہ متن میں بعض خلا رہ گئے ہیں، بعض مقامات ایسے بھی ہیں جہاں انھیں قیاسی تصحیح یا قیاسی اضافے کی زحمت فرمانا پڑی جبکہ بعض دوسرے نسخوں میں وہ مصرعے/اشعار کامل صورت میں موجود تھے مثلاً:

ع	کسی (بھی) محبوب نے کیا یہ کہ اپنے عاشق کا ہووے عاشق

ع	طلب اسی کی زیاد ہووے نہ منہ (سے) نکلے کچھ آہ واہ ہے

دونوں مصرعوں میں بھی اور سے مرتب کی طرف سے قیاسی اضافے ہیں جبکہ "بھی" نسخۂ ملائشیا میں پوری وضاحت کے ساتھ موجود ہے اگرچہ مصرعے میں اختلاف متن بھی ہے یعنی نسخۂ ملائشیا میں مصرعے کی صورت یوں ہے:

ع کسی بھی محبوب نے کیا ہے کہ اپنے عاشق کا ہوئے عاشق

نسخۂ کراچی میں یہی مصرعہ اس طرح ہے:

کسی کے محبوب نے کیا بھی کہ اپنے عاشق کا ہووے عاشق

اسی طرح دوسرے منقولہ مصرعے (طلب اسی کی زیاد ہووے .... الخ) میں سے نسخۂ رام پور میں پوری صراحت کے ساتھ موجود ہے اور اتفاق سے نسخۂ رام پور ان نسخوں میں شامل ہے جن کے دیکھنے کا مرتب نے اپنے دیباچے میں ذکر کیا ہے۔

☆ ردیف خ کی غزل شمار ۲۷۷ کا ایک شعر ہے:

جو کلام اس کا ہے، ہے تاثیر میں آبِ حیات ہنس کے امرت سے بھرے وہ لعلِ شکّر بار شوخ

مصرعۂ ثانی میں "ہنس کے" کا محل دکھائی نہیں دیتا یہ مشکل نسخۂ ملائشیا وغیرہ سے بخوبی حل ہو جاتی ہے جہاں پوری وضاحت کے ساتھ یہاں "ہیں گے" درج ہے، گویا درست مصرعہ یوں ہے:

ع ہیں گے امرت سے بھرے وہ لعل شکر بار شوخ

غور کیا جائے تو "نہیں کے" دراصل "ہیں گے" ہی کی تصحیف ہے۔ بعض مقامات پر قدرے تامّل سے مصرعے کی صحیح صورت واضح ہو سکتی ہے۔ مثلاً صفحہ ۵۲ پر غزل ۱۷۰ کا مقطع ہے:

مزار کے سوز کو بنانا جہاں کہ گل گشت ہو صنم کا کبھی تو منہ سے کہے گا اپنے پڑا ہے یہ خاکسار میر

مصرع اولیٰ میں "مزار کے سوز کو" کی جگہ "مزار کو سوز کے" ہونا چاہیے تھا۔

☆ صفحہ ۷۷ پر غزل ۲۵۳ کا مطلع اس طرح درج ہے:

تیرے جز ان کو نہیں ہے کچھ خیال خوب و زشت ہے اسے یکساں ہوائے دوزخ و بادِ بہشت

یہاں مصرع اولیٰ میں "تیرے حیراں کو" چاہیے اور مصرع کی یہی صورت نسخہ ملائشیا وغیرہ میں موجود ہے۔

☆ صفحہ ۳۲۶ کی غزل

زباں جب تلک ہے تری گفتگو ہے جو دل ہے تو اس میں (تری) آرزو ہے

تری کو قوسین میں رکھنے سے ظاہر ہے کہ یہ قیاسی تصحیح یا مرتب کے پیش نظر نسخہ میں موجود متون پر مرتب کا اضافہ ہے جبکہ نسخۂ لندن میں یہ مصرع اپنی کامل صورت میں بعینہٖ موجود ہے۔

تعجب اس بات پر ہے کہ مرتب نے ابتدائیہ میں نسخہ لندن کے دیکھنے کا بھی ذکر کیا ہے؟

☆ صفحہ ۸۶ پر مندرج غزل، شمار ۲۸۲ کا ایک شعر ہے:

ٹھونک لوں ناصح کو میں تو بھی اسی کو سب کہیں بحث دیوانے سے کرنی تھی فلانے سے بعید

فاضل مرتب نے اگر نسخۂ لندن، نسخۂ ملائشیا نسخۂ کراچی یا اردوئے معلّٰی جو نسخۂ رام پور اور نسخۂ علی گڑھ کا جامع ہے، میں سے کسی کی طرف بھی رجوع کیا ہوتا تو وہ مصرع ثانی میں کبھی ''فلانے سے بعید'' درج نہ فرماتے اس لیے کہ ان تمام نسخوں میں یہاں پر ''سیانے سے بعید'' درج ہے اور ''دیوانے'' کے تلازمے سے یہ محل اور مضمون بھی ''سیانے'' ہی کا تقاضا کرتا ہے۔

☆ صفحہ ۸۹ پر غزل ۲۹۳ کا مطلع ہے:

جو شوختر ہے کون ہے طنّاز اس قدر جیسے کہ ہم ہیں کون ہے جانباز اس قدر

''شوختر'' سے مطلب نہیں کھلتا کہ شاعر کیا کہنا چاہتا ہے، نسخۂ لندن، نسخۂ ملائشیا، نسخۂ کراچی اور خود اردوئے معلّٰی اس بارے میں واضح ہیں اور ان سب میں یہاں ''شوخ تو'' درج ہے بلکہ ملائشیا کا نسخہ مصرعے کو اور زیادہ بہتر شکل میں پیش کر رہا ہے یعنی:

ع جوں شوخ تو ہے کون ہے طنّاز اس قدر

فاضل مرتب کے پیش نظر چونکہ یہ نسخے نہیں رہے اس لیے وہ ان مقامات کو بہتر طور پر حل نہ فرما سکے۔

نسخۂ نیّر کے بعض خلا دلچسپ صورتِ حال پیدا کرنے کا باعث ہیں مثلاً صفحہ ۳۲۹ کی ایک غزل کا مقطع یوں درج ہے:

مارے تو کو .... سامنے اس کے دم عشق ہاں سوز وہ اس طرح کا خوں خوار نہیں ہے

اتفاق سے یہی غزل نسخۂ نیّر ہی میں صفحہ ۲۸۴ پر بھی موجود ہے اور یہاں (پہلی مثالوں کی طرح متن

اختلافات کے علاوہ) مقطع پوری صورت میں موجود ہے:

مارے جو کوئی سامنے آ اس کے دمِ عشق   اے سوز وہ اس طرح کا خوں خوار نہیں ہے

☆ اس مجموعے کا املا جدید ہے اور بالعموم ڈاکٹر عبدالستار صدیقی مرحوم کے مجوزّہ املا کی پیروی نظر آتی ہے لیکن اس کے باوجود جابجا، قدما کی طرح املائی مرکبات جوں کے توں ہیں جنھیں کھول کر لکھنا چاہیے تھا مثلاً:

لگیگا (صفحہ ۲۳۷) بجائے لگے گا، پوچھیگا (صفحہ ۲۰۹) بجائے پوچھے گا، بچگونی (صفحہ ۲۳۱) بجائے بے چگونی، بچیگی (صفحہ ۳۲۵) بجائے بچے گی، میفروش (صفحہ ۱۸۳) بجائے مے فروش، میکشو (صفحہ ۱۲۲) بجائے مے کشو، بیمروّتوں (صفحہ ۱۵۵) بجائے بے مروّتوں، بیفائدہ (صفحہ ۱۲۰) بجائے بے فائدہ وغیرہ وغیرہ۔

بعض مقامات ایسے بھی ہیں جہاں یائے مجہول و معروف کا امتیاز نہیں ہو سکا ہے۔ مثلاً غزل ۵۹۵ صفحہ ۱۸۶ کا یہ مصرع:

خبر لیتی نہیں گھر کی ہوا کیا تاجداروں کو

یہاں ''خبر لیتے'' چاہیے تھا۔

ایسا قدیم املا جو محض فرسودگئ املا نہ ہو بلکہ کسی خاص/قدیم تلفظ کی ترجمانی کرتا ہو، بلاشبہ اسے تبدیل نہیں کیا جانا چاہیے اس باب میں ہمیں ڈاکٹر گیان چند کی اس بات سے اتفاق ہے کہ:

''جن مقامات پر فرسودہ املا کسی فرسودہ تلفّظ کی ترجمانی کرتا ہے اور جسے بدلنے میں مصنف کا پیش کردہ تلفّظ بدل جائے گا وہاں مخطوطے کا اصل املا برقرار رکھا جائے مثلاً کوں، سوں، کبھو، جد، تد، تلپھنا کو جدید کر کے کو، سے، جب، تب، تڑپنا ہرگز نہ لکھا جائے''[۲۶]

نسخۂ نیرّ میں یا تو محض فرسودگیِ املا کا مظاہرہ کرنے والے املائی مرکبات کو بھی برقرار رکھا گیا ہے یا پھر بعض ایسے لفظوں کا جدید املا اختیار کرلیا گیا ہے جو ہماری دانست میں کہنہ تلفّظ کی نمائندگی کرتے ہیں مثلاً تڑپھے کو تڑپے سے نہیں بدلنا چاہیے لیکن نسخۂ نیرّ میں ایسا کیا گیا ہے (ایک

مثال غزل ۲۵۲ ص ۱۷۷) اسی طرح کبھو کو کبھی اور کسو کو کسی کر دیا گیا ہے، اس تبدیلی کی بدترین مثال وہ غزل ہے جن میں کسو، قافیہ تھا لیکن مرتب نے یہاں بھی کسو کو کسی سے بدل دیا۔

غزل ۲۰۲ جس کے قوافی و ردیف بھبوکا، چوکا، کوکا، ہوکا، ماہرو کا، بھوکا، جستجو کا، گفتگو کا، لوہوتھوکا، ہیں، اس کا پانچواں شعر ہے:

جو فرزند دلبند ہو تو بھی اس سے الٰہی نہ دلبند ہوئے کسو کا

مرتب نے مصرع ثانی میں کسو کو کسی سے بدل دیا ہے، اس سے جو خرابی پیدا ہوئی ہے وہ محتاجِ بیان نہیں ہے۔

بعض مقامات پر اشعار کا جو متن پیش کیا گیا ہے۔ اس سے اوزان میں خلل واقع ہوگیا ہے۔ مثلاً:

آہ وہ صحبت ہی برہم ہوگئی اب نہ وہ مطرب نہ وہ مینا نے ایاغ
(صفحہ ۱۱۹)

مصرع ثانی میں ''اب نہ وہ مطرب نہ مینا نے ایاغ'' چاہیے تھا۔

۔ ایک ہی نگہ میں آب ہوا دل ہزار حیف عشقِ بتاں نہ اس کو ہوا سازگار حیف
(صفحہ ۱۲۰)

مصرع اولیٰ ''اک ہی نگہ'' چاہیے تھا اور قدیم املا میں کسرے کے اظہار کے لیے ''ے'' کا اضافہ کیا جاتا تھا۔ جدید املا میں پرانے متون کے اکثر ایک، اک سے بدل جاتے ہیں:

۔ کیوں سوز زلف و رخ کی نہ ہوئی تجھ سے بندگی
غفلت ہی میں گزر گئے لیل و نہار حیف

مصرع اولیٰ میں استفہام انکاری ہے، مصرعے کی درست شکل یہ ہے

ع کیوں سوز زلف و رخ کی ہوئی تجھ سے بندگی؟

۔ عشق ہے تم کو جناب عشق تم کیا ذات ہو حقِ تعالیٰ نے نہیں پیدا کیا بالائے عشق
(صفحہ ۱۲۲)

مصرع ثانی میں حقّ پر تشدید اور کسرے کا اضافہ غیر ضروری تھا۔

۔لوٹے ہیں بے مروّتوں نے گُل ہی گُل سونت سونت اب کے شاخسارِ چمن

مصرع اولیٰ یقیناً نا درست ہے، اس مصرع کی دوسری قراتیں درج ذیل ہیں:

لندن، ملائشیا لئے ہیں بے مروتوں نے گل

کراچی لئے ہیں ہمرہوں نے گل سے گل وغیرہ وغیرہ

مدوّنِ متن کا منصب یہ ہے کہ وہ زمانے کی گرد تلے دبے ہوئے اور کاتبوں/ ناقلوں کی چیرہ دستیوں کا شکار ہو جانے والے متون کو یوں دریافت کرے کہ وہ مصنف کے منشا کے مطابق اس سے قریب تر ہو جائیں۔ ہم پہلے میر سوز کے ایک خودنوشتہ انتخاب دیوان کا ذکر کر آئے ہیں، اس خودنوشتہ نسخے سے نیّر صاحب کے تیار کردہ متن کے کچھ اشعار کا موازانہ کرنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ فاضل مرتب اس تدوین میں کس حد تک منشائے مصنف کو پا سکے ہیں، سوز کی جملہ خودنوشتہ غزلیات کا نیّر صاحب کے متن سے تقابل قارئین کرام کلیات کے متن میں اپنے اپنے مقام پر تفصیل سے ملاحظہ فرما سکتے ہیں:

نسخۂ نیّر کا متن	سوز کا خودنوشتہ متن
وگر نعت پیمبرؐ کی مجھے توفیق کچھ ہوتی	.... کچھ آتی
بسوز سینۂ زہرا فقط ایک آہ میں لکھتا	.... اک آہ ....
مجھے مضطرب دیکھ کر آج پیارا	مجھے بلبلاتا ہوا دیکھ ظالم ....
کبھی سوز کو یوں نہ ٹوکا کہ آبے	کبھی سوز سے یوں نہ بولا کہ آبے ......
یہاں تو ہزار پڑے ہیں گلی میں	یہاں تو ہزاروں ....
گردن پہ میری خنجر فولاد ہی رہا	گردن پہ روز ....
تاثیر ایک دن نہ ہوئی اس کے دل میں آہ	تاثیر ایک دن نہ ہوا ....
ہرگز نہ دیکھیو تو کسی خوبرو کو ہاں	ہرگز نہ دیکھیو تو کسو خوبرو ....
ناصح کا روز مجھ کو یہ ارشاد ہی رہا	ناصح کا روز مجھ پہ یہ ارشاد.............
پر دل نے اس کی پند کو جانا نہ پشم بھر	دل نے پر اس کے پند کو جانا نہ پشم بھی......

نسخۂ نیرؔ کا متن	سوز کا خودنوشتہ متن
ہر آن سوز طالب جلاد ہی رہا	ہر آن سوز عاشق جلاد ہی رہا ....
خوگر جو مداوا سے طبیب اپنے کو پاتا	گر وہ لب جاں بخش سے کرتا کبھی کچھ بات
تو زیست سے مایوس یہ بیمار نہ ہوتا	// // // // // // //
خورشید آوے جیسے ابر تنک کے اندر	خورشید جیسے آوے ....
خورشید رات مجھ کو آیا نظر کئی جا	خورشید رات آیا مجھ کو نظر کئی جا
یہ سوز تیرے میں نے خلق حسن میں دیکھا	یہ سوز تیرے ہم نے ....
بیگانہ ویگانہ ہیں ایک مرتبے پر	.... ایک مرتبہ پر
بہتوں کا جگر کباب ہوگا	عالم کا جگر کباب ہوگا..........
خوباں سے نہ کر محبت اے دل	ایضاً
آ مان کہا خراب ہوگا	اے مان کہا ....
اے مرگ شتاب کہہ تو مجھ سے	اے مرگ شتابی کہہ ....
مطلب ترا شتاب ہوگا	مطلب یہ ترا شتاب ہوگا
بار سا لگتا ہے مجھے بارِ دوش	بار یہ لگتا ہے مجھے بار دوش
سر بھی کبھی تن سے جدا ہوئے گا	سر بھی کہیں ....
سن کے وہ یہ نام خفا ہوئے گا	سن کے میرا نام خفا ہوئے گا
شیخ بھی میخانے میں آوے گا آج	شیخ بھی میخانہ میں آتا ہے آج
تو نے تو یہ ذکر سنا ہوئے گا	تو نے بھی یہ ذکر سنا ہوے گا
تہی لانا مجالس میں نہیں دستور شیشے کا	تہی لانا نہیں مجلس میں ہے دستور شیشہ کا
غزل کی ردیف شیشے کا	غزل کی ردیف: شیشہ کا
نہیں چلتا ہے میخواروں سے کچھ مقدور شیشے کا	نہیں چلتا ہے میخواروں میں کچھ مقدور شیشہ کا
بلایا تجھے میں نے سو منتوں سے	بلایا تجھے میں نے سو سو طرح سے
میں کہتا نہ تھا سوز مت عاشقی کر	تو کیوں آشنا سوز اسی سے ہوا تھا

نسخۂ نیرّ کا متن	سوز کا خودنوشتہ متن
یہ تیرا کیا تیرے آگے ہی آیا	یہ تیرا کیا تیرے آگے نہ آیا
آہ تو عرش تک بھی پہنچی واہ	آہ تو عرش تک تو پہنچی پر
نہ کیا رحم تو نے پر نہ کیا	نہ کیا تو نے رحم پر نہ کیا
ترے کوچے میں مر کے خاک ہوا	مر گیا آرزو میں پر توُ نے
تیرے کوچے سے بھی سفر نہ کیا	ترے کوچے سے پھر سفر نہ کیا
دل کو یوں لے کے پاؤں سے پیسا	دل کو تلووں سے اس طرح ملیے
ارے ظالم خدا کا ڈر نہ کیا	ہے ہے ظالم خدا کا ڈر نہ کیا
جی دیا تو نے آفریں اے دل	غیرت اور سوز کی اہا ہا ہا
قصۂ عشق مختصر نہ کیا	جی دیا قصہ مختصر نہ کیا
☆ روتا ہے تیرے غم میں دل زار زار زار	روتا ہے غم سے تیرے ....
نکلے ہے دل سے آہِ شرر بار بار بار	نکلے ہے آہ آہِ شرر بار ....
محفل تلک صنم کی رسائی کہاں ولے	محفل تلک ہے تیری رسائی ....
شانے سے تھی امید چھڑائے گا زلف سے	...... ؟ ...... ہے امید چھڑاوے گی ......
دیکھو تو آنسوؤں کا جو کچھ بس نہ چل سکا	[اے سوز؟] آنسوؤں کا تو بس کچھ نہ چل سکا
آخر گلے کے میرے ہوئے ہار ہار ہار	[آخر ہوئے؟] گلے کے مرے ہار ہار ہار
☆ روئیں کیونکر نہ گھر گئے ہم	کیونکر روویں نہ گھر گئے ہم
راتوں کو رو رو سوز کی طرح	راتوں رو رو کے ....
ایسے غصہ سے ڈر گئے ہم	ایسے غصے سے ....
☆ شہد میں جیسے مگس ہم حرص کے پابند ہیں	.... ہم دوں ہوس میں بند ہیں
وائے غفلت اس سیہ زنداں میں کیا خورسند ہیں	وائے غفلت اس سیہ زنداں میں یوں خورسند ہیں
رزق کا ضامن خدا ناطق کلام اللہ ہے	رزق کا ضامن خدا شاہد کلام اللہ ہے

نسخۂ نیرّ کا متن	سوز کا خود نوشتہ متن
تو بھی رعنائی سے ٹھوکر مار چلتے ہیں یار	تسپر رعنائی سے ....
جب تلک آنکھیں کھلی ہیں دکھ پہ دکھ دیکھے گا یار	جب تلک جیتا رہے گا دکھ پہ دکھ ....
☆ ہاتھ سینے سے بس اٹھا لیجے	ہاتھ سینہ سے بس اٹھا لیجے
دل میں کچھ ہے تو منہ سے بول اٹھو	دل میں ہے کچھ تو ....
اے چل بھاگ سمجھا ہوں تری باتیں بنانے کو	اے چل بھاگ سمجھوں ہوں ترے ......
گزرنا گاہ میرا ہوگیا مقتل طرف یارو	.... یاراں
☆ وے دن گئے بھول جب کھیلتے تھے	وہ دن گئے بھول کیوں میرے صاحب
لڑکوں میں مل کر ہی دوست بادشاہ	جب کھیلتے تھے ہے دوست بادشاہ
اب کھینچتے ہو تیغے کو ہر دم	اب مجھ پہ تیغا تم کھینچتے ہو
بانکے بنے ہو اللہ اللہ	یہ کون ڈھب ہے استغفراللہ
☆ سینے سے تو گھبرا کے مرے آہ بھی بھاگی	سینے میں سے گھبرا کے مری آہ ....
اب دل کے سوا کوئی بھی دم ساز نہیں ہے	اب دم کے سوا کوئی بھی دم ساز ....
کہتے تو ہیں سب ریختہ اس دور میں لیکن	کہتے تو ہیں [سب] ریختہ آفاق میں لیکن
اس فن میں کوئی سوز سا ممتاز نہیں ہے	اس فن میں بجز سوز کے ممتاز نہیں ہے
بھلی اک بار ساقی نے مے وحدت پلائی ہے	بھلے یک بار ....
ہر اک بندے کے دل میں آج دعویٰ خدائی ہے	ہریک بندے کے جی میں صاف دعویٰ خدائی ہے
کوئی کہتا ہے میرے ہاتھ میں ہے موت عالم کی	.... مرگ عالم کی
حقیقت گومگو ہے سوز پیارے بوجھ کر چپ رہ	یہ معنی گومگو ہے سوز پیارے ....
جدھر دیکھا خدا ہے اور جدھر دیکھا خدائی ہے	جدھر دیکھا خدا ہے اور جہاں دیکھا ......
کیا جانیے دل کو کیا ہوا ہے	کیا جانیے جی کو ....
ہے نزع میں دیکھنے کی حسرت	مرنا اور دیکھنے کی حسرت ....
جتنا سمجھایا میں نے دل کو	جتنا سمجھاوتا ہوں دل کو ....

نسخۂ نیرؔ کا متن	سوز کا خودنوشتہ متن
زلفوں سے کیا ملا ہوا	.... کیوں ....
میرا تو دل لگا ہوا ہے	میرا تو جی ....
میاں چل راہ لگ اپنی تجھے کیا سوز کا غم ہے	.... تجھے کب سوز کا غم ہے
بے وفا ہیں جہاں کے سب معشوق	بے وفا ہیں جہان کے محبوب
میرا کہنا تو مان لے پیارے	میرے کہنے کو مان، سُن پیارے

مندرجہ بالا تصریحات کے بعد یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ میر سوز کے کلام کی ترتیب و تدوین ہنوز اردو دنیا پر قرض تھا جسے چکانے کی ہم نے اپنے اس مقالے میں کوشش کی ہے۔ ہمارے اس کام میں مندرجہ ذیل بنیادی ماخذ، ہمارے پیش نظر رہے:

نسخۂ میر سوز:

میر سوز کے دیوان کا ایک انتخاب جو خود میر سُوز کا کیا ہوا ہے اور ان کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے، میر سوز خطِ شفیعا میں کمال دسترس رکھتے تھے اس مخطوطے کا ہر ہر ورق اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ یہ انتخاب بیاض کی شکل میں ہے غالبًا کسی کو تحفہ دینے کے لیے لکھا گیا ہے۔ ہر صفحے پر تعداد اشعار مختلف ہے۔ قلم بھی کہیں جلی ہے اور کہیں خفی اور ایک صفحے پر دس سے لے کر پچیس سے زائد تک اشعار ہیں، لکھنے میں ردیف کی ترتیب کا لحاظ نہیں رکھا گیا ہے، ہمارے پاس اس نسخے کی جو ترتیب پہنچی ہے اس کے مطابق اس میں بالترتیب ردیف (ا، ے،م، ن، و، ی، ن، و، ب، ہ، ے، ا، ی، ا، ی، ن، ا، ی، ا، ی، ا، ی، و، ا) کے اشعار درج ہیں، ایک صفحے پر بھی ایک ردیف کا التزام نہیں ہے، صفحۂ اول پر میر سوز کے دستخط ثبت ہیں: ''المحرّرہٗ سید محمد میر سوز'' آخری صفحے، پر کچھ طبّی نسخے ہیں جن میں ایک مقام پر ''نسخہ میر سوز'' بھی ہے اس تحریر کا خط باقی مخطوطے سے مختلف اور مائل بہ شکستگی ہے ممکن ہے تیز رفتاری سے لکھنے کے باعث یہ فرق واقع ہوا ہو، ان نسخوں سے میر سوز کی طب سے واقفیت بھی معلوم ہوتی ہے جو اس زمانے کی ایک عام بات تھی۔

یہ خطی نسخہ دنیا بھر میں میر سوز کی واحد موجود و معلوم تحریر ہے اور ہندوستان میں ممتاز محقق ڈاکٹر مختار الدین احمد صاحب کے پاس محفوظ ہے جن سے ہم نے اس نادر قلمی نسخے کا عکس حاصل کر کے، کلیاتِ میر سوز کی تدوین میں استفادہ کیا۔

آغاز: سرِ دیوان پر اپنے جو بسم اللہ میں لکھتا
بجائے مدِّ بسم اللہ مدِّ آہ میں لکھتا

اختتام: (مطلع) نہ جمدھر پار گزرے اور نہ برچھی کی انی ڈوبے
مرے دل میں صنم تیری نگاہِ شرگیں ڈوبے

نسخۂ میر سوز سے اساسی رہنمائی لیتے ہوئے ہم نے مندرجہ ذیل نسخوں کی مدد سے کلیاتِ میر سوز کا یہ متن مرتب کیا ہے: مساوی کے نشان کے بعد نسخے کا اختصار درج کیا گیا ہے اور قوسین میں، ماقبل متعارفہ نسخوں میں اس نسخے کا شمار۔

۲- نسخۂ ملائشیا = ش (۳)

۳- نسخۂ لندن = ل (۱)

۴- نسخۂ کراچی = ک (۵)

دیوانِ میر سوز مشتمل بر:

۵- نسخۂ علی گڑھ = ع (۸-۱۰)

۶- نسخۂ رام پور = م (۷)

اور اس کے ساتھ

۷- نسخۂ نیرّ (کلیاتِ سوز) = ن

انتخابات:

۸- نسخۂ عجیبہ و غریبہ الموسوم بہ دیوانِ سوز = ی (۳۴)

۹- دیوانِ سوز مرتبہ حسرت موہانی = ح (۳۵)

۱۰- بیاضِ شہاب بیگ = ب

☆ نسخۂ ملائشیا (مملوکہ کتب خانہ انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک تھاٹ اینڈ سولائزیشن کوالالمپور) نہایت عمدہ نستعلیق میں لکھا ہوا، ۵×۵.۷۔ انچ سائز کے ۲۱۴ فولیوز پر مشتمل دیوان ہے۔

آغاز: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ''حمد الٰہی''

پہنچے ہے خیال اس کے کوئی وصف تک اپنا
وھاں دخل فرشتے کے نہیں وہم و گماں کا (وھاں=واں)

آخر میں اردو غزلیات کے بعد چار فارسی غزلیات چار مخمسات، ایک مثنوی، قطعہ، پانچ غزلوں کے اشعار، متفرق اشعار، اردو رباعیات، فارسی رباعیات، مستزاد، پھر کچھ غزلیں اور ترقیمے کی عبارت:

اختتام: تمنّا، آرزو، امّید، حسرت، پیش کش میری
رہا اک رشتۂ الفت اسے مت توڑ کر جانا

''تمام شد کارم نظام شد دیوان سوز بتاریخ ہفتم ماہ مبارک رمضان ۱۲۷۹ ہجری روز پنجشنبہ وقت شام حسب فرمائش عزیز از جان سعادت و ارجمندی نشان سعید کونین سید باقر حسین صاحب تحریر نمودہ شد، حررہٗ فقیر حقیر پر تقصیر بندہ علی بخش غفر اللہ ذنوبہ، وستر عیوبہ

ہر کہ خواند دعا طمع دارم زانکہ من بندۂ گنہگارم

بلوح الخط فی القرطاس دھرا
وکاتبہ رمیمٌ فی ترابی

غزلوں وغیرہ کے عنوانات بیشتر سرخ روشنائی سے درج ہیں دستخط واضح اور صاف ہے اگرچہ یہ مخطوطہ تیرھویں صدی ہجری کے آٹھویں عشرے کا کتابت شدہ ہے لیکن اس کے املا میں بعض خصوصیات اس سے پہلے کے زمانے کی پائی جاتی ہیں مثلاً الف ممدودہ کی جگہ دو الف لکھنا (آ=اا) یاٹ کی ٹ کے مقام پر دو نقطوں اور ان کے اوپر (ـــ) کا استعمال کرنا تاہم اس نسخے

میں بیشتر تیرھویں صدی ہجری ہی کا املا ہے اور اس نوع کے مظاہر علامتِ قدامت نہیں کیونکہ تیرھویں صدی ہجری میں الف ممدوده اور ٹ کی صورتیں واضح ہو چکی تھیں جن سے اس مخطوطے کا کاتب واقف بھی ہے اس لیے اس کا لفظوں کی قدیم صورتوں کو اختیار کرنا علامتِ قدامت نہیں قدیم املا کی نقل محض ہے۔

غزل ، ہاتھ میں نیچہ ہے یا کہ شرار وَقِنَا رَبَّنَا عَذَابَ النَّار کے بعد غالباً چند اوراق جلد بندی میں نہیں آسکے ہیں اس کے علاوہ یہ مخطوطہ ہر لحاظ سے مکمل ہے اور سوز کا بیشتر کلام اس میں آ گیا ہے۔

ملائشیا کے اسی ادارے انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک تھاٹ اینڈ سولائزیشن ہی کے کتب خانے میں دیوانِ سوز کا جو دوسرا نسخہ موجود ہے (ہمارے مقدمے میں تعارفِ مخطوطات میں شمار ۴ کے تحت جس کا ذکر ہوا) ابتداءً وہ بھی ہمارے پیش نظر رہا لیکن مسلسل موازنے سے یہ اندازہ ہوا کہ دیوان سوز کے مذکورہ بالا نسخے (شمار ۳) اور اس دوسرے نسخے (شمار ۴) کے متن میں کوئی خاص فرق نہیں ہے، ۸×۵.۴ سائز کے ۱۸۴ فولیوز پر مشتمل یہ نسخہ بہت شکستہ خط اور حالت میں ہے آغاز اور اختتام کا غالباً ایک ایک ورق ضائع ہو چکا ہے مگر دیوان مکمل ہے۔

غاز:

پہنچے ہے خیال اس کے کوئی وصف تک اپنا وہاں دخل فرشتے کے نہیں وہم و گماں کا

حمدیہ غزل:

سرِ دیوان پر اپنے جو بسم اللہ میں لکھتا بجائے مدِّ بسم اللہ مدِّ آہ میں لکھتا

اور مذکورہ دوسری غزل کا مطلع:

جز شکر قلم صفحے پہ خلّاقِ جہاں کا چاہے جو کرے وصف تو منہ کیا ہے زباں کا

اس نسخے میں نہیں ہیں اس کے بعد ردیف وار غزلیات ہیں اور آخری غزل یہ ہے:

آجا مرے منتوں کے پالے اے پیارے جھنڈولے بالوں والے

ہیں اس غزل کے بعد فارسی غزلیات مخمسات مثنویاں پھر غزلیات اور فردیات، رباعیات اور پھر

غزلیات درج ہیں آخری غزل کا آخری شعر:

تمنا، آرزو، امید، حسرت، پیش کش میری رہا اک رشتۂ الفت اسے مت توڑ کر جانا

اس کے بعد ترقیمے کی عبارت ہوگی جو ناقص الآخر ہونے کے باعث ضائع ہو چکی ہے۔ مخطوطے کے آخر کا ایک بڑا حصہ آب رسیدہ اور کرم خوردہ ہے تجلید کے لیے اکثر اوراق پر چپیاں لگائی گئی ہیں، جیسا کہ عرض کیا گیا ہے اس نسخے کا کاتب بہت شکستہ قلم ہے، سوائے اس کے کہ مقابل میں کوئی صاف نسخہ موجود ہو اس نسخے کی خواندگی خاصی دشوار ہے۔ یہ نسخہ ڈاکٹر عبدالرحمٰن بارکر صاحب کے کتب خانے میں تھا جہاں سے ملائشیا کے مذکورہ ادارے نے اسے حاصل کیا۔ بارکر صاحب سے پہلے اس نسخے پر اور اس سے پہلے متعارفہ نسخے (شمار ۲) پر غالباً شاہانِ اودھ کے کتاب خانوں میں سے کوئی مہر ثبت ہے جس میں ''مہر کتب خانہ ....'' کے الفاظ پڑھے جاتے ہیں، مہر کا انداز ''کتب خانہ سلیمان جاہ'' والے نسخے پر درج مہر سے ملتا جلتا ہے۔

اب آغاز کے ایک سادہ صفحے پر ڈاکٹر عبدالرحمٰن بارکر صاحب کے مکمل دستخط مع تاریخ و مقام کے درج ہیں:

''محمد عبدالرحمٰن بارکر، مانٹریال کینیڈا ۱۲/ مارچ ۱۹۷۱ء''

دستخطوں کے ساتھ محمد عبدالرحمٰن بارکر، نام کی اک مدوّر مہر بھی ثبت ہے، اس کے علاوہ بارکر صاحب ہی کے قلم سے انگریزی میں مخطوطے سے متعلق یادداشت ہے ''دیوان میر سوز سید محمد میر سوز، وفات ۱۲۱۳ (۹۹-۱۷۹۸) بعمر ستر سال انڈیا آفس نمبر ۵۷-۱۴۴''

اس کے نیچے مخطوطے کا زمانہ کتابت معیّن کیا گیا ہے جو 'انیسویں صدی کا وسط'' ہے بارکر صاحب کی یادداشت میں مندرج انڈیا آفس کے نمبر اور شاہی کتاب خانے کی مہر سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ مخطوطہ (بلکہ دونوں مخطوطے) انڈیا آفس لائبریری کی ملکیت رہے ہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ اگر یہ مخطوطے انڈیا آفس لائبریری میں تھے تو بارکر صاحب تک کیسے پہنچے؟

یہ قیاس کیا جا سکتا تھا کہ ممکن ہے تقابل کے لیے اس پر کسی اور نسخے کا نمبر لکھا گیا ہو جو انڈیا آفس میں موجود ہو لیکن ہمارے علم کے مطابق انڈیا آفس لائبریری میں دیوان سوز کا ایک ہی

خطی نسخہ ہے (اب انڈیا آفس اور برٹش میوزیم کا ذخیرہ کتب یکجا ہو چکا ہے) اس کا شمار P-2872 ہے۔ ممکن ہے وہاں دیوان سوز کا کوئی اور نسخہ بھی ہو لیکن وہ ہمارے علم میں نہیں۔

اس مخطوطے سے ہم نے جہاں تہاں تقابل کیا متن کے حواشی میں اسے ''ش-۱'' کے اختصار سے ظاہر کیا گیا ہے، ایسی صورت میں اوّل الذکر نسخہ ملائشیا (شمار ۲) کے لیے ''ش-۲'' کا اختصار استعمال کیا گیا، بعد میں جب فقط ''ش-۲'' کو ہی تقابل کے لیے منتخب کر لیا گیا تو علی العموم اختصار فقط ش اختیار کر لیا گیا ہے۔

☆نسخۂ لندن (ا):

یہ بھی ایک مکمل نسخہ ہے جو بالترتیب سوز کی غزلیات، رباعیات، مستزاد، مخمسات بر غزل سودا اور دو مثنویوں پر مشتمل ہے، صفحہ اول پر ''دیوان میر سوز لکھنوی بزبان اوردو'' لکھا ہے اور اس کے ساتھ برٹش میوزیم لندن کی مہر ہے جبکہ دوسرے صفحے پر ثبت دو مہریں واضح نہیں ہیں اس کے ساتھ ہی ''نہم ربیع الاول ۱۲۶۲ ہجری بجائزہ رسید۔ دیوان میر سوز ۷۵ اوراق'' لکھا ہوا ہے اور ایک تیسری مہر بھی، مندرجہ ذیل شعر پر مشتمل، ثبت ہے:

خوش است مہرِ کتب خانۂ سلیمان جاہ
بہر کتابِ مزیّن چو نقشِ بسم اللہ

اس کے ساتھ ہی ''منشی محمد علی عفی عنہ'' دستخط ہیں اور نمبر ۳۱۶ لکھا ہے تیسری مہر سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ کتب خانۂ سلیمان جاہ، کا خطی نسخہ ہے اور بگمانِ غالب ان مجموعوں میں سے ہے جو بہت اہتمام سے شاہانِ اودھ کے کتب خانوں کے لیے تیار کیے گئے تھے۔ اس نسخے کی کتابت بھی اہتمام سے کروائی گئی ہے جلی نستعلیق میں لکھے ہوئے اس نسخے کا ہر صفحہ حاشیہ سے مزیّن ہے اور ہر غزل سے پہلے عنوان: غزل، ولہ، ایضاً وغیرہ درج ہے، مطلع سر دیوان:

دعویٰ بڑا ہے سوز کو اپنے کلام کا جو غور کیجیے تو ہے کوڑی کے کام کا

اختتام:

تو کیوں [گھبراتا] ہے ہر دم رہ تو اپنے من میں شادم

آخر میں پھر وہی مہریں ہیں جو آغاز میں ثبت ہیں اور منشی محمد علی کے دستخط بھی، یہاں البتہ ان دستخطوں کے ساتھ منشی محمد علی کا ''داروغہ کتب خانہ، موتی محل'' ہونا بھی درج ہے۔

اس مخطوطے کا مجہول الاحوال کاتب نہایت خوش خط لیکن نہایت کم سواد ہے، اس نے شعری متن کتابت کیا ہے لیکن وہ بہ قول غالب ''شعر کے فن سے ایسا بیگانہ ہے جیسے ہم----- اپنے مسائل دینی سے''[۷۷] ردیف الف کی غزل ردیف نون مین (مثال ص ۶۱) اور ردیف نون کی غزل الف میں (مثال ص ۱۵۴) درج کر دینا اس کے لیے معمولی بات ہے۔ اکثر غزلوں میں (غالباً صفحے بڑھانے کے خیال سے) بلاجواز قطع قطع کے الفاظ درج کر کے سطریں بڑھائی گئی ہیں۔ ایسی غزلیں جن میں مطلع ثانی نہیں ان کے دوسرے شعر سے پہلے بھی پوری سطر میں ''مطلع ثانی'' لکھ دیتا ہے (مثال ص ۶۰، ص ۲۷۳ وغیرہ وغیرہ وغیرہ) کتابت کی غلطیوں کا بھی کوئی شمار اور حدو حساب نہیں ہے تاہم بہ اعتبارِ متن یہ نسخہ بہت اہم ہے اور دیوانِ سوز کے دیگر نسخوں کے مقابلے میں اس میں بہت زیادہ کلام درج ہے اکثر خطی نسخوں کی طرح اس میں بھی بعض غزلوں کی تکرار ہے لیکن ایسی تکرار سے بعض اوقات بعض اہم امور کی وضاحت ہو جاتی ہے مثلاً سوز کی غزل ع:

بکتا ہوں میں اگر وہ مہربان مول لے

اس میں دوبارہ درج ہے پہلے صفحہ ۲۹۰ پر (واضح رہے کہ صفحات نمبر خود ہمارے لگائے ہوئے ہیں مخطوطے میں صفحات کے نمبر نہیں ہیں) اور پھر صفحہ ۳۲۹ پر، دونوں متون مختلف ہیں، توجہ کرنے پر معلوم ہو جاتا ہے کہ پہلا متن نسخۂ رام پور کے مطابق ہے اور دوسرا متن نسخۂ علی گڑھ کے مطابق، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نسخے کے مرتب کے پیش نظر نسخۂ رام پور اور نسخۂ علی گڑھ (اور یہ دونوں وہی نسخے ہیں جن کی بنیاد پر اردوئے معلّٰی کے سوز نمبر کا متن تیار کیا گیا) دونوں نسخے رہے یا پھر کوئی ایسا نسخہ جو ان دونوں نسخوں کے متون کا جامع تھا۔ جہاں تک نسخۂ لندن کے متن میں در آنے والی کمیوں، کوتاہیوں اور خرابیوں کا تعلق ہے وہ سب اس کے کاتب کی نالائقی، سہولت پسندی اور کم سوادی کے باعث ہیں۔

نسخۂ کراچی (۵):

اس اعتبار سے دیوان سوز کا ایک نہایت اہم مخطوطہ ہے کہ اس میں شامل غزلیات کے مقطعوں میں بگمان غالب رند تخلص کتابت کیا گیا تھا۔

یہ دراصل دیوان سوز کی تدوین کا ایک نہایت اہم پہلو واضح کرتا ہے۔ میر سوز کے سوانح میں اس بات کا تذکرہ آیا ہے کہ سوز جب دہلی سے انتہائی غربت، افلاس اور پریشانی کے عالم میں ہجرت کر کے فرخ آباد گئے تو وہاں انھیں نواب فرخ آباد کے چہیتے رکنِ دربار، مہربان خان رند سے وابستگی کا موقع ملا۔ مہربان خان رند شاعری کا شائق تھا اس کے دربار سے سودا اور سوز جیسے اساتذہ وابستہ رہے لیکن خود وہ غالباً موزوں طبع بھی نہیں تھا مصحفی نے تو اسے ''شخص جاہل''[۴۸] قرار دیا ہے جبکہ میر حسن نے فنون لطیفہ سے اس کی دلچسپی ان الفاظ میں ظاہر کی ہے:

''با اہلِ سخن ہمیشہ سرگرمِ سخن و با صاحبِ ہرفن چون روح درتن''[۴۹]

میر سوز اس کے دربار سے نواب احمد خان بنگش کی وفات (ربیع الاول ۱۱۸۵ھ/ جولائی ۱۷۷۱م) تک وابستہ رہے جب نواب موصوف کے انتقال کے باعث رند کی دیوانی ختم ہوگئی۔

رند سے وابستگی کے زمانے میں سوز نے بکثرت رند کو غزلیں لکھ کر دیں، جو رند کی دیوانی ختم ہونے کے بعد یا تعلقات میں خلل آ جانے کے باعث بعد ازاں انھوں نے اپنے دیوان میں شامل کرلیں، اس پر سعادت خان ناصر نے لکھا ہے کہ:

> ''اکثر وہی غزلیں میر سوز صاحب کے دیوان میں موجود اور نام رند کا ان میں سے نابود یہ نہ چاہیے جو چیز بالعوض گئی ہو اس کا دعویٰ انصاف سے بعید ہے۔ واللہ اعلم بالصواب''[۵۰]

یہاں ایک امکانی اشکال یہ پیدا ہوسکتا ہے کہ جس زمانے میں سوز، رند کے دربار سے وابستہ تھے اس زمانے میں رند سے ایسا ہی تعلق سودا کا بھی تھا پھر کیا ضروری ہے کہ دیوان رند کی غزلیں سوز ہی کی ہوں؟ میر حسن نے ترجمۂ رند میں لکھا ہے:

''بسیاری کلامش راچون کلام سودا و میر سوز سرلوح دیوان خودمی انگارد''۵۱؎

قدرت اللہ شوق نے بھی طبقات الشعرا میں ایسا ہی خیال ظاہر کیا ہے:

''اکثر اشعار در دیوانِ او یافتہ شد کہ آن را میر سوز نسبت بطرفِ خودمی کندو بعضی گویند کہ از مرزا رفیع است، والعلم عند اللہ''۵۲؎

شوق نے کسی قدر ملحقات کی تفصیل بھی دی ہے اور اس کے بعد لکھا ہے:

''علی ہذا القیاس اکثر غزلیات مربوط و مضبوط کہ داخلِ دیوان اوست آنرابہ مرزا رفیع و میر سوز وغیرہ نسبت می کنند۔ خداوند، کہ واقعہ از کیست''۵۳؎

اس اشکال کا تجزیہ کیا جائے تو بعض قابلِ توجہ پہلو سامنے آتے ہیں:

تذکرہ نگاروں نے رند کا انتخاب دیتے ہوئے سوز کے اشعار درج کیے ہیں یہی حال سودا اور سوز کے کلام کا ہے۔ کلیات سودا مرتبہ عبدالباری آسی اور کلیات سودا کے نسخۂ مصطفائی میں متعدد غزلیں ایسی ہیں جو مقطعوں کے مصرعِ اولیٰ کے علاوہ بتمام وکمال دیوان سوز میں موجود ہیں۔

سودا کے کلام کے ضمن میں نسخۂ جانسن کو سب سے زیادہ مستند مانا جاتا رہا ہے کیونکہ یہ سودا کی زندگی میں کتابت ہوا اس نسخے کی تاریخ کتابت ڈاکٹر شمس الدین صدیقی نے شوال ذی قعدہ ۱۱۹۴ھ/ اکتوبر ۱۷۸۰ء جمادی الآخر ۱۱۹۵ھ/ جون ۱۷۸۱ء) کے درمیان قرار دی ہے،۵۴؎ ڈاکٹر محمد حسن کے خیال میں اس نسخے کا زمانہ ترتیب ۱۱۹۲ھ/ (۱۷۷۸-۷۹ء) کے لگ بھگ ہے۔۵۵؎ میر سوز کا انتقال ۱۲۱۳ھ/ ۱۷۹۸-۹۹ء میں ہوا۔ گویا ہر دو صورتوں میں اس نسخے کی کتابت کے وقت سوز زندہ تھے۔ کلیات سودا کے جامع و مرتب ڈاکٹر شمس الدین صدیقی کے نتائجِ تحقیق سے ''ہمیں پتہ چلتا ہے کہ کلام سودا کے ضمن میں ''نسخۂ جانسن تمام نسخوں میں بہتر اور معتبر نسخہ ہے کیونکہ یہ سودا کی زندگی ہی میں اس کی عمر کے آخری حصے میں اس کی ہدایات کے تحت لکھا گیا۔''۵۶؎

ڈاکٹر شمس الدین صدیقی کی تحقیق کے بعد یہ نقطۂ نظر بھی سامنے آیا ہے کہ نسخۂ جانسن بھی تحریفات سے پاک نہیں ہے[۵۷] لیکن اس رائے کو مدنظر رکھ کر بھی اگر کلیات سودا جلد اوّل کے حصہ اوّل میں شامل غزلیات کا جائزہ لیا جائے تو جہاں تک ہم نے موازنہ کیا ہے اس میں سوز کی کوئی غزل نہیں ہے۔ تحریفات کے باوجود نسخۂ جانسن میں سوز سے منسوب کسی غزل کا نہ ہونا، رند سے منسوب کلام کا سوز ہی سے تعلق ظاہر کرتا ہے، قاضی عبدالودود صاحب نے اپنے مضمون میں ملحقات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ:

> ''اردو میں سودا کے کلیاتِ مطبوعہ میں میر سوز کی سو سے زیادہ غزلیں داخل ہیں اور ناقدینِ کرام کلامِ سودا کی خصوصیات کے بیان میں بے تکلف ان سے کام لیتے رہے ہیں۔''[۵۸]

قاضی صاحب کے اس بیان کے ساتھ (جس میں ان کے پیشِ نظر نسخۂ جانسن نہیں ہے) انھی کا ایک اور بیان بھی ملا کر دیکھا جائے۔

> ''دیوانِ رند'' کے نسخۂ مذکورہ (نسخۂ کلکتہ-ناقل) کا یہ حال ہے کہ غالباً اس میں ایک شعر بھی ایسا نہیں جو سوز کے کسی نسخہ میں نہ ہو لیکن ایک شعر بھی ایسا نہیں جو کلیاتِ سودا کے کسی معتبر نسخے میں موجود ہو۔''[۵۹]

ان دونوں باتوں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ رند سے منسوب کلام کا تعلق میر سوز سے ہے اور کلیاتِ سودا کے جن نسخوں میں سوز یا رند کا کلام پایا جاتا ہے وہ ناقابلِ اعتبار ہیں اور نسخۂ جانسن میں اور جو ملحقات بھی ہوں کم از کم سوز کے کلام کا کلامِ سودا سے الحاق نہیں ہے، اس میں شبہ نہیں کہ میر سوز کی کم از کم ایک سو سات غزلیں ایسی ہیں جو کلیاتِ سودا کے نسخوں میں پائی جاتی ہیں لیکن یہ نسخے نسخۂ جانسن کے علاوہ ہیں (ان غزلوں کی فہرست ضمیمے میں مندرج ہے)۔

اس ساری تفصیل کی ضرورت اس لیے محسوس ہوئی کہ نسخۂ کراچی[۶۰] کے مقطعوں میں سوز کی جگہ رند کا تخلص درج ہونے اور بعد ازاں اسے مٹا کر اوپر سوز لکھنے کی وضاحت ہو سکے

جس کا سلسلہ پہلے صفحے سے صفحہ ۲۶۳ تک جاری رہا ہے صفحہ ۲۶۳ کے بعد بھی مقطعوں میں سے تخلص سوز مٹایا گیا ہے جس کا سلسلہ صفحہ ۳۰۵ تک جاری رہا ہے لیکن مٹائے ہوئے تخلص پر سوز نہیں لکھا گیا۔ اس کے بعد مقطعوں میں واضح طور سے کاتبِ نسخہ کا لکھا ہوا تخلص سوز موجود ہے۔

یہ نسخہ گیارہ سطری مسطر کے ۴۹۶ صفحات پر مشتمل ہے، ردیف وار غزلیات کے بعد مطلعیات، ایک قطعہ، ایک شعر اور پھر ''رعبایاتِ میر سوز صاحب'' مستزاد، غزل مستزاد، قطعات، مخمسات، غزل سودا اور آخر میں دو مثنویاں ہیں۔

نسخے کا کاتب سید میر ہے جس نے اسے جمادی الثانی ۱۲۴۵ھ/نومبر دسمبر ۱۸۲۹ء میں کتابت کیا۔ ترقیمے کی عبارت درج ذیل ہے:

''تمت تمام شد کار من نظام شد کاتّب الحروف احقر العباد سید میر عفی اللہ عنہ تحریر فی التاریخ شہر جمادی الثانی روز سہ شنبہ ۱۲۴۵ ہجری

ہر کہ خواند دعا طمع دارم زانکہ من بندۂ گنہگارم''

☆ نسخۂ علی گڑھ اور نسخۂ رام پور (تعارف میں شمار ۵، ۶) دونوں کا متن اردوئے معلّٰی کے میر سوز نمبر میں شائع کیا گیا تھا، ہم نے تدوین متن میں اسے بھی پیشِ نظر رکھا، اردوئے معلّٰی کے میر سوز نمبر کے تحت تفصیلی تعارف گزشتہ سطور میں کرایا جا چکا ہے۔

☆ نسخۂ نیر، چونکہ ہندوستان کے مختلف کتب خانوں میں موجود متعدد خطی نسخوں کا جامع ہے اس لیے ہم نے متن کی تیاری میں اس سے استفادہ کیا، اس کا مفصل تعارف بھی پہلے پیش کیا جا چکا ہے۔

☆ نسخۂ عجیبہ وغریبہ الموسوم بہ دیوان سوز (تعارف میں شمار ۳۴) اپنی قدامت کے باعث اور دیوانِ سوز مرتبہ حسرت موہانی (تعارف میں شمار ۳۵) حسرت کا انتخاب ہونے کے باعث اہم ہیں۔

☆ اپنی اس تحقیق کے دوران میں ہمیں ایک نادر بیاض بھی دستیاب ہوئی جسے ہم نے اس کے جامع شہاب بیگ کے نام کی رعایت سے "بیاضِ شہاب بیگ" کا نام دیا ہے، یوں تو بیاضوں کا معاملہ خاصا نازک ہوتا ہے لیکن سوز کی حد تک ہم نے تقابلی مطالعوں سے اس بیاض کو خاصا قابل اعتماد پایا ہے بلکہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیاض، حسرت موہانی کے زیر مطالعہ رہی ہے اور حسرت موہانی نے انتخاب سخن میں سوز کا جو انتخاب پیش کیا ہے وہ اس بیاض سے لیا گیا ہے، کیونکہ کلامِ سوز کی مروّج صورتوں سے انتخاب سخن میں جہاں جہاں اختلافات ہیں وہ تمام اسی بیاض کے اختلافات ہیں، یہ بیاض پنجاب یونی ورسٹی لائبریری لاہور میں شمار 3699/SUI VII کے تحت محفوظ ہے "۸.۵×۶.۵ سائز کے دبیز کاغذ پہ لکھی ہوئی اس ضخیم بیاض میں نیاز، سودا، مومن، امیر خسرو، قدسی اور میر سوز کے کلام کا انتخاب شامل ہے۔ ہر شاعر کے انتخاب کے صفحات پر الگ نمبر ہیں، میر سوز کا انتخاب ۳۶ صفحات پر مشتمل ہے جبکہ دیوان نیاز فارسی (۷۹ صفحات) دیوان نیاز اردو (۳۶ صفحات ابتدائی دو صفحے غائب) دیوان سودا (۲۹۳ صفحات، اس میں فارسی اور اردو کا ملا جلا کلام شامل ہے) صفحہ ۷۹ پر اردو کا ایک شعر صفحہ ۸۰ بھی اردو میں ہے صفحہ ۸۱ خالی اور صفحہ ۸۲ پر پھر اشعار اردو ہیں صفحہ ۲۹۱ پر مومن کی اردو غزل صفحہ ۲۹۲ پر قدسی کی فارسی غزل صفحہ ۲۹۴ پر کبت اور صفحہ ۲۹۵ پر امیر خسرو کا فارسی کلام ہے۔

> بیاض ۱۲۷۳ھ کی مکتوبہ ہے جیسا کہ انتخابِ سوز کے ترقیمے کی عبارت سے ظاہر ہو رہا ہے: "بتاریخ ۲۹ شہر صفر المظفر ۱۲۷۳ہجری یوم پنجشنبہ بمقام کوتوالی راجگرھ .... از دست فقیر حقیر شہاب بیگ بہ اختتام رسید"

یہ بیاض شہاب بیگ کی مکتوبہ و مملوکہ ہے جو بعد ازاں محمد عالمگیر بیگ کے پاس آئی جس نے اس پر اپنی مہر ۱۲۷۶ھ (۱۸۵۹-۶۰ء) ثبت کی۔

ان مآخذ کے علاوہ جہاں تک تذکروں میں مندرج انتخابات کلام کا تعلق ہے تو ہمیں ان کی اہمیت سے انکار نہیں بلکہ ہم اس بات کے قائل ہیں کہ ''میر کے نکات الشعرا سے لے کر بھوپال کے سید علی حسن خان کے بزم سخن تک جو پینسٹھ چھیاسٹھ تذکرے اب تک دستیاب ہو چکے ہیں اپنی تمام تر خرابیوں کے باوجود یہ تذکرے تاریخ ادب اردو کا اہم ترین ماخذ ہیں''[۶۱] لیکن انھی تذکروں میں جہاں شیخ ظہور اللہ ظاہر ایسے شاعر عدم سے وجود میں آ گئے ہیں[۶۲] وہاں اشعار کے متن کی حالت بھی کچھ قابل رشک نہیں ہے بلکہ بقول رشید حسن خان: ''بیشتر مطبوعہ تذکروں میں اشعار کے متن کا حال سب سے زیادہ سقیم ہے''[۶۳] تاہم، ہم نے تذکروں کو کلیتاً نظر انداز نہیں کیا کلاسیکی شعرا کے باب میں ایسا کیا جانا ممکن ہی نہیں، سوانح کی ترتیب کا تو انحصار ہے ہی تذکروں کی فراہم کردہ معلومات پر البتہ متن میں جہاں جہاں ضرورت محسوس ہوئی وہاں تذکروں کے منقولہ متون کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے، علاوہ ازیں ہم نے تذکروں کی مدد سے سوز کی غزلوں کا زمانۂ تخلیق دریافت کرنے کی کوشش بھی کی ہے لیکن اس میں صرف وہی تذکرے ہمارے معاون ہو سکتے تھے جو سوز کی زندگی میں لکھے گئے۔

سوز کے حینِ حیات لکھے جانے والے تذکروں میں سوز کا جو منتخب کلام درج ہے وہ یقیناً تالیفِ تذکرہ سے پہلے کا ہے چنانچہ ہم نے ایسی غزلوں کے حواشی میں جو سوز کے حینِ حیات لکھے جانے والے تذکروں میں شامل ہیں، متعلقہ تذکرے کا سنہ تالیف یا اس میں ہونے والے اضافوں کے آخری سال کو بنیاد بناتے ہوئے اس میں مندرج غزلیاتِ سوز سے متعلق لکھ دیا ہے کہ یہ غزل فلاں سنہ سے پہلے کی ہے مثلاً میر کا نکات الشعرا ۱۱۶۵ھ/۵۲-۱۷۵۱ء کی تالیف ہے اس میں میر کا انتخاب کردہ شعر سوز نے یقیناً ۱۱۶۵ھ سے قبل کہا ہوگا چنانچہ ہم نے اس کے حاشیے میں صراحت کر دی ہے کہ اس کا زمانۂ تخلیق قبل از ۱۱۶۵ھ/۵۲-۱۷۵۱ء ہے اسی طرح سوز کی زندگی کے بعض واقعات اور بعض خارجی احوال و کوائف، کو بنیاد بنا کر بھی، جن کی طرف ان کے کلام میں اشارے ملتے ہیں غزلوں کے زمانۂ تخلیق کو متعین کرنے کی کوشش کی گئی ہے جیسے مہربان خان رند سے توسّل، آصف الدّولہ سے وابستگی، میر مہدی کی وفات، آصف الدّولہ کی وفات وغیرہ واقعات۔

دیوانِ سوز کی تدوین کے لیے ہمارے پیشِ نظر دو راستے تھے ایک یہ کہ دیوانِ سوز کے کسی ایک مخطوطے کو اساسی نسخہ قرار دے کر دیگر نسخ کے اختلافات پا ورق میں درج کر دیے جائیں، دوسرا یہ کہ جملہ دستیاب نسخوں کی مدد سے ایک معیاری متن تیار کیا جائے پہلا راستہ نسبتاً آسان اور دوسرا دشوار لیکن مفید تھا ہم نے دوسرے راستے کو اختیار کیا لیکن اس تجربے سے گزرنے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ متن کی تدوین میں ''معیاری'' کا لفظ ایک اضافی اصطلاح کی حیثیت رکھتا ہے اس لیے کہ معیاری متن کی ترکیب سے مقصود اس متن کی دریافت ہے جو مصنف کا تھا اور مصنف کے متن کا تعین کرنے کے لیے جہاں شواہد و نظائر ساتھ چھوڑ دیں مدوّن کو قیاس سے کام لینا پڑتا ہے اور قیاس خالصتاً ایک ذوقی چیز ہے اور اذواق میں کس قدر اختلاف ہوتا ہے یہ معلوم ہے۔

ہم نے چند برس پیشتر یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ ایک مدوّن کو R. W. CHAPMAN کی یہ بات ہمیشہ پیشِ نظر رکھنی چاہیے کہ ''قیاسی تصحیح مدوّن کا پہلا نہیں آخری فرض ہے'' (مقالہ، تدوین: معیاری اسلوب کی تلاش در رسالہ تحقیق ۱۰، ،، سندھ یونی ورسٹی ۱۹۹۶ء، ص ۱۹۱) کسی اور کی بابت تو نہیں ہم اپنی بابت یہ بات پورے اطمینان سے کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے اس بات پر سب سے زیادہ عمل کیا ہے اور کسی بھی مرحلے پر تدوین کے باب میں اس قولِ زرّیں کو فراموش نہیں کیا، اس کے ساتھ ساتھ ہماری تدوین کن اصولوں کی پابند رہی ان کی وضاحت بھی ضروری ہے؛

دیوان میر سوز کے وہ حصے جو میر سوز کے خود نوشتہ انتخاب (نسخۂ میر سوز) میں موجود تھے انھیں تو سوز کے خطی نسخے کی روشنی ہی میں مرتب کیا گیا اس لیے ان حصوں کی صحت اور منشائے مصنف سے قرب میں کلام نہیں، بہت کم ایسا ہوا کہ ہم نے سوز کے نوشتے سے اختلاف کیا سوائے ایسی صورت کے جہاں سہو قلم واقع ہوا ہو، ہم نے سوز کے نوشتہ متن کو برقرار رکھا۔

دشوار تر مرحلہ متن کے اس بڑے حصے کی تدوین کا تھا جو سوز کے انتخاب میں موجود نہیں۔ سوز کا دیوان چونکہ بہ کثرت نقل در نقل کے عمل سے گزرا ہے اس لیے اس کا خوابِ متن پریشان ہو کر رہ گیا ہے ایک ہی مصرعے کی کئی کئی صورتیں اور ایک غزل کے کئی روپ تیار ہو چکے ہیں۔ ہم نے رنگ بدلتے مصرعوں اور روپ بدلتی غزلوں کو مدوّن کرنے کے لیے سوز کے

اسلوب، مزاج اور روشِ املا سے آشنائی حاصل کی اور رنگ رنگ متون میں سے حتی المقدور سوز کے مزاج کے مطابق متن دریافت کیا ایسے میں ہمیں خود اپنے مذاق کے خلاف بھی چلنا پڑا کیونکہ تدوین کے کام میں اصلاً مصنف کے مزاج ہی کی اہمیت ہے، مدوّن تو محض اس کا احیا کرنے والا ہے اصلاح کرنے والا نہیں۔ ایسے مقامات جہاں ہم سوز کے مزاج و مذاق کا تعین نہیں کر پائے وہاں ہم نے اپنے پیشِ نظر موجود خطی نسخوں میں سے قدیم تر کا لحاظ کیا، اور کہیں اس کی خلاف ورزی بھی کرنا پڑی۔ چونکہ مختلف نسخوں میں غزلوں کی تعداد مختلف ہے اور ایک ہی غزل بعض اوقات دو بعض اوقات چار بعض اوقات تمام نسخوں میں موجود ہے اور بعض اوقات ایک غزل کے اشعار کی تعداد کی بھی یہی صورت ہے یعنی کسی نسخے میں غزل چار اشعار پر مشتمل ہے کسی میں چھ اور کسی میں سات اشعار پر، اس لیے ہم کسی ایک نسخے کو تمام کلام کے حوالے سے اقدم قلمی نسخہ قرار نہیں دے سکتے، ہر غزل بلکہ بعض اوقات ہر شعر کے لیے اقدم قلمی نسخہ بدل جاتا رہا ہے۔

اس طرح ہم کوئی دعویٰ تو نہیں کر سکتے اور علمی و تحقیقی کاموں میں دعویٰ کیا ہی کب جا سکتا ہے؟ البتہ یہ ضرور کہہ سکتے ہیں دیوانِ سوز کو منشائے مصنف کا اتنا قرب شاید پہلے نہیں ملا جتنا اب حاصل ہو رہا ہے کیونکہ ہم سے قبل کی جانے والی کوششوں میں مرتبین کے پیش نظر بیک وقت وہ تمام نسخے نہیں رہے جنھیں حاصل کرنے ہم کامیاب ہوئے خاص طور سے میر سوز کا خودنوشتہ انتخاب جو ہم سے پہلے کسی مدوّن نے نہیں دیکھا جس سے دیوانِ سوز کی تدوین کے راہ نما اصول متعیّن ہوتے ہیں۔

آخر میں املا سے متعلق چند گزارشات:

اردو املا کے مسائل یوں ہی بہت پیچیدہ ہیں اور جب کسی کلاسیکی متن کی تدوین کا سوال ہو تو یہ پیچیدگیاں اور بڑھ جاتی ہیں ہم نے تدوین میں مخطوطوں کے املا کی پیروی کی بجائے جدید روشِ املا کو اختیار کیا ہے سوائے ان مقامات کے جہاں جدید املا کو اختیار کرنے سے شعر کے وزن یا مصنف کے تلفظ میں خلل آتا تھا۔

یہ وضاحت ضروری ہے کہ ذال معجمہ کے باب میں ہم نے گذشتن، گذاشتن اور پذیرفتن کے مصادر میں سے پذیرفتن کے مشتقات کو بعض خاص الفاظ (ذی، ذو، ذ، ذرّہ، ذات، آذر

(بمعنی آگ) ذمّہ وغیرہ) کے اضافہ کے ساتھ ذالِ معجمہ سے لکھا ہے اور بس۔

سوز کے جملہ مختاراتِ املائی کو ہم نے اختیار نہیں کیا البتہ ان کے تلفّظ سے سرِمو انحراف نہیں کیا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ سوز لہجے کو املا کا حصہ بناتے ہیں مثلاً علامتِ فاعلی ''نے'' کو وہ اپنے لہجے کے مطابق ''نیں'' لکھتے ہیں ہم نے جب ان کے کلام کو جدید املا میں پیش کرنے کا فیصلہ کیا تو ہمیں ان کی اس روشِ املا سے بھی انحراف کرنا پڑا۔ کلاسیکی متون کی تدوین میں ہمارا خیال یہ ہے کہ مصنّف کے مختاراتِ املائی پر مصنّف کے مدعا و مضمون کو ترجیح دی جانی چاہیے۔

جہاں تک سوز کے تلفّظ کا معاملہ ہے تو باوجودیکہ سوز کا شمار اساتذہ میں ہوتا ہے اور ان کا کلام سند مانا گیا ہے تاہم ان کا تلفّظ بعض مقامات پر انحرافات سے پاک نہیں۔ اس کا سبب ظاہراً یہی ہے کہ انھوں نے بول چال کی عام زبان کو اختیار کیا ہے اور اسی میں مضمون پیدا کیا ہے۔ چنانچہ بعض عامیانہ الفاظ کا استعمال اور ساکن الاوسط میں تسکین الوسط سے انحراف ان کے ہاں موجود ہے مثلاً نذر کو وہ بفتح ذالِ معجمہ بھی باندھتے ہیں۔

گر دل جلوں کی یاں کچھ قدر ہے — حاضر ہے یہ دل لیجے نذر ہے

غزل کے دیگر قوافی جگر، کدھر، خطر وغیرہ ہیں،

دل لے چلا ہوں اب تو نذَر میں برائے دوست — سو جان ہو تو کیجیے دل سے فدائے دوست

نہ رو رو کے کچھ میں نے تر کی ہیں آنکھیں — یہ دھو دھا کے تیری نذَر کی ہیں آنکھیں

اس کے ساتھ ساتھ وہ اسے بسکون الاوسط بھی باندھتے ہیں مثلاً:

جو دل نذْر لے جاؤں ٹھوکر سے مارے
مرا دل ہے قربان اس بے دلی کا

اسی طرح وہ بعض مقامات پر درمیانی حرف کی حرکت کو سکون سے بدل دیتے ہیں۔ اس باب میں ان کا اور سید انشا کا موقف ایک ہی معلوم ہوتا ہے۔

لفظ کے درمیان میں آنے والی ی کو الف سے مخلوط کر دینے کی روش بھی بہت عام ہے

یعنی میاں کو وہ اکثر صورتوں میں بروزن ماں باندھتے ہیں۔ اسی طرح اِن کے ہاں ملفوظ "ہ" اکثر مخلوط ہو گئی ہے مثلاً یہاں، وہاں ان کے ہاں یھاں = یاں، وھاں=واں بن گئے ہیں۔ بہت سے متروک الفاظ جو اب متروک ہو چکے ہیں لیکن سوز کے زمانے میں فصیح زبان کا حصہ تھے ان کے کلام میں بہ کثرت موجود ہیں مثلاً توں، سوں، تجھ، مجھ، ستی، سیتی، کنے، نپٹ، ہیگا، جاگہ، ٹک، نرباہ، لڑھ پڑھ، میاں جان، در ہو، چھب اس کے، اٹھکل (اٹھلا کر) کھلاؤ (کھولو) لاگا، پونچنا (پہنچنا) وغیرہ وغیرہ لیکن یہ فہرست ان متروکات سے زیادہ نہیں ہے جو میر و سودا کے کلام میں پائے جاتے ہیں۔

یہ اور اس نوع کے تمام متروکات اور ایسے تمام مقامات جہاں حرکت کھنچ کر حرفِ علّت میں بدل گئی ہے (مثال: پہنچا ← پہونچا) یا جہاں حرفِ علّت گھٹ کر حرکت رہ گیا ہے (مثال: اوپر ← اُپَر) علیٰ حالہ قائم رکھے گئے ہیں اور ظاہر ہے تدوین میں ان کی تبدیلی کا کوئی جواز سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔ یہی حال تذکیر و تانیث میں ہمارے آج کے بلکہ بعض صورتوں میں خود سوز کے دور کے اسالیب سے مختلف طریقوں اور ہم مخرج یا قریب المخرج قوافی کا ہے جن کا استعمال سوز کے ہاں یہاں وہاں پایا جاتا ہے۔

سوانح

(سیّد محمد میر سوز)

میر حسن[1] کے مطابق میر سوز کا سلسلۂ نسب حضرت قطب عالم گجراتی سے ملتا ہے حضرت سیّد برہان الدین قطب عالم گجراتی (۱۴ رجب المرجب ۷۹۰ھ/ اگست ۱۳۸۸ء۔ ۸۵۷ھ/۱۴۵۳ء) مشہور صوفی بزرگ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت (ولادت شعبان ۷۰۷ھ / فروری ۱۳۰۸ء) کے پوتے تھے، ان کے بزرگ کسی زمانے میں بخارا سے ترک وطن کر کے ملتان پہنچے جہاں سے حضرت قطب عالم سلطان احمد شاہ (حاکم گجرات) کے زمانے میں گجرات تشریف لائے۔[2] انھی کی نسل میں میر سیّد ضیاء الدین بخاری پیدا ہوئے، سیّد ضیاء الدین بخاری کے زمانے میں ان کا خاندان گجرات سے دہلی آچکا تھا[3] سیّد ضیاء الدین بخاری علومِ مذہبی سے شغف رکھنے والے خدا رسیدہ بزرگ تھے[4] محمد حسین آزاد نے انھیں تیر اندازی میں بھی صاحبِ کمال بتایا ہے[5] ان کا قیام قراول پورہ دہلی میں تھا[6] جسے اب قرول باغ کہتے ہیں۔ یہی سیّد ضیاء الدین بخاری ہیں جن کے ہاں بہ اتفاقِ اکثر اہلِ تذکرہ میر سوز کی ولادت ہوئی صرف محمد یحییٰ تنہا نے سیّد ضیاء الدین بخاری کو سوز کا دادا بتایا ہے[7] لیکن اس بات کی کوئی اصل نہیں اور محمد یحییٰ اس رائے میں تنہا ہیں۔

صاحب ''طور کلیم'' کے مطابق میر سوز دہلی میں پیدا ہوئے[۸] اور یہیں ان کی نشوونما ہوئی۔

میر سوز کا پورا نام مردان علی خان مبتلا[۹] نے، میر سیّد محمد، مرزا علی لطف[۱۰] نے سیّد میر، شاہ کمال[۱۱] اور سعادت خان ناصر[۱۲] نے میر محمد، احد علی خان یکتا[۱۳] نے شاہ میر محمد اور محسن لکھنوی[۱۴] نے میر محمدی لکھا ہے، دورِ جدید میں صرف ڈاکٹر محی الدین قادری زور نے اردو شاعری کا انتخاب[۱۵] میں محسن کی طرح میر محمدی سوز لکھا ہے جس پر رشید حسن خان نے اظہار تعجب کرتے ہوئے اسے ''نئی بات''[۱۶] قرار دیا ہے، ڈاکٹر زور نے ہندوستانی مخطوطات کی جو فہرستیں مرتّب کی ہیں ان کی جلد دوم میں دو ایسے خطی نسخوں کا اندراج ہے جن کے مصنف کا نام میر محمدی سوز[۱۷] ہے غالباً انھیں اسی نام سے اشتباہ ہوا ہے جبکہ خود انھی کی مرتبہ، مذکورہ فہارس میں میر سوز کا ذکر بھی کئی بار آیا ہے[۱۸] بلکہ جلد چہارم کے صفحہ ۳۵ پر تو ڈاکٹر صاحب نے ایک بیاض کے ضمن میں سوز کا پورا نام سیّد محمد میر سوز بھی نقل کیا ہے، درحقیقت یہی سوز کا درست اور مکمل نام ہے جس کی تصدیق اکثر تذکروں اور سوز کے خود نوشتہ انتخاب پر ان کے دستخطوں سے ہوئی ہے۔ (رک: عکس تحریر)

۲

سیّد محمد میر سوز کی تاریخ ولادت کسی تذکرے میں مذکور نہیں البتہ ان کا سنہ وفات، ان کے معاصرین، جرات اور شاہ کمال کے کہے ہوئے قطعات تاریخ وفات[۱۹] میں محفوظ ہے، ''داغ اب سوز کا لگا دل کو'' اور گفت تاریخ ''سوز سوخت دلم'' سے سوز کا سنہ وفات ۱۲۱۳ھ/۹۹-۱۷۹۸ء معلوم ہو جاتا ہے، درست سنہ وفات کے ساتھ اگر عمر کا بھی صحیح اندازہ ہو تو سنہ ولادت تک بہ آسانی پہنچا جا سکتا ہے لیکن سوز کی عمر کے بارے میں خاصے مختلف بیانات پائے جاتے ہیں:

- ☆ محمد حسین آزاد نے ان کی عمر ستّر برس قرار دی ہے۔[۲۰]
- ☆ مصحفی کا بیان ہے کہ: ''عمرش از ہفتاد متجاوز خواہد بود''[۲۱]

بنی نرائن جہان،[۲۲] سعادت خان ناصر،[۲۳] عبدالغفور خان نساخ[۲۴] اور نور الحسن خان[۲۵] ان کی عمر اسّی (۸۰) برس قرار دیتے ہیں۔

ان مختلف بیانات میں حقیقت کہاں چھپی ہوئی ہے؟ یہ جاننے میں **مجمع الانتخاب** کا ایک اقتباس ہماری مدد کرسکتا ہے، سوز کے ایک دوست شاہ کمال نے اپنے تذکرے کے ترجمۂ سوز میں لکھا ہے:

> ''نوزدہ سال ملاقات از فقیر در لکھنو ماندہ، عمرش از ہشتاد متجاوز خواہد بود، از مرزا رفیع السودا مرحوم و مغفور یک سال در عمر زیاد بودند۔ بفقیر اکثر می فر مودند، عرصہ شش سال می شود کہ از عالمِ فانی بہ عالمِ جاودانی ودیعتِ حیات سپردہ''[۲۶]

اس اقتباس سے سوز کے بارے میں بعض بہت اہم اطلاعات فراہم ہو رہی ہیں:

۱- سوز انیس برس تک لکھنؤ میں رہے
۲- سوز کی عمر اسّی برس سے زیادہ ہوئی
۳- سوز، مرزا رفیع سودا سے عمر میں ایک سال بڑے تھے
۴- **مجمع الانتخاب** میں ترجمہ سوز کے اندراج کے وقت ان کی وفات پر چھے برس بیت چکے تھے۔

سب سے پہلے سب سے آخری اطلاع: **مجمع الانتخاب** اپنے مؤلف کی صراحت اور مصرع تاریخ ''چنگِ اشعار و مجمعِ ابیات'' کے مطابق ۱۲۱۸ھ/۴-۱۸۰۳ء میں لکھا گیا،[۲۷] سوز کا انتقال ۱۲۱۳ھ/۹۹-۱۷۹۸ء میں ہوا گویا **مجمع الانتخاب** میں سوز کا ترجمہ لگ بھگ ۱۲۱۹ھ/۵-۱۸۰۴ء میں داخل کیا گیا۔

جہاں تک تیسرے نکتے کا تعلق ہے تو بظاہر اس کی مدد سے سوز کا سالِ ولادت بہت آسانی سے معلوم کیا جا سکتا ہے لیکن درحقیقت ایسا کرنا دشوار ہے اس لیے کہ سودا کی تاریخِ ولادت کے سلسلہ میں بہت زیادہ اختلافِ رائے پایا جاتا ہے۔

۱- شیخ چاند نے سودا کا سال ولادت ۱۱۰۶ھ سے قبل سمجھا ہے[۲۸]
- میر حسن کے بیان سے سودا کا سال ولادت ۱۱۱۵ھ اور ۱۱۱۸ھ کے درمیان معلوم ہوتا ہے،[۲۹]
۳- قاضی عبدالودود[۳۰] اور ڈاکٹر شمس الدین صدیقی[۳۱] بھی اسی زمانے کو تسلیم کرتے ہیں۔
قاضی عبدالودود صاحب ہی نے ایک اور جگہ ۱۱۱۸ھ کے حق میں رائے دی ہے[۳۲] اور ایسا ہی خیال ڈاکٹر خلیق انجم[۳۳] اور ڈاکٹر جمیل جالبی[۳۴] کا بھی ہے۔
۴- حافظ محمود شیرانی مرحوم نے ۱۱۱۸ھ اور ۱۱۲۰ھ کے درمیانی عرصے میں سودا کی ولادت قرار دی ہے[۳۵] فائق رام پوری بھی طویل تحقیق کے بعد اسی نتیجے پر پہنچے ہیں۔[۳۶]
۵- محمد حسین آزاد نے ۱۱۲۵ھ کو سودا کا سال ولادت قرار دیا ہے۔[۳۷]
- قاضی عبدالودود صاحب نے ایک اور مضمون میں سودا کا سال ولادت سنہ ۱۱۲۸ھ کو قرار دیا ہے[۳۸] جبکہ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی ان سب سے پیچھے گئے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ سودا کی ولادت ۱۱۰۰ھ/۹۵-۱۶۹۴ء سے بھی پہلے ہوئی۔[۳۹]

اس طرح سودا کی ولادت کے سال کا امکانی دائرہ قبل ۱۱۰۰ھ سے ۱۱۲۸ھ تک پھیلا ہوا ہے، ان میں سے اگر قبل از ۱۱۰۰ھ اور ۱۱۰۶ھ والے بیانات کو نظر انداز کر دیں کہ ان کی بنیادیں کم زور ہیں تو باقی بیانات میں، ہمارے خیال میں ۱۱۱۸ھ اور ۱۱۲۵ھ کے سنین زیادہ اہم ہیں۔

سودا کا سالِ ولادت ۱۱۱۸ھ ہونے کی صورت میں سوز کا سالِ ولادت، شاہ کمال کے بیان کے مطابق ۱۱۱۷ھ اور اگر سودا کا سالِ ولادت ۱۱۲۵ھ ہو تو سوز کا سالِ ولادت ۱۱۲۴ھ قرار پاتا ہے۔

سوز کے بیٹے سیّد مہدی کا انتقال ۱۲۰۴ھ میں ہوا (جرأت کا کہا ہوا قطعہ تاریخِ وفات اس کی سند ہے جس کا آخری مصرعہ: ''سیّد مہدی کا ہے ہے داغ ہے'' یہ سنہ بتاتا ہے)

اگر ۱۱۱۷ھ کو سوز کا سنہ ولادت تسلیم کیا جائے تو میر مہدی کی وفات کے وقت سوز کی ستاسی (۸۷) برس بنتی ہے، سوز کا انتقال ۱۲۱۳ھ میں ہوا میر مہدی کے بعد کے نو برس

شامل کیے جائیں تو سوز کی کل عمر ستانوے برس تک پہنچ جاتی ہے جس کا کوئی ثبوت موجود نہیں، دوسری صورت یہ ہے کہ آزاد کے بیان کردہ سنہ ۱۱۲۵ھ کو سودا کا سال ولادت تسلیم کر لیا جائے اس طرح سوز کی ولادت ۱۱۲۴ھ میں ٹھہرتی ہے۔ ☆

کسی نتیجے پر پہنچنے سے پہلے محققین و مورخین کے بیان کردہ بعض دوسرے سنین پر بھی ایک نظر ڈال لینی چاہیے:

نیاز فتح پوری نے میر سوز کی ولادت ۱۱۴۰ھ اور ۱۱۴۵ھ کے کسی درمیانی سال میں قیاس کی ہے[۴۰] ڈاکٹر سردار احمد کا خیال ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں[۴۱] جبکہ ہماری رائے میں نیاز کا خیال آب حیات سے ماخوذ ہے چونکہ آب حیات میں سوز کی عمر ستر سال اور وفات ۱۲۱۳ھ کو مذکور ہے نیاز نے اسی سے حساب لگایا ہے اور ان کے پیشِ نظر لطف کا ''گلشنِ ہند'' بھی ہے جس کی عبارت سے متبادر ہوتا ہے کہ سوز ۱۲۱۲ھ میں راہیِ ملکِ عدم ہوئے، جو درست نہیں، تاہم نیاز نے محتاط انداز اختیار کرتے ہوئے ۱۱۴۰ھ اور ۱۱۴۵ھ کے درمیانی عرصے کو سوز کا زمانۂ ولادت قرار دے دیا ہے لیکن جیسا کہ گزشتہ سطور میں واضح کیا جا چکا ہے کہ آب حیات کی یہ اطلاع کہ سوز نے ستر برس عمر پائی خود نادرست ہے اس لیے نیاز کا سلسلۂ استدلال خود بخود بکھر جاتا ہے۔

فائق رام پوری نے یہ قیاس کرتے ہوئے کہ مصحفی نے سوز کا ترجمہ ۱۲۰۹ھ کو تذکرۂ ہندی میں داخل کیا ہوگا اور اس وقت سوز کی عمر ۷۳ برس ہوگی، سوز کا سالِ ولادت ۱۱۳۶ھ کو قرار دیا ہے۔[۴۲]

اگر سوز کا سنہ ولادت ۱۱۳۶ھ ہو تو ۱۲۱۳ھ میں ان کی عمر تقریباً ۷۷ برس بنتی ہے جبکہ سعادت خان ناصر، نور الحسن خان، عبدالغفور نساخ اور بنی نرائن جہان واضح طور پر سوز کی عمر اسی (۸۰) برس اور شاہ کمال اسی (۸۰) برس سے زائد بتا چکے ہیں[۴۳] اس لیے فائق صاحب کا نکالا ہوا نتیجہ درست نہیں ہے۔

سوز کی عمر بیان کرنے والے تذکرہ نگاروں کے بیانات کی تحلیل کی جائے تو صورتِ حال کچھ یوں بنتی ہے کہ مصحفی کا تذکرۂ ہندی ۱۲۰۹ھ میں مکمل ہوا انھوں نے سوز کے حینِ

حیات ان کا ترجمہ لکھا اور ان کی درازیِ عمر کی دعا کی[۴۴] اس لیے مصحفی کی بیان کردہ عمر ان کے تذکرے کی تاریخِ تصنیف تک ہی درست قرار دی جا سکتی ہے، چونکہ سوز ۱۲۰۹ھ کے بعد بھی زندہ رہے اس لیے ان کی حتمی عمر کے تعین کے لیے بعد کے تذکرہ نگاروں سے رجوع کرنا ہوگا اور بعد کے تذکرہ نگاروں میں بینی نرائن نے ۱۲۲۷ھ[۴۵] میں، ناصر نے ۲-۱۲۲۱ھ[۴۶] میں، نساخ نے ۱۲۷۶ھ[۴۷] میں اور نور الحسن خان نے ۱۲۹۷ھ[۴۸] میں سوز کی عمر اسّی سال لکھی، ہم انھی کی بات کو مانتے اگر ہمارے پیشِ نظر شاہ کمال کی براہ راست روایت نہ ہوتی، جو سوز اور ان کے زمانۂ وفات کے قریب تر ہیں اور جن کی، انیس برس تک، سوز سے دوستانہ ملاقات رہی تھی، اس لیے ان کا یہ کہنا کہ سوز کو انتقال کیے چھے برس ہو چکے ہیں اور انھوں نے اسّی برس سے زائد عمر پائی بہت اہم ہو جاتا ہے، یہی نہیں ہمارے پیشِ نظر اس امر کی داخلی شہادت بھی ہے کہ سوز ارذل العمر تک پہنچے، سوز نے خود کہا:

اب تو خلوت میں بلا لے اس کو تو ڈرتا ہے کیوں
ایک تو وہ ہے افیمی اور بوڑھا پھوس ہے

اور ذیل کے شعر میں تو پوری وضاحت کے ساتھ عمر کی اسّی (۸۰) منزلوں سے گزر جانے کا ذکر آ گیا:

سوز تو ہشتاد سالہ عمر اپنی کھو چکا
اس بڑھاپے پر بھی تو مفتونِ مہوش ہے ہنوز

ان شہادتوں کے بعد غالباً اس امر میں شبہے کی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ سوز نے اسّی برس سے زائد عمر پائی۔ سوال صرف یہ ہے کہ 'اسّی برس سے زائد' سے کتنے برس مراد ہو سکتے ہیں، اس کا ایک مطلب تو واضح ہے کہ نوّے برس سے کم، اس لیے کہ اگر سوز نوّے تک پہنچتے تو شاہ کمال نوّے کا ذکر کرتے۔ اسّی اور نوّے کے درمیان پچاسی (۸۵) برس ہو سکتے ہیں (قاضی عبدالودود بھی اسّی سے زائد کو پچاسی پر محمول کرتے ہیں[۴۹]) اب پچاسی (۸۵) برس کی عمر کے اعتبار سے ہم سوز کے سنہ وفات اور **مجمع الانتخاب** میں ان کے ترجمے کے اندارج، دونوں اعتبارات سے ان کے سالِ ولادت کو دریافت کر سکتے ہیں۔

سال وفات کے اعتبار سے ۱۲۱۳ھ میں ۸۵ منہا کیے جائیں تو ۱۱۲۸ھ کا سنہ حاصل ہوتا ہے۔

شاہ کمال نے سوز کے انتقال کے چھے برس بعد ان کا ترجمہ داخلِ تذکرہ کیا، یعنی ۸۵+۶=۹۱، ہم یہ معلوم کر چکے ہیں کہ شاہ کمال نے ۱۲۱۹ھ میں سوز کا ترجمہ لکھا اس طرح سوز کی ولادت سے ترجمہ کے اِدخال تک کا زمانہ، جو اکیانوے برس ہے، ۱۲۱۹ھ میں سے منہا کیا جائے تو بھی جواب ۱۱۲۸ھ آتا ہے۔ یہ سالِ ولادت متعین ہو جانے پر میر مہدی کی وفات کے وقت سوز کی عمر ۱۲۰۴-۱۱۲۸=۷۶ برس قرار پاتی ہے اور میر مہدی کے بعد سوز کی زندگی کے نو برس اس میں شامل کیے جائیں تو سوز کی عمر پچاسی برس ہی نکلتی ہے اور اس طرح یہ سلسلۂ استدلال مضبوط ہو جاتا ہے اور ہم ایک آدھ برس کے امکانی تفاوت کے ساتھ ۱۱۲۸ھ/۱۷۱۶ء کو سوز کا سالِ ولادت قرار دے سکتے ہیں۔

۳

میر سوز کا مَولِد دہلی ہے، یقیناً ان کی ابتدائی تعلیم و تربیت بھی زمانۂ قدیم کے مروّج اسالیب کے تحت یہیں ہوئی ہوگی، ان کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے حسبِ دستورِ زمانہ عربی فارسی اور مروّج علوم میں اچھی استعداد پیدا کی، ان کے دیوان میں فارسی غزلیات و رعبایات کے علاوہ یہاں وہاں عربی تراکیب اور ان پر مشتمل مصرعے اور ایک آدھ عربی کا شعر بھی مل جاتا ہے جس کی بندش چست ہے، زمانے کی تیز رفتار گردش کے باوجود ان کی فارسی نثر کا یک نمونہ بھی محفوظ رہ گیا ہے جسے علی ابراہیم خان نے گلزار ابراھیم میں درج کر کے ضائع ونے سے بچالیا۔[۵۰]

میر سوز اپنے زمانے کے ایک معروف خوش نویس بھی تھے قائم چاند پوری نے انھیں خوش نویسِ بے نظیر" قرار دیتے ہوئے لکھا ہے: "خط شکستہ و شفیعا خوب می نویسد"[۵۱] مرزا علی لطف کے بقول وہ "شفیعا نویسی میں نہایت دستِ رسا رکھتے تھے"[۵۲] مصحفی نے بھی انھیں خطِ

نستعلیق و شفیعا کے لکھنے میں بے نظیر قرار دیا ہے،[۵۳] میر حسن نے ''خوش نویسِ دل پذیر''[۵۴] ناصر نے نستعلیق و شفیعا میں صاحب قلم[۵۵] جبکہ شاہ کمال[۵۶] اور قدرت اللہ شوق[۵۷] نے انھیں ہفت قلم خطاط قرار دیا ہے۔ مہدی بیانی نے ان کی خوش نویسی پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ:

''نستعلیق را خوش و شکستہ راشیوامی نوشت''[۵۸]

احترام الدین احمد شاغل عثمانی نے بھی صحیفه خوش نویساں میں سوز کا ترجمہ درج کیا ہے[۵۹] ہماری معلومات کے مطابق بحیثیت خوش نویس سوز کا قدیم ترین ترجمہ غلام محمد ہفت قلمی کے ''تذکرۂ خوش نویساں'' میں ہے، ایرانی فاضل مہدی بیانی کا ماخذ بھی یہی تذکرہ ہے، ہفت قلمی نے لکھا ہے:

''ماورای درویشی و شاعری در نوشتنِ خط نستعلیق و خصوصاً شفیعا و در وضعِ خواندنِ شعر، نامدار و یگانۂ روزگار گزشتہ، صوفی مذہب و ظریف الطبع بود''[۶۰]

ہمارے پاس سوز کے خودنوشتہ دیوان (انتخاب) کا جو عکس محفوظ ہے وہ نہایت دلآویز خط شفیعا میں ہے اور غالباً سوز کا تخصص خط شفیعا ہی میں تھا کہ یہ خط سوز کے عہد میں مقبول اور رائج تھا۔

خط شفیعا، ہرات کے ایک خوش نویس مرزا شفیعائی پیشوا سے یادگار ہے جو خاندان صفویہ کے مرتضیٰ قلی خان شاملو (م ۱۱۰۰ھ/۹۹-۱۶۹۸ء) کے میر منشی تھے، مرزا شفیعائی خط تعلیق و نستعلیق کے بھی ماہر تھے اور مصور بھی، وہ ہندوستان بھی آئے تھے[۶۱] اور ان کا انتقال اٹھارویں صدی عیسوی میں ہوا، اس لیے عین ممکن ہے سوز نے ان سے استفادہ کیا ہو۔

اس زمانے میں، خوش نویسی کے میدان میں دہلی کی مشہور شخصیت محمد حفیظ خان کی تھی جنھیں ''استادِ کامل'' اور ''استادگر'' کے القاب سے یاد کیا جاتا ہے وہ ثلث، نسخ، نستعلیق، تعلیق اور شکستہ وغیرہ میں پورا کمال رکھتے تھے اور شاہی خوش نویسوں میں شامل تھے لیکن آخری عمر میں ملازمت ترک کرکے درویشانہ زندگی بسر کی اور بقول احترام الدین احمد شاغل عثمانی توکل،

قناعت پر تکیہ کیا [۶۲] (یہ صفات میر سوز کی بھی ہیں وہ ایک سلسلۂ تصوف سے وابستہ تھے، درویشانہ زیست کرتے تھے اور بقول ولی اللہ فرخ آبادی حضرت سیّد زاہد دہلوی سے بیعت تھے [۶۳]) غلام محمد ہفت قلمی، صاحب تذکرۂ خوش نویسان بھی حفیظ خان کے شاگرد تھے، حفیظ خان کا انتقال ۱۱۹۴ھ/۱۷۸۰ء میں ہوا اس لیے یہ امکان بھی ہے کہ سوز نے ان سے استفادہ کیا ہو۔

سوز کے عہد میں علم و ادب کے ساتھ جسمانی ورزش اور مردانہ کھیلوں میں دلچسپی بھی تہذیب کا حصہ تھی چنانچہ سوز تصوف سے دلچسپی، شاعری اور خوش نویسی کے ساتھ ساتھ ایک اچھے تیر انداز بھی تھے، اکثر تذکرہ نگاروں نے ان کی تیر اندازی کا ذکر کیا ہے اور اس فن میں ان کی مہارت کی تعریف کی ہے۔ [۶۴]

دراصل سوز کے والد سیّد ضیاء الدین خود ایک اچھے تیر انداز تھے سوز نے بگمانِ غالب یہ فن انھی سے سیکھا اور اس میں اتنا کمال پیدا کر لیا کہ بعد کو فرخ آباد کے نواب مہربان خاں رند نے شاعری کے علاوہ تیر اندازی میں بھی ان کا تلمذ اختیار کیا آزاد نے لکھا ہے کہ "ان کی طاقتِ خداداد اس قدر تھی کہ ہر ایک ان کی کمان کو چڑھا نہ سکتا تھا" [۶۵] بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے تیر اندازی پر ایک رسالہ بھی تصنیف کیا تھا، ہم نے یہ رسالہ بہت تلاش کیا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اب یہ رسالہ ناپید ہو چکا ہے۔ اب اس کی یادگار فقط میر حسن کا یہ جملہ ہے:

> "رسالہ در علومِ تیر اندازی بر سبیلِ تذکرہ چون در راستی بکمالِ قوت در میدانِ سخن انداختہ و خود چون کمان از بدرنگیِ آفاق بہ گوشہ نشینی ساختہ" [۶۶]

یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ باقاعدہ ورزش کرتے تھے، کسرتی بدن تھا شہ سوار بھی تھے اعظم الدولہ سرور نے تیر اندازی کے ساتھ سواریِ اسپ میں بھی ان کی مہارتِ تامہ کا ذکر کیا ہے۔ [۶۷]

مختلف تذکرہ نگار سوز کی شخصی خوبیوں اور کمالات کو ایک دوسرے سے بڑھ کر بتاتے ہیں چونکہ تذکروں کے بیانات بالعموم ایک دوسرے سے ماخوذ ہیں اس لیے ہم یہاں سوز کے شخصی کمالات سے متعلق مصحفی کے تذکرہ ھندی کا اقتباس پیش کرتے ہیں جس سے اکثر تراجمِ سوز

میں استفادہ کیا گیا ہے:

"کمالہای این بزرگ ماورای کمال شاعری و درویشی بسیار اند، چنانچہ در تیر اندازی و سوارِی اسپ و نوشتنِ خطِ نستعلیق و شفیعا و نازک بندی و نزاکت فہمی شعر و آدابِ صحبتِ ملوک و سلاطین و ظرافتِ طبع و خندہ روی و ندامت پیشگی و تحصیلِ معاش و گفتن کلمتہ الخیر در حقِ دیگری و باین ہمہ استغنای مزاج کہ خاصہ شعراست نظیرِ خود ندارد"[۶۸]

تیر اندازی، سواری اسپ اور خطاطی کا ذکر تو اوپر ہو چکا، اس زمانے میں آداب صحبت ملوک بھی با قاعدہ سیکھے جاتے تھے اور سوز نے امرا و ملوک کی محفلوں میں زندگی کا ایک بڑا حصہ گزارا وہ اس فن میں بھی ماہر تھے جیسا کہ مصحفی کا منقولہ اقتباس ظاہر کر رہا ہے۔

مصحفی کے مندرجہ بالا اقتباس میں انسانی شخصیت کی دو متضاد صفات مجتمع نظر آتی ہیں یعنی استغنائے مزاج اور تحصیل معاش کے فن میں کمال بالعموم یہ دونوں صفات ایک شخصیت میں یکجا نہیں دیکھی جاتیں لیکن سوز کے باب میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ دو متضاد صفات مجتمع ہوگئی تھیں۔

ان کے علاوہ موسیقی سے بھی شغف تھا جس کا ذکر قائم نے "لختی از موسیقی آگاہ"[۶۹] کے لفظوں میں کیا ہے، نصر اللہ خان خویشگی کے بقول ترانہ ساز تھے[۷۰] یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ ستار نوازی میں دستِ رسا رکھتے تھے[۷۱] مگر اس بات کی تحقیق نہیں۔

۴

میر سوز کو متنوع علوم و فنون سے اس قدر دلچسپی تھی کہ ناصر نے انھیں "مشہور بہ ہمہ دانی"[۷۲] لکھا ہے۔ محمد شاہی دور میں گھر گھر شاعری کا چرچا تھا، ایسے میں اگر سوز شاعری

میں دلچسپی نہ لیتے تو تعجب کی بات ہوتی۔ ان کا شعر کی طرف آنا اور صاحبِ دیوان ہونا تعجب کی بات نہیں، تاہم ان کے کلام سے کچھ ایسا اظہار ہوتا ہے کہ ان کے ہاں شعر کی تحریک اقتضائے طبیعت سے نہیں ابھری تھی بلکہ اس کا سبب ان کی سماجی زندگی کی ضروریات تھیں اگرچہ بعد ازاں شعر گوئی ان کی زندگی کی بنیادی مشغولیت بن گئی اور وہ آخری عمر تک شعر کہتے رہے سوز کے اشعار میں شاعری سے عدم دلچسپی کے شواہد مندرجہ ذیل اشعار میں دیکھے جا سکتے ہیں:

درد ہے سوز ہے دنیا میں غریبوں کی بساط
شاعری تم کو مبارک رہے اے استادو

اے سوز ترے اشعار ہیں ابلہ فریب اور بس
ہم نے تو نہ کچھ دیکھا جز قافیہ پیمائی

گاہ اپنا دردِ دل کہتا ہوں موزونی کے ساتھ
شاعری کے نام سے ہرگز نہیں دعویٰ مجھے

عزیزو سوز کو نسبت نہیں کچھ شعر کہنے سے
پھر ایسے کو بُرا کہنا حماقت ہے، فضولی ہے

سوز کی شعر گوئی کا سبب بننے والے عوامل کا مفصل تذکرہ ان کے ایک قطعے میں ہوا ہے:

صاحبو تم سے راست کہتا ہوں — شاعری سے مجھے نہیں نسبت
یار آپس میں بیٹھتے تھے کبھی — دل خوشی کو وہ بولتے تھے جگت
میں انھوں میں تھا سب سے بیگانہ — وہ دلاتے مجھے بہت غیرت
کہ تجھے بات بھی نہیں آتی — کیوں کے بر آئے تجھ سے یہ صحبت
یا تو ہم سے کیا کرو باتیں — یا ہمیں جانتے ہو بے غیرت

تب میں ناچار ہو کے کہنے لگا انھیں باتوں کو شعر کی صورت
بسکہ موزون تھے وہ صاحب لوگ مجھ کو بھی اتنی ہوگئی قدرت
کہ لگا کرنے بات کو موزوں شاعروں میں ملی مجھے شرکت
ورنہ اس منہ پر شاعری ، توبہ
یہ بھی سب صاحبوں کی ہے دولت

یہ قطعہ دیوان سوز کے نسخوں میں مختلف قرأتوں کے ساتھ نقل ہوا ہے، ہم نے اس کے اختلافات، متن مقالہ میں، جہاں یہ قطعہ درج ہے، ظاہر کر دیئے ہیں۔

قیاس ہے کہ سوز نے اوائل شباب ہی میں شعر کہنا شروع کر دیا ہوگا ابتدا میں وہ ایہام گو شعرا سے متاثر ہوئے جیسا کہ انھوں نے ایک جگہ شاہ مبارک آبرو سے اثر پذیری کا ذکر کیا ہے[۳] اگرچہ ہمیں ان کے کلام میں آبرو کا رنگ ڈھنگ نظر نہیں آتا۔

سوز نے شعر کہنا شروع کیا تو میر تخلص اختیار کیا جسے بعد ازاں سوز تخلص سے تبدیل کیا گیا، سوز کے کلیات میں میر تخلص کا حامل کلام موجود نہیں ہے شاید مقطعوں میں تبدیلی کر دی گئی ہو۔ ایک غزل میں صنعت ذو معنیین میں میر تخلص یوں باندھا ہے:

کوستا ہوں میں میر کہہ دل کو مجھ کو اس نام کا غرور نہیں

تاہم ایسے اشعار ایک سے زائد ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ سوز کا تخلص پہلے میر تھا، مثلاً:

ایک تو اور بھی غزل ایسی پڑھ نہ اسے سوز اے قدیمی میر

سن کے جینے کی خبر سوز کے بولا ظالم کس قدر سخت ہے آخر نہ موا میر ہنوز

تب نہ موا ہزار حیف کہتے تھے جبکہ میر میر اب جو کہو ہو سوز سوز یعنی سدا جلا کروں

تبدیلِ تخلص کا سبب قائم چاند پوری نے میر تقی میر کے ساتھ معارضے[۴] کو قرار دیا

ہے قدرت اللہ شوق نے محض تبدیلیِ تخلص کا تذکرہ کیا ہے[۷۵] بعد ازاں سعادت خان ناصر نے قدرے تفصیل بیان کی:

> ''اوّل میر تخلص کرتے تھے، جب محمد تقی میر کی شہرت ہوئی، میرِ قدیم نے سوز تخلص کیا۔ الزامِ کس و ناکس اس مردِ آزاد نے اپنے سر پر نہ لیا''[۷۶]

آب حیات میں محمد حسین آزاد کی منقولہ عبارت ''فقیر نے تخلص تو میر کیا تھا مگر وہ میر تقی صاحب نے پسند فرمایا''[۷۷] اور ترجمۂ میر میں اس تبدیلی پر آزاد کا تبصرہ:

''ناچار اب انھوں نے ایسا تخلص اختیار کیا کہ نہ آپ کو پسند آئے نہ آپ اسے چھینیں''[۷۸]

ظاہر کرتے ہیں کہ میر تخلص اوّلاً سوز نے اختیار کیا تھا، لیکن رام بابو سکینہ نے اسے محض بے بنیاد دعویٰ قرار دے کر مسترد کر دیا ہے[۷۹] لیکن یہ ایک دلچسپ حقیقت ہے کہ میر تقی میر، سوز کے تخلص سے کبھی خوش نہیں رہے، بعض لوگ گمان کرتے ہیں کہ میر نے اسی ناپسندیدگی کے باعث نکات الشعرا میں سوز کا ذکر نہیں کیا[۸۰] یہ قیاس خلاف واقعہ ہے، میر نے نکات الشعرا میں سوز کا ذکر، میر تخلص کے تحت کیا ہے لیکن نصف دل کی خوشی کے ساتھ[۸۱] سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر میر نے سوز کا تخلص اختیار کیا تھا تو سوز کو اپنا تخلص تبدیل کرنے کیا ضرورت تھی اور اگر سوز نے اپنا تخلص لیا ہی میر سے تھا تو پھر بھی تبدیلی قابل فہم نہیں---؟

رام بابو سکینہ کا خیال ہے کہ ''جب سوز نے یہ دیکھا ہوگا کہ ان کے اچھے اشعار ان کے ہم تخلص کی طرف منسوب کیے جائیں گے تو انھوں نے پہلا تخلص ترک کر کے سوز اختیار کیا ہوگا۔''[۸۲]

ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی کے خیال میں اس تبدیلی کے دو سبب ہو سکتے ہیں: اوّل یہ کہ ''التباس کے خیال سے تخلص تبدیل کیا گیا ہو؟'' دوسرے ''ممکن ہے کہ انھوں نے خیال کیا ہو کہ میر کی شہرت کی زد میں آکر ان کا وقار شاعری کہیں ختم نہ ہو جائے۔''[۸۳]

ہمارا خیال ہے کہ سوز نے شرافت طبعی کے تحت میر کی معاصرت کا لحاظ کرتے ہوئے

تخلص تبدیل کیا ہوگا لیکن جلوۂ خضر اور آب حیات کی عبارات (اگر مبنی بر حقیقت ہیں) سے ظاہر ہوتا ہے کہ میر صاحب اس پر بھی خوش نہیں ہوئے مثلاً آب حیات کا یہ اقتباس:

''لکھنؤ میں کسی نے پوچھا، کیوں حضرت آج کل شاعر کون ہے؟ کہا: ایک تو سودا دوسرا یہ خاکسار ہے اور تامل کر کے کہا: آدھے خواجہ میر درد، کوئی شخص بولا کہ حضرت! اور میر سوز صاحب؟ چیں بہ جبیں ہو کر کہا: ''میر سوز صاحب بھی شاعر ہیں؟'' انھوں نے کہا آخر استاد نواب آصف الدولہ کے ہیں، کہا: خیر، یہ ہے تو پونے تین سہی مگر شرفا میں ایسے تخلص ہم نے کبھی نہیں سنے۔''[۸۴]

اس تفصیل کے علی الرغم میر اور سوز کے سوانح کے حوالے سے یہاں زیادہ اہم سوال یہ ہے کہ سوز کے ہاں تخلص کی تبدیلی کب عمل میں آئی ---؟ اس ضمن میں نساخ،[۸۵] گوگل شاد،[۸۶] علی حسن[۸۷] اور نور الحسن خان[۸۸] کا یہ بیان تو بالکل تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ تخلص کی تبدیلی سوز یا میر تقی میر کے لکھنؤ پہنچنے پر ہوئی اس لیے کہ سوز ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء میں جب آصف الدولہ نے دارالحکومت فیض آباد سے منتقل کیا تو لکھنؤ پہنچے اور میر ۱۱۹۶ھ/۱۷۸۲ء میں دہلی سے ہجرت کر کے لکھنؤ آئے[۸۹] جبکہ تخلص کی تبدیلی اس سے بہت پہلے عمل میں آ چکی تھی۔ پہلے ہمارا خیال تھا کہ سوز نے اپنا تخلص ۱۱۷۵ھ کے اواخر یا ۱۱۷۶ھ کے اوائل میں تبدیل کیا ہوگا،[۹۰] اس لیے کہ لچھمی نرائن شفیق نے چمنستان شعرا میں سوز کا ذکر میر تخلص کے تحت کیا ہے[۹۱] اور یہ معلوم ہے کہ چمنستان شعرا ۱۱۷۵ھ/۶۲-۱۷۶۱ء کی تالیف ہے---- لیکن ہم نے اپنی اس رائے کے اظہار کے بعد بھی اس پر غور کیا جس کے باعث اب ہم اس نتیجے پہنچے ہیں کہ سوز کا تخلص ۶۸-۱۱۶۷ ہی میں تبدیل ہوا ہوگا اور شفیق واقعی اس تبدیلی سے بے خبر رہے جیسا کہ فائق رام پوری صاحب ہم سے پہلے یہ قرار دے چکے ہیں۔[۹۲] فائق صاحب نے جن دلائل کی بنا پر تبدیلِ تخلص کا سنہ ۱۱۶۸ھ متعین کیا تھا ہمارے خیال میں ان سے زیادہ محکم دلیل شاہ حاتم کے دیوان زادہ کی ایک غزل ہے جس پر حاتم نے حسبِ معمول زمین

اور سنہ تخلیق کی صراحت کرتے ہوئے ''در زمینِ میر سوز ۱۱۶۹ھ''[۹۳] درج کیا ہے، حاتم کی اس غزل کا مقطع ہے۔

یہ مصرع سوز نے سن کے حاتم کہے ہے ناصح سے اے عزیزو
امیدِ بخشش ہے جب سے ہم کو کیے ہیں ہم نے گناہ لاکھوں

جس مصرعے کو حاتم نے تضمین کیا ہے، اس مصرعے کی حامل پوری غزل، سوز کے دیوان میں سوز تخلص کے ساتھ موجود ہے، مقطع ہے۔

کسی نے اس کو جگا کے پوچھا کہ دیکھیو سوز کیا یہی ہے؟
مجھے جو دیکھا تو ہنس کے بولا پھرے ہیں ایسے تباہ لاکھوں

میر تخلص کے تحت سوز کا آخری ترجمہ (چمنستانِ شعرا کے علاوہ) گردیزی کے تذکرۂ ریختہ گویاں میں ہے[۹۴] جو ۱۱۶۶ھ کی تالیف ہے، تبدیلِ تخلص کی اوّلین اطلاع قائم کے مخزن نکات سے ملتی ہے جس کی تالیف کا آغاز ۱۱۶۸ھ میں ہوا یوں تبدیلِ تخلص کا زمانہ ۱۱۶۶ھ اور ۱۱۶۸ھ کے درمیان محدود ہو جاتا ہے۔

ڈاکٹر جمیل جالبی[۹۵] اور ڈاکٹر سردار احمد صاحب[۹۶] کا یہ فرمانا کہ تبدیلِ تخلص ۱۱۶۵ھ اور ۱۱۶۸ھ کے درمیان ہوئی اس لیے قابل قبول نہیں ہے کہ وہ تبدیلی کے حوالے سے محض نکات الشعرا کو مدنظر رکھے ہوئے ہیں (نکات ۱۱۶۵ھ کی تالیف ہے) جبکہ گردیزی کے بعد ۱۱۶۶ھ میں سوز کا تخلص میر لکھ رہے ہیں تو یقیناً تبدیلی ۱۱۶۶ھ کے بعد ہوئی ڈاکٹر سردار احمد صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ شوق ۱۱۶۸ھ مطابق ۱۷۵۵ء میں تخلص کی تبد کا ذکر کرتے ہیں''[۹۷] اگر اس جملے سے یہ مراد ہے کہ شوق نے تبدیلِ تخلص کا سنہ ۱۱۶۸ھ ہے تو یہ کہیں درج نہیں اور اگر اس سے یہ مراد ہے کہ شوق کا تذکرہ طبقات الشعرا ۱۱۶۸ھ میں لکھا گیا اور اس میں تبدیلِ تخلص کا ذکر کیا گیا تو یہ بات بھی درست نہیں، طبقات الشعر ۱۱۸۸ھ/۷۶-۱۷۷۵ء کی تالیف ہے۔ اس کے بعد اس میں اضافے ہوتے رہے جن کا سلسلا ۱۲۰۹ھ کے بعد تک جاری رہتا ہے۔[۹۸]

اس لیے یہ امر واضح ہے کہ تبدیلِ تخلص کی اوّلین اطلاع مخزنِ نکات ہی سے ہم

پہنچی ہے۔

سوز کی شاعری کے حوالے سے تبدیلیِ تخلص کا زمانہ متعین کرنے کے بعد یہ سوال بھی اہم ہے کہ سوز نے فنِ شعر میں کس شاعر سے تربیت حاصل کی یا سوز کا استاد کون تھا؟ اس باب میں تمام تذکرے خاموش ہیں، خوش معرکۂ زیبا بھی جس کی ترتیب میں سلسلۂ تلمذ کا خاص خیال رکھا گیا ہے اس بارے میں ہماری کوئی راہ نمائی نہیں کرتا، حسرت موہانی نے اربابِ سخن میں مختلف اساتذہ کے سلسلہ ہائے تلمذ شجرے بنا کر واضح کیے ہیں لیکن میر سوز کو حسرت نے کسی دوسرے سلسلے سے وابستہ کرنے کی بجائے ان کا الگ سلسلہ ''سلسلۂ میر سوز'' قائم کیا[۹۹] جس سے معلوم ہوتا ہے کہ میر سوز شاگردی کی پابندی سے آزاد ہی رہے، ڈاکٹر جمیل جالبی نے سوز کا سودا سے مشورۂ سخن کرنا ذکر کیا ہے[۱۰۰] اس کی کوئی واضح شہادت ہمیں نہیں ملتی، البتہ بعض امور ایسے ہیں جن سے سودا کے ساتھ سوز کے تعلق کی تہہ میں پہنچنے کی کوشش کی جا سکتی ہے:

۱- جعفر علی حسرت کی ہجو میں کہے گئے اشعار میں سودا کا سوز کی شاعری کی تعریف کرنا۔[۱۰۱]

۲- فرخ آباد سے رخصت ہوتے ہوئے سودا کا مہربان خان رند کو سوز کی قدر کرنے کا مشورہ دینا اور سوز کو کشتیِ ذہن کے لیے بادِ مراد قرار دینا۔[۱۰۲]

۳- محمد نگر (ٹانڈہ) کے نواب محمد یار خان کا سوز اور سودا کو اپنے دربار میں بلانا اور دونوں کا اکٹھے انکار کرنا۔[۱۰۳]

۴- گزشتہ صفحات میں منقول، اپنی شاعری سے متعلق سوز کا قطعہ۔

ان تمام اشاروں سے سوز اور سودا کے تعلقات کی خوش گواری ظاہر ہوتی ہے لیکن یہ سوز کے تلمیذِ سودا ہونے پر لازماً دال نہیں ہیں۔ جہاں تک آخری نکتے کا تعلق ہے تو مذکورہ قطعے کے آخری شعر کی صحیح صورت ہم نے اپنے مرتبہ متن میں پیش کر دی ہے، یعنی شعر کی درست صورت۔

ورنہ اس منہ پہ شاعری توبہ　　یہ بھی مرزا رفیع کی ہے دولت

نہیں ہے۔ اس لیے بھی کہ اس میں رفیع کی ع واضح طور سے گر رہی ہے، اس کے مقابلے میں

موجود دوسرا متن بہ ہر حال قابل ترجیح ہے۔

ورنہ اس منہ پہ شاعری توبہ یہ بھی سب صاحبوں کی ہے دولت

اگر پہلے متن پر اصرار کیا جائے تو بھی ہماری رائے کا اِسترداد محکم نہیں ہوتا اور محض اس مصرعے سے سودا کا تلمذ ثابت نہیں ہو جاتا بلکہ فائق رام پوری نے تو اسے سودا سے ''مزاح'' قرار دیا ہے۔[۱۰۴]

علاوہ ازیں سوز کے کلام میں متعدد ایسی داخلی شہادتیں موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ سوز نے فیض تو ہر استاد سے اٹھایا لیکن وہ شاگرد کسی کے نہیں ہوئے مثلاً یہ اشعار ملاحظہ فرمائے جائیں۔

یوں تو ہوں خوشہ چین سبھوں کا پہ سچ کہوں
یہ سوزِ دل ازل سے جو استاد ہے سو ہے

کون ایسا سوختہ ہے جس کو کہیے میر سوز
کون ہے ایسا کہ اپنا آپ ہی استاد ہو

نہ شاگردی کسی کی کی نہ فنِ شعر کو سمجھا
یہ سیدھی باتیں سیکھیں سوز نے اس قدِ موزوں سے

اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ سوز، سودا کے شاگرد نہیں تھے، دوستی میں معمولی مشورۂ سخن کر لینا اور بات ہے، اس کا امکان موجود ہے، تلمذ کے باب میں فطرت نے خود ہی لالے کی حنا بندی کی تھی--۱۲

۵

سیّد محمد میر سوز نے جس عہد میں شاعری کا آغاز کیا اس دور میں شاعری وجہ معاش کا درجہ

بھی رکھتی تھی لیکن سوز کے باب میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اوّل اوّل شاعری نے معاش کا مسئلہ حل نہ کیا چنانچہ سوز نے شاہی فوج میں ملازمت اختیار کی یہ زمانہ احمد شاہ کی حکومت کا تھا جس کا سلسلہ جمادی الاوّل ۱۱۶۱ھ/ ۱۷۴۸ء سے شعبان ۱۱۶۷ھ/۱۷۵۴ء تک رہا۔ قائم چاند پوری نے شاہی توپ خانے میں ان دنوں سوز سے ملاقات کا ذکر کیا ہے، قائم خود بھی توپ خانے میں ملازم تھے۔ یہ معلوم نہیں کہ سوز کو فوج کی ملازمت کے باعث شاہی توپ خانے میں متعین کیا گیا تھا یا ان کی ملازمت توپ خانے ہی میں تھی؟ اگر ان کی ملازمت فوج میں تھی تو یہ خیال ہے کہ نادر شاہ کے ہنگامے اور بعد میں ابدالی سے جنگ کرنے والی فوج میں شامل رہے ہوں گے۔[۱۰۵]

قائم کا بیان ہے:

"با فقیر قدیم آشنائی دارد (مولوی عبدالحق کا مرتبہ مخزن نکات: قدم آشنائی) وازان جا کہ داخلِ بندگانِ بادشاہی است (مولوی صاحب: داخل توپ خانہ بادشاہی است) نسبت ہم فرقگی (مولوی صاحب: بہ سبب ہم قربگی) اکثر بہ دربار معلیٰ ملاقات می شود"[۱۰۶]

اس اقتباس سے یہ قیاس کیا گیا ہے کہ سوز شاہی توپ خانے میں عہدے دار تھے اور اپنے عہدے کی بنا پر قلعہ معلیٰ میں حاضر رہا کرتے تھے[۱۰۷] ہمارے پاس اس قیاس کی تصدیق کا کوئی ذریعہ نہیں تاہم یہ اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنی شعری صلاحیت کی بنا پر دربار تک ضرور رسائی پالی ہوگی۔

ابوالنصر احمد شاہ کی حکومت کے اس زمانے میں نواب احمد خان بنگش دہلی میں میر بخشی کی حیثیت سے موجود تھے۔ اسی زمانے میں وہ نواب احمد خان سے متعارف ہوئے ہوں گے اور نواب کے منہ بولے بیٹے مہربان خان رند سے بھی آشنائی ہوئی ہوگی[۱۰۸] یہ زمانہ سیاسی اعتبار سے نہایت اضمحلال اور شکست و ریخت کا تھا۔ شاہی دربار کی حیثیت رفتہ رفتہ کم ہو رہی تھی۔ یوں تو زوال کا آغاز بہت پہلے اورنگ زیب کی وفات کے زمانے سے ہو چکا تھا لیکن اب نادر شاہ

کے حملوں، مرہٹوں کی سرکشی اور روہیلوں کی سرگرمیوں سے دربار کا رہا سہا وقار بھی جاتا رہا تھا۔ شعبان ۱۱۶۷ھ/ستمبر ۱۷۵۴ء میں جب عماد الملک نے احمد شاہ اور اس کی والدہ کو اندھا کر دیا اور ۱۰ شعبان ۱۱۶۷ھ کو ان کی حکومت ختم ہوگئی تو دربار کیا سارے ملک میں خوف و ہراس کی کیفیت پیدا ہوگئی ہو۔ دربار کے ملازمین کو تنخواہیں پہلے ہی وقت پر نہیں مل رہی تھیں۔ اکثر اوقات اس مقصد کے لیے سرکاری سامان فروخت کیا جاتا تھا۔ مذکورہ بالا صورت حال اس پر مستزاد ہوئی چنانچہ دربار کا عملہ خود بخود منتشر ہوگیا اور، دوسرے بہت سے لوگوں کی طرح سوز بھی دربار سے الگ اور ملازمت سے محروم ہو گئے۔ یہ علیحدگی اور محرومی سوز کے لیے زندگی کے نئے اور پیچیدہ مراحل کا پیغام لائی۔ دہلی کی صورتِ حال روز بروز ابتر ہوتی چلی گئی یہاں شرفا کے لیے رہنا دشوار ہوگیا حملہ آور چونکہ بقول قائم ؎

نہ فقیروں کی چھوڑتے تھے کلاہ نہ امیروں کا جامۂ زربفت

اس لیے لوگ وہاں سے ہجرت پر مجبور ہوگئے۔ سوز نے ''حضرتِ دہلی'' کو کب خیر باد کہا، اس کے مختلف امکانات ہیں:

اشرف علی فغاں نے ۱۱۶۷ھ/۱۷۵۴ء میں دہلی سے کوچ کیا۔ ایک امکان یہ ہے کہ سوز نے بھی اسی زمانے میں دہلی کو خیر باد کہا ہو۔

قاضی عبدالودود [۱۰۹] اور فائق رام پوری [۱۱۰] کا خیال ہے کہ سوز ۱۱۶۷ھ میں ترک ملازمت کے بعد فرخ آباد پہنچ کر مہربان خان رند کے دربار سے وابستہ ہوگئے۔ اگرچہ دیوان زادہ کی اس غزل سے جس پر حاتم نے ۱۱۶۹ھ سنہ تخلیق درج کیا ہے (اور ہم تبدیلِ تخلص کے ضمن میں جس کا ذکر کر آئے ہیں) ڈاکٹر سردار احمد نے یہ قیاس کیا ہے کہ وہ کسی طرحی مشاعرے کے لیے ہوگی اور میر سوز بھی اس وقت دہلی میں ہوں گے۔ اس لیے سوز کا دہلی سے روانہ ہونا ۱۱۶۹ھ/۵۶-۱۷۵۵ء کے شروع کا واقعہ ہوسکتا ہے۔[۱۱۱]

ایسا ہی قیاس قائم کے ترکِ قیامِ دہلی کے حوالے سے بھی ہے جس نے ڈاکٹر اقتدا حسن کی تحقیق کے مطابق ۱۱۷۰ھ/۷-۱۷۵۶ء یا اس کے ایک دو برس بعد دہلی کو چھوڑا[۱۱۲] لیکن ان دونوں باتوں سے سوز کے ترک قیام دہلی کو ۱۱۶۹ھ یا ۱۱۷۰ھ کا واقعہ تسلیم کرنے میں قائم ہی کی

ایک عبارت رکاوٹ بنتی ہے۔ قائم نے رند کے ترجمے میں لکھا ہے:

''چنانچہ میر سوز وغیرہ دوسہ شاعرِ ریختہ از قدیم بخدمت اومی بودند درین اثنا یگانۂ جہان اشرفِ زمان حضرتم مرزا محمد رفیع سودا سلّمہٗ اللہ تعالیٰ بہ رفاقتِ وزیر الممالک غازی الدّین حیدر در بلدۂ فرخ آباد رسیدند''[۱۱۳]

سودا کے سفر فرخ آباد کی مختلف تاریخیں کتب ترجمہ و تواریخ میں موجود ہیں تاہم ڈاکٹر اقتدا حسن نے مختلف دلائل سے اسے شوال ۱۱۷۰ھ/۱۷۵۷ء کا واقعہ ثابت کیا ہے[۱۱۴] فائق رام پوری نے بھی طویل بحث کے بعد بات کو اسی سنہ کے قریب پہنچایا ہے[۱۱۵] سودا ۱۱۷۰ھ/۱۷۵۷ء میں فرخ آباد پہنچتے ہیں جب رند، عماد الملک سے انھیں اپنے لیے ''مانگ لیتے ہیں'' اور اس وقت قائم کہہ رہے ہیں کہ میر سوز قدیم سے رند کے پاس تھے۔ اس سے یہی گمان ہوتا ہے کہ سوز کو فرخ آباد پہنچے دیر ہو چکی تھی۔ قاضی عبدالودود صاحب تو یہ خیال ظاہر کر چکے ہیں کہ سوز، نواب احمد خان بنگش کے ساتھ ۱۱۶۷ھ میں فرخ آباد پہنچ گئے ہوں گے۔[۱۱۶]

سوز اور سودا ایک دوسرے کے لیے آشنائے قدیم تھے دلّی سے ہجرت کے بعد خوبیِ قسمت نے ایک بار پھر دونوں کو یکجا کر دیا سودا کے آ جانے کے بعد سوز اور رند کی صحبت جو پہلے بھی خوش گوار تھی مزید خوش گوار ہو گئی، رند یار باش اور مجلسی آدمی تھے میر حسن نے لکھا ہے کہ:

''مجلس رنگین و بزمی ارم تزئین داشت ہر صادری و واردی را بہ قدرِ استعدادِ خود حوصلہ اومی نواخت بہ اہلِ سخن ہمیشہ سرگرمِ سخن و با صاحبِ ہر فن چون روح در تن''[۱۱۷]

چنانچہ سوز اور سودا دونوں کی رند کے ہاں موجودگی یادگار صحبتوں کا باعث رہی مفتی ولی اللہ فرخ آبادی نے بھی لکھا ہے کہ میر سوز:

''نواب احمد خان بنگش کے زمانے میں مہربان خانِ رند دیوان کی سرکار میں بہت عزت کے ساتھ رہتے تھے''[۱۱۸]

رند کی ابتدائی تربیت ناقص تھی یا نہیں ہو سکی تھی مصحفی نے اسے "شخصی جاہل بود" لکھا ہے لیکن یہ بھی کہا ہے کہ کم عرصے میں سلیقۂ صحبتِ شعرا نے اسے مرتبہ ولائے شاعری تک پہنچا دیا مصحفی رستم نگر میں مرزا قتیل کے ساتھ رند سے ملے تھے اس ملاقات میں ان کا تاثر اچھا نہ تھا۔[119]

سوز کے ساتھ مصاحبت سے رند نے نہ صرف شاعری کا سلیقہ سیکھا بلکہ بعض ایسے فنون میں بھی سوز کا تلمذ اختیار کیا جو امرا کے خانوادوں میں عام تھے۔ بقول میر حسن، رند نے سوز سے تیر اندازی بھی سیکھی اور اس میں کمال پیدا کیا اسی طرح شمشیر بازی، ادب شناسی اور انسانوں کی قدردانی کا سلیقہ بھی رند نے سوز سے سیکھا۔[120]

رند کے ہاں سوز اور سودا کی زندگیوں کا یہ زمانہ جس خوش حالی میں گزرا اس کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ اس دوران میں ٹانڈہ کے نواب محمد یار خان خلف نواب علی محمد خان نے ان دونوں کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی لیکن دونوں نے معذرت کر لی[121] بعد ازاں قائم چاند پوری، جو ان دنوں بسولی میں تھے ٹانڈہ جا کر نواب محمد یار خان متخلص بہ امیر کے استاد ہو گئے۔ اس سارے واقعے کی تفصیل مصحفی نے بیان کی ہے[122] اسی طرح جب سودا کو نواب شجاع الدولہ نے "برادر من مشفق من" کہہ کر اپنے ہاں بلایا تھا تو سودا نے معذرت میں اپنی مشہور رباعی ع سودا پئے دنیا تو بہر سو کب تک---- الخ لکھ بھیجی تھی۔ ڈاکٹر شمس الدین صدیقی کے خیال میں یہ وہی زمانہ تھا جب سودا، سوز کے ہمراہ رند کے دربار سے وابستہ تھے[123] اس واقعے سے بھی سوز اور سودا کا رند کے ہاں اطمینان ظاہر ہوتا ہے۔ سوز ۱۱۸۵ھ/ ۷۲-۱۷۷۱ء تک رند کے دربار سے وابستہ رہے۔ جب نواب احمد خان بنگش کی وفات (ربیع الاوّل ۱۱۸۵ھ/ جولائی ۱۷۷۱ء) سے رند کی راجدھانی ختم ہو گئی تو آن قدح بشکست و آن ساقی نماند کی کیفیت ہو گئی لیکن سودا اس واقع سے پہلے نواب احمد خان بنگش کی علالت کے زمانے میں حالات کا رخ سمجھ کر یہاں سے رخصت ہو گئے تھے سودا کا فرخ آباد سے سوز سے پہلے اور نواب احمد خان بنگش کی وفات سے قبل چلے جانا سودا کی اس مثنوی سے معلوم ہو جاتا ہے جو انھوں نے وقتِ رخصت مہربان خان رند سے خطاب کرتے ہوئے لکھی، جس میں نواب

احمد خان بنگش اور مہربان خان کے لیے دعا کی گئی ہے اور مہربان خان کو سوز جیسے انسان کی صحبت غنیمت جاننے کا مشورہ دیا گیا ہے:

شعر کے بحر میں ترا استاد　　کشتیِ ذہن کو ہے بادِ مراد
اس کو ہر طرح تو غنیمت جان　　پھر ملے گا نہ سوز سا انسان
کیسے ہی رام ہوں کسی کے ساتھ　　پنچھی بھڑکے ہوئے نہ آویں ہاتھ
کر چکا میں دعا پہ ختم کلام　　پہنچے رخصت کا میری تجھ کو سلام
حشر تک زیرِ سایۂ نواب　　رہیو جوں آفتابِ عالم تاب
(مقتبس)

شیخ چاند نے لکھا ہے کہ نواب کی بیماری کے ایام میں رند سرکاری فرائض کی بہ نسبت نواب کے علاج معالجہ میں زیادہ مصروف تھا۔ نواب کی بیماری اور اس کے اوہام پرستانہ معالجے نے فرخ آباد کے پناہ گزیں شعرا کو نئی گردش کا پیغام سنا دیا تھا یہی وجہ ہے کہ سودا نے اس کی وفات سے قبل فرخ آباد کو خیر باد کہا[۱۲۴] اور سودا یہاں سے رخصت ہو کر اپنے پرانے مداح شجاع الدولہ کے پاس فیض آباد پہنچ گئے جبکہ سوز نواب کی وفات تک یہاں رہے اس طرح سوز کا قیامِ فرخ آباد کم و بیش سترہ اٹھارہ سال کا عرصہ بنتا ہے (اگر ان کی فرخ آباد آمد ۶۸-۱۱۶۷ھ میں مانی جائے) اس طویل عرصہ کے حوالے سے فائق رام پوری نے لکھا ہے کہ دیوان سوز خاموش ہے ---- ایک شعر بھی رند کے متعلق نہیں ملتا[۱۲۵] جبکہ قاضی عبدالودود صاحب نے لکھا ہے کہ "دیوان سوز میں کئی جگہ انھیں (رند کو) یاد کیا ہے[۱۲۶]" ہمارے خیال میں دونوں باتوں میں مبالغہ ہوا ہے دیوان سوز میں رند کا ذکر ہے لیکن بہت کم پورا شعر فقط ایک ہی ہے جس میں باوقار انداز سے رند سے وابستگی کا تذکرہ ہوا ہے نہ تملّق نہ مدحِ محض----

کون ہے اب مہرباں سا رند ہو جس کا خطاب
کون ہے ایسا کہ جس کا سوز سا استاد ہو

نواب احمد خان بنگش کی وفات قبل جب شاہ عالم تختِ دہلی سنبھالنے کے ارادے

سے الہ آباد سے ہوتے ہوئے فرخ آباد پہنچے تو ڈاکٹر سردار احمد نے ان کے ہاں سوز کے حاضر ہونے کا ذکر کیا ہے[۱۲۷]، ہمیں اس کی کوئی سند نہیں مل سکی۔؟

بہ ہر نوع نواب احمد خان بنگش کی وفات پر صورتِ حال حسبِ توقع پلٹا کھا گئی۔ مظفر جنگ نے اقتدار سنبھال لیا اور ساتھ ہی نواب احمد خان بنگش کے تمام معتمد لوگوں کو برطرف کر دیا گیا یا پھانسی دے دی گئی۔ خود، رند وہاں سے جان بچا کر دِلّی جا نکلے۔ ایسے میں سوز کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ اپنے پرانے قدردان، جس کی دعوت کو وہ پہلے ناقبول کر چکے تھے۔ نواب محمد یار خان امیر (ٹانڈہ) سے رجوع کریں چنانچہ وہ فرخ آباد سے نکل کر ٹانڈہ کی طرف روانہ ہوئے اور نواب محمد یار خان کے دربار میں جا پہنچے لیکن وہ یہاں زیادہ دیر قیام نہ کر سکے، وجوہ مختلف ہوسکتی ہیں، امیر کو اگرچہ قدرت اللہ شوق نے ''موسیقی کے فن میں بحر ذخّار سخن فہم، نکتہ سنج اور قدر دانِ سخنِ استادان''[۱۲۸] بتایا ہے لیکن مصحفی کی رائے میں وہ ''بدمزاج'' تھا۔[۱۲۹] اور پھر سوز کے ٹانڈہ پہنچنے کے کچھ ہی عرصہ بعد ۱۹ ذی قعدہ ۱۱۸۵ھ/۲۳-فروری ۱۷۷۲ء کو سکرتال کی جنگ شروع ہوگئی اور ٹانڈہ کا دربار اور اس کا رہا سہا ماحول بھی جاتا رہا یوں ٹانڈہ سوز کے لیے جائے پناہ نہ بن سکا، چند ماہ بعد ہی وہ ٹانڈہ کا قیام چھوڑنے پر مجبور ہوگئے قدرت اللہ شوق وغیرہ نے سوز سے ٹانڈہ میں جس ملاقات کا ذکر کیا ہے[۱۳۰] وہ غالباً انھیں ایّام میں ہوئی ہوگی۔

جنگ سکرتال کے بعد سوز کے پاس سوائے اس کے کوئی راستا نہ تھا کہ وہ فیض آباد چلے جائیں فیض آباد میں ان دنوں مقابلتاً شعرا کی زیادہ قدر ہو رہی تھی، شجاع الدولہ کی اہلیہ امتہ الزہرا بیگم کو اپنے اصل وطن دہلی سے بہت لگاؤ تھا اس لیے وہاں دہلی سے آئے ہوئے باشندوں کے ساتھ غیر معمولی شفقت کا مظاہرہ ہو رہا تھا[۱۳۱] چنانچہ سوز ٹانڈہ سے فیض آباد آگئے لیکن یہاں وہ نواب شجاع الدولہ سے ربط پیدا کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سوز اہل و عیال کو فیض آباد میں چھوڑ کر[۱۳۲] پٹنے کی طرف روانہ ہوئے۔ سوز یقیناً بہت پریشان حالی کے عالم میں پٹنے پہنچے ہوں گے لیکن پٹنہ میں ان کی کچھ قدر نہ ہوئی جس سے وہ بہت بے لطف ہوئے۔ اس بے لطفی نے سوز کے ہاں یاسیت کا رنگ گہرا کیا، وہ یہاں آ کر

ناسٹیلجیا کا شکار بھی ہوئے چنانچہ دہلی کا پٹنہ سے موازنہ کرتے ہوئے انھوں نے کہا:

حضرت دہلی کی کس منہ سے کروں تعریف میں — ایک ایک اس اجڑے گھر میں عالم تصویر ہے
کثرتِ عشاق ہے یاں تک کہ تم کو کیا کہوں — جورِ محبوباں سے ہر یک غنچۂ دلگیر ہے
پر عظیم آباد کے جتنے ملے صاحب سخن — جو ملا صیّاد تھا جو ہے سو آہو گیر ہے
احتیاج اس جا نہیں ہے قتل کو انساں کی — طعن نا انصافوں کا دلدوز تر از تیر ہے

چنانچہ سوز نے ''وہاں سے جلد سے جلد رخصت ہونے کا قصد کرلیا۔''[۱۳۳]

سوز پٹنے سے نکل جلد میں کہتا ہوں تجھے
یاں کے جتنے بھلے مانس ہیں جفا جو ہیں گے
یہ مسلمانوں کو کہتے ہیں کہ کافر ہیں آہ
ان کو پوچھو تو یہودی ہیں یا ہندو ہیں گے

چنانچہ سوز پٹنہ سے فیض آباد لوٹ آئے۔ ہمارا قیاس ہے کہ مبتلا میرٹھی[۱۳۴] اور خیراتی لال بے جگر[۱۳۵] نے سوز کے جس سفر جے پور کا ذکر کیا ہے۔ وہ اسی زمانے میں کیا گیا ہوگا مبتلا و بے جگر نے تو اس سفر کو بطریقِ سیاحت، قرار دیا ہے ان دنوں میں محض سیاحت کا کسے دماغ تھا یقیناً تلاشِ روزگار کی فکر دامن گیر تھی اور اس کے لیے سوز نے اور نہ جانے کیا کیا مساعی کی ہوں گی۔ بے جگر کا یہ کہنا کہ ''از وطنِ خود دہلی بطریقِ سیاحت در ضلع جے پور رفتہ'' عجیب الجھن پیدا کرتا ہے دہلی سے تو سوز یقینی طور پر فرخ آباد گئے تھے اور اس کے بعد انھیں تلاشِ روزگار نے جس آزمائش میں ڈالا اس میں دہلی لوٹ کر آنے کی انھیں مہلت ہی نہیں ملی اور آتے بھی تو اب یہاں کیا پڑا تھا-----؟

جے پور کے سفر کو ''بطریقِ سیاحت'' ماننے کے لیے ڈاکٹر سردار احمد صاحب کے سلسلۂ قیاسات کے سوا اور کوئی صورت روشن نہیں ہوتی، ڈاکٹر سردار صاحب نے جے پور کے سفر سے یہ قیاس کیا ہے کہ وہاں میر سوز کے والد سیّد ضیاء الدین مقیم تھے اور حضرت شاہ فخر الدینؒ کے خلفا کی فہرست میں ایک نام ضیاء الدین بھی ہے جنھیں حضرت شاہ صاحب نے جے پور میں تبلیغ دین کے لیے مامور فرمایا تھا۔ وہ غالباً میر سوز کے والد ہی ہیں[۱۳۶] یہی زمانہ ہے جس

میں سوز نے مرشد آباد کا سفر کیا اور کچھ عرصہ نواب مبارک الدولہ سے منسلک رہے۔ اس سفر کا ذکر عشقی نے کیا ہے۔[۱۳۷]

بہ ہر حال ان تمام معلوم اور نامعلوم اسفار کے بعد، جن کی ترتیب ٹھیک طور پر واضح نہیں، سوز ایک بار پھر فیض آباد پہنچے شورش کے مطابق سوز ۱۱۹۱ھ میں فیض آباد میں تھے[۱۳۸] (شورش نے ''آج کل'' لکھا۔ شورش کا نوشتہ ۱۱۹۱ھ کا ہے) لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ۱۱۹۱ھ میں فیض آباد آئے۔ اس لیے کہ وہ آصف الدولہ کی تخت نشینی کے وقت فیض آباد میں موجود تھے اور آصف کی تخت نشینی ۲۴ ذی قعدہ ۱۱۸۸ھ/ ۲۶ جنوری ۱۷۷۵ء کا واقعہ ہے۔ سوز اس موقع پر نہ صرف فیض آباد میں تھے بلکہ وہ تخت نشینی کی تقریب میں بھی شریک تھے ناصر نے اس شرکت کا حال بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

نواب آصف الدولہ بہادر کے اجلاس کی تہنیت میں جب یہ رباعی اس نے کہی:

خالق کہ بہ خلق زندگانی دادہ دنیا بہ فلانی و فلانی دادہ
ہر چند اجارۂ قضا و قدر است الحال جہان را بہ امانی دادہ

صاحب زادگی میں نواب کو مرزا امانی کہتے تھے اس رباعی کی مرزا سودا نے نہایت تعریف کی اور الحق یہ رباعی تعریف کے قابل ہے۔''[۱۳۹]

آصف الدولہ کی تخت نشینی کے ساتھ ہی سوز ان کے دربار سے وابستہ ہوگئے پھر جب آصف الدولہ نے ۱۱۹۵ھ/ ۱۷۸۱ء میں لکھنو کو دارالحکومت بنایا تو اعیان حکومت کے ساتھ سوز اور سودا بھی لکھنو منتقل ہوگئے اور پھر لکھنو ہی میں رہے دارالحکومت کی تبدیلی سے اگلے ہی برس میر بھی لکھنو آ گئے۔[۱۴۰]

نواب آصف الدولہ کے ساتھ سوز کا تعلق بہت خوش گوار رہا، اس کا ایک ثبوت تو سوز کا کلام ہے جس میں آصف کو بہت اچھے لفظوں میں یاد کیا گیا ہے۔

دوسرا ثبوت ان تعلقات کا آصف کی وفات تک قائم رہنا ہے جبکہ تیسرا ثبوت ناصر اور یکتا وغیرہ کے بیانات ہیں جن سے آصف کے ہاں سوز کی عزت اور قدر و منزلت عیاں ہوتی ہے، ناصر نے آصف کے ساتھ میر اور سوز کی ایک مشترک صحبت کا ذکر کیا ہے اس

سے آصف کے ہاں سوز کے مرتبے پر روشنی پڑتی ہے[۱۴۱] یکتا نے لکھنو میں سوز کی عزت و منزلت کو یوں بیان کیا ہے:

> "نواب آصف الدولہ مغفور از دل عاشقِ صحبتِ نمکینِ ایشان بود و کمال عزت و احترام می نمود و نواب سرفراز الدولہ مرحوم کہ نائب وزیر بودہ ہم بسیار معتقد بلکہ مرید و علیٰ ہذا القیاس جمیع اعزہ و عمایدِ لکھنو خدمت میر راشرف و برکتِ خود مید انستند وصحبت او غنیمت می شمردند۔"[۱۴۲]

آصف کے دل میں سوز کا یہی مقام و مرتبہ تھا جس کے باعث وہ سوز کو خود سے جدا نہیں ہونے دیتے تھے، یہاں تک کہ بعض معرکوں میں بھی سوز، آصف الدولہ کے ساتھ شریک نظر آتے ہیں مثلاً ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء میں والیِ بنارس راجا چیت سنگھ کے ساتھ معرکے میں جب آصف الدولہ، گورنر جنرل کی مدد کو پہنچے تو اس موقع پر مبتلا میرٹھی نے طبقاتِ سخن میں، سوز کا آصف کے ہمراہ ہونا اور معرکے میں کامیابی پر مطلع نذر کرنا بیان کیا ہے۔[۱۴۳]

لکھنو کے قیام میں ایک اور اہم واقعہ سوز کا مرزا سلیمان شکوہ کے مشاعرے میں شرکت کرنا بھی ہے، مرزا سلیمان شکوہ، فرزندِ شاہ عالم، روہیلوں سے بچتے بچاتے جب لکھنو پہنچے تو آصف الدولہ نے انھیں پناہ دی، یہاں تک کہ وہ لکھنو میں پرسکون زندگی گزار سکے اور یہاں مشاعرے بھی کرواتے رہے۔ مصحفی نے مرزا سلیمان شکوہ کے ایک مشاعرے میں میر سوز کی قلندرانہ شرکت اور انعام سے نوازے جانے کا واقعہ بیان کیا ہے۔[۱۴۴]

قیام لکھنو کے زمانے کا ایک اور اہم واقعہ میر سوز کی زندگی کا سب سے بڑا سانحہ، یعنی ان کے فرزند اکبر سیّد محمد میر مہدی داغ کا انتقال بھی ہے، سوز کو اولاد کی نعمت بہت انتظار کے بعد حاصل ہوئی تھی اور میر مہدی ان کے اوّلین فرزند تھے، سوز کے دیوان میں جابجا میر مہدی کے ساتھ سوز کی غایت درجہ محبت کے مظاہر بکھرے ہوئے ہیں، ۱۲۰۴ھ/۹۰-۱۷۸۹ء میں[۱۴۵] میر مہدی عین عالم شباب میں، شیفتہ[۱۴۶] اور لالہ سری رام[۱۴۷] کے بقول بیس برس کی عمر، میں انتقال کر گئے سوز کے لیے یہ حادثہ قیامت سے کم نہ تھا ناصر نے لکھا ہے کہ سوز اس کی

مفارقت میں یہ شعر پڑھتے اور دیوانہ وار پھرتے تھے۔

اے میرے جھنڈولے بالوں والے آجا مری منتوں کے پالے[۱۴۸]

چند اور اشعار ملاحظہ ہوں:

کب تلک غم میں ترے روؤں میں اے جانِ پدر
کس کی گودی میں گیا چھوڑ کے دامانِ پدر

اے خضرِ پے خجستہ بتانا زرا مجھے ہے راہ کونسی مرے مہدی کے گاؤں کی

سنو جی ایک تھا سوز، ایک مہدی شب و روز اب کہانی میری یہ ہے

خیراتی لال بے جگر نے مہدی کی وفات کے دو ماہ بعد بیٹے کے غم میں میر سوز کے انتقال کر جانے کا ذکر کیا ہے: ''پدرِ او میر سوز نیز از آتشِ غمِ وفات پسر بعد دو ماہ سوختۂ خاک گردید''[۱۴۹] لیکن یہ بات محض غلط ہے۔ اس لیے کہ میر مہدی کی وفات ۱۲۰۴ھ میں ہوئی (جیسا کہ قلندر بخش جرأت کے کہے قطعہ تاریخِ میر مہدی سے ثابت ہے (''سیّد مہدی کا ہے ہے داغ ہے'' = ۱۲۰۴ھ) اور میر سوز اس حادثے کے بعد نو برس تک زندہ رہے۔ سوز کا انتقال ۱۲۱۳ھ میں ہوا۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ اس حادثے کے بعد سوز عمر بھر اس غم سے نبرد آزما رہے سوز کے ایک اور بیٹے سیّد قدرت علی طپاں بھی تھے[۱۵۰] یہ اور میر مہدی دونوں شاعر تھے اور اپنے والد کے شاگرد (میر مہدی کا تلمیذ سوز ہونا تو اکثر تذکروں میں مذکور ہے طپاں کی شاگردی قیاسی ہے) ایسا محسوس ہوتا ہے کہ طپاں کا انتقال بھی سوز کی زندگی ہی میں ہوا اور میر مہدی کے بعد۔ ہمارے اس قیاس کی بنیاد سوز کے اشعار میں موجود ہے:

میر مہدی تم گئے جنت کو آہ پر پدر کے داغ دل پر دھر گئے
بھائی کو اپنے بلایا اپنے پاس باپ کو پوچھا نہ تم کیدھر گئے

اسی طرح ایک غزل کا یہ شعر:

جنھوں کے نورِ بصر تو نے کھو دیئے اے غم
وہ کیوں نہ روئیں بھلا زار زار تیرے ہاتھ

دونوں بیٹوں کے انتقال کے حوادث کے بعد سوز کے قیام لکھنو بلکہ سوز کی زندگی کا ایک اور اہم واقعہ نواب آصف الدولہ کا انتقال ہے۔ آصف الدولہ ۲۸ ربیع الاوّل ۱۲۱۲ھ/ ستمبر ۱۷۹۷ء کو انتقال کر گئے اس کے ساتھ ہی دربار سے سوز کا تعلق ختم ہوگیا ہوگا، اگر رہا بھی تو سوز وہاں کے اطوار کو دیکھ کر بد دل ہوئے ہوں گے، انھوں نے آصف الدولہ کے ساتھ بہت اچھا وقت گزارا تھا اور وہ آصف الدولہ کی بہت سی خوبیوں کے مداح تھے لیکن آصف کی وفات کے ساتھ ہی ان کے درباریوں کے رویّوں میں تغیّر آگیا، جس کا اشارا سوز کی اس مرثیہ نما غزل سے ملتا ہے جس میں انھوں نے آصف کی وفات پر اہل دنیا کی بے حسی کا شکوہ کیا ہے اس غزل کا مقطع ہے:

نہیں سوز دل سے کوئی بھی نہ رویا　　پھر ان سے امید وفا کیا بجا ہو

اس وقت سوز کی عمر کم و بیش چوراسی برس تھی یوں محسوس ہوتا ہے کہ اس عمر میں انھیں ایک بار پھر تلاشِ روزگار کی فکر لاحق ہوئی، اگر ہمارا یہ احساس درست ہے تو پھر سوز کا یہ شعر آصف کی وفات کے بعد، انھی ایام کا ہونا چاہیے:

ضعیفی ، دوسرے ناطاقتی ، حیران ہوں اب تو
کہ چلنے کی نہیں طاقت کہاں جاؤں میں اب صاحب

لیکن اس ضعیفی اور ناطاقتی کے باوجود تلاشِ رزق شانِ رفعت میں خلل ڈالتی ہے چنانچہ لطف نے لکھا ہے کہ وہ ۱۲۱۲ھ میں مرشد آباد تک تشریف لائے لیکن اطوار سکونت کے وہاں کچھ نظر نہ آئے۔ اسی سال پھر لکھنو تشریف لے گئے[۱۵۱] ''مرشد آباد تک'' آنے سے گمان ہوتا ہے کہ اس سے پہلے انھوں نے کچھ اور مقامات پر بھی قسمت آزمائی کی، مرشد آباد اس سفر کی آخری منزل تھا جہاں سے وہ واپس لکھنو چلے آئے۔

شاہ کمال کے بیان سے بھی جس میں سوز کے انیس (۱۹) برس تک لکھنو میں ملاقات کا ذکر ہے سوز کا آخری عمر میں لکھنو میں ہونا معلوم ہوتا ہے[۱۵۲] [یہ انیس برس سوز کی زندگی کے

آخری انّیس برس ہی ہو سکتے ہیں لیکن ہمیں انّیس کے عدد میں کچھ مبالغے یا التباس کا گمان ہے۔ کیونکہ سوز کا قیام لکھنو کا زمانہ ۱۱۹۵ھ سے ۱۲۱۳ھ تک پندرہ برس سے زیادہ نہیں]

اس کے علاوہ مصحفی نے مرزا سلیمان شکوہ کے مشاعرے میں سوز کی شرکت کا حال بیان کیا ہے[153] (جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے) ہمارا خیال ہے کہ سوز آصف الدولہ کی وفات کے بعد بھی مرزا سلیمان شکوہ کے مشاعروں میں شریک ہوتے رہے۔ دلیل؛ سوز کا یہ شعر ہے جس میں آصف الدولہ کی وفات کے بعد ان کا سلیمان سے تخاطب واضح ہے:

اے سلیماں! آصفِ دوراں جویاں سے اُٹھ گیا
یہ سبب ہے گا نہ تھا اس کو وزیری کا دماغ

مرزا سلیمان ۱۸۳۸ء تک زندہ رہے اور لکھنو ہی میں رہے سوائے اس کے کہ انھوں نے زندگی کے آخری ایام آگرے میں گزارے جہاں وہ ۲۴ فروری ۱۸۳۸ء کو راہیٔ ملک بقا ہوئے۔[154]

شہزادہ مرزا سلیمان کے ہاں مشاعروں میں شرکت سے بھی سوز کا آخری عمر میں لکھنو میں ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ وہ زندگی کے آخری ایام میں پھر کسی سفر پر نکلے ہوں جس کے باعث ان کے انتقال کے بارے میں دو رائیں ہوگئی ہیں۔ لطف[155]، بے جگر[156]، آزاد[157]، قاسم[158]، فیلن و کریم الدین[159]، سرور[160]، عشقی[161] اور آزردہ[162]، وغیرہ نے ان کا انتقال لکھنو میں اور بنی نرائن جہاں[163]، نساخ[164]، گوگل پرشاد[165] اور نور الحسن خان[166] وغیرہ نے تلہر ضلع شاہجہان پور میں بتایا ہے۔ تاہم، میر سوز کم و بیش پچاسی (۸۵) برس دنیا میں رہنے کے بعد ۱۲۱۳ھ/۹۹-۱۷۹۸ء میں یہاں سے رخصت ہوگئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

شاہ کمال، جرأت اور ناسخ نے قطعاتِ تاریخِ وفات کہے:

شاہ کمال:

از وفاتش دلم بسوخت چو شمع
الغفتش [illegible]

طبع من چون الم کشید کمال
گفت تاریخ سوز سوخت دلم
(۱۲۱۳ھ)

قلندر بخش جرأت:

سوز ماتم نے میر سوز کے آہ — شمع ساں بس جلا دیا دل کو
میر صاحب سا شخص یوں مر جائے — غم ہوا ہائے یہ بڑا دل کو
مٹ گیا لطفِ ریختہ گوئی — خاک پھر دے سخن مزا دل کو
خاک میں مل گئی ادا بندی — گفتگو اب خوش آوے کیا دل کو

کہی جرأت نے روکے یہ تاریخ
داغ اب سوز کا لگا دل کو
(۱۲۱۳ھ)

امام بخش ناسخ:

اٹھ گیا میر سوز دنیا سے — ہائے صاحب کمال وا ویلاہ
سالِ تاریخ ہے یہی ناسخ — شاعرِ بے مثال وا ویلاہ[۱۶۷]
(۱۲۱۳)ھ

شخصیت

انسانی شخصیت ایک پیچیدہ معمّے کی طرح ہے جس کا ایک سرا ہاتھ آتا ہے تو دوسرا ہاتھ سے جاتا رہتا ہے بسا اوقات برسوں تک کسی شخص کو دیکھتے رہنے کے باوجود اس کی شخصیت کی کلید ہاتھ نہیں آتی۔ کلید کجا، تعارف تک نہیں ہوتا، ایسے میں صدیوں کی الٹی زقند لگا کر تاریخ کے دھندلکوں میں گم شدہ چہروں کا سراغ لگانا اور ان کی شخصیت کے بنیادی جوہر کو دریافت کرنا جس قدر دشوار عمل ہے اس کا اندازہ لگانا اس قدر دشوار نہیں ہے۔

تاہم جیسے ہم اپنے اردگرد موجود لوگوں کی شخصیتوں سے واقفیت کے لیے کوشش کر سکتے ہیں۔ جو بعض صورتوں میں کامیاب بھی ہوسکتی ہے ایسی ہی کوشش، گزشتگاں سے متعلق بھی کی جا سکتی ہے ہر چند کہ اس کوشش میں حقیقت تک پہنچنا نسبتاً زیادہ دشوار ہوتا ہے۔

سیّد محمد میر سوز کی شخصیت کا جو ہیولیٰ تذکرہ نگاروں کی تحریروں سے ابھرتا ہے اس کے دو رنگ ہیں پہلا رنگ محمد حسین آزاد اور صفیر بلگرامی کی تحریروں سے نمایاں ہوتا ہے:

آزاد نے سوز اور میر کے تراجم میں سوز سے متعلق چار واقعات لکھے ہیں۔ ترجمۂ سوز میں دو واقعات سوز کی شعر خوانی سے متعلق اور ایک اپنے تخلّص کے بارے میں کی جانے والی سخن سرائیوں پر ردِ عمل سے متعلق ہے چوتھا واقعہ سوز کے تخلّص اور شعری مرتبے پر میر کا تبصرہ پیش کرتا ہے۔

سوز کی شعر خوانی کے بارے میں آزاد نے لکھا ہے کہ ''شمع کا مضمون باندھتے تو پڑھتے وقت ایک ہاتھ سے شمع اور دوسرے کی اوٹ سے وہیں فانوس تیار کر کے بتاتے، بے دماغی یا ناراضی کا مضمون ہوتا تو خود بھی تیوری چڑھا کر وہیں بگڑ جاتے۔''[۱]

جب وہ اپنے ایک قطعے میں پری رُو اطفال کو دیکھ کر ''ارے رے رے ارے رے رے ارے رے'' پکارتے ہیں تو ساتھ ہی زمین پر گر جاتے ہیں گویا پری زادوں کو دیکھتے ہی دل بے قابو ہوگیا اور ایسے ہی نڈھال ہوگئے کہ ارے رے رے کہتے کہتے غش کھا کر بے ہوش ہو گئے[۲] یا وہ سانپ کے کاٹے کا ذکر کرتے ہیں تو دفعتاً ہاتھ کو چھاتی سے مسوس کر ایسے بے اختیار لوٹ جاتے ہیں کہ لوگ گھبرا کر سنبھالنے کو کھڑے ہو جاتے ہیں[۳] اسی طرح اپنے تخلص پر اعتراض کرنے والے کو وہ برسرِ مشاعرہ تضحیک کا نشانہ بناتے ہیں اور ہزاروں آدمیوں کے سامنے بار بار اس کا استہزا کرتے ہیں۔[۴]

جلوۂ خضر کی روایت یا حکایت کے مطابق میر سوز ایک محفل مشاعرہ میں تاخیر سے پہنچتے ہیں اور میر تقی میر انھیں طنزاً کہتے ہیں کہ ''بہرحال اُٹھتے بیٹھتے کچھ اور تماشا سہی'' میر سوز جواباً کہتے ہیں ''اچھا دیکھیے/ کیا تماشا دکھاتا ہوں'' میر صاحب کہتے ہیں ''بسم اللہ'' اس پر سوز اپنا ''تماشا'' دکھاتے ہیں اور میر صاحب مسکرا کر کہتے ہیں اس خوبی پر پاؤ شاعر ہوا اس پر سوز پھر ایک قطعہ[۵] سنا کر لوگوں کو محو کر دیتے ہیں اور دوسروں کی بے خودی کی کیفیت میں خود جریب سنبھال کر اپنے گھر کی راہ لیتے ہیں۔[۶]

یہ تمام حکایات اگر واقعات ہیں تو ان سے سوز ایک شوخ و شنگ انسان کے روپ میں اُبھرتے ہیں جو مقبولیتِ عامہ کے حصول کے لیے سرِ بزم اداکاری کے جوہر دکھاتا ہے، مخالفین کو مجمع عام میں رسوا کرتا ہے اور اپنی شخصیت کو مسخ کر کے معاصرین سے داد کا طالب ہوتا ہے----لیکن ٹھہریے سوز کی شخصیت کا ایک اور رنگ بھی ہے جس کے مطابق وہ شاہ جہان آباد کے سیّدِ عالی نسب، سلسلۂ قادریہ میں بیعت، سیّد محمد زاہد دہلوی کے مرید[۷] ''درویش نہاد، خوش گفتار اور شریف الوضع ہیں۔''[۸]

وہ مختلف اوقات میں مختلف درباروں سے وابستہ رہے لیکن ان کے کلام میں کسی کی مدح

میں قصیدہ نہیں ملتا۔

انھوں نے سودا انشا اور مصحفی کی ہجو گوئی کا زمانہ پایا لیکن کسی کی ہجو نہیں لکھی۔

ان کی زندگی امرا اور نوابوں میں گزری لیکن ان کے حالات میں کسی وظیفے کی مساعی کا سراغ نہیں ملتا۔

انھیں علم و فن سے سچی دلچسپی تھی خود صاحبِ تصنیف تھے، جب شاہ کمال کے ہاں شعرا کے دواوین اور تصویروں کا ذخیرہ دیکھا تو آصف الدولہ کو اس جانب متوجہ کیا اور یوں سوز کی اطلاع رسانی سے وہ ذخیرہ سرکاری سرپرستی میں محفوظ کرلیا گیا۔[9]

زندگی میں جہاں تک ممکن ہوا وہ دوسروں کے کام آئے۔ امرا سے غریب غربا کی سفارش ان کا شیوہ رہا،[10] مصحفی[11]، ناصر[12]، بے جگر[13] اور یکتا[14] کے مطابق وہ دوسروں کے حق میں کلمہ خیر کہنے میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔

وہ خوش فکر، درویش[15] خندہ رو، شگفتہ پیشانی[16] نازک طبع، زود رنج، متواضع، خلیق[17] اور خوش طبع تھے۔[18]

بلاشبہ ان دونوں رنگوں میں کوئی نسبت نہیں بلکہ ان میں اتنا تفاوت ہے کہ انھیں باہم متضاد کہا جا سکتا ہے لیکن اس تضاد پر غور کرنے سے یہ تضاد تحلیل ہو جاتا ہے اور سوز کی شخصیت کے ارتقائی مدارج ابھرنے لگتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ آزاد اور صفیر بلگرامی کی پیش کردہ تصویر (اگر صحیح ہے) نوجوان سوز کی ہے جو پختگی کے مراحل طے کر رہا ہے اور ابھی زندگی کو سمجھنے کی کوشش میں ہے، رفتہ رفتہ اس پر زندگی اور دنیا کی حقیقت کھلتی ہے اور اس کے رویوں میں تبدیلی پیدا ہوتی ہے اور پختگی کی منزل کو پہنچ کر وہی شوخ و شنگ سوز ایک درویش صفت انسان کی صورت میں ہمارے سامنے آتا ہے جو دوسروں میں محاسن دیکھتا ہے اور خود میں عیوب بلکہ آخر آخر بہ قولِ صاحبِ ''گلشنِ سخن'' دنیاوی علائق سے دستبردار ہو کر لباسِ فقر پہن لیتا ہے[19] اور گوشہ نشینی و درویشی کی زندگی بسر کرتا ہے۔[20]

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر سوز کی شخصیت کے مذکورہ بالا اوصاف ان کے مزاج میں کسی انقلاب کا پتا دیتے ہیں تو یہ انقلاب کیسے اور کب پیدا ہوا-----؟

تذکرہ نگاروں اور مورخینِ ادب نے اس سوال سے بحث نہیں کی ہے، تاہم تذکروں میں بعض ایسے اشارے ضرور ملتے ہیں جن سے سوز کی طبیعت میں در آنے والے انقلاب کا زمانہ متعین ہوتا دکھائی دیتا ہے۔

۱- آزاد کے خیال میں جب اہلِ دہلی کی تباہی حد سے گزر گئی تو ۱۱۹۱ھ میں سوز نے لباس فقیری اختیار کیا۔[۲۱] بعد کے زمانے میں محمد یحییٰ تنہا [۲۲] اور نیاز فتح پوری [۲۳] وغیرہ نے اسی بیان کو اختیار کیا۔

۲- میر حسن نے بدرنگی آفاق کے باعث گوشہ نشینی اختیار کر لینے کا ذکر کیا ہے[۲۴] میر حسن کا تذکرہ شعرائے اردو ۱۱۹۱ھ،۱۱۹۲ھ میں لکھا گیا اس لیے ان کی رائے کا یہی زمانہ سمجھا جانا چاہیے۔

۳- امراء اللہ الہ آبادی نے ۱۱۹۳ھ اور ۱۱۹۵ھ کے درمیان لکھا کہ ''آج کل لکھنو میں لباس درویشی میں زندگی گزار رہے ہیں۔[۲۵]

۴- مرزا علی لطف نے ۱۱۹۶ھ میں وارستہ مزاجی کی تکلیف سے لباسِ فقر اختیار کرنے کا ذکر کیا ہے۔[۲۶]

۵- ایک خیال یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ نوجوان بیٹے کی وفات سے پیدا ہونے والے غم نے مزاج میں درویشی پیدا کی[۲۷] نوجوان بیٹا میر مہدی تھا جس نے ۱۲۰۴ھ میں انتقال کیا اس لیے تغیر مزاج ۱۲۰۴ھ کا واقعہ قرار پاتا ہے۔

۶- بعض مصنّفین نے کسی خاص زمانے کے تعین کے بغیر عمومی اندازے سے کہا ہے کہ ابتدائی زمانے میں آزادانہ زندگی گزارتے تھے لیکن آخر عمر میں دنیا سے قطع تعلق کر لیا اور درویشانہ زندگی گزارنے لگے۔[۲۸]

آخر عمر میں تغیرِ طبع کا واقعہ اگر کسی حادثے پر موقوف ہو تو وہ نواب آصف الدولہ کی وفات، ہوسکتی ہے، نواب آصف الدولہ کا انتقال ۲۸ ربیع الاوّل ۱۲۱۲ھ/ ستمبر ۱۷۹۷ء کو ہوا اور اس کے ساتھ ہی سوز ایک اچھے قدردان، اچھے انسان سے محروم ہو گئے۔

مندرجہ بالا افکار کی روشنی میں تغیّر مزاج کا زمانہ ۱۱۹۱ھ سے ۱۲۱۲ھ تک کے وسیع امکانی

دائرے میں پھیل جاتا ہے اور کسی ایک زمانے/سنہ کا تعین دشوار ہو جاتا ہے۔

یوں محسوس ہوتا ہے کہ ابتدائی عمر کے بعد جس نے بھی سوز کو دیکھا اسے سوز کے ہاں درویشانہ رنگ کا غلبہ نظر آیا اور ہر شخص نے ان کی درویشی کی، اپنے اپنے تئیں کوئی تعبیر کر ڈالی۔ رہا یہ امر کہ آخر ہر شخص کو سوز کی درویشی کے لیے کسی تعبیر کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی تو اس کا سبب بظاہر سوز کی اوائل عمر کی شخصیت ہو سکتی ہے۔ جس سے معاصرین میں ان کا تاثر ایک شوخ و شنگ انسان کی حیثیت سے مرتّب ہوا تھا۔ ''پہلا تاثر ہی آخری ہوتا ہے'' کے طریقے سے سوز کی شخصیت کا یہ تعارف دیر تک قائم رہا یہاں تک کہ بعد کے زمانے میں بھی بعض ناواقف لوگ انھیں ظریف شاعر تک سمجھتے رہے، مثلاً آسی میرٹھی نے اپنے تذکرے میں سوز کو ظریف شاعروں میں شمار کیا۔[۲۹]

ہمیں یوں محسوس ہوتا ہے کہ دلّی کی بربادی، جس سے اس عہد کی زندگی کا سارا نظام ہی درہم برہم ہوگیا، اور اکثر صورتوں میں زندگی کا اعتبار ہی جاتا رہا، سوز کے ہاں تغیرِ مزاج کا سبب بنی ہوگی لیکن ۱۱۹۱ھ میں نہیں۔

آزاد نے سوز کا ۱۱۹۱ھ میں دہلی سے ہجرت کرنا بیان کیا ہے، جو محض غلط ہے، سوز ۷۱-۱۱۷۰ھ کے دوران فرخ آباد میں تھے اور اس سے کافی پہلے وہ دہلی چھوڑ چکے تھے، ہم سوز کے سوانح کے سلسلہ میں یہ بات واضح کر چکے ہیں کہ سوز ۱۱۶۷ھ اور ۷۱-۱۱۷۰ھ کے درمیان کسی وقت دہلی سے کوچ کر گئے تھے۔ اس لیے تبدیلیِ مزاج اگر بربادی دہلی کے نتیجے میں بے گھر ہونے اور دِلّی چھوٹ جانے پر منحصر ہے تو پھر یہ اسی زمانے کا واقعہ ہونا چاہیے۔

ہماری تحقیق کے مطابق سوز کا سال ولادت ۱۱۲۸ھ کے قریب ہے اس اعتبار سے ۱۱۶۷ھ میں سوز کی عمر انتالیس سال اور ۷۱-۱۱۷۰ھ کے اعتبار سے کم و بیش بیالیس سال بنتی ہے اور یہ شباب کا زمانہ ہے۔

اس کے بعد انھوں نے تینتالیس چوالیس سال مزید دنیا میں گزارے لیکن اب ان کا زاویۂ نظر بدل چکا تھا۔ یہ درست ہے کہ کسبِ معاش کے لیے وہ درباروں سے وابستہ رہے لیکن یوں کہ دنیا اور اس کی رنگینیاں ان کے نزدیک بے وقعت ہو چکی تھیں اور اقتدار، مال و دولت کے

بجائے انسانوں کو بحیثیت انسان دیکھنے لگے تھے۔ ان کے مقام و منصب کے لحاظ سے نہیں۔

مصحفی نے شہزادہ مرزا سلیمان شکوہ کے مشاعرے میں سوز کی شرکت کا جو واقعہ بیان کیا ہے جس میں وہ اختتام مشاعرہ تک بیٹھتے بھی نہیں اور مشاعرے میں ضروری شمولیت کے بعد فوراً ہی اپنی راہ لیتے ہیں[۳۰] ان کے رنگِ مزاج کو بخوبی واضح کرتا ہے یہاں یہ سوال اٹھایا جا سکتا ہے کہ وہ اگر درویش طبع تھے تو پھر مشاعروں کا کھکیڑ اٹھانے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ شاید اس عہد کی تہذیبی صورتِ حال اس سوال کا بہتر جواب دے سکتی ہے۔ اس دور میں شعرا کی وجہ معاش یہی وسائل تھے اور پھر جب ممکن تھا تب میر سوز نے توپ خانے میں ملازمت بھی کی تھی[۳۱] لیکن جب وہ سلطنت ہی نہ رہی وہ شہر ہی نہ رہا تو فلکِ کج رفتار نے ان کا رزق نوابوں اور درباروں سے وابستہ کر دیا۔ یوں بھی روح و تن کا رشتہ قائم رکھنے اور زن و فرزند کی ذمہ داریاں ☆ نبھانے کے لیے کوئی راستا تو تلاش کرنا ہی ہوتا ہے قابلِ توجہ بات یہ ہوتی ہے کہ کون اس راستے کو سبب جانتا ہے اور کون اسے منزل سمجھ بیٹھتا ہے۔

یوں معلوم ہوتا ہے کہ سوز نے اس راستے کو منزل نہیں سمجھا، اس کا ثبوت ان کا کلام ہے، جس میں وہ ناروا قصیدہ گوئی سے محفوظ دکھائی دیتے ہیں، نواب آصف الدولہ اور مہربان خان رند سے مدتوں ان کا روزگار وابستہ رہا اور دونوں شعر کے قدردان تھے لیکن میر سوز نے آصف کے لیے ''سلطان خوباں'' اور ''حضرت آصف'' سے بڑھ کر کچھ نہیں کہا[۳۲] جبکہ میر ان کے شکارنامے موزوں کرتے رہے اور مدح میں مبالغہ کرتے رہے۔

یہی حال مہربان خان رند کا ہے، جس کے لیے سودا ''ماہ و مشتری'' کی تراکیب ڈھونڈتے تھے[۳۳] لیکن سوز اس باب میں کیا رویّہ رکھتے ہیں، اس کا اندازہ رند کے بارے میں

☆ طلب تھی سوز کو جو بیٹھ کر مر جائے عزلت میں ولیکن غم نے ان اطفال کے مارا کڈھب صاحب

بڑا دنیا میں ہے گا وہ خرد مند زن و فرزند کا جو ہو نہ پابند

(سوز)

ان کے 'اکلوتے' شعر سے ہوسکتا ہے۔

کون ہے اب مہرباں سا رند ہو جس کا خطاب
کون ہے ایسا کہ جس کا سوز سا استاد ہو

آصف الدّولہ کے بارے میں جو چند لفظ سوز نے کہے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ وہ آصف کو ان سے بہت بہتر سمجھتے تھے لیکن ان کی روش محبت کرنے مگر دعویٰ نہ کرنے کی رہی، انھوں نے لوگوں سے محبت کی، مگر اس حوالے سے اظہارِ خیال کم ہی کیا آصف الدّولہ کے بارے میں ان کے واقعی خیالات، جن سے خود دنیا کے بارے میں ان کے خیالات بھی ظاہر ہوتے ہیں اس مرثیہ نما غزل میں سامنے آتے ہیں جو آصف الدولہ کی وفات پر لکھی گئی اس وقت، جب رسمِ دنیا کے مطابق نئے آنے والوں کی پذیرائی اور چلے جانے والوں کی برائی کا وقت تھا:

دِلا اہلِ دنیا سے مت آشنا ہو — یہ فانی ہے سب کچھ جو ان میں وفا ہو
بھلا فائدہ ایسی الفت کیے سے — الٰہی یہ اڑ جائے اس کا برا ہو
مَرے آصف الدّولہ اور ایک سے بھی — کسی کی بھی آنکھوں سے آنسو بہا ہو
نہ بھائی بڑے لوگ ہیں ان سے ڈریئے — وہ ملتا ہے ان سے جو خود بے وفا ہو
کسی نے بھی ماری چھری اپنے دل پر — کسی نے بھی غم کھا کے کاٹا گلا ہو
نہیں سوز دل سے کوئی بھی نہ رویا — پھر ان سے امیدِ وفا کیا بجا ہو

جب سوز ان حکمرانوں کے بارے میں قصیدہ گوئی سے محترز رہے جن سے براہِ راست انھیں فوائد پہنچے اور جن سے ان کا روزگار وابستہ رہا تو پھر ان کی طرف سے ''سرکار انگلشیہ'' کی مدح و توصیف کی تو کیا توقع کی جا سکتی ہے، جن سے لوگ متاثر ہوئے اور بعد کو جن کے قصیدہ گو بھی سامنے آئے یا کم سے کم درجے میں ایک جنت نشان ملک کو زندان بنا دینے کے سفّاکانہ عمل پر خاموشی کا رویہ اختیار کیا گیا۔ سوز کی شاعری میں یوں عصری حالات کا عکس ہو یا نہ ہو فرنگی کے بارے میں ان کی ناپسندیدگی ظاہر ہوئے بغیر نہیں رہی، ان کے اشعار میں ذکرِ فرنگ دیکھیے:

کیا دعا دیتے ہو میاں جیتے رہو	زندگانی تو نہیں انگریز کا زندان ہے

نہ یہ ہے فرنگی نہ رومی ، نہ ہندی	یہ بہروپ میں اپنے ابرن کیا ہے

یہ بت نہ چین کا ہے نہ یہ ہند کا صنم ہے	لوکا لگے فرنگ کو کارِ فرنگ ہے
پھرتا ہے بار بار یہ دل راہ ڈھونڈتا	زلفیں نہیں ہیں جان کو قیدِ فرنگ ہے

اس راست گفتاری اور مبالغہ آمیز مدح و قدح سے اجتناب کے باوجود آخر عمر میں کہتے ہیں:

یہ ساری عمر ذکرِ کج کُلاہاں میں کٹی یارب
یہ اک دو دم رہے جو سوز کو اپنا ہی ذاکر کر

یہ رویّہ دراصل ان کے اس خیال کا نتیجہ تھا جس میں وہ دنیوی عزّو جاہ پر، نگاہ کی بلندی کو ترجیح دیتے دکھائی دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ عارضی دنیا کے حکمرانوں کی مدح وتوصیف انسان کو وہ کچھ عطا نہیں کرسکتی جو اس دنیا سے بلند ہوکر حاصل کیا جا سکتا ہے۔

میں چاہتا نہیں دنیا میں عزّو جاہ بلند	یہی کہ دونوں جہاں میں رہے نگاہ بلند

دنیا جو کرے ترک تو ہو وقت کا سلطاں	پھر کس کو غرض جو کہے نوّاب سلامت

میر مہدی داغ کی وفات پر سوز جس جس طرح تڑپے ہیں اس کا اظہار ان کی ایک دو نہیں متعدد غزلوں میں ہوا ہے، ناصر نے لکھا ہے: ''میر سوز اس مفارقت میں یہ شعر پڑھتے تھے اور دیوانہ وار پھرتے تھے۔

اے میرے جھنڈولے بالوں والے
آ جا مری منتوں کے پالے''[۳۴]

یہ ایک دردناک قطعے کا مطلع ہے، جس سے محسوس ہوتا ہے کہ سوز کا درد عام پدری محبت

کے تقاضے سے بہت زیادہ ہے، ہر باپ اپنے بچوں سے محبت کرتا ہے لیکن کسی بیٹے کی جدائی پر ایسے دردناک اشعار ہر باپ نہیں کہہ سکتا:

اگرچہ گور میں راحت نہیں کچھ ولیکن سوز تو خوشیوں سے جانا

کہاں تک کوئی خونِ دل پیوے یارب دمِ واپسیں سوز نے لوہو تھوکا

جانِ خود را بدہد جانِ تو گردد عوضش گربود قابضِ ارواح بفرمانِ پدر

یہ تو معلوم ہے تم ملنے کو آؤ گے ہمیں پر یہ فرماؤ کسی روز بلاؤ گے ہمیں

اے خضرِ پے خجستہ بتانا ذرا مجھے ہے راہ کونسی مرے مہدی کے گاؤں کی

کوئی پوچھے تو کیا بتاؤں اس کو؟ کس منہ سے کہوں کہ میر مہدی مر گئے

سنو جی ایک تھا سوز ایک مہدی شب و روز اب کہانی میری یہ ہے

مصحفی[۳۵]، ناصر[۳۶] اور یکتا[۳۷] نے جو یہ لکھا ہے کہ سوز دوسروں کے حق میں کلمۂ خیر کہنے میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے اور درباروں میں غریب غربا کی سفارش کیا کرتے تھے تو یہ غیر معمولی اوصاف ہیں، دوسروں کو دیکھنے اور ان سے پیار کرنے کی توفیق انھی کو ہوتی ہے اور دوسروں کے لیے کلمۂ خیر وہی کہہ سکتے ہیں جو اپنی ذات کے زندان سے رہائی پانے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ دوسروں کے بارے میں اچھی رائے وہی رکھ سکتے ہیں جن کی نگاہیں اچھائی کو دیکھنے کی صلاحیت رکھتی ہیں، مثل ہے: المرءُ یَقِیْسُ عَلٰی نَفْسِہٖ (انسان دوسروں کا قیاس اپنے آپ پر کرتا ہے) دوسروں کے بارے میں سوز کی رائے اچھی اور محبت پر مبنی دکھائی دیتی ہے

میر مہدی تو خیر ان کے بیٹے تھے اپنے ہم عصر شاعر خواجہ میر درد کا ذکر کس محبت اور اپنائیت سے کرتے ہیں:

اے اہلِ بزم تم کو وصیّت ہے بعدِ مرگ ۔ چندے یہ سوز، درد کے گھر میہماں رہے

ایک شعر میں درد اور سودا کا تذکرہ ہے:

قیس یا فرہاد یا سودا ہے یا ہے درد و سوز
ایک ہیں آپس میں ان میں کونسا بے گانہ ہے

پھر جب درد، ان کی زندگی ہی میں انتقال کر جاتے ہیں اور سوز کی اپنے مرنے کے بعد بھی درد کا مہمان بن کر رہنے کی خواہش حسرت بن جاتی ہے (اور اس خواہش کو حسرت بننا ہی تھا) تو سوز پکار اٹھتے ہیں:

تم تو چلے گئے پر یہ سوز ہے اکیلا ۔ اے میر درد صاحب تھے یادگار ہم تم

ایک ایسا شخص جو ایک عہدِ پرفتن میں جب ہر شخص آٹھ آٹھ آنے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا رہا ہو دوسروں کو محبت کی نگاہ سے دیکھے، ان کے لیے کچھ کرنا چاہے اور انھیں زندگی کے آلام سے نکال کر انھیں راحت پہنچانا چاہے[۳۸]، یقیناً معاشرے میں خود بھی بہت مقبول ہو گا اور سوز کو بلاشبہ یہ مقبولیت حاصل تھی اور اس کے بھی چند در چند شواہد موجود ہیں۔

۱- دور یا نزدیک کے کسی تذکرہ نگار نے سوز کی کوئی برائی بیان نہیں کی، بلکہ تمام تذکرہ نگار، ان کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ عام طور سے بہت قریب سے دیکھنے والے لوگوں کی رائے اچھی نہیں ہوا کرتی، سوز ابتدا میں قائم چاند پوری کے ساتھ توپ خانے میں ملازم تھے، ایک رفیقِ کار کی حیثیت سے قائم نے یقیناً سوز کو قریب سے دیکھا ہوگا، قائم کی صاف گوئی بلکہ بعض اوقات برہنہ گوئی معلوم ہے لیکن اس کے علی الرغم قائم نے سوز کے حق میں کلمۂ خیر کہا۔[۳۹]

۲- سوز نے سودا ایسے ہجو گو کے ساتھ ایک طویل عرصہ گزارا لیکن دونوں کے تعلقات بہت خوش گوار رہے، یہاں تک کہ جب ٹانڈہ کے نواب امیر محمد خان نے انھیں اپنے ہاں

آنے کی دعوت دی تو دونوں نے اکٹھے معذرت کی،[۴۰] دونوں رند اور آصف الدّولہ سے وابستہ رہے، سودا کے شاگرد میر فتح علی شیدا کو سوز نے متبنّیٰ بنائے رکھا۔[۴۱] سودا کے قلم کی زد سے بہت کم معاصرین محفوظ رہے لیکن سوز کا شمار ان خوش نصیبوں میں ہے، سودا نے جن کی تعریف میں شعر کہے، فرخ آباد سے رخصت ہوتے ہوئے سودا نے رند کے لیے اکیالیس شعروں کی جو مثنوی لکھی ہے اس میں رند کو سوز کی قدر کرنے کے لیے کہا:

شعر کے بحر میں ترا استاد　　کشتیِ ذہن کو ہے بادِ مراد
اس کو ہر طرح تو غنیمت جان　　پھر ملے گا نہ سوز سا انسان

سودا کی طرف سے سوز کے لیے یہ بہت بڑا اخراجِ تحسین ہے، اسی طرح جعفر علی خان حسرت کے خلاف کہے گئے اشعار میں بھی سودا نے سوز کی تعریف کی:

کیوں سوز پہ حسرت کا نہ دل ہووے سپند
ہے شعر کی گرمی کا دھواں اس کے بلند
حسرت اسے کیوں نہ ہوئے شاعر ہے سوز
عطّار کا لونڈا ہے وہ ماٹھو گل قند

۳- میر اور سوز کے باہم ربط کے سلسلہ میں آبِ حیات کی عبارت معروف ہے جس میں میر صاحب بہ اِکراہ سوز کو پون شاعر قرار دیتے ہیں اور ساتھ یہ بھی فرماتے ہیں کہ: ''شرفا میں ایسے تخلص ہم نے کبھی نہیں سنے''[۴۲] بعض اصحاب کے نزدیک یہ محض افسانہ آرائی ہے، نیاز فتح پوری نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ ''اگر یہ خود ان (آزاد) کی ذاتی اُپج نہیں تھی تو شاید صرف کسی زبانی روایت پر اعتماد کر کے سوز کے متعلق میر کا یہ محاکمہ لکھ گئے ورنہ ممکن نہ تھا کہ وہ ایسی خلاف حقیقت بات لکھنے کی جسارت کرتے۔[۴۳]

لیکن افسوس کہ یہ ''صرف روایت'' اتنی بے اصل بھی نہیں ہے، میر اور سودا کو پورا اور

درد کو آدھا شاعر قرار دینے کا ذکر مصحفی کے دیوان میں بھی ہے[۴۴] اور یہ معلوم ہے کہ مصحفی، سوز، میر اور درد کے معاصر ہیں۔

درد کو شاعروں میں سمجھوں میں یہ تو ہونا نہیں ہے وا دردا
کیونکہ دلی کے بیچ گذرے ہیں ڈھائی شاعر سر آمدِ شعرا
اس کی تفصیل یہ کہ کہتے ہیں میر و مرزا دو اور درد آدھا

آزاد کے بیان کردہ واقعے میں بھی میر نے اصلاً اتنی ہی بات کہی تھی، کسی شریکِ مجلس کے کہنے پر کہ 'آخر سوز، آصف الدّولہ کے استاد ہیں'، میر نے پون شاعر کا اضافہ کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات اس زمانے میں کہی جاتی تھی جلوۂ خضر میں بھی اس کا ذکر موجود ہے[۴۵] ناصر کے تذکرے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ سوز کے ساتھ میر کا طرز عمل بہتر نہیں تھا (تخلّص پر میر کا اعتراض، سوز کی طرف سے اپنے تخلّص کی تبدیلی اور میر صاحب کی اس نئے تخلّص پر بھی ناخوشی اسی کے مظاہر ہیں) آصف کے ساتھ مجلس میں میر سوز جب اپنا کلام سناتے ہیں تو میر صاحب کا انھیں یہ کہنا ''تمھیں اس دلیری پر شرم نہ آئی'' (یعنی میرے سامنے کلام کیوں سنایا) سوز کی طرف سے کسی بھی تلخ جواب کا جواز پیدا کرتا تھا لیکن سوز نے جو جواب دیا اس سے ان کی طبیعت کا رخ پہچاننے میں مدد ملتی ہے۔

''صاحب بندہ کیا میں شاہ جہان آباد میں بھاڑ جھونکتا تھا''[۴۶]

طبائع کی اس ناموافقت اور میر صاحب کی تلخی کے باوجود ہمیں سوز کے ہاں میر کے خلاف کوئی شعر نہیں ملتا یہ طرزِ عمل ان کی شرافت طبعی پر دالّ ہے، شاید ان کا ایسا ہی طرزِ عمل تھا جس کی بنا پر میر کے نقاد قلم کو نکات الشعرا میں ان کی اہلیت، خوش طبعی اور شاعری میں طرزِ علیحدہ کو تسلیم کرنا پڑا[۴۷] ورنہ میر صاحب کب چوکنے والے تھے۔

ان کے بارے میں بعض تذکرہ نگاروں کی آرا کا تذکرہ ہو چکا، معاصرین میں سوز کے بارے میں پائی جانے والی آرا کا بہتر اندازہ کرنے کے لیے ان کے دوست شاہ کمال کی رائے اور اس کے ساتھ چند اور تاثرات بھی ملاحظہ فرمایئے:

شاہ کمال نے لکھا ہے:

''اوصافِ ذاتِ شریف چہ شرح دہد، بشکلِ آفتاب در تمام عالم روشن تر کہ بجمیع کمالات ممتاز بودند''[۴۸]

میر حسن نے انھیں شعلۂ عالم سوز اور گوہرِ گیتی افروز قرار دیتے ہوئے کہا ہے:

''قصر فطرتش در غایت بلندی ----- فضائلش چون حسن خوبان عالم گیرو خصائلش چون خمیازۂ نازِ محبوبان دل پذیر''[۴۹]

اسی طرح ناصر نے انھیں ''باوجود گرفتاریِ علائق کے آزاد، درویش روشن ضمیر خندہ رو اور شگفتہ بیان''[۵۰] عشقی نے ''عزیزِ خاطر اکابر و اصاغر''[۵۱] گردیزی نے سنجیدہ سخن[۵۲] اور صاحب گلشنِ ہند نے آئینِ محبت میں مایۂ مودّت و اخلاص[۵۳] قرار دیا ہے۔ قلندر بخش جرات، منو لال زاری، شاہ کمال اور ناسخ نے ان کی وفات پر کہے جانے والے قطعاتِ تاریخِ وفات میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے ان سے بھی سوز کی ایسی ہی محبوبیت کا پتا چلتا ہے یہ تمام شواہد اس حقیقت کا پتا دیتے ہیں کہ میر سوز شخصیت اور کردار کے اعتبار سے ایک بلند مرتبہ اور غیر معمولی انسان تھے۔

فقیری کی طلب تھی مجھ کو طفلی سے مرے خالق
یہ کب مانگا تھا تجھ سے یا الٰہی مجھ کو شاعر کر

(سوز)

حوالہ جات

(کلمات)

۱- میر، محمد تقی ذکرِ میر مرتبہ و مترجمہ: نثار احمد فاروقی
لاہور: مجلس ترقی ادب ۱۹۹۶ء، ص ۷۳

۲- جمیل جالبی، ڈاکٹر تاریخ ادب اردو
لاہور: مجلس ترقی ادب ۱۹۸۷ء، ج دوم، ص ۷۹۹

۳- آزاد، محمد حسین آبِ حیات، لاہور شیخ غلام علی اینڈ سنز ۱۹۵۷ء، ص ۱۹۴

۴- میر حسن کے الفاظ یہ ہیں:
طرزِ ادائیہ ملکِ اُوست و خواندنِ اشعارش از زبان او نیکوست از خواندنش چنان خوب می نماید کہ در گفتن نمی آید۔

تذکرہ شعرائے اردو مرتبہ محمد حبیب الرحمٰن خان شروانی۔
دہلی: انجمن ترقی اردو، ۱۹۴۰ء، ص ۸۸

۵- مصحفی نے لکھا ہے:
بطرزِ خود استاد است و وضعِ خواندن شعرش دیگری راکم یاد''---

تذکرۂ ہندی مرتبہ مولوی عبدالحق
اورنگ آباد: انجمن ترقی اردو، ۱۹۳۳ء، ص ۱۱۱
۶- یکتا، احد علی خان دستور الفصاحت مرتبہ امتیاز علی خان عرشی
رام پور: ہندوستان پریس، ۱۹۴۳ء، ص ۵۱
۷- شاہ کمال مجمع الانتخاب، ورق ۵۰۳ ب در اردوئے معلّٰی میر سوز نمبر
دہلی: دہلی یونیورسٹی ج ۴، ش ۶، ۷، ص ۵۲۷

8- J. F. BLUMHARDT M.A.
Catalogue of the Hindustani Manuscripts in the Library of the India Office.
London: Oxford University Press 1926 P-75.

9,10- Ali Bin Ahmad, Haji.
Catalogue of Urdu Manuscripts in the Library of the International Institute of Islamic thought and civilization.
Kualalumpur, istac 1994, P 138, 139

۱۱- سردار احمد خان، ڈاکٹر مقالہ ''میر سوز'' در رسالہ تحقیق شمارہ ہفتم، جام شورو:
شعبہ اردو، سندھ یونیورسٹی ۱۹۹۳ء، ص ۱۹۳
۱۲- فاروقی، خواجہ احمد (مرتّب) اردوئے معلی میر سوز نمبر، ص ۶۱
۱۳- مشفق خواجہ جائزۂ مخطوطاتِ اردو
لاہور: مرکزی اردو بورڈ ۱۹۷۹ء، جلد اوّل ص ۵۵۴
۱۴- عابد امام زیدی (مرتّب) فہرست مخطوطات اردو، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، بانکی پور، پٹنہ
کلکتہ: سٹیٹ پریس ۱۹۶۲ء، جلد اوّل ص ۸
۱۵ تا ۱۷- نصیر الدین ہاشمی (مرتّب) کتب خانہ سالار جنگ مرحوم کی اردو قلمی کتابوں کی وضاحتی فہرست
حیدر آباد دکن: ۱۹۵۷ء، صفحات ۴۲۰-۴۲۲

۱۸- فاروقی، خواجہ احمد (مرتب) کتب خانہ سالار جنگ میں دیوان سوز کا ایک نسخہ (تعارف)
در اردوئے معلی محولہ بالا، ص ۵۶، ۵۷

۱۹ تا ۲۱ - نصیر الدین ہاشمی استیٹ سنٹرل لائبریری (کتب خانہ آصفیہ) کے اردو
مخطوطات حیدر آباد دکن ۱۹۶۱ء، جلد اوّل، ص ۲۷

۲۲ زور، محی الدین قادری، ڈاکٹر تذکرۂ اردو مخطوطات
(مخزونہ ادارہ ادبیات اردو حیدر آباد دکن)
حیدر آباد دکن، ۱۹۵۱ء، ج ۲، ص ۱۱۵

۲۳- یہ نسخے اس وقت تک محفوظ تھے جب تک شاہان اودھ کے کتب خانے محفوظ تھے۔

Sprenger, A: *Acatalogue of Arabic, Persion and Hindustani Manuscripts of the Libraries of the Kings of Oudh*
Vol.1 Calcutta 1854. P-638

۲۴ تا ۲۶- ان تینوں نسخوں کی اطلاع اسپرنگر سے ہم تک پہنچی ہے۔ اسپرنگر نے تفصیلات فراہم نہیں کیں۔
ص ۶۳۸

۲۷- محولہ بالا، جائے مذکور

۲۸- شمار ۲۵ تا ۳۰

احمد علی زیدی، سیّد سندھ میں اردو مخطوطات
لاہور: مرکزی اردو بورڈ ۱۹۶۹ء، ص ۲۷ تا ۳۱، ۴۷

ہم نے اس کتاب کے مندرجات سے متعلق تحقیق کی تو معلوم ہوا (بقول مشفق خواجہ صاحب) کہ اس کتاب میں بعض فوٹو سٹیٹ نقول کو بھی مخطوطوں کے طور پر شمار کر دیا گیا ہے اور فاضل زیدی صاحب کے کتب خانے کے بعض مشمولات بھی مشکوک ہیں۔ افسوس ہے کہ فاضل زیدی صاحب انتقال فرما چکے ہیں اور ہم ان کا کتب خانہ دیکھنے یا اس بارے میں ان کی رائے جاننے سے محروم ہیں۔۱۲

29- J. F. Blumhardt M.A.

Catalogue of the Hindustani Manuscripts P-75

۳۰- ظہور علی (مرتب) فہرس کتب قلمی و مطبوع کتب خانہ ایشاٹک
سوسائٹی مع کتب کالج فورٹ ولیم یعنی مدرسہ

انگریزی شهر کلکته که به نقل و تحویل درین کتب خانه رسیده

مطبع نشاط، ۱۳ شعبان ۱۲۵۳ھ/۱۳ نومبر ۱۸۳۷ء، ص ۱۶۶

۳۲،۳۱- سردار احمد خان، ڈاکٹر — مقالہ میر سوز، ص ۱۹۷، ۱۹۸

۳۳- اسپرنگر — محوّلہ بالا، ص ۶۳۸

۳۴- دیوان سوز — علی گڑھ: احسن المطابع ۱۹۰۵ء

۳۵- حسرت موہانی — انتخاب سخن
لکھنو: اتر پردیش اردو اکادمی ۱۹۸۳ء

۳۶- لکھنو: اتر پردیش اردو اکادمی — ۱۹۸۳ء

۳۷- دہلی: اردو اکادمی — ۱۹۹۱م

۳۸- نیاز فتح پوری — اِنتقادیات (حصہ اوّل و دوم یکجا)
کراچی: حلقۂ نیاز و نگار ۱۹۹۶ء، ص ۲۲۴

۳۹- اردوئے معلّٰی میر سوز نمبر، ص ۴

۴۰- محوّلہ بالا ص ۵

۴۱- ایضاً ص ۶۱

۴۲- ارتضٰی کریم، ڈاکٹر (مرتّب) — انتخابِ کلام میر سوز، دہلی اکادمی ۱۹۹۱ء، ص ۲۳

۴۳- گوہر نوشاہی، ڈاکٹر — ''اردوئے معلّٰی کا میر سوز نمبر'' در ماہنامہ قومی زبان کراچی، مارچ ۱۹۶۷ء، ج ۳۰، ش ۲، ادبی زاویے اسلام آباد: مجلس فروغ تحقیق ۱۹۹۳ء، ص ۵۷، ۵۸

۴۴- مکتوب ڈاکٹر مختار الدین احمد بنام زاہد منیر عامر، از علی گڑھ: مورخہ ۲۵ مئی ۱۹۹۲ء

۴۵- عبدالودود، قاضی — ''سوز اور آب حیات'' در نیا دور لکھنو: شمارہ اگست ۱۹۶۲ء، ص ۴۰

۴۶- گیان چند، ڈاکٹر — تحقیق کا فن لکھنو: اتر پردیش اردو اکادمی ۱۹۹۰ء، ص ۴۷۰

۴۷- مرزا غالب نے یہ جملہ ایک قصیدے کے ممدوح کے حوالے سے ہرگوپال تفتہ کے نام ایک خط میں لکھا ہے۔ ۱۲

۴۸- مصحفی، غلام ہمدانی — تذکرۂ ہندی مرتبہ عبدالحق
اورنگ آباد (دکن) انجمن ترقی اردو ۱۹۳۳ء، ص ۱۰۶!

۴۹- میر حسن — تذکرۂ شعرائے اردو مرتبہ حبیب الرحمٰن شروانی،
دہلی: انجمن ترقی اردو، ۱۹۴۰ء، ص ۷۵

۵۰- ناصر، سعادت خان — خوش معرکۂ زیبا مرتبہ مشفق خواجہ
لاہور: مجلس ترقی ادب ۱۹۷۰ء، جلد اوّل، ص ۲۱۵

۵۱- میر حسن — محوّلہ بالا، ص ۷۵

۵۲- شوق، قدرت اللہ — طبقات الشعراء مرتبہ نثار احمد فاروقی
لاہور: مجلس ترقی ادب ۱۹۶۸ء، ص ۴۸۵

۵۳- شوق، قدرت اللہ — محوّلہ بالا، ص ۴۸۸

۵۴- شمس الدین صدیقی، ڈاکٹر — مستعملہ مخطوطات کی تفصیلات در کلیاتِ سودا از مرزا محمد رفیع سودا،
لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۳ء، ج اوّل، ص ۱۷

۵۵- محمد حسن، ڈاکٹر — ''نسخہ رچرڈ جانسن مملوکہ انڈیا آفس لائبریری لندن'' در کلیات
سودا دہلی: ترقی اردو بیورو جنوری مارچ ۱۹۵۸ء ج اوّل ص ۳۲

۵۶- شمس الدین صدیقی، ڈاکٹر — محوّلہ بالا۔ جائے مذکور:

۵۷- نسیم احمد، ڈاکٹر — سودا کا ایک قلمی دیوان در نقوش، لاہور: ادارہ فروغ اردو
۱۹۹۱ء، ش ۱۳۹، ص ۳۱۹

۵۸- عبدالودود، قاضی — اصول تحقیق (مقالہ) مشمولہ اردو میں اصول تحقیق مرتبہ
ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان ۱۹۸۸ء
ج دوم، ص ۲۲۔

۵۹- عبدالودود، قاضی — ''کلیات سودا کا پہلا مطبوعہ نسخہ'' در، سویرا، ۲۹
لاہور: سویرا آرٹ پریس (۱۹۶۱ء) ص ۵۵

۶۰- نسخۂ کراچی سے متعلق مزید تفصیلات ہم اپنے مضمون ''دیوان میر سوز کا نسخۂ کراچی'' مطبوعہ خدا بخش لائبریری جرنل پٹنہ شمارہ ۸۰-۷۸ (۱۹۹۲ء) میں پیش کر چکے ہیں۔ صفحات ۱۸۵ تا ۱۹۶۔

۶۱- خلیق انجم، ڈاکٹر "ہندوستان میں اردو تحقیق اور تدوین کا کام" مشمولہ اردو میں اصول تحقیق مرتبہ ایم سلطانہ بخش، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان ۱۹۸۸ء، ج دوم، ص ۲۲۳

۶۲- اس شاعر کے خلق کیے جانے کا حال مشفق خواجہ نے یوں بیان کیا ہے:
"سرور نے ظہور اللہ ظہور نام کے ایک شاعر کا ذکر کیا ہے (عمدہ منتخبہ ص ۴۱۵) اور انتخاب کلام کے طور پر جو شعر لکھا ہے وہ شیو سنگھ ظہور کا ہے جو گلزار ابراہیم (ص ۳۱۹) میں اسی شاعر کے نام سے موجود ہے سرور نے غلط فہمی کی بنا پر شاعر کا نام شیو سنگھ کی بجائے ظہور اللہ لکھ دیا، ناصر نے نام تو یہی رہنے دیا شروع میں شیخ کا اضافہ کیا اور تخلص ظاہر لکھ دیا اس طرح شیخ ظہور اللہ ظاہر ایک نیا شاعر بن گیا۔"
مشفق خواجہ تحقیق نامہ، لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی ۱۹۹۱ء، ص ۲۴۸

۶۳- رشید حسن خان "حوالہ اور صحت متن" مشمولہ اردو میں اصول تحقیق محوّلہ بالا جلد دوم، ص ۱۴۵

(سوانح)

۱- میر حسن تذکرۂ شعرائے اردو بہ تصحیح و تنقید محمد حبیب الرحمٰن خان شروانی دہلی: انجمن ترقی اردو، ۱۹۴۰ء، ص ۸۸

۲- سخاوت مرزا حضرت مخدوم جہانیاں جہان گشت
حیدر آباد دکن: انسٹی ٹیوٹ آف انڈر مڈل ایسٹ کلچرل سٹڈیز
۱۹۶۲ء، ص ۹

۳- لالہ سری رام — خم خانۂ جاوید، تذکرۂ ہزار داستان (نول کشور) ۱۳۲۵ھ (۸-۱۹۰۷) جلد چہارم، ص ۲۷۶

۴- وہی مصنف — جائے مذکور

۵- آزاد، محمد حسین — آب حیات، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز ۱۹۵۷ء، ص ۱۹۳

۶- لطف، مرزا علی — گلشن ہند تصحیح و تحشیہ شبلی نعمانی
لکھنو: اتر پردیش اردو اکادمی ۱۹۸۶ء، ص ۱۱۳

۷- تنہا، محمد یحیٰ — مرأۃ الشعر، لاہور: عالمگیر پریس س۔ن، ج اوّل، ص ۲۳۰

۸- نور الحسن خان — طور کلیم، آگرہ: مفید عام پریس، ۱۲۹۸ھ (۱۸۸۱ء)، ص ۵۴

۹- مبتلا، مردان علی خان — گلشنِ سخن مرتبہ سیّد مسعود حسن رضوی ادیب
لکھنو: نظامی پریس، ۱۹۶۵ء، ص ۱۵۰

۱۰- لطف، مرزا علی — محوّلہ بالا، ص ۱۱۳

۱۱- شاہ کمال — مجمع الانتخاب (قلمی) ورق ۵۰۳ الف
مشمولہ اردوئے معلٰی میر سوز نمبر، دہلی: شعبہ اردو دہلی یونیورسٹی، ج ۴، ش ۶، ۷، ص ۵۲۷

۱۲- ناصر، سعادت خان — خوش معرکہ زیبا مرتبہ مشفق خواجہ
لاہور: مجلس ترقی ادب ۱۹۷۰ء، ج اوّل، ص ۲۰۷

۱۳- یکتا، احد علی خان — دستور الفصاحت مرتبہ امتیاز علی خان عرشی
رام پور: ہندوستانی پریس ۱۹۴۳ء، ص ۵۰

۱۴- محسن لکھنوی — تذکرہ سراپا سخن مرتبہ ڈاکٹر سیّد اقتدا احسن
لاہور: اظہار سنز ۱۹۷۰ء، ص ۵۵

۱۵- دہلی: ساہتیہ اکادمی ۱۹۶۰ء، ص ۶۲

۱۶- ادبی تحقیق — مسائل اور تجزیہ لاہور: الفیصل ناشران ۱۹۸۹ء، ص ۲۴۳

۱۷- تذکرہ مخطوطات — کتب خانہ ادارہ ادبیات اردو، پانچ سو عربی فارسی اردو اور ہندی قلمی کتابوں کا تذکرہ
دہلی: ترقی اردو بیورو ۱۹۸۴ء

۱۸- محوّلہ بالا جلد چہارم، ص ۳۵ و ص ۶۹، ۱۹۸۴ء
جلد پنجم ص ۹۵، ص ۱۹۸ و غیرہ ۱۹۸۴ء
۱۹- سوز کی وفات پر ناسخ نے بھی قطعہ تاریخِ وفات کہا لیکن اس کے بارے میں ایک غلط فہمی پائی جاتی ہے اس کی وضاحت آگے آتی ہے۔
۲۰- آزاد، محمد حسین محوّلہ بالا، ص ۱۹۴
۲۱- مصحفی، غلام ہمدانی تذکرہ ھندی مرتبہ مولوی عبدالحق
اورنگ آباد: انجمن ترقی اردو ۱۹۳۳ء، ص ۱۱۱
۲۲- جہان، بنی نرائن دیوان جھان مرتبہ کلیم الدین احمد
پٹنہ: لیبل لیتھو پریس ۱۹۵۹ء، ص ۱۴۷، بحوالہ ظہیر احمد صدیقی:
فکری زاویے، لکھنو: نسیم بک ڈپو ۱۹۷۲ء، ص ۹۹
۲۳- ناصر، سعادت خان محوّلہ بالا، ص ۲۰۸
۲۴- نساخ، عبدالغفور خان تذکرہ قطعۂ منتخب مرتبہ انصار اللہ نظر
کراچی: انجمن ترقی اردو ۱۹۷۴ء، ص ۳۸
۲۵- نور الحسن خان محوّلہ بالا ص ۵۴
۲۶- شاہ کمال محوّلہ بالا، جاے مذکور
۲۷- فرمان فتح پوری، ڈاکٹر اردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری
۲۸- چاند، شیخ سودا کراچی: انجمن ترقی اردو، ۱۹۶۳ء، ص ۴۷
۲۹- میر حسن تذکرہ شعرائے اردو، ص ۸۳
۳۰- رسالہ ''معاصر'' پٹنہ: نومبر ۱۹۵۹ء، ش ۱۵، ص ۵۸
۳۱- تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ھند، لاہور: دانش گاہ پنجاب ۱۹۷۱ء ساتویں جلد، اردو ادب (دوم) ص ۹۴
۳۲- معاصر پٹنہ جنوری ۱۹۵۲ء، ش ۲، ص ۱۱۶
۳۳- مرزا محمد رفیع سودا علی گڑھ: انجمن ترقی اردو، ۱۹۶۶ء، ص ۷۲
۳۴- تاریخ ادب اردو لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۷ء، ج دوم، ص ۶۵۳
۳۵- اورینٹل کالج میگزین لاہور، نومبر ۱۹۴۱ء، ص ۴۳

۳۶- صحیفہ لاہور — جنوری ۱۹۶۸ء، ش ۴۲، ص ۱۳

۳۷- آزاد، محمد حسین — آبِ حیات، ص ۱۴۸

۳۸- ماہانہ سب رس — حیدر آباد دکن، نومبر ۱۹۶۰ء، ص ۸

۳۹- لکھنو کا دبستان شاعری — لکھنو، نسیم بک ڈپو ۱۹۹۱ء، ص ۷۱

۴۰- انتقادیات حصہ اوّل و دوم — کراچی: حلقۂ نیاز و نگار ۱۹۹۶ء، ص ۲۲۵

۴۱- سردار احمد، ڈاکٹر — ''میر سوز'' رسالہ تحقیق، جام شورو: شعبہ اردو، سندھ یونیورسٹی ۱۹۹۳ء، ش ۷، ص ۲۰۳

۴۲- ''سوز'' — (در) اورینٹل کالج میگزین لاہور: مئی ۱۹۶۲ء ایڈیٹر سیّد عبداللہ ج ۳۸، ش ۱۴۹، ص ۱۹

۴۳- دیکھیے حاشیہ ۲۲ تا ۲۵

۴۴- مصحفی، غلام ہمدانی — تذکرۂ ہندی، ص ۱۱۱

۴۵ تا ۴۸- یہ سنین متعلقہ تذکروں کی تصنیف یا تکمیل کے ہیں

۴۹- عبدالودود، قاضی — ''سوز اور آبِ حیات'' در نیا دور لکھنو: اگست ۱۹۶۲ء، ص ۳۴

۵۰- میر سوز کی نثر کا نمونہ درج ذیل ہے۔

''میر سوز شخصی ست کہ ہیچ کس را از وحلاوتی جز سکوت و اکراہ حاصل نشود، این نیز از قدرتِ کمالِ الٰہی ست کہ ہر یکی بلکہ خار وخسی نیست کہ بکار چند بیاید، پس اگر منکری سوال کند کہ ناکارۂ محض نیفتاد است (جواب) اینست کہ نامش سوختنی ست''

ماخوذ از گلشن ہند مرتبہ شبلی نعمانی، لاہور: دارالاشاعت پنجاب ۱۹۰۶ء، ص ۱۵۱

۵۱- قائم چاند پوری — مخزن نکات مرتبہ ڈاکٹر اقتدا حسن، لاہور: مجلس ترقی ادب ۱۹۶۶ء، ص ۱۳۱

۵۲- گلشن ہند — محوّلہ بالا جائے مذکور

۵۳- مصحفی، غلام ہمدانی — تذکرۂ ہندی، ص ۱۱۱

۵۴- میر حسن — تذکرہ شعرائے اردو، ص ۸۷

۵۵- ناصر، سعادت خان — خوش معرکۂ زیبا، ج اوّل، ص ۲۰۸

۵۶- شاہ کمال — مجمع الانتخاب ۵۰۳ الف محوّلہ بالا

۵۷- شوق، قدرت اللہ — طبقات الشعرا، ص ۲۳۱
۵۸- مہدی بیانی — احوال و آثارِ خوش نویساں
تہران: انتشاراتِ علمی، س۔ن، ج سوم و چہارم، ص ۸۵۱
۵۹- احترام الدین احمد شاغل عثمانی — صحیفہ خوش نویساں،
دہلی: ترقی اردو بیورہ، ۱۹۸۷ء، ص ۱۹۱
۶۰- ہفت قلمی، غلام محمد — تذکرۂ خوش نویساں، کلکتہ ۱۹۱۰ء، ص ۷۶
۶۱- احترام الدین شاغل عثمانی — صحیفہ خوش نویساں، ص ۷۶
۶۲- محولہ بالا، ص ۱۸۲
۶۳- ولی اللہ فرخ آبادی، مفتی — عہد بنگش کی سیاسی علمی اور ثقافتی تاریخ مترجمہ شریف الزماں شریف مرتبہ محمد ایوب قادری، کراچی: آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس ۱۹۶۵ء، ص ۳۸۸
۶۴- اس باب میں شوق، میر حسن، مبتلا، مصحفی، ذکا، لطف، سرور، شاہ کمال، یکتا، شیفتہ دتا سی، اسپرنگر وغیرہ سب ہم آواز ہیں۔
۶۵- آزاد، محمد حسین — آبِ حیات، ص ۱۹۴
۶۶- میر حسن — تذکرہ شعرائے اردو، ص ۹۵، ۹۶
۶۷- سرور، میر محمد خان بہادر اعظم الدولہ عمدۂ منتخبہ مرتبہ ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی، دہلی: دہلی یونیورسٹی ۱۹۶۱ء، ص ۳۳۴
۶۸- مصحفی، غلام ہمدانی — تذکرۂ ہندی، ص ۱۱۱
۶۹- قائم چاند پوری — مخزن نکات، ص ۱۳۱
۷۰- نصر اللہ خان خویشگی — گلشن ہمیشہ بہار مرتبہ ڈاکٹر اسلم فرخی
کراچی: انجمن ترقی اردو ۱۹۶۷ء، ص ۱۸۳
۷۱- غلام حسین — انتخاب میر سوز، لکھنو: اتر پردیش اردو اکادمی ۱۹۸۳ء، ص ۳
۷۲- ناصر، سعادت خان — خوش معرکۂ زیبا، ج اوّل، ص ۲۰۸
۷۳- آبرو کے طور پر کہنے لگا ہے سوز شعر — طبع میں جودت جو آئی اس طرف کو چل دیا
۷۴- قائم چاند پوری — مخزن نکات، ص ۱۳۱

۷۵- شوق، قدرت اللہ طبقات الشعرا، ص ۲۳۱

۷۶- ناصر، سعادت خان خوش معرکۂ زیبا، ج اوّل، ص ۲۰۷

۷۷- آزاد، محمد حسین آبِ حیات، ص ۱۹۷

۷۸- آزاد، محمد حسین محوّلہ بالا، ص ۲۱۷

۷۹- سکسینہ، رام بابو تاریخِ ادبِ اردو مترجمہ مرزا محمد عسکری مرتبہ: ڈاکٹر تبسم کاشمیری، لاہور: علمی کتب خانہ، س۔ن، ص ۱۱۴

۸۰- یعقوب، ڈاکٹر محمد میر کے ادبی معرکے، ۲ در نقوش، ادبی معرکے نمبر مدیر: محمد طفیل، لاہور: ادارہ فروغ اردو، ستمبر ۱۹۸۱ء، ش ۱۲۷، ص ۴۱۰

۸۱- میر، محمد تقی میر نکات الشعرا مرتبہ مولوی عبدالحق، کراچی: انجمن ترقی اردو ۱۹۷۹ء، ص ۱۳۷

۸۲- سکسینہ، رام بابو تاریخِ ادب اردو، ص ۱۱۴

۸۳- ظہیر احمد صدیقی، ڈاکٹر سوز اور ان کی شاعری در اردوئے معلّٰی میر سوز نمبر دہلی: دہلی یونیورسٹی س۔ن، ج ۴، ش ۶، ۷، ص ۱۰ اور فکری زاویے لکھنو: نسیم بک ڈپو ۱۹۷۲ء، ص ۹۹

۸۴- آزاد، محمد حسین آبِ حیات، ص ۲۱۶

۸۵- نساخ، عبدالغفور خان سخن شعرا، لکھنو: اتر پردیش اردو اکادمی ۱۹۸۲ء، ص ۲۲۷

۸۶- گوکل پرشاد ارمغانِ گوکل پرشاد مرتبہ فرمان فتح پوری کراچی: انجمن ترقی اردو، ۱۹۷۵ء، ص ۴۲

۸۷- علی حسن، سیّد بزم سخن آگرہ: مفید عام پریس ۱۲۹۸ھ، ص ۱۰۲

۸۸- نور الحسن خان تذکرۂ طور کلیم، ص ۵۴

۸۹- میر، محمد تقی ذکر میر مرتبہ ومترجمہ نثار احمد فاروقی لاہور: مجلس ترقی ادب ۱۹۹۶ء، ص ۳۱۲

۹۰- اس موضوع پر ہمارا مضمون ''میر سوز- تبدیلی تخلص کا مسئلہ'' کے عنوان سے ماہنامہ قومی زبان میں شائع ہوا کراچی ج ۶۴، ش ۱۱، نومبر ۱۹۹۲ء۔

۹۱- شفیق، رائے لچھمی نرائن — چمنستانِ شعرا مرتبہ مولوی عبدالحق
اورنگ آباد: انجمن ترقی اردو ۱۹۲۸ء، ص ۲۸۳

۹۲- فائق رام پوری — مقالہ "سوز" اورینٹل کالج میگزین مئی ۱۹۶۲ء، ص ۲۲

۹۳- حاتم، شیخ ظہور الدین — دیوان زادہ مرتبہ غلام حسین ذوالفقار
لاہور: مکتبہ خیابان ادب، ۱۹۷۵ء، ص ۱۳۵

۹۴- گردیزی، سیّد فتح علی — تذکرۂ ریختہ گویاں مرتبہ مولوی عبدالحق
اورنگ آباد: انجمن ترقی اردو ۱۹۳۳ء، ص ۱۳۸

۹۵- جمیل جالبی، ڈاکٹر — تاریخ ادب اردو، ج ۲، ص ۷۹۳

۹۶- سردار احمد، ڈاکٹر — مقالہ "میر سوز" تحقیق ش ۷، ص ۲۱۱

۹۷- وہی مصنف — جائے مذکور

۹۸- نثار احمد فاروقی، ڈاکٹر — مقدمہ طبقات الشعرا از قدرت اللہ شوق
لاہور: مجلس ترقی ادب ۱۹۶۸ء، ص ۴۶

۹۹- حسرت موہانی — ارباب سخن، اوّل و دوم
لکھنو: اتر پردیش اردو اکادمی ۱۹۸۲ء، ص ۴

۱۰۰- جمیل جالبی، ڈاکٹر — تاریخ ادب اردو، ج ۲، ص ۷۹۴

۱۰۱- یہ اشعار ایک رباعی کی صورت میں ہیں ۔

ہے شعر کی گرمی کا دھواں اس کے بلند — کیوں سوز پہ حسرت کا نہ دل ہووے سپند
عطار کا لونڈا ہے وہ ماٹھو گل قند — حسرت اسے کیوں نہ ہووے شاعر ہے سوز

۱۰۲- سودا کی مثنوی کے آخری اشعار ہیں:

شعر کے بحر میں ترا استاد — کشتیِ ذہن کو ہے بادِ مراد
اس کو ہر طرح تو غنیمت جان — پھر ملے گا نہ سوز سا انسان

۱۰۳- یہ واقعہ سودا کے تمام سوانح نگاروں کے ہاں مذکور ہے۔ تفصیل آگے آتی ہے۔

۱۰۴- فائق رام پوری — "مقالہ سوز" اورینٹل کالج میگزین ج ۳۸ عدد ۴ عدد مسلسل ۱۵۰
اگست ۱۹۶۲ء، ص ۳۶

۱۰۵- سردار احمد خان، ڈاکٹر — مقالہ "میر سوز" در تحقیق ش ۷، ص ۲۱۵

۱۰۶- قائم چاند پوری	مخزن نکات مرتبہ اقتدا احسن، ص ۱۳۱ وہی کتاب: مرتبہ مولوی عبدالحق، اورنگ آباد: انجمن ترقی اردو ۱۹۲۹ء
۱۰۷- فائق رام پوری	''سوز'' اورینٹل کالج میگزین، ش ۱۴۹، ص ۲۲
سردار احمد خان، ڈاکٹر	''میر سوز'' تحقیق، ص ۲۱۵
۱۰۸- عبدالودود، قاضی	سوز اور آبِ حیات در نیا دور، ص ۳۶
۱۰۹- // //	جائے مذکور
۱۱۰- فائق رام پوری	محوّلہ بالا، ص ۱۸
۱۱۱- سردار احمد خان، ڈاکٹر	محوّلہ بالا، ص ۲۱۶
۱۱۲- اقتدا احسن، ڈاکٹر	مقدمہ مخزن نکات، محوّلہ بالا، ص ۱۶
۱۱۳- قائم چاند پوری	مخزن نکات، محوّلہ بالا، ص ۲۰۰
۱۱۴- اقتدا احسن، ڈاکٹر	مقدمہ کلیات قائم از قائم چاند پوری لاہور: مجلس ترقی ادب ۱۹۶۵ء، ج اوّل، ص ۲۶
۱۱۵- فائق رام پوری	'حیاتِ سودا' در صحیفہ لاہور: مجلس ترقی ادب اپریل ۱۹۶۸ء، ش ۴۳، ص ۱۴، ۱۵
۱۱۶- عبدالودود، قاضی	وہی مضمون، جائے مذکور
۱۱۷- میر حسن	تذکرہ شعرائے اردو، ص ۷۵
۱۱۸- ولی اللہ فرخ آبادی، مفتی	عہد بنگش، ص ۳۸۸
۱۱۹- مصحفی، غلام ہمدانی	تذکرۂ ہندی، ص ۱۰۶
۱۲۰- میر حسن	تذکرہ شعرائے اردو، ص ۸۳
۱۲۱-۱۲۲ - مصحفی، غلام ہمدانی	تذکرۂ ہندی، ص ۱۳
۱۲۳- شمس الدین صدیقی، ڈاکٹر	مقالہ، مرزا محمد رفیع سودا، در تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند مدیر: سیّد وقار عظیم، لاہور: پنجاب یونیورسٹی ۱۹۷۱ء، ج ہفتم اردو ادب، دوم، ص ۹۷
۱۲۴- چاند؛ شیخ	سودا، ص ۶۶

۱۲۵-	فائق چاند پوری	'سوز' ص ۴۷
۱۲۶-	عبدالودود، قاضی	سوز اور آبِ حیات، محوّلہ بالا
۱۲۷-	سردار احمد خان، ڈاکٹر	مقالہ 'میر سوز' ص ۲۱۸
۱۲۸-	شوق، قدرت اللہ	تذکرہ طبقات الشعرا، ص ۴۲۲
۱۲۹-	مصحفی، غلام ہمدانی	تذکرۂ ہندی، ص ۱۶۶
۱۳۰-	شوق، قدرت اللہ	تذکرہ طبقات الشعرا، ص ۲۳۱
۱۳۱-	سکسینہ، رام بابو	تاریخ ادبِ اردو، ص ۷۶

۱۳۲- اس بات کی طرف ڈاکٹر سردار احمد صاحب کے مقالے سے ہماری توجہ مبذول ہوئی ہے جنھوں نے سوز کے درج ذیل اشعار کو اس خیال کی بنیاد بنایا ہے۔

سیّد الشہدا کو سونپ آیا ہوں دلبندوں کو میں　　وہ ملا دیں گے مجھے ایک ایک کا کر کے حساب
اپنے گھر سے یوں جدا کر کے پھرایا شہر شہر　　واہ وا ہم کو زمانے نے دیا یوں انقلاب!

(مقالہ ''میر سوز'' ص ۲۶۰)

۱۳۳-	سردار احمد خان، ڈاکٹر	مقالہ ''میر سوز''، ص ۲۲۳
۱۳۴-	مبتلا، غلام محی الدین وعشق میرٹھی	تذکرہ طبقات سخن (ڈاکٹر نسیم اقتدار علی) لکھنو: نظامی پریس ۱۹۹۱ء، ص ۱۱۷
۱۳۵-	بے جگر، خیراتی لال	تذکرہ شعرا، ورق ۱۵۳ مائیکروفلم مخزونہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور
۱۳۶-	سردار احمد خان	مقالہ ''میر سوز''، ص ۲۲۷، ۲۲۸
۱۳۷-	عشقی، محمد وجیہ الدین	تذکرہ عشقی در دو تذکرے مرتبہ کلیم الدین احمد پٹنہ: لیتھو پرنٹنگ پریس، ص ۴۲۶
۱۳۸	شورش، غلام حسین	تذکرہ شورش مشمولہ دو تذکرے محوّلہ بالا، ص ۴۲۵
۱۳۹-	ناصر، سعادت خان	خوش معرکۂ زیبا، ج اوّل، ص ۲۰۸
۱۴۰-	میر، محمد تقی	ذکر میر، ص ۳۱۲
۱۴۱-	ناصر، سعادت خان	خوش معرکۂ زیبا، ج اوّل، ص ۱۴۳
۱۴۲-	یکتا، احد علی خان	دستور الفصاحت، ص ۵۲

۱۴۳- مبتلا، غلام محی الدین میرٹھی طبقات سخن، ص ۱۱۷، ۱۱۸

۱۴۴- مصحفی، غلام ہمدانی تذکرۂ ھندی، ص ۱۲۱

۱۴۵- یہ سنہ بخش جرات کے کہے ہوئے قطعہ تاریخِ وفات میر مہدی سے ثابت ہے۔

جا بسا جو گلشن جنت میں وہ بدتر از دشت اب جہاں کا باغ ہے
جراتؔ اس کی ہے یہ تاریخِ وفات سیّد مہدی کا ہے ہے داغ ہے

(۱۲۰۴ھ)

۱۴۶- شیفتہ، محمد مصطفیٰ خان گلشن بے خار مرتبہ کلب علی خان فائق
لاہور: مجلس ترقی ادب ۱۹۷۳ء، ص ۶-۱۶۵

۱۴۷- سری رام، لالہ خم خانۂ جاوید
دلّی: دلّی پرنٹنگ ورکس ۱۹۱۷، ج سوم، ص ۱۰۳

۱۴۸- ناصر، سعادت خان خوش معرکۂ زیبا، ج ۱، ص ۲۲۱

۱۴۹- بے جگر، خیراتی لال تذکرہ شعرا، ص ۵۴

۱۵۰- نساخ، عبدالغفور خان سخن شعرا لکھنو: اتر پردیش اردو اکادمی ۱۹۸۲ء، ص ۳۰۲

۱۵۱- لطف، مرزا علی گلشن ھند، ص ۱۱۳

۱۵۲- شاہ کمال مجمع الانتخاب ورق ۵۰۳ ب

۱۵۳- مصحفی، غلام ہمدانی تذکرۂ ھندی، ص ۱۲۱

۱۵۴- اسپرنگر بحوالہ مختار الدین احمد، حواشی بر تذکرہ آزردہ از صدر الدین آزردہ
کراچی: انجمن ترقی اردو ۱۹۷۴ء، ص ۱۰۰

۱۵۵- لطف، مرزا علی گلشن ھند جائے مذکور

۱۵۶- بے جگر، خیراتی لال تذکرہ شعرا، ص ۱۰۸

۱۵۷- آزاد، محمد حسین آبِ حیات، ص ۱۹۳

۱۵۸- قاسم، قدرت اللہ مجموعہ نغز مرتبہ حافظ محمود شیرانی
دہلی: نیشنل اکادمی ۱۹۷۳ء، ج اوّل، ص ۳۲۱

۱۵۹- فیلن و کریم الدین طبقاتِ شعرائے ھند لکھنو: اتر پردیش اردو اکادمی ۱۹۸۳ء،
ص ۱۴۵

۱۶۰- سرور، اعظم الدولہ — عمدہ منتخبہ، ص۳۳۴
۱۶۱- عشقی، محمد وجیہہ الدین — تذکرۂ عشقی در دو تذکرے ص ۴۲۶
۱۶۲- آزردہ، صدر الدین — تذکرۂ آزردہ، ص۵۰
۱۶۳- جہان بنی نرائن — دیوان جهان، ص ۴۷
۱۶۴- نساخ، عبدالغفور خان — سخن شعرا، ص ۲۲۷
۱۶۵- گوکل پرشاد — ارمغانِ گوکل پرشاد، ص۴۲
۱۶۶- نور الحسن خان — تذکرہ طور کلیم، ص۵۴

۱۶۷- اس قطعہ تاریخِ وفات کی ردیف واویلا ہو تو آخری مصرعے سے اعداد ۱۲۰۸ھ برآمد ہوتے ہیں (اسی لیے ظہیر احمد صدیقی اور فائق رام پوری کو اس پر تعجب ہے) جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ناسخ نے قطعات تاریخ میں واویلا مصیبتا داحسرتا وغیرہ الفاظ ہائے ہوز کے اضافے کے ساتھ بھی استعمال کیے ہیں مثلاً

مرزا قتیل کی تاریخ وفات — لختِ دلِ والدین اے واویلاہ = ۱۲۳۵
مرزا مغل سبقت ” — شد میرزائے ماز جہان وامصیبتاہ = ۱۲۳۴

وغیرہ وغیرہ (رک : تدوین کلیات شعر ناسخ مدوّن ڈاکٹر اورنگ زیب عالم گیر" غیر مطبوعہ مقالہ برائے پی ایچ ڈی ۱۹۹۰، مخزونہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور)
قطعہ تاریخ وفات میر سوز میں بھی ناسخ نے "واویلاہ" باندھا ہے جس سے واویلا کے ساتھ ہ کے اضافے سے ۱۲۰۸+۵ =۱۲۱۳ھ برآمد ہو جاتا ہے۔۱۲

(شخصیت)

۱- آزاد، محمد حسین آبِ حیات لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز ۱۹۵۷ء، ص ۱۹۸

۲- قطعہ درج ذیل ہے:

گئے گھر سے جو ہم اپنے سویرے سلام اللہ خاں صاحب کے ڈیرے
وہاں دیکھے کئی طفلِ پری رُو ارے رے رے ارے رے رے رے ارے رے

۳- آزاد، محمد حسین، محوّلہ بالا جائے مذکور

۴- محولہ بالا، ص ۱۹۷

۵- بوقتِ نزع بولا سوز رو کر سنا کر اپنے سب خوردوکلاں کو
سبھا کے صاحبو! صاحب سلامت چلے اب سیدھے اب دارالاماں کو
یہ اپنا جھونپڑا رکھ او پڑوسن نہ جاویں ، کیا کریں؟ دیکھا جہاں کو

۶- صفیر بلگرامی، سیّد فرزند احمد جلوۂ خضر آرہ: نور الانوار ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۵، ص ۱۲۱

۷- ولی اللہ فرخ آبادی، مفتی عھد بنگش کی سیاسی علمی اور ثقافتی تاریخ مترجمہ شریف الزماں شریف مرتبہ محمد ایوب قادری
کراچی: آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس ۱۹۶۵ء، ص ۳۸۸

۸- قاسم، قدرت اللہ، ابو القاسم مجموعہ نغز مرتبہ حافظ محمود شیرانی
دہلی: نیشنل اکادمی ۱۹۷۳ء، ج اوّل، ص ۳۲۰

۹- نصیر الدین ہاشمی مجمع الانتخاب (تعارف) در رسالہ اردو، مدیر عبدالحق
کراچی: انجمن ترقی اردو جنوری ۱۹۵۶ء، ج ۳۵، ش ۱

۱۰- یکتا، احد علی خان دستور الفصاحت مرتبہ امتیاز علی خان عرشی
رام پور: ہندوستان پریس ۱۹۴۳ء، ص ۵۲

۱۱-	مصحفی، غلام ہمدانی	تذکرۂ ہندی مرتبہ عبدالحق اورنگ آباد (دکن): انجمن ترقی اردو۱۹۳۳ء، ص ۱۱۱
۱۲-	ناصر، سعادت خان	خوش معرکۂ زیبا مرتبہ مشفق خواجہ لاہور: مجلس ترقی ادب ۱۹۷۰ء، ج اوّل، ص ۲۰۸
۱۳-	بے جگر، خیراتی لال	تذکرہ شعرا (قلمی) ص ۱۰۸
۱۴-	یکتا، احد علی خان	محوّلہ بالا، جائے مذکور
۱۵-	شورش، غلام حسین	تذکرہ شورش در دو تذکرے مرتبہ کلیم الدین احمد پٹنہ: لیتھو پرنٹنگ پریس، ص ۴۲۵
۱۶-	ناصر، سعادت خان	محوّلہ بالا، جائے مذکور
۱۷-	شوق، قدرت اللہ	طبقات الشعرا مرتبہ نثار احمد فاروقی لاہور: مجلس ترقی ادب ۱۹۶۸ء، ص ۲۳۱
۱۸-	میر، محمد تقی	نکات الشعرا مرتبہ عبدالحق کراچی: انجمن ترقی اردو ۱۹۷۹ء، ص ۱۳۷
۱۹-	مبتلا لکھنوی، مردان علی خان	گلشن سخن ۱۱۹۴ھ مرتبہ مسعود حسن رضوی ادیب علی گڑھ: انجمن ترقی اردو ۱۹۶۵ء، ص ۱۵۰
۲۰-	امراء اللہ الہ آبادی، ابوالحسن امیر الدین	تذکرۂ مسرت افزا مترجمہ ڈاکٹر مجیب قریشی دہلی: علم مجلسی کتب خانہ ۱۹۶۸ء، ص ۱۲۴
۲۱-	آزاد، محمد حسین	آبِ حیات، ص ۱۹۳
۲۲-	تنہا، محمد یحیٰ	مراۃ الشعر، لاہور: عالمگیر پریس، س۔ن، ج اوّل، ص ۲۳۰
۲۳-	نیاز فتح پوری	انتقادیات جلد اوّل و دوم یکجا کراچی: حلقۂ نیاز و نگار ۱۹۹۶ء، ص ۲۲۷
۲۴-	میر حسن	تذکرہ شعرائے اردو مرتبہ محمد حبیب الرحمٰن شرانی دہلی: انجمن ترقی اردو ۱۹۴۰ء، ص ۸۸
۲۵-	امراء اللہ الہ آبادی	تذکرہ مسرت افزا، ص ۱۲۴
۲۶-	لطف، مرزا علی	گلشن ہند بہ تصحیح و تحشیہ شبلی نعمانی

لکھنو: اتر پردیش اردو اکادمی ۱۹۸۶ء، ص ۱۱۳

۲۷- جمیل جالبی، ڈاکٹر تاریخِ ادب اردو
لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۷ء، ج دوم، ۷۹۵

۲۸- مبتلا نے گلشن سخن میں لکھا ہے: ''در اوایل حال بسیار بکام دل زندگی بسر کرد و در اواخر براہنمائی خاطر وارستہ، ترک علایق دنیوی نمود ولباس فقر پوشید''

۲۹- آسی میرٹھی ظریف شاعروں کا تذکرہ
لکھنو: نگار پریس، نظیر آباد (۱۹۲۸)، ص ۲۸۳ تا ص ۲۸۵

۳۰- مصحفی، غلام ہمدانی تذکرۂ ہندی، ص ۱۲۱

۳۱- قائم چاند پوری مخزن نکات مرتبہ ڈاکٹر اقتدا حسن
لاہور: مجلس ترقی ادب ۱۹۶۶ء، ص ۱۳۱

۳۲- آصف کے لیے کہے گئے اشعار درج ذیل ہیں:

ایسے ہی حضرتِ آصف کو جو کہتے ہیں وزیر اس تجمّل کے ہوے خلق میں سلطاں کتنے

بغیر از آصف الدولہ کہ وہ سلطانِ خوباں ہے بتاؤ کون ایسا ہے جسے استاد میں کرتا

ایک بندہ جہاں میں ہے واللہ آصف الدّولہ نام ہے جس کا

۳۳- سودا نے مہربان خان رند کی شادی پر جو قطعہ تاریخ کہا اس کا آخری مصرعہ ہے ؏

ہوا ہے وصل ماہ و مشتری کا

۳۴- ناصر، سعادت خان خوش معرکۂ زیبا، ج اوّل، ص ۲۲۱

۳۵- مصحفی، غلام ہمدانی تذکرۂ ہندی، ص ۱۱۱

۳۶- ناصر، سعادت خان خوش معرکۂ زیبا، ج اوّل، ص ۲۰۷-۲۰۸

۳۷- یکتا، احد علی خان دستور الفصاحت، ص ۵۲

۳۸- ''سعی و سفارشِ غربا بخدمت امرا'' کے سلسلہ میں یکتا کا حوالہ پہلے دیا جا چکا ہے۔

۳۹- قائم چاند پوری مخزنِ نکات، ص ۱۳۱

۴۰- تفصیل سوز کے سوانح میں ملاحظہ فرمائی جا سکتی ہے۔

۴۱- اسپرنگر — یادگار شعرا مرتبہ طفیل احمد
لکھنو: اتر پردیش اردو اکادمی ۱۹۸۵ء، ص ۱۰۴

۴۲- آزاد، محمد حسین — آبِ حیات، ص ۲۱۶

۴۳- نیاز فتح پوری — انتقادیات، ص ۲۲۲

۴۴- مصحفی، غلام ہمدانی — دیوان مصحفی مرتبین اسیر لکھنوی و امیر مینائی
پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری ۱۹۹۰ء، ص ۴۱

۴۵- صفیر بلگرامی، سیّد فرزند احمد — جلوۂ خضر، ص ۱۲۱

۴۶- سعادت خان ناصر نے یہ واقعہ "میر کے ترجمے میں لکھا ہے خوش معرکۂ زیبا، ج اوّل، ص ۱۴۳

۴۷- میر، تقی میر — نکات الشعر، ص ۱۳۷

۴۸- شاہ کمال — مجمع الانتخاب ۵۰۳ الف

۴۹- میر حسن — تذکرہ شعرائے اردو، ص ۸۷

۵۰- ناصر، سعادت خان — خوش معرکہ زیبا، ج اوّل، ص ۲۰۷

۵۱- عشقی، محمد وجیہہ الدین — تذکرہ عشقی در دو تذکرے مرتبہ کلیم الدین احمد
پٹنہ: لیتھو پرنٹنگ پریس، ص ۴۲۶

۵۲- گردیزی، سیّد فتح علی حسینی — تذکرۂ ریختہ گویاں مرتبہ مولوی عبدالحق
اورنگ آباد (دکن): انجمن ترقی اردو ۱۹۳۳ء، ص ۱۳۷

۵۳- لطف، مرزا علی — گلشن ہند، ص ۱۱۳

لوحات

(PLATES)

مخطوطات کے عکس

لوحِ اوّل: انتخابِ دیوانِ سوز بخطِ سوز کا پہلا صفحہ

لوحِ دوم: انتخابِ دیوانِ سوز بخطِ سوز کا داخلی صفحہ

لوحِ سوم: انتخابِ دیوانِ سوز بخطِ سوز کا ایک اور داخلی صفحہ

لوحِ چہارم: انتخابِ دیوانِ سوز بخطِ سوز کا آخری صفحہ

لوحِ پنجم: دیوانِ میر سوز نسخۂ کراچی کا پہلا صفحہ

لوحِ ششم: دیوانِ میر سوز نسخۂ کراچی کا آخری صفحہ مع ترقیمہ

لوحِ ہفتم: دیوانِ میر سوز نسخۂ ملائشیا (بارکر) کا پہلا صفحہ

لوحِ ہشتم: دیوانِ میر سوز نسخۂ ملائشیا (بارکر) ترقیمے کی عبارت

لوحِ نہم: دیوانِ میر سوز نسخۂ ملائشیا (بارکر) ترقیمے کی بقیہ عبارت/ آخری صفحہ

لوحِ دہم: دیوانِ میر سوز نسخۂ ملائشیا کا پہلا صفحہ

لوحِ یاز دہم: دیوانِ میر سوز نسخۂ ملائشیا کا آخری صفحہ

ِح دواز دہم: دیوانِ میر سوز نسخۂ لندن کے آغاز میں ثبت مہروں کے عکس

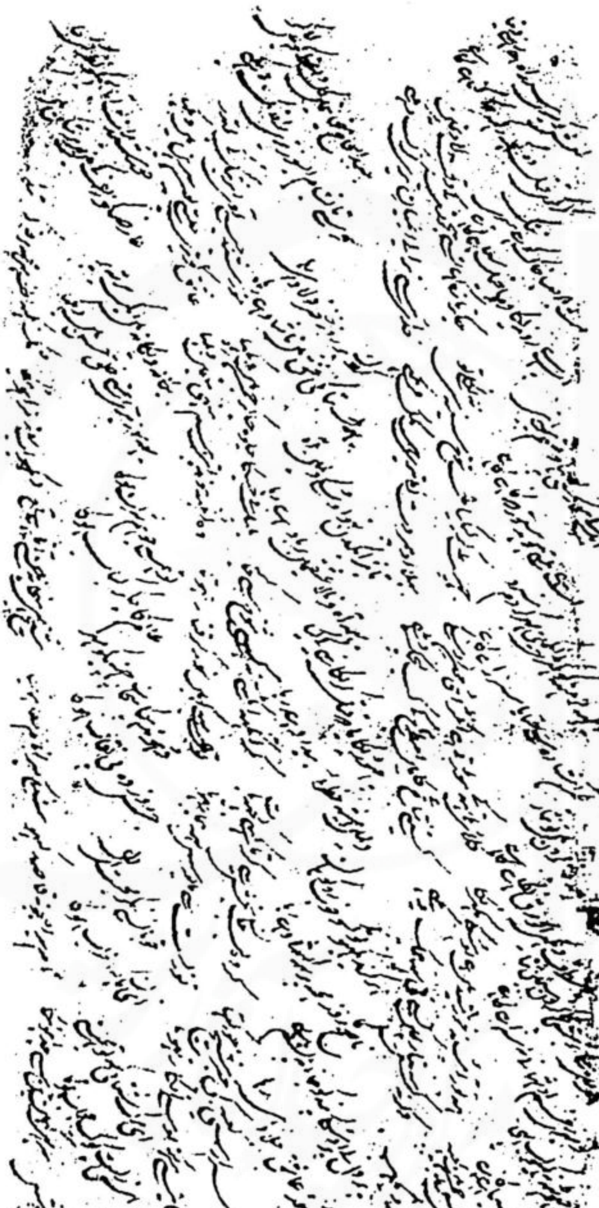
لوحِ سیز دہم: دیوانِ میر سوز نسخۂ لندن کا پہلا صفحہ

لوحِ چہار دہم: دیوانِ میر سوز نسخۂ لندن کا آخری صفحہ

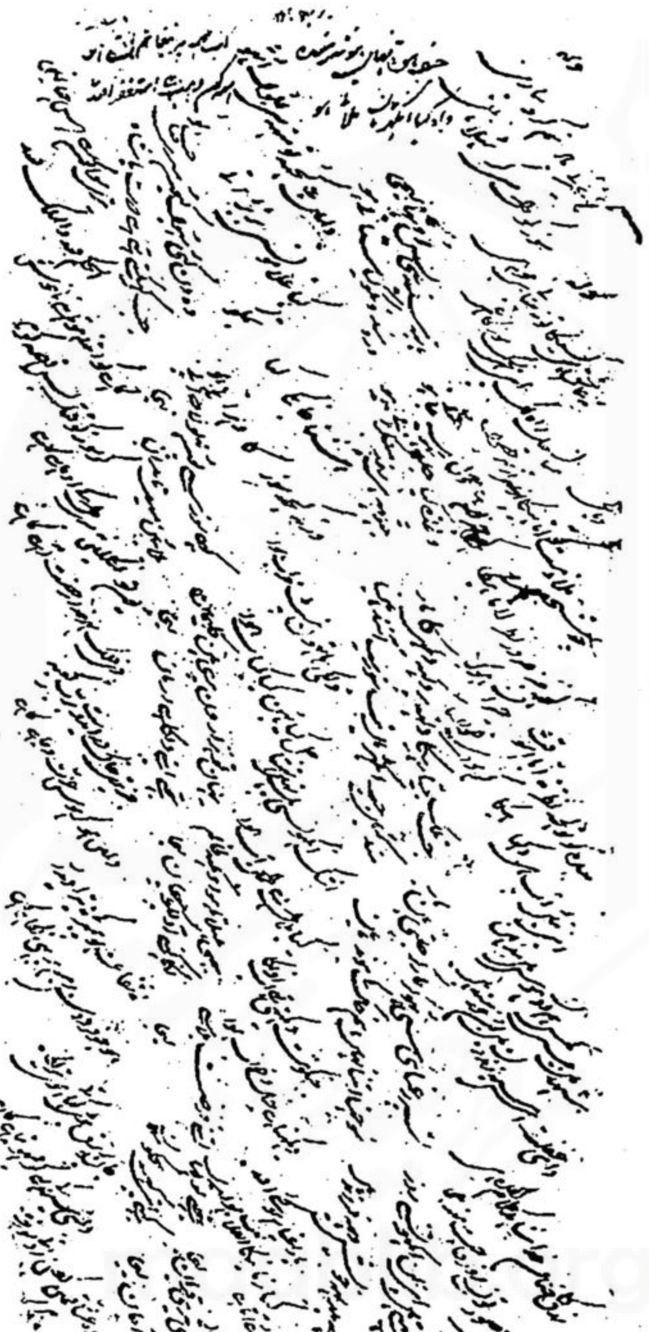


لوحِ اوّل

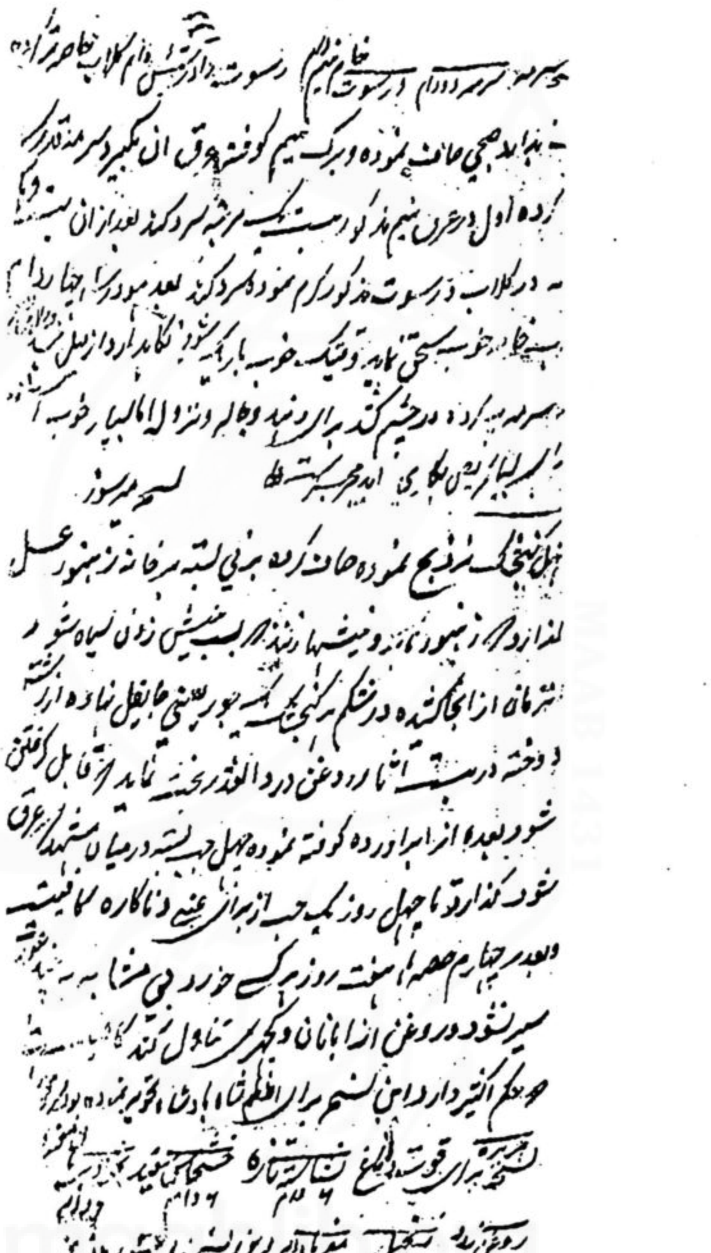
انتخابِ دیوانِ سوز بخطِ سوز کا پہلا صفحہ، آغاز میں میر سوز کے دستخط ثبت ہیں۔ یہ انتخاب دنیا بھر میں میر سوز کی واحد معلوم و موجود تحریر ہے



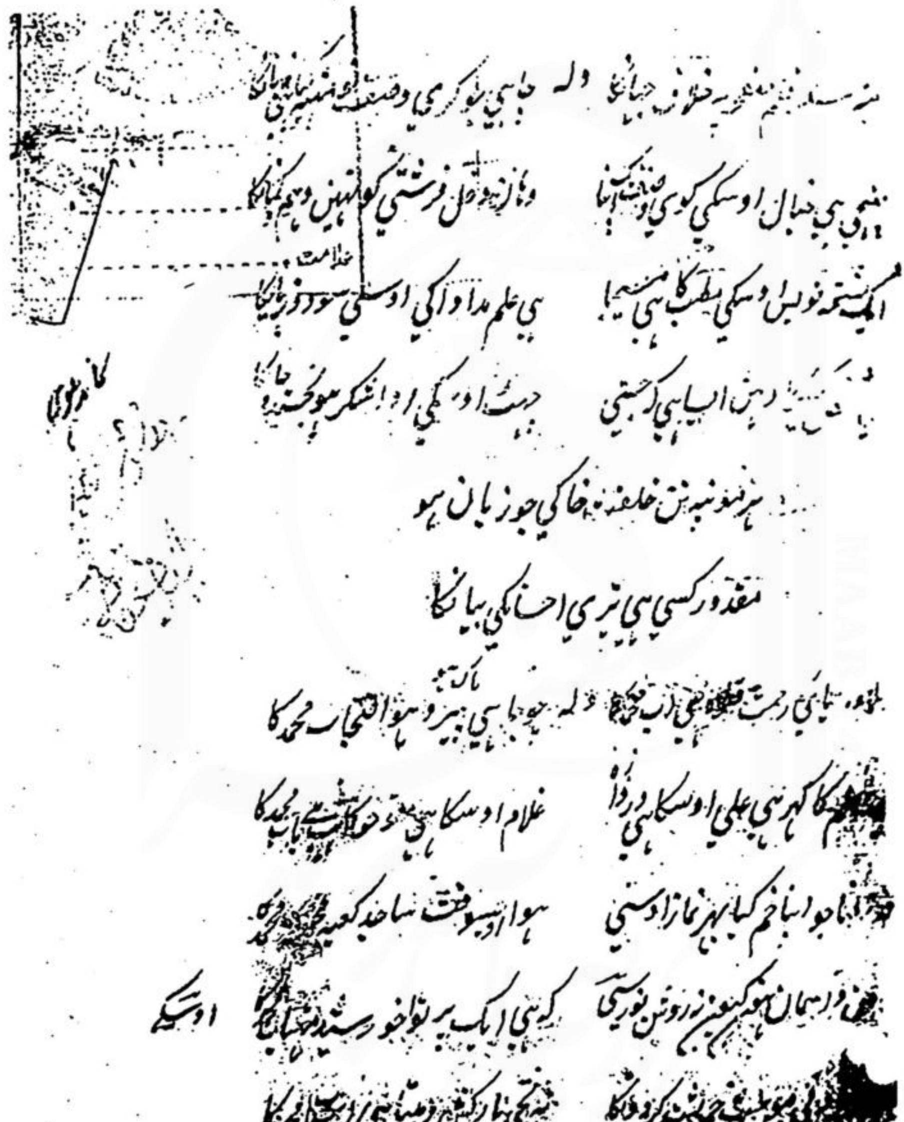
لوحِ دوم: انتخابِ دیوانِ سوز بخطِ سوز



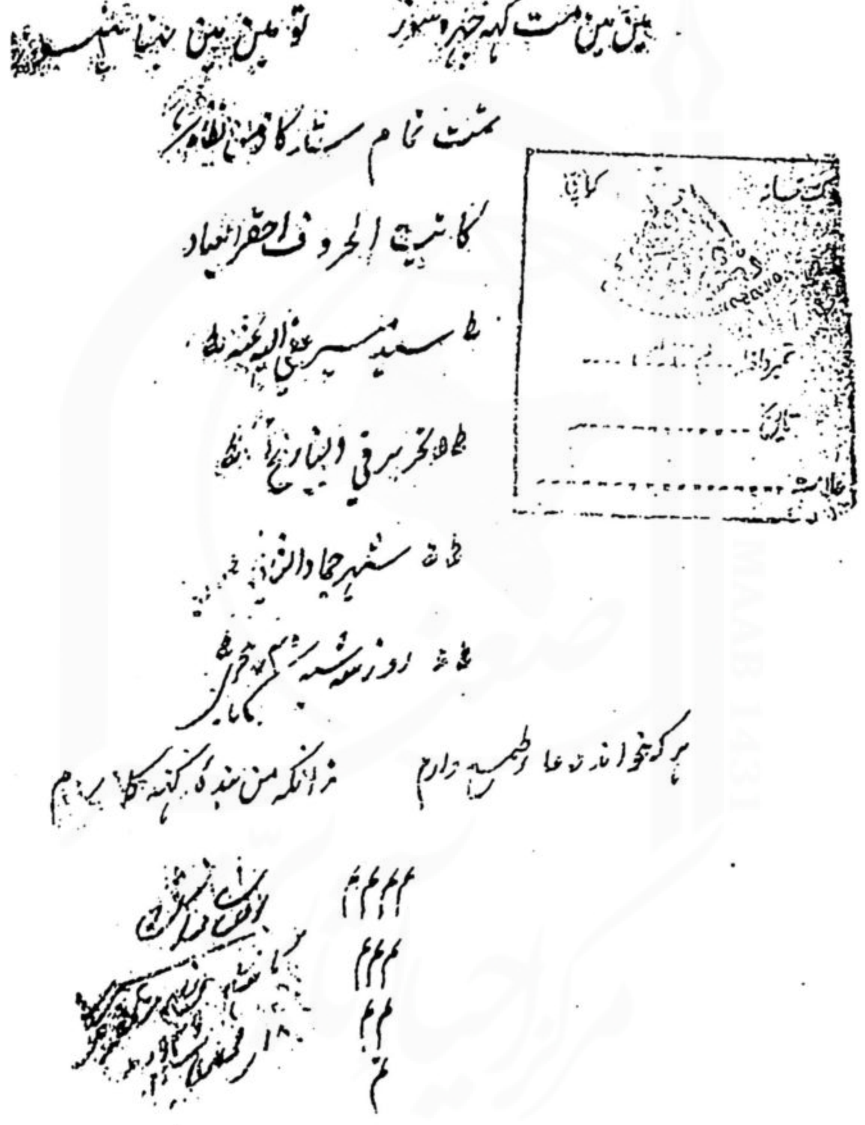
لوحِ سوم: انتخابِ دیوانِ سوز بخطِ سوز



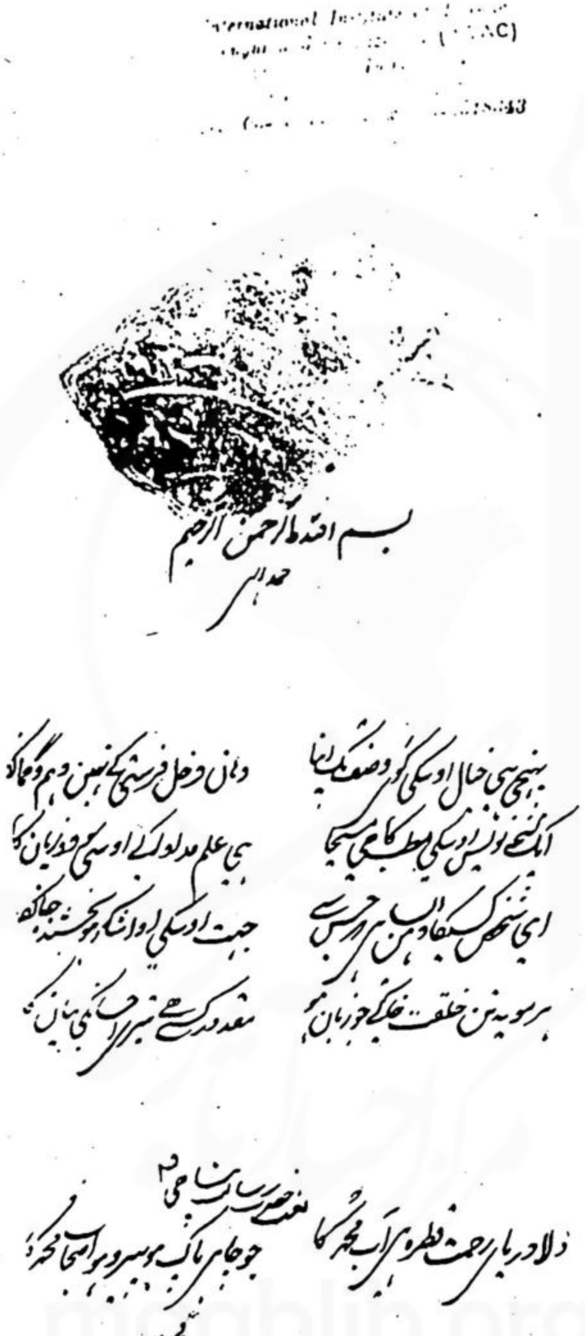
لوحِ چہارم: انتخاب دیوانِ سوز بخطِ سوز کا آخری صفحہ



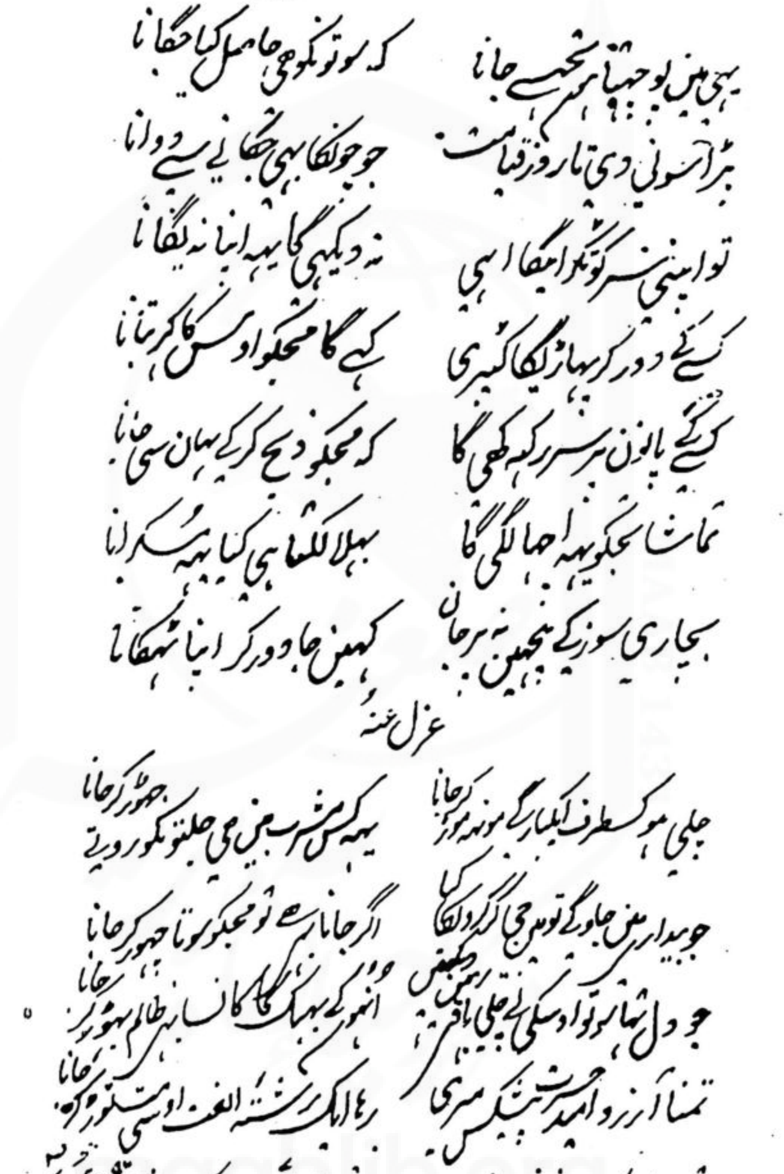
لوحِ پنجم: دیوانِ سوز، نسخۂ کراچی کا پہلا صفحہ



لوحِ ششم: دیوانِ میر سوز، نسخہ کراچی، آخری صفحہ مع ترقیمے کی عبارت



لوحِ ہفتم : دیوانِ میر سوز، نسخۂ ملائشیا (بارکر) کا پہلا صفحہ



یہی میں پوچھتا ہوں تجھ سے جانا کہ سو تو نکو بھی جا ملی کیا جگانا

بڑا آنسو نی دی تار و ز قبا ہیں جو جو نکلا ہی تجھا نے سے دوانا

تو اپنی سر کو ٹکرا ئیگا ایسی نہ دیکھی گا یہہ اپنا نہ لگانا

کسے کیے دور کر پھاڑیگا کیسی کہے گا مجکو اوس کا کرتانا

کرے گچے پاؤں پر سر رکھ یکھی گا کہ مجکو ذبح کر کے یہان سے جانا

تماشا تجکو یہہ اچھا لگی گا بہلا لگتا ہی کیا یہہ مسکرانا

بچاری سوز کے پیچھیں نہ پر جان کہیں جا دور کر اپنا ٹھکانا

غزل عنہ

چلی ہو کس طرف ایکبار گے مونہہ موڑ کر جانا یہہ کس مشرب میں ہی چلتو نکو رو دیتے چھوڑ کر جانا

جو بیداری میں جاوگے تو ہی جی اگر دلکا کیا اگر جانا ہے تو مجکو سوتا چھوڑ کر جانا

جو دل شہا ہو تو اوسکی لیے چلی یا قسمت بھی میں انہوں کے بھاگ گا کا لانا ہی ظالم بہوڑ کر جانا

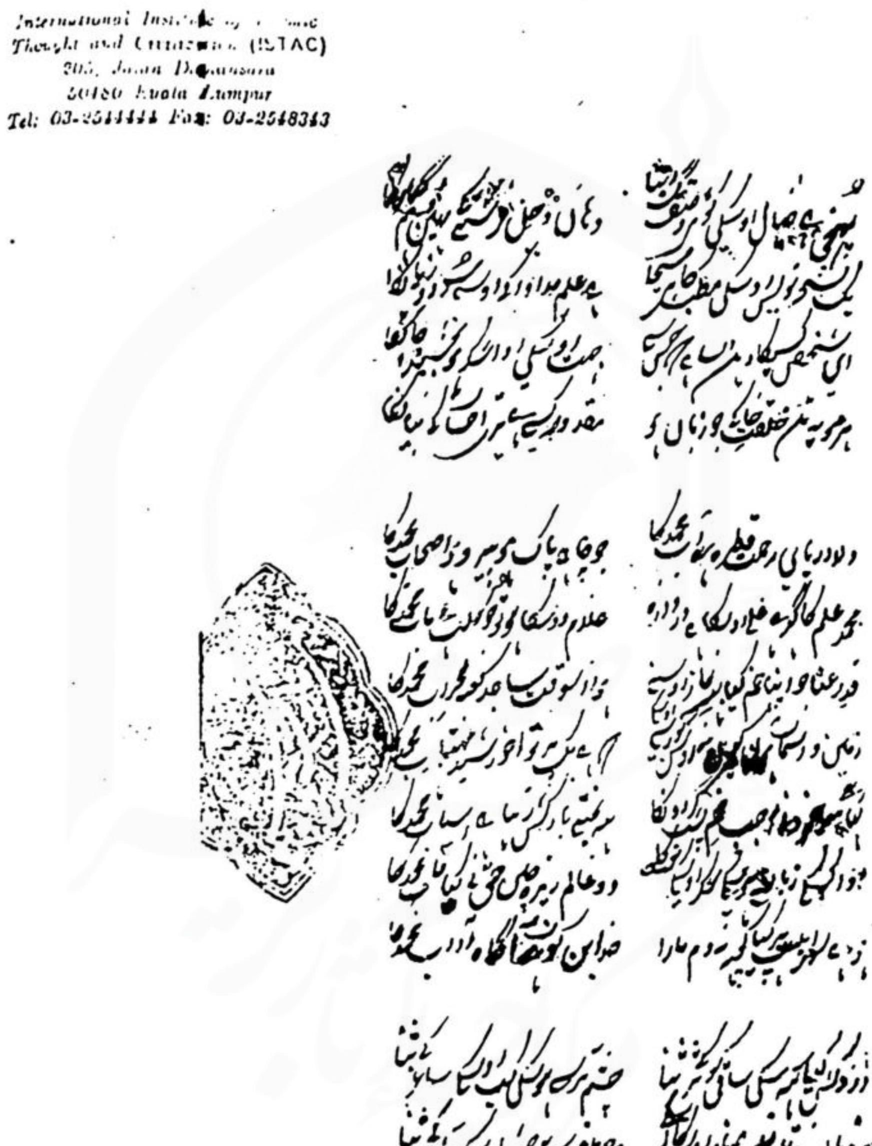
تمنا آرزو امید حسرت بیکس مری رہا ایک رشتہ الفت اوہی سو توڑ کر جانا

تمام شد کار م نظام شد دیوان سوز بتاریخ ہفتم ماہ مبارک رمضان سنہ ۱۲۰۹

لوحِ ہشتم: دیوانِ میر سوز نسخۂ ملائشیا (بارکر) ترقیمے کی عبارت

روز پنجشنبه وقت شام حسب فرمایش عزیز القدر جامع الکمالات و ارجمندی لسان
سعید کونین سید باقر حسین خان تحریر نموده شد حرره فقیر
حقیر پرتقصیر بندهٔ علی بخش غفر الله ذنوبه و ستر عیوبه [illegible]
هر که خواند طمع دعا دارم زانکه من بندهٔ گنهگارم
لوح الخط فی القرطاس دهرا
وکاتبه رمیم فی ترابی

لوحِ نہم: دیوانِ میر سوز نسخۂ ملائشیا (بارکر) ترقیمے کی بقیہ عبارت/ آخری صفحہ



لوحِ دہم: دیوانِ میر سوز نسخۂ ملائشیا کا پہلا صفحہ

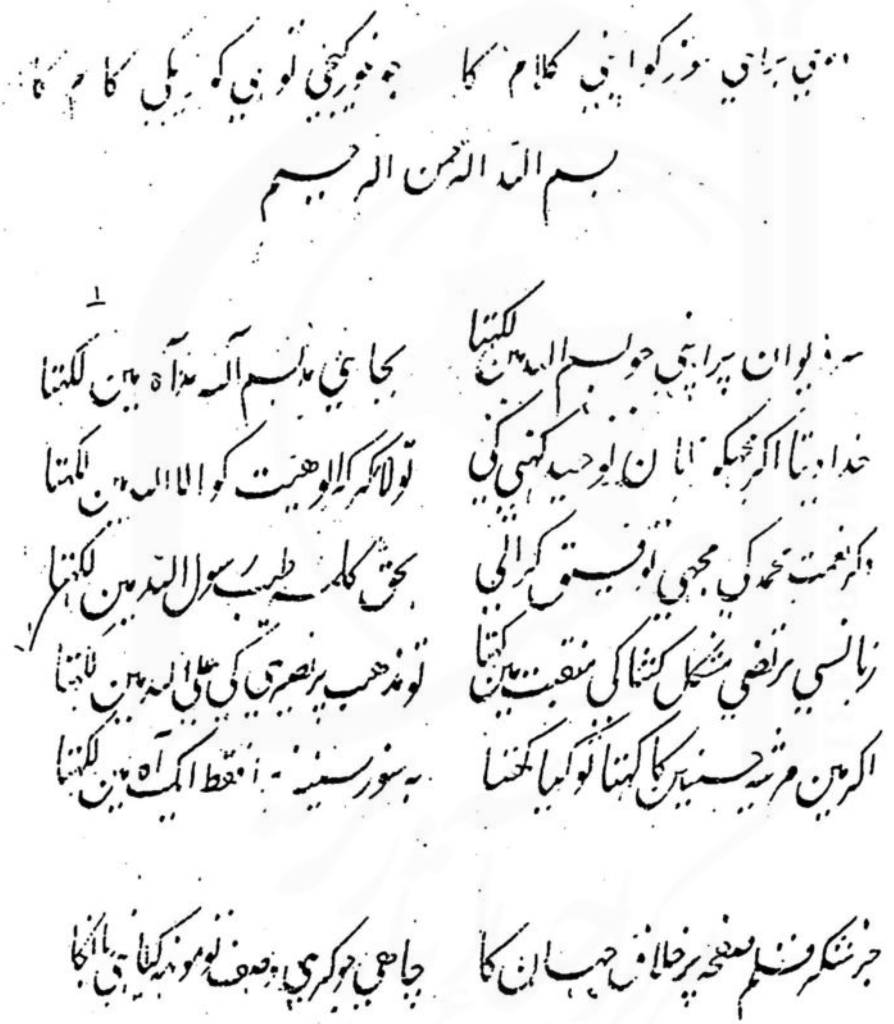


لوحِ یازدہم: دیوانِ میر سوز، نسخۂ ملائشیا کا آخری صفحہ

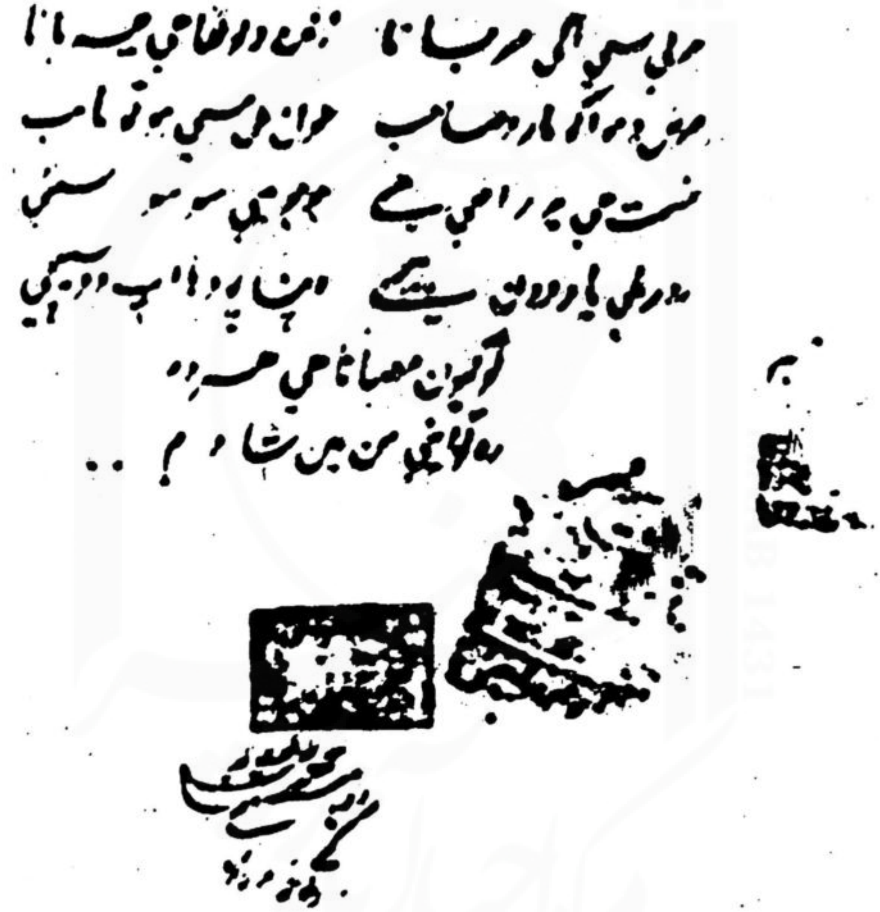


لوحِ دواز دہم

دیوانِ میر سوز نسخۂ لندن کے آغاز میں ثبت ناخوانا مہریں نسخے کا نام اور کتابت کا مہینہ



لوحِ سیزدہم: دیوانِ میر سوز، نسخۂ لندن کا پہلا صفحہ



لوحِ چہار دہم: دیوانِ میر سوز، نسخۂ لندن کا آخری صفحہ

فہرست غزلیات

ب

ت

ث

ج

چ

ح

خ

د

ذ

ر

ز

س

ش

ص

ض

ط

ظ

ع

غ

ف

ق

ک

ل

م

ن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کوئی صاحب سُخن نہیں مرتا
ہے قیامت تلک بقاے سخن

(سوز)

کلیات میر سوز

غزلیات

(الفبائی ترتیب سے)

کلید

نسخۂ میر سوز	....	س
نسخۂ ملائشیا	....	ش
نسخۂ لندن	....	ل
نسخۂ کراچی	....	ک
اردوئے معلیٰ	....	ا
نسخۂ رام پور	....	م
نسخۂ علی گڑھ	....	ع
نسخۂ نیّر	....	ن
نسخۂ عجیبہ وغریبہ	....	ی
انتخابِ دیوان سوز-حسرت موہانی	....	ح
انتخابِ سخن	....	خ
بیاضِ شہاب بیگ	....	ب

دعویٰ بڑا ہے سوز کو اپنے کلام کا
جو غور کیجیے تو ہے کوڑی کے کام کا

(۱)

سرِ دیوان پر اپنے جو بسم اللہ میں لکھتا — بجائے مدِّ بِسمِ اللہ مدِّ آہ میں لکھتا
خدا دیتا اگر مجھ کو زباں توحید کہنے کی — تو لا کر[۱] سب اُلوہیّت کو اِلّا اللہ میں لکھتا
وگر نعتِ پیمبر[۲] کی مجھے توفیق کچھ آتی[۳] — بحقِّ کلمۂ طیّب رسولؐ اللہ میں لکھتا
[۴] مناقب مرتضیٰؓ مشکل کشا کا مجھ سے گر ہوتا — تو مذہب پر نُصیری کے علی اللہ میں لکھتا
اگر میں مرثیہ حسنینؓ کا کہتا تو کیا کہتا — بسوزِ سینۂ زہرا فقط اک[۵] آہ میں لکھتا

(۲)

دلا دریائے رحمت قطرہ ہے آب محمدؐ کا — جو چاہے پاک ہو، پیرو ہو اصحابِ محمدؐ کا
محمدؐ علم کا گھر ہے، علی[۱] ہے اس کا دروازہ — غلام اس کا ہو تو، جو کلب ہے بابِ محمدؐ کا
قدِ رعنا جو اپنا خم کیا بہرِ نماز اس نے — ہوا[۲] اس وقت ساجد کعبہ محرابِ محمدؐ کا
زمین و آسماں ہوں کیوں نہ روشن نور سے اس کے — کہ ہے یک[۳] پرتوا، خورشید، مہتابِ محمدؐ کا
کہا پیرِ خرد[۴] نے موجبِ خم، پُشتِ گردوں کا — یہ بُختی بار کش رہتا ہے اسبابِ محمدؐ کا
ادا کس کی زباں سے ہو سکے شکر اس کی نعمت کا — دو عالم ریزہ چیں حق نے کیا، قابِ محمدؐ کا
ہوا[۵] ہے سوز اہل بیت پر کیا کچھ نہ دم مارا — خدا بِن کون ہے آگاہ، آدابِ محمدؐ کا

(۳)

دُرد[۱] کش کیا کہ سکے ساقیٔ کوثر کی ثنا — چشمِ تر سے ہو سکے کب اس کے ساغر کی ثنا

یہ زباں قابل نہیں جو نام اس کا لے سکے
مصطفیٰؐ سے پوچھیے[2] اس کے برادر کی ثنا

بند ہیں لب خلق کے لے کر ازل سے تا ابد
کون کر سکتا ہے اس قندِ مکرّر کی ثنا

[3]آیۃ الکرسی میں ہے تعریف اس کی دیکھ لو
پوچھ لو جبریل سے جا اس کے قنبر کی ثنا

باوجود اس قرب کے روح الامیں ہے مدح گو
ہے زباں پر اس کی دائم اس کے قنبر کی ثنا

سوزؔ تو کیا کہہ سکے گا کہہ گئے حضرت حسینؑ
گردنِ مذبوح سے اللہ اکبر کی ثنا

(۴)

دل کہاں ہے، جو رکھوں غم کو ترے اس میں چھپا
اس میں کیا تقصیر ہے میری جو ہوے[1] برملا

اے طبیبو! تم نہ اچھا کر سکو گے جاؤ گھر
اس مرے قاتل کا کوچہ ہے مرا[2] دارالشفا

عرش پر تھا[3] اب پرے واں سے گیا،[4] پوچھو ہو کیا
دل کو مت سینے میں ڈھونڈو، میں کجا اور وہ کجا

ہم کو اس کی آشنائی سے نہیں ہرگز امید
آشنا اپنا[5] نہیں جو، ہو وہ کس کا آشنا

شعلہ خو[6] اتنا بھی غصہ کچھ خدا سے بھی تو ڈر
یوں جلا دے خانماں پر سوزؔ کا[7] دل مت جلا

(۵)

یہ باتیں ہیں کہ قاصد یار میرے گھر نہیں آتا
نہ دیکھوں جب تلک آنکھوں[1] سے کچھ باور نہیں آتا

پرائے دل کو لے کر اپنے تلووں کے تلے ملنا
ابے[2] سن تو تجھے ہرگز خدا کا ڈر نہیں آتا

بھرے ہیں میرے دل میں لاکھ شکوے، پر مروّت سے
تمھارے روبرو تو ایک بھی منہ پر نہیں آتا

نہ ملنا، نے کبھی صاحب سلامت، نے خبر کہنی
یہ کیا انصاف ہے کچھ رحم بھی دلبر نہیں آتا

نہ ڈھونڈو دل کو، ملنے کا نہیں، بیٹھو ٹھکانے سے
بہت دن سے کبھی وہ رات کو بھی گھر نہیں آتا

کسی کے دل میں ہوگا سوز مر جاوے تو بہتر ہے
الٰہی میں مروں کیوں کر مجھے[۳] تو مَر نہیں آتا

(۶)

بس دلِ زار خوش نہیں آتا مجھ[۱] کو اظہار خوش نہیں آتا

ق

یہ غضب ہے کہ چپ رہو تو کہے نقش دیوار خوش نہیں آتا
اور جو کچھ کہو تو کہتا ہے چل بے تکرار خوش نہیں آتا
ہر گھڑی چٹکیاں نہ لو صاحب[۲] مجھ کو یہ پیار خوش نہیں آتا
سوز جینا بھی غم کے ہاتھوں سے[۳] ہاں[۴] مرے یار خوش نہیں آتا

(۷)

شرائط اپنے[۱] میں اسلام میں ہرگز نہیں پاتا جو اس پر بھی گنہ بخشے تو اس کا نام ہے داتا
ہماری ہی صفت کی صورتیں محسن ہیں موذی ہیں مثال آئینہ[۲] ہر یک کو سب صورت ہے دکھلاتا
بہت لوگوں کا[۳] مذہب ہے کہ خیر و شر ہے خالق سے نہیں[۴] وہ خالقِ شر ان کو ہے شیطان بہکاتا
بشر تجھ کو کیا اس واسطے جو تجھے میں شر پایا[۵] سوا تیرے کسی حیواں[۶] میں کچھ شر نہیں پاتا
اگر کچھ ہوش ہے تو شر سے بھاگو شر بہت بد ہے ہے خالق خیر کا پرہیز[۷] وہ شر سے ہے فرماتا
بلا اے سوز تجھ میں خیر کیا ہے مجھ کو بتلا دے صفت[۸] اچھی تو میں ناداں کوئی تجھ میں نہیں پاتا

(۸)

سر اوپر شام آئی اب تلک منزل نہیں پاتا کہاں بستر بچھاؤں یاں کسی کا دل نہیں پاتا
غریقِ بحرِ الفت ہوں کدھر کو پیر کر جاؤں یہ ایسا بحرِ بے پایاں ہے جو ساحل نہیں پاتا
مرا دل دوستی کے تخم سے معمور ہے یارب[۱] کہاں بوؤں کسی گلشن کو اس قابل نہیں پاتا
بہت اس سلسلے میں بے سرو پا ہو[۲] پڑا ہوں میں پریشانی سوا کچھ زلف سے حاصل نہیں پاتا
حقیقت مجھ پر آئینہ ہوئی ہے اہل دنیا کی انھوں کی دوستی غیر از غبارِ دل نہیں پاتا

تڑپتا ہوں کہ پیاسا خونِ دل پیتا ہوں اس غم سے
کہیں اک دم[۳] بھی آبِ خنجرِ قاتل نہیں پاتا
بھٹکتا روحِ مجنوں کی طرح پھرتا ہے کیا باعث
بجز آوارگی کیا سوز تو منزل نہیں پاتا

(۹)

کسی کو اپنے اس اندوہ کا محرم نہیں پاتا
کسی کو اپنے اپنے عیش سے بے غم نہیں پاتا
کوئی ایسا نہیں جس کو نہیں دیکھا کبھی شاداں
مگر اپنا دلِ محزوں کبھی خرّم نہیں پاتا
میں اس دنیا میں آیا تھا برائے سیرِ محبوباں
کسی میں دلبری کا دوستو عالم نہیں پاتا
دلِ مجروح میرا چاک ہے لے چین تا داماں
کوئی جرّاح یاں ملتا نہیں مرہم نہیں پاتا
میں دم لوں کس طرح اے سوز ڈرتا ہوں کہیں ٹوٹے
کہ تارِ عمر کا اک رشتہ بھی محکم نہیں پاتا

(۱۰)

نئی اک طرح[۱] اپنے عشق میں ایجاد میں کرتا
غرض ہر طرح[۲] روحِ عاشقاں کو شاد میں کرتا
نہیں[۳] جی چاہتا جو اس کو میں رسوا کروں واللہ
وگرنہ[۴] جو کیا مجنوں نے اس سے زیاد میں کرتا
بسایا غم نے آکر اس دلِ ویران کو ہے ہے
وگرنہ رفتہ رفتہ حسن سے آباد میں کرتا
بغیر از[۵] آصف الدّولہ کہ وہ سلطانِ خوباں ہے
بتاؤ کون ایسا ہے جسے استاد میں کرتا
مرے دل کو وہیں لوکا سا اک آکر لپٹتا[۶] تھا
کبھی[۷] بھولے سے تیرے سوز کو جو یاد میں کرتا

(۱۱)

بغیر از عاشقی کچھ کام مجھ سے ہو نہیں سکتا
تڑپنے بن کروں آرام مجھ سے ہو نہیں سکتا
کہاں میں اور کہاں اندیشۂ بوس و کنار اس کا
نہ صاحب[۱] یہ خیالِ خام مجھ سے ہو نہیں سکتا
وہ میرے نام سے بے زار ہے ملنے کے کیا معنی
نہ بھائی[۲]! وصل کا پیغام، مجھ سے ہو نہیں سکتا
بغیر از کیفیت[۳] لاکھوں کلیجے بھون کھائے ہیں
پھر ایسے کو پلاؤں جام؟ مجھ سے ہو نہیں سکتا
گلی میں یار کی جانا تو کچھ مشکل نہیں لیکن
سنیں[۴] یہ بات خاص و عام، مجھ سے ہو نہیں سکتا
نہیں ڈرتا ہے جی دینے سے اپنے اے مرے قاتل
ولے تجھ کو کروں بدنام؟ مجھ سے ہو نہیں سکتا
وہ دن جاتے رہے جو گالیاں میں اس کی کھاتا تھا
سنوں اے سوز اب دشنام؟ مجھ سے ہو نہیں سکتا

(۱۲)

یہی تو مجھ کو حیرت ہے کہ[1] میرا تن نہیں جلتا
کہ جوں فانوس دل جلتا ہے ، پیراہن نہیں جلتا

پڑا پھرتا ہے دل میں برق[2] ساں وہ شعلہ خو ہر دم
یہ چالاکی تو دیکھو تم کہیں دامن نہیں جلتا

جو تو کہتا ہے تو جلتا نہیں[3] سب مکر کر تا ہے
نہیں جلتا ہوں بس اے[4] جان کے دشمن نہیں جلتا

عجب اسرار ہے ، شعلہ مرے دل کا ہے[5] تا دوزخ
پرندو پولیوں کی گھاس کا مسکن نہیں جلتا

مرے احوال پر اب[6] کونسا دشمن نہیں روتا
ولے[7] جلنا مجھے یہ ہے کہ تیرا من نہیں جلتا

یہ[8] پاس عشق ہے جو خاک پر مجھ سوختہ کی[9] تو
پڑا پھرتا ہے اور تیرا کہیں دامن نہیں جلتا

مگر ہے پردۂ فانوس تن میرا کہ محفل میں
میں جلتا ہوں مثالِ شمع ، پیراہن نہیں جلتا

جلا[10] جس جس طرح سے سوز تیری[11] آتشِ غم میں
کہوں کیا اس طرح حمام کا گل خن نہیں جلتا

(۱۳)

☆یار[1] گر صاحب وفا ہوتا — تو[2] میاں جان کیا[3] مزا ہوتا
ضبط سے میرے تھم[4] رہے ہیں سرشک — ورنہ اب تک تو بہ گیا ہوتا
جان کا کیا بیاں کروں احساں — یہ نہ ہوتا تو مر گیا ہوتا
روٹھنا تب[5] تجھے مناسب تھا — جو تجھے میں نے کچھ کہا ہوتا

ہاں میاں جانتا تو[7] میری قدر — جو کہیں تیرا دل لگا ہوتا
سوز[8] سے کیوں نہ آشنا رہتا — عشق میں گر کبھی جلا ہوتا

(۱۴)

گر دل زار کا مسکن ترے در پر ہوتا — تو میاں جان یہ کس واسطے در در ہوتا
تیرے ابرو نے لیا چھین بزور شمشیر — ورنہ دل زلف کی صحبت میں تو ابتر ہوتا
اس قدر مجھ کو پریشانی[1] ستاتی کیوں کر — جو تری زلف کا سایا مرے سر پر ہوتا
کیا ہوا نفع الٰہی مری پیدائش سے — یہ[2] نہ ہونا ہی مرا از ہمہ بہتر ہوتا
سوز کو اتنا جلانا بھی کہیں واجب ہے — کشتنی تھا جو ترے حکم سے باہر ہوتا

(۱۵)

اپنے[1] نالے میں گر اثر ہوتا — قطرۂ اشک[2] بھی گہر ہوتا
جن کے نالے[3] کی ہے پہنچ تجھ تک — کاش میں ان کا نامہ بر ہوتا
دل نہ دیتا جو میں تجھے ظالم — کیوں مری جان کا ضرر ہوتا
پھر نہ کرتا ستم کسی پہ اگر — حال سے میرے با خبر ہوتا
خون عشاق[4] کرتے کیوں ناحق — گر[5] بتوں کو خدا کا ڈر ہوتا
کام آتا میں ایک دن پیارے — ربط مجھ سے[6] تجھے اگر ہوتا
کھینچتی فوجِ[7] خط جو حسن پہ تیغ — سینہ میرا[8] وہاں سپر ہوتا
سوز کو شوق کعبہ جانے کا — ہے بہت ، پر زیادہ تر ہوتا
شیخ مانند تیرے اس کے پاس — بار برداری کو[9] جو خر ہوتا

(۱۶)

بُتوں کے عشق سے واللہ کچھ حاصل نہیں ہوتا
انھوں سے بات کرنے کو بھی اب تو دل نہیں ہوتا

کدھر جاتی رہی غفلت کہ میں بے چین رہتا ہوں
کبھی یہ دل ترے دھڑکے[1] سے ٹک غافل نہیں ہوتا
صنم کا دید چاہے تو فنا ہو عاشقِ صادق
[2]غبارِ جسم اٹھ جاوے تو کچھ حائل نہیں ہوتا
نہ پاوے[3] جب تلک لاکھوں گدازیں آتش غم میں
مسِ دل عاشقوں کا تو زرِ کامل نہیں ہوتا
تو مجھ سے روٹھ رہ[4] مت بول، میں تجھ سے نہ روٹھوں گا
یہ تیرا سوز اِن باتوں سے کچھ بے دل نہیں ہوتا

(۱۷)

☆زلفوں سے اگر مجھ کو سروکار نہ ہوتا — یاں تک تو پریشان میں اے یار نہ ہوتا
کیا نور بصر[1] آن کے یاں لطف اٹھاتا — دنیا میں اگر کوئی طرحدار نہ ہوتا
اسرار سے کعبے کے، خبر شیخ جو رکھتا — بت خانے سے ہرگز اسے انکار نہ ہوتا
[2]گر وہ لبِ جاں بخش سے کرتا کبھی کچھ بات — تو زیست سے مایوس یہ بیمار نہ ہوتا
گر آنکھ اٹکتی نہ کسی شوخ سے جا کر — تو دل[3] سے کہیں سوز گرفتار نہ ہوتا

(۱۸)

جو[1] تیرا غم مرا مہماں نہ ہوتا — [2]تو مصروفِ ضیافت جاں نہ ہوتا
غم و شادی نہ توام ہوں[3] تو یاں گل — گریباں پھاڑ کر[4] خنداں نہ ہوتا
[5]جو ہوتا وصل میں عاشق کو آرام — تو بلبل باغ میں نالاں نہ ہوتا
نہ کرتا قتل تو روزِ قیامت — یہ ہاتھ اور یار کا داماں نہ ہوتا
نہ جاتا سامنے اس سادہ رو کے — تو اے سوز آئینہ حیراں نہ ہوتا

(۱۹)

[1]دلِ آشفتہ مجھ سے حال[2] اپنا کچھ نہیں کہتا — پر اپنے یار سے ملتا ہے تب کیا کچھ نہیں کہتا

مجھے کہتا ہے میں تجھ کو نہیں کہتا ہوں کچھ ہرگز
ہزاروں گالیاں دیتا ہے، اچھا کچھ نہیں کہتا
کسی نے اس سے پوچھا سوز بھی کہتا ہے کیا کچھ کچھ
لگا کہنے ہوا ہے جب سے سودا کچھ نہیں کہتا
سنے ہے نام جب میرا تو چھاتی کوٹ لیتا ہے
زباں سے ڈر کے مارے وہ بچارا کچھ نہیں کہتا
سنے جب سوز کے اشعار پہلے سر دھنا، پیچھے
لگا کہنے کہ کیا بھولا ہے، اچھا کچھ نہیں کہتا

(۲۰)

مجھے گر حق تعالیٰ عشق میں[1] کچھ دسترس دیتا
تو دل[2] ان بے وفاؤں کو، کوئی میں اپنے بس دیتا
تماشا ایک نالے میں[3] تجھے صیّاد دکھلاتا
قفس میں گر فلک آرام مجھ کو یک نفس دیتا
نہ لیتا نام ہرگز زمزمے کا[4] پھر تو گلشن میں
اگر دل کو مرے صیاد ظالم باز پس دیتا
میں بلبل کی طرح نالاں نہ رہتا باغِ دنیا میں
جو کچھ بھی داد اس دل کی کوئی فریاد رس دیتا
قسم ہے سوز کو گر[5] قتل اپنے ہاتھ سے کرتا
تو جی دیے[6] ہوئے بھی[7] دیکھ صورت اس کی ہنس دیتا

(۲۱)

میں ساری رات میری جان تیری یاد کرتا تھا
کبھی خوش ہو کے ہنستا تھا کبھی[1] کڑھ کڑھ کے مرتا تھا
کہیں پیکان یا پر[2] تا کہ میرے ہاتھ لگ جاوے
لپکتا[3] تھا وہ ناوک جب مرے دل سے گزرتا تھا
مبادا دیکھ لے وے اشک خونیں اور ڈر جاوے
اٹھاتا آنکھ پر سے ہاتھ جلدی[4] دل پہ دھرتا تھا

اسی دہشت سے کہہ بیٹھے نہ کیوں الماس کھایا[۵] تھا
جو لختِ دل اگلتا[۶] تھا اسے دامن میں بھرتا تھا
بھلا اب سوز اور تم دونوں کب[۷] سے لپٹے بیٹھے[۸] ہیں
جو ہم کہتے تھے یوں[۹] ہے تو خفا ہو کر مکرتا تھا

(۲۲)

آہ و نالہ تو مرا آگے اثر کرتا تھا میرے احوال کی جا اس کو خبر کرتا تھا
بس کہ تھا نالۂ پر سوز و حزیں، سن سن کر رحم کھا کر وہ کبھی مجھ پہ نظر کرتا تھا
کیا کروں اس کی اداؤں کا بیاں ہی ظالم اک پہر دیکھنے میں لاکھ ہنر کرتا تھا
آنکھ میری جو کبھی بھول کے ہوتی دو چار کس لگاوٹ سے وہ مکھڑے کو ادھر کرتا تھا
کیا کیا تو نے اسے یہ بھی کوئی طور ہے ہائے سوز ڈیوڑھی پہ تری خاک بسر کرتا تھا

(۲۳)

محبت کو دامِ بلا جانتا تھا پھنسا میں تو آپھی[۱] میں کیا[۲] جانتا تھا
چلا مجھ سے دامن چھڑا کر بھلا دل تجھے میں بڑا آشنا جانتا تھا
مجھی سے تجھے بے وفائی تھی کرنی تجھے[۳] میں تو اہلِ وفا جانتا تھا
ولے گرم جوشی[۴] سے تیری تھا دھڑکا کہ آخر کرے گا دغا جانتا تھا
دغا کھائی آخر، دغا کھائی آخر میں کیا جانتا تھا، میں کیا جانتا تھا
دلاسا تو دے سوز کو چلتے چلتے مگر تو جگر ہی جلا جانتا تھا

(۲۴)

حسن اس کا تو آشکارا تھا اشک پر شِنِ نظارا تھا
اس کے مکھڑے کی یاد میں کل رات چپکے روتا تھا دم نہ مارا تھا
اشک[۱] آتے تھے آنکھوں سے اس طرح گویا پریوں کا وہ اتارا تھا
عاشقی کی قما بازی میں نفع[۲] یہ تھا کہ سر کو وارا تھا

سوز جیتا تھا جب تلک بارے دل کو میرے زرا سہارا تھا
اب تو بے کس پڑا ہے سینے میں ایک تو آگے ہی بچارا تھا
آپ تھا[۳] آپ ہر زمانے میں نہ سکندر تھا وہ نہ دارا تھا
جس کو کہتے ہیں حیدرِ کرار [۴]اس ہی کا سب جگہ گزارا تھا

(۲۵)

کبھی یہ دل ہمارا آشنا[۱] تھا کلیجے سے[۲] لپٹ کر لگ رہا تھا
کسی سے عشق کا گر نام سنتا تو فق فق ہو کے تھر تھر کانپتا تھا
ہوا ہے[۳] عشق کا اب تو دوانا [۴]اسی خاطر مگر پیدا ہوا تھا
کئی برسوں میں اب[۵] پھیرا کیا ہے اسے پوچھو تو کچھ میں نے کہا تھا
اجی بولو نہ صاحب منہ[۶] تو کھولو تو کس کے دام میں جا کر پھنسا تھا
تجھے میں عرش سے تا فرش ڈھونڈا تو کس کونے میں جا کر چھپ رہا تھا
زرا آنکھیں اٹھا کر بات تو کر تجھے میں نے کبھی طعنہ دیا تھا
تری[۷] آنکھوں میں اب تکلے چھپاؤں ابے[۸] یہ باتیں کب تو جانتا تھا
تو میرے آگے توبہ کر تو مانوں ولے توبہ، تو کب یہ مانتا تھا
جدھر[۹] سے آئے ہو اُلٹے وہیں جاؤ تمھارے واسطے یاں کیا دھرا تھا
ہوا ہے اب تو کیا بٹ باہرا یہ، جنم کا کیا مگر شہدا بنا تھا
یہی نا اور دو دن رو رہیں گے، کریں کیا یہ[۱۰] ہی قسمت کا لکھا تھا
چلو دیکھی تمھاری بھی محبت عبث یہ سوز اپنا جانتا تھا
پکارا سوز نے تجھ کو، فلانے نہیں تو لکھنے پڑھنے میں لگا تھا

(۲۶)

یہ تیرا عشق کب کا آشنا تھا کہاں کا[۱] جان کو میری دھرا تھا
وہ ساعت کون سی تھی یا الٰہی کہ جس ساعت دو چار اس سے[۲] ہوا تھا

میں اپنے ہاتھ اپنے دل کو کھویا[۳] خداوندا میں کیوں عاشق ہوا تھا
میں کاش اس وقت آنکھیں[۴] موند لیتا [۵] یہ میرا دیکھنا مجھ پر بلا تھا
ولے کیا آن تھی اللہ اللہ کہ جس[۶] غمزے سے چھاتی پر چڑھا تھا
وہ مجھ کو ذبح کرتا تھا چھری سے میں اس کی تیز دستی تک رہا تھا
نہ تھا اس وقت[۷] جز اللہ کوئی ولے یہ سوز پہلو میں کھڑا تھا
غزل اس وقت ایسی اور پڑھ سوز کہ اب سننے کو میرا دل لگا تھا

(۲۷)

صنم نے قتل جب[۱] مجھ کو کیا تھا تو بارے خوں بہا ٹک ہنس دیا تھا
اگرچہ مر گیا تھا میں اسی آن ولے ہنسنے سے اس کے جی اٹھا تھا
نہ پوچھو لطف کچھ اس کی ہنسی کا کہوں کس منہ سے اس میں کیا مزا تھا
بہایا خون عاشق تیغ جڑ کر یہی پیارے ہمارا خوں بہا تھا
جو کچھ گزرا سو گزرا مت کہو کچھ[۲] یہی کاتب[۳] نے قسمت کے لکھا تھا
نہ تھا اس دم بجز اللہ کوئی ولیکن سوز پہلو میں کھڑا تھا

(۲۸)

مگر[۱] سوز کے دل میں کچھ درد تھا کہ[۲] چہرہ بہت آج کچھ زرد تھا
یہ آتش مرے دل میں[۳] تھی مشتعل کہ دوزخ کا بازار بھی سرد تھا
بظاہر تو اک منحنی تھا ولے جو سچ پوچھیے تو بڑا مرد تھا
مرے جان دینے کی سن کر خبر یہ کہتا ہر اک: سوز ہمدرد تھا

(۲۹)

رات آنکھیں تھیں مُندی پر بخت ٹک بیدار تھا تا سحر دل محوِ دیدارِ جمالِ[۱] یار تھا
گرچہ تھا وہ شمع رو فانوس میں دل کے[۲] ولے پردۂ[۳] شرم و حیا ہی مانعِ دیدار تھا
جھانکتا کیوں کر حصارِ تن سے[۴] میں محبوب کو دودِ[۵] دل تو چشم بندِ رخنۂ دیوار تھا

ناصحا! کیا فائدہ تکرار سے خاموش رہ!
دل نہیں میں نے دیا، باللہ میں ناچار تھا

یار[۶] میں، میں محو تھا اور یار مجھ میں تھا فنا
غیر[۷] کیا سمجھے اسے جو تھا عجب اسرار تھا

سوز کیوں آیا عدم کو چھوڑ کر دنیا میں تو
واں تجھے کیا تھی کمی یاں تجھ کو کیا درکار تھا

(۳۰)

عشاق تیرے سب تھے[۱] پُر زار تھا سو میں تھا
جگ[۲] کے خرابے اندر اک[۳] خوار تھا سو میں تھا

داخل شہیدوں میں تو لوہو لگا کے سب تھے
شمشیرِ ناز سے پر افگار تھا سو میں تھا

سنبل کے بیچ میں دل تیرے نہ تھا کسی کا
نرگس کا ایک تیری بیمار تھا سو میں تھا

البتہ[۵] عرضِ مطلب کس کی نہ تھا زباں پر
در پر جو تیرے نقشِ دیوار تھا سو میں تھا

داغِ محبت اے گل جب تھا ترانہ جگ میں
داغوں سے جس کا سینہ[۶] افگار تھا سو میں تھا

گو عشق کے تمھارے عشاق[۷] اب مقر ہیں
اوّل زباں پہ جس کی اقرار تھا سو میں تھا

دل[۸] سے تری نصیحت سب یار مانتے تھے
ناصح کے پر سخن سے بے زار تھا سو میں تھا

کافر تری زبانی اکثر ہیں لیک جوں شمع
ہر استخواں میں جس کے زنّار تھا سو میں تھا

اس میکدے میں گاہے اے سوز ہم نہ بہکے
سب مست و بے خبر تھے، ہشیار تھا سو میں تھا۔

(۳۱)

اس سے آگے تو کبھی[۱] اے سوز تو نالاں[۲] نہ تھا
گرچہ روتا تھا، ولیکن اس قدر گریاں[۳] نہ تھا

رات کو اے[۴] بادشاہِ بزمِ محبوبانِ حسن
چاند تھا[۵] تیرے مقابل، پر نہیں چنداں نہ تھا

میں بھی کہتا تھا کہ ناصح کیا ہے، کل دیکھا اسے
آدمی[۶] سا دور سے لگتا تھا، پر انساں نہ تھا

دل میں تھا گاہے کروں گا عرضِ حال اپنا اسے
روبرو ہوتے ہی سب بھولا، یہ کچھ نسیاں نہ تھا

(۳۲)

[۱]چھنایا نام و ننگ و صبر و طاقت، قول دے جھوٹا
اکیلا[۲] پا کے مجھ کو عشق نے من مانتا لوٹا

ہر اک ذرّے میں جھمکا ہے نرالا[۳] ریگِ صحرا کے
[۴]خدا جانے کہ کس کا شیشۂ ناموس یہ ٹوٹا

جلے خارِ بیاباں گرم رفتاروں کے قدموں سے
اسی خاطر[۵] یہ میرے پاؤں کا اک آبلہ پھوٹا

کل آئے تھے بڑی شیخی سے میخانے کو لٹوانے ولے[6] رندوں نے مل کر محتسب کو زور[7] ہی لوٹا
مجھے کچھ اعتبار[8] آیا نہیں کس منہ سے[9] کہتا ہے تو رات آوے گا میرے پاس اپنے[10] سر کی سوں جھوٹا
کسی عنواں نہ تھی امید اس زنداں سے چھٹنے کی اجل کی[11] دوستی سے سوز قیدِ جسم سے چھوٹا

(۳۳)

مجلس سے[1] جب ہو مست وہ رشک بتاں اٹھا محشر کا اہلِ بزم میں شور و فغاں اٹھا
آیا نظر جو دور سے[2] میں اُس کو پھر کہیں لے کر[3] وہ قصد کو مرے تیر و کماں اٹھا
جونہی قدم رکھا میں سوئے باغ یا نصیب لے بیلچے کو ہاتھ وہیں باغباں اٹھا
مشہور ہے یہ بات کہ جی ہے تو ہے جہان آپھی اٹھے جہاں سے تو گویا جہاں اٹھا
میں جس کے پاس[4] بیٹھ لگا کہنے حال دل اپنے ہی دل کے غم کی وہ لے داستاں اٹھا
بوئے وفا و رنگِ محبت نہیں ہے یاں یارب تو اس چمن سے مرا آشیاں اٹھا
پہنچے[5] گی تیرے گھر ہی جو چاہے گی دُختِ رز مت جا کے سوز منّتِ پیرِ مغاں اٹھا

(۳۴)

نہ دانہ ساتھ لے صیّاد تو نے[1] دام لیتا جا
چمن میں ہم صفیروں کو مرا پیغام لیتا جا
اگر دل لے چلا[2] دل کی خلش مت چھوڑ سینے میں
سحر لے جا نہیں سکتا تو اس کو شام لیتا جا
نہ تھی توفیق اگر[3] بوسے کی تو اتنا ہی کہہ[4] دیتے
جو[5] آیا ہے تو خالی مت پھرے دشنام لیتا جا
اگر اے نالہ[6] تو چاہے کہ اس کے گوش تک پہنچے
اثر تھوڑا کہیں سے کر کے قرض و دام لیتا جا
ہوا میں دل کے لیجانے پہ راضی تیری خاطر سے
کہا کب تھا کہ ساتھ اس کے مرا[7] آرام لیتا جا

خیال ان انکھڑیوں کا چھوڑ مت مرنے کے بعد از[۸] بھی
دِلا آیا جو تو اس میکدے میں جام[۹] لیتا جا
جو چاہے[۱۰] مغبچے تجھ کو اذیّت دیں نہ اے[۱۱] واعظ
گلی میں مے کدے[۱۲] کی سوز کا تو نام لیتا جا

(۳۵)

جا جا مرے پاس سے تو جا جا
توبہ[۱] جو تجھے کہوں میں آجا

جا بیٹھ انھیں کے پاس[۲] چل بے
جو یہ کہیں لب سے لب ملا جا

ہرجائی پنے کا تیرے سفلے
اب کوچہ بہ کوچہ[۳] دوں گا باجا

جا اٹھ[۴] جا دور ہو کہیں دفع
اوروں کو نہ خاک میں ملا جا

پہلے جو قرار لکھ گیا تھا
اس کو آنسو سے لے مٹا جا

کیا[۵] سوز غریب سے تجھے کام
خلقت تجھے اب ہے کہتی راجا

(۳۶)

جب بادہ خونِ دل ہو تو سیر چمن کجا؟
ساقی وہ نو بہار و شراب کہن کجا

صحبت تجھے رقیب سے، میں گھر میں اپنے داغ
[۱]کیسا پتنگ ، شمع کہاں ، انجمن کجا

[۲]تیرے لیے وطن سے جو نکلا تو پھر اسے
مانند طفلِ اشک کے عزمِ وطن کجا

صد[۳] حرفِ آرزو ہے زباں پر مری و لے
چاہوں جو تجھ سے ایک کہوں ، میں دہن کجا

غرقابِ چاہِ عشق جو ہوتا تو جانتا
یوسف کہاں ، مصیبتِ چاہِ ذقن کجا

عریاں تنی نے باز رکھا اس کے رنج سے
ناصح جو چاہے جیب سیے پیرہن کجا

خلوت سرائے سوز کو پہنچے کبھو نہ دیر
تو اور وہ جہاں ہو بت[۴] و برہمن کجا

(۳۷)

اب تو دم باقی نہیں ہے جان آ جا دیکھ جا
نزع کا میری[۱] بھی ٹک آ کر تماشا دیکھ جا

دل کے دینے کی خوشی میری تجھے[۲] کچھ یاد ہے
جان کے دینے کا بھی مرے مداوا[۳] دیکھ جا

دیکھ تو کس[۴] کس خوشی سے جان دیتا ہوں تجھے ایک دم تو آن کر میرے مسیحا دیکھ جا
سیر دریا تو ہمیشہ تجھ کو خوش آتی ہے پر[۵] آنسوؤں کا میرے آ کر موج دریا دیکھ جا
سوز تیرا بندۂ دل سوز تھا سو اب چلا پھر نہ دیکھے گا کبھی[۶] جلدی سے آ جا دیکھ جا

(۳۸)

مجھ کو تنہا چھوڑ کر اے شوخ[۱] بے پروانہ جا
جان تیرے ساتھ جاوے گی[۲] زرا ستانہ جا
جب تلک بیٹھا ہے[۳] تو تب تک ہے میرے جی میں جی
اے[۴] بلا گرداں ہوں میں تیرے یہیں رہ جا نہ جا
کیوں رے دل آخر کو پچھتایا نہ کر کر عاشقی
تجھ کو میں کہتا نہ تھا آ ، ہر[۵] کہیں بے جا نہ جا
جو یہ کہتا ہوں تو سب تیری بھلائی کے لیے
مجھ کو کیا میری بلا سے تو کہیں جا ، یا نہ جا
ایک دم تو دیکھ لوں دیدار اپنے دوست کا
اے[۶] اجل جلدی نہ کر ، اے عمر ٹک ستانہ جا
دیکھ[۷] تو کیا کیا ستم میں نے سہے[۸] تیرے لیے
ٹک تو بیٹھا رہ ابھی تو[۹] اے کرم فرما نہ جا
شوخ ہی آوے گا خودداری[۱۰] بھی لازم ہے تجھے
سوز یہ کیا طور ہے اتنا بھی تو گھبرا نہ جا

(۳۹)

پاس[۱] سے[۲] میرے تو اب اے دل ناشاد نہ جا آ نہ جا مان کہا اے ستم ایجاد نہ
یہ جفائیں[۳] تو اٹھاتا ہے کہ میں حیراں ہوں قطرۂ خوں[۴] ہے تو یا ہے کوئی فولاد نہ
تو تو جا جا کے لگا لاوے ہے اک تازہ بلا آہ تیری تو ہوئی جان کو جلّاد نہ

میں ترے نالہ و فریاد سے راضی ہوں دِلا[5]
جان پر میری نہ کر ہر گھڑی بیداد نہ جا

ذبح کر مجھ کو تو یا کاٹ گلا راضی ہوں
روبرو سے مرے اے جان کے جلّاد نہ جا

سوز کی جان میں ہے جان ترے بیٹھنے سے
یہ ابھی جان سے ہو جائے گا برباد نہ جا

شوق ہے تجھ کو اگر شعر کے سننے[6] کا تو سُن
غزل ایک اور کروں تجھ سے میں ارشاد نہ جا

(۴۰)

عزمِ[1] شکار کر کے تو اے نازنیں نہ جا
بیٹھے ہیں[2] تجھ پہ لاکھ لگائے کمیں نہ جا

کر رحم[3] یار بلبلِ مسکیں[4] کے حال پر
گلزار دیکھنے کو تو اے غنچہ چیں نہ جا

شرمندہ ہو کے چاند نہ نکلے گا پھر کبھی
تو[5] چاندنی کو دیکھنے اے مہ جبیں نہ جا

تیرے قدم[6] کے کھٹکے سے چونکیں گے کشتگاں[7]
تو پاؤں پاؤں[8] اپنے بروئے زمیں نہ جا

مر جائے گا جہان تری سج کو دیکھ کر
بازار میں چڑھائے[9] تو یوں آستیں نہ جا

آشوب[10] ہے بڑا[11] نظرِ بد کا ہے خطر
آ بیٹھ[12] دل میں سوز کے ہرگز کہیں نہ جا

(۴۱)

میری آنکھوں کے تو آگے سے اب[1] اے ماہ نہ جا
گرچہ[2] جاتا ہے رقیبوں کے تو ہمراہ نہ جا

کیا قسم تجھ کو کھلاؤں کہ تو مانے گا نہیں
پر مرا مان کہا آج تو واللہ نہ جا

کس کے بہکائے سے تو کوئے وفا سے پلٹا[3]
کس نے بد راہ کیا تجھ کو کہ اس راہ نہ جا

ارے بیٹھے ہیں سرِراہ ہزاروں[4] رہزن
رات کو جائیو[5] جانا ہے پر اس راہ نہ جا

پاس[6] رہتا ہے رقیبوں کے تو پیارے شب و روز
پیارے یہ لوگ برے دیکھ تو ہر گاہ نہ جا

جو تو جاوے گا تو مر جائے گا یہ سوز غریب
آ ، نہ جا واسطے اللہ کے ، اے ماہ نہ جا

(۴۲)

جہاں تو ہے اے تیرے قربان لے جا مجھے دل ستاتا ہے آ جان لے جا
تجھے تو کہاں اتنی فرصت بلا سے کبھی اپنے گھر مجھ کو مہمان لے جا
مجھے[۱] بلبلاتا ہوا دیکھ ظالم ق لگا کہنے آ ، دل کو پہچان لے جا
یہاں تو ہزاروں[۲] پڑے ہیں گلی میں تجھے اپنے دل کا ہے ارمان لے جا
کبھی سوز[۳] سے یوں نہ بولا کہ آ بے بلائیں مری تا بہ دامان لے جا

(۴۳)

مجھے طعنے دیتا ہے کیا ناصحا قضا و قدر نے ہے رسوا کیا
میں واقف نہ تھا عشق ہے کون شخص سو وہ تن بدن میں مرے چھا گیا
دِلا تو چلا تو مجھے چھوڑ کر ولے بھولیو مت کبھو تو بھلا
تجھے میں نے پالا ہے سینے کے بیچ تو بے گانہ کیوں ہو گیا بے وفا
ارے تیری خاطر ترستا ہوں میں نہیں کچھ گیا اب بھی تو بھاگ آ
مرے واسطے اور روتا ہے سوز زرا تو دکھا منہ کہاں ہے چھپا

(۴۴)

آہ جس دن سے ہوا یار دل زار جدا دل جدا زار ہے اور دیدۂ[۱] خوں بار جدا
زلف کو شانہ نہ کر یار[۲] کہ ہو جاوے گا تار سے اس کے مرا جانِ گرفتار جدا
شیخ کو کوچہ و بازار میں ہم نے دیکھا تن سے جُبّہ تھا[۳] جدا ، سر سے تھی دستار جدا
جب سے پھرتا ہوں جدا تجھ سے میں صحرا صحرا دشت کاٹے ہے جدا ، چبھنے لگے خار جدا
سوز سے کیوں نہ خفا ہوئے ستم گار کہ ہے عاشقِ زار جدا ، طالبِ دیدار جدا

(۴۵)

دل کے ہاتھوں سے جگر تو جل گیا میرے خدا
دل دیا ہے یا کہ کام اژدہا میرے خدا
گاہ کہتا ہے اطاعت خلق کی کر حق ہے یہ
گاہ کہتا ہے کہ ہو[1] سب سے جدا میرے خدا
گاہ کہتا ہے کہ کعبے کو تو اپنا قبلہ جان
گاہ کہتا ہے کہ بت خانہ بنا میرے خدا
گاہ کہتا ہے کہ میرا امر تو ایمان جان
ہے سبھی اشیا میں وہ جلوہ نما میرے خدا
پھر یہ کہتا ہے کہ کافر سے زرا بچتا ہی رہ
کفر کہتے ہیں کسے مجھ کو بتا میرے خدا
جب سبھی اشیا میں ہو مظہر تو غیریّت کہاں
[2] میں اسی اندیشے میں ہوں مر گیا میرے خدا
میں ترا مخلوق ہوں مجھ کو کبھی آگاہ کر
اے خرد بخش، اے کریم، اے[3] کبریا، میرے خدا
انبیا کو علم بخشا ، اولیا عارف ہوئے
میں[4] اُٹکریس تھوتھا رہ گیا میرے خدا
مرتبہ تو اہلِ عرفاں نے اٹھایا[5] شعر سے
سوز کیوں باقی رہا یہ کیا ہوا میرے خدا

(۴۶)

تیرا مکھڑا مجھے دکھائے[1] خدا
[2] تو ہی دکھلا نہ از برائے خدا
دل کو میں جانتا تھا اپنا جگر[3]
یہ[4] تو نکلا کوئی بلائے خدا
مجھ کو الجھا دیا پری رو سے
کیا کیا تو نے مجھ سے ہائے خدا
لاکھ باری مروں[5] ترے ہاتھوں
لاکھ باری اگر جِلائے خدا
دل کے تکّے لگاؤں سوز وہیں
قید سے گر مجھے چھڑائے خدا

(۴۷)

کیا ہے جب سے خالق نے زمین و آسماں پیدا
نہیں تجھ سا ہوا[1] کوئی جہاں میں نوجواں[2] پیدا
چمن تم کو مبارک ہم صفیرو[3] ہم[4] کو جانے دو
کیا ہے اشکِ خونیں[5] سے میں اپنا گلستاں پیدا

یہ محبوبوں کی خوبی عاشقِ صادق کے دم سے ہے
چمن سرسبز کب ہوں[۶] گر نہ ہوئے باغباں پیدا
سر او پر شام آئی پاؤں تھک کر رہ گئے میرے[۷]
کہاں سے اب کروں یارب سراغِ کارواں پیدا
نہ[۸] دے تکلیف جی پر سوز کے اے دل ترحّم کر
نہ ہووے[۹] گا کبھی دنیا میں پھر ایسا جواں پیدا

(۴۸)

جگر پر زخمِ خنجر سے ہوا اور ہی دہن پیدا
الٰہی شکر تجھ سے اب[۱] ہوئی راہِ سخن پیدا
بھری[۲] ہے خاکساروں کے جگر میں آتش حسرت
برنگِ[۳] اخگرِ افسردہ ہیں زیرِ کفن پیدا
ہوا ہے سبز تخمِ غم کبھی[۴] آ دید اس کا کر
کیا ہے دل نے میرے چپکے چپکے کیا چمن پیدا
مری نظروں میں جو[۵] یہ صف کی صف الٹی ہے[۶] عالم کی
ابھی دو[۷] اشک برسا دوں تو پھر ہو انجمن پیدا
خدا کے گھر میں ہر اک چیز کا نعم البدل ہے گا
لیا گر بانکپن مجھ سے ، کیا دیوانہ پن پیدا
عزیزو! سوز کا[۸] ہونا غنیمت جان لو واللہ
نہیں[۹] ہونے کا پھر دنیا میں ایسا نوحہ زن پیدا

(۴۹)

ہوا غرق ایسے دریا میں جسے پایاں نہیں پیدا
جلا ایسے[۱] تبِ غم سے دِل سوزاں نہیں پیدا

سبھی کہتے ہیں سب انساں میں ہے جو کچھ ہے قدرت میں
پھرا میں سر سے پا تک چشمۂ حیواں نہیں پیدا

یہ دنیا خلقت انساں سے ہے معمور حیراں ہوں
جسے[۲] کہتے ہیں انساں ایک بھی انساں نہیں پیدا

تری خاطر گیا میں دین و دل سے اور نہیں باور
کوئی دنیا میں کافر تجھ سا بے ایماں نہیں پیدا

عجب آتش ہے میرے تودۂ سینہ میں اسے یارو
لگے سو تیرِ غم اور اک[۳] سرِ پیکاں نہیں پیدا

میاں سوز اب ترے[۴] ہے حال کا پیارے خدا حافظ
کہ اس آزار کا دنیا میں اب درماں نہیں پیدا

(۵۰)

مُندے گر چشمِ ظاہر دیدۂ بیدار ہو پیدا
در و دیوار سے شکلِ جمالِ یار ہو پیدا

تڑپتی کیوں[۱] ہے اے بلبل کمال اتنا تو پیدا کر
کہ تیرا اشک جس جاگہ گرے[۲] گلزار ہو پیدا

یہاں تک کفر پورا چاہیے گر خاکِ گلشن ہو
بجائے ہر رگِ گل رشتۂ زنّار ہو پیدا

قتیلِ خنجرِ مژگاں ہوں[۳] کیا یہ بھی تعجب ہے
کہ میری خاک سے سبزے کی جاگہ خار ہو پیدا

بہت سیر اب ہے گی سرزمینِ دیدۂ عاشق
اگر مژگاں کے تیئں بووے تو کیا تلوار ہو پیدا

بچارا سوز بھی مفلس پھرے ہے[۴] دربدر مارا
دل اپنا بیچ ہی ڈالے اگر دلدار ہو پیدا

مسیحائی ہے تیری تیغ میں کیا سوز کو[۵] غم ہے
جو لاکھوں بار ہووے[۶] قتل، لاکھوں بار ہو پیدا

(۵۱)

یہ[۱] چال یا قیامت یہ حسن یا شرا را
چلتا ہے کس[۲] ٹھسک سے ٹک دیکھیو خدارا

جوڑا لپیٹے جب تک روزِ[۳] شمار آخر
بل بے[۴] تری بناوٹ اے خود نما خود آرا

غرفے[۵] کو جھانکیو تو کیسی چمک ہے[۶] واللہ
ہے[۷] نور یا تجلّی خورشید یا ستارا

ہر آن اس کا جلوہ[۸] ہے گا بسانِ[۹] دیگر — خسرو ہے نے سکندر[۱۰] جمشید ہے نہ دارا
آتی شمیم کچھ تو اس زلف عنبریں کی — بادِ صبا کا ہوتا اس جا اگر گزارا
[۱۱]کس کا نیہ زگستاں تیرے شہید پیارے — زیرِ زمیں سے اٹھ اٹھ کرتے ہیں سب[۱۲] نظارا
کس کی مجال دیکھے، اس حسن آفریں کو — ہر[۱۳] چند اس کا جلوہ ہے عالم آشکارا
پوچھے[۱۴] ہے مجھ سے سنیو عاشق[۱۵] ہے سچ تو میرا — کچھ جانتا نہیں ہے[۱۶] بھولا بہت بچارا
دیکھو اچک[۱۷] پنا تم آیا ہے پھر ستانے[۱۸] — دل چٹ[۱۹] کیا کبھو کا، مانگے ہے پھر دوبارا
لیتا ہے ملکِ دل کو یہ دل ربا امانی — اس میں نہیں کسی کا اے دلبرو[۲۰] اجارا
اتنی جراحتوں پر جیتا ہے سوز صاحب — سینہ ہے یا کہ ترکش، دل ہے کہ سنگ خارا

(۵۲)

جہاں[۱] کا ایک دم کر لے نظارا — [۲]نہیں آنا ہے پھر اس جا دوبارا
کدھر پھرتا[۳] ہے او غافل زرا چیت — کہ جلوہ یار کا ہے آشکارا
تمام اشیا میں ہے[۴] جلوہ اسی کا — جسے دیکھے سمجھ[۵] تو، حق، خدارا
ولے انسان کا برزخ[۶] بنا کر — یہاں اپنا کیا[۷] پورا نظارا
اُسے تب اشرف الخلقت کہا ہے — کہ اس قالب میں[۸] ہے اسرار سارا
[۹]ولیکن سوز کو ایسا بنایا — کہ ہر دل میں کیا اس نے گزارا
تو کیا باتیں بکے ہے سوز چپ رہ — سمجھ تو آپ کو، تو ہے چہ کارا؟

(۵۳)

آج اس راہ دل ربا گزرا — دل پہ کیا جانیے کہ کیا گزرا
آہ ظالم نے کچھ نہ مانی بات — میں تو اپنا سا جی جلا گزرا
اب تو آ یار بس خدا کو مان — پچھلا شکوہ تھا سو گیا گزرا
رات کو نیند ہے نہ دن کو چین — ایسے جینے سے اے خدا گزرا
سوز کے قتل پر کمر مت باندھ — ایسا جانا ہے کیا گیا گزرا

(۵۴)

بس دیکھا[1] ہے ہم نے پیار تیرا احمق ہے جو ہووے[2] یار تیرا
اتنی غیرت تجھے نہ آئی غم چھین[3] لے یوں شکار تیرا
یہ جبر نہ ہم سے اٹھ سکے گا مت بول تو اختیار تیرا
[4]بھاتا ہی نہیں ہے اب تو واللہ ق کہنا یہ بار بار تیرا
کس کا غم تجھ کو کھا گیا ہے— تیرا نادان یار تیرا
جاتا ہوں اب تو آ میری جان ہے[6] مجھ کو انتظار تیرا
اس کی پیارے یہی سزا ہے جو کوئی ہو دوستدار تیرا
کیا جانیے سوز کیا کرے گا یہ رونا زار زار تیرا

(۵۵)

دل لے گیا شہسوار میرا غفلت میں کیا شکار میرا
جو اپنے تئیں نہ بھولتا میں رہتا صبر و قرار میرا
جاتا ہوں اب تو تیرے در سے دل رکھ تو یادگار میرا
اے بادِ صبا ادھر تو جانا جس جا ہو[1] غم گسار میرا
کیا ہو جاتا جو عید کے دن ہوتا تو ہم کنار میرا
اس تنہائی پہ رحم کر جان میں ہوں اور انتظار تیرا
[2]کہتا یہ کس سے تیری خاطر تو نے ڈالا اچار میرا
آخر روزِ حساب[3] اے سوز لوں گا جو ہے قرار میرا

(۵۶)

جو کہہ سکے تو صبا تو کہیو جہاں ہو وہ شہسوار میرا
کہ اب تو یک ذرّہ جا سے بے جا نہ ہو سکے گا غبار میرا

عبث خفا تو نہ ہو مری جاں ترا میں دامن نہ چھو سکوں گا
تو شوق سے پھر لحد پہ میرے[۱] تو دیکھ جبہ و وقار میرا
میں جانتا ہوں کہ تو نہ بھولے گا گو کہ مرکر میں خاک سا ہوں
کہ پاس تیرے ہے یار ہمدم دلِ نحیف و نزار میرا
مجھے کہیں دور سے جو دیکھا تو اپنے لگواروں کو پکارا
کہ جیتا جانے نہ پاوے لیجو یہی ہے وحشی شکار میرا
مزار[۲] کو سوز کے بنانا جہاں کہ گل گشت ہو صنم کا
کبھی تو منہ سے کہے گا اپنے پڑا ہے یہ خاکسار میرا

(۵۷)

سنا میں نے کہ پھر کرتا ہے تیری چاہ دل میرا
[۱]قیامت اب کے لاوے گا مرے اللہ دل میرا
نہ مانے گا تو اے واعظ کہوں کیا حال میں اپنا
ہوا کافر بتوں سے مل کے بیت اللہ دل میرا
بہت ڈھونڈا نہ پایا کھوج زیرِ آسماں ہم نے
کدھر کو[۲] لے گیا؟ کیا جانیے ، وہ ماہ[۳] دل میرا
مجھے چشم توقع تھی بہت[۴] اس سے سو آخر کو
زیادہ خوبرویوں سے ہوا بد خواہ دل میرا
اذیّت غیر سے مجھ کو کبھو[۵] پہنچی نہ دنیا میں
ہوئیں سوہانِ[۶] روح آنکھیں مری ، جاں کاہ دل میرا
جو مانگیں[۷] ترک چشم اب کچھ تو نقدِ جان حاضر ہے
صفِ مژگاں کی[۸] پیارے ہو گیا تنخواہ دل میرا

عبث[۹] بھولا ہے یہ اس شوخ کے ان جھوٹے وعدوں پر
نہیں اے[۱۰] سوز ان کی خو سے کیا آگاہ دل میرا

(۵۸)

جب ہوئے نصیبہ رام میرا　　تب پورا ہوئے کام میرا
اللہ اللہ ہے[۱] روز و شب کو　　ہوئے ذکر مدام میرا
اے پیکِ صبا تجھے قسم ہے　　کہیو اس سے پیام میرا
مکھڑا اپنا دکھا دے پیارے　　ہے ورد یہ صبح و شام میرا
اک بار تو منہ سے کہہ سبھوں میں　　ہاں[۲] سوز بھی ہے غلام میرا

(۵۹)

تجھ پہ قربان مری جان دل و دیں[۱] میرا　　ایک باری تو سن افسانۂ رنگیں میرا
بوئے گل شاخ ہوا میں سے بھی[۲] لیتا ہے چھین　　کس قدر شوخ[۳] ہے اللہ یہ گل چیں میرا
کوہ کو سرکشئ کوہ میں کر[۴] دے پامال　　ابھی آ جاوے[۵] اگر صاحبِ تمکیں میرا
ماننے کا نہیں میں، پند[۶] ترے سنتا ہے　　ناصحا چھوڑ دے بس اب سرِ بالیں میرا
دیکھتا ہی نہیں اک[۷] آن وہ مجھ کو ہیہات　　کیا[۸] کروں سوز کہ وہ شوخ ہے خود بیں میرا

(۶۰)

نہ الفت ہے نہ شفقت[۱] ہے یہی ہر دم کا نکتوڑا
پھر[۲] اس پر یہ حکومت ہے اسے کہتے ہیں کیا روڑا[۳]
ہزاروں[۴] دست بستہ روبرو حاضر ہیں بن باندھے
نہ رسّی ہے، نہ ہے زنجیر، ہاں گردن کا ہے ڈورا
خدا کے واسطے جوڑے میں[۵] اپنے باندھ رکھ اس کو
اٹھا سکتا نہیں[۶] یہ دل تری زلفوں کا جھکجھورا

لیا ہے طفلِ گندم رنگ نے دل کو مرے یارو
نہ ہے وہ سبز رنگ اتنا نہ کچھ اتنا ہے وہ گورا
زرا توڑا ملا دنیا میں اس پر پھول بیٹھے بس
یہ موج دہر ہے اے سوز[۷] یہ مورا نہ یہ تورا[۸]

(۶۱)

تیرے ہاتھوں[۱] سے جلا[۲] او میرزا پر[۳] نہ غم تجھ کو ہوا او میرزا
اس قدر بے رحمی[۴] تجھ سے شخص سے آ خدا سے[۵] ڈر زرا او میرزا
جان کر ناچیز تو جاتا ہے بھاگ ہے[۶] ہے میری یہ سزا او میرزا
ایک[۷] دل رکھتا تھا میں[۸] اپنی بساط سو اسے تو[۹] لے گیا او میرزا
اب کوئی[۱۰] میرا نہیں ہمدرد یاں کیا کروں تو ہی بتا او میرزا
سر[۱۱] سے صدقے کر کے اپنے پھینک دے میں ترے[۱۲] صدقے ہوا او میرزا
میں کہاں اور[۱۳] تیرا بوسہ واہ وا مجھ کو[۱۴] تہمت مت لگا او میرزا
سوز حاضر ہے[۱۵] قسم دو اس کو تم میں نے کب بوسہ لیا او میرزا
کر چکے بدنام[۱۶] مجھ کو اب تو وہ یونہی[۱۷] مر جاؤں میں کیا او میرزا
تیری محفل[۱۸] میں گیا کس روز میں کان کب[۱۹] تیرے لگا او میرزا

(۶۲)

دیکھ لی تیری بھی چاہ او میرزا واہ[۱] وا ہے واہ وا او میرزا
گو نہیں وہ چاہ تیرے دل میں اب رسمِ ظاہر تو نباہ او میرزا
کون[۲] ہے جو گھورتا ہے وہ کھڑا او میاں او بادشاہ او میرزا
قتل مت کر[۳]، قتل مت کر ہاتھ رکھ بے[۴] گنہ ہوں، بے گناہ او میرزا
دیکھ پچھتاوے گا بعد از مرگ[۵] ہاں لے موا میں، لا اِلٰہ او میرزا
کیا اٹھاوے تو ہی ٹک انصاف کر کوہِ غم کو برگِ کاہ او میرزا

سوز چلتا ہی چلا دنیا سے آہ
کیا کہوں میں تجھ سے آہ او میرزا

(۶۳)

جو دل کہ تھا الٰہی اس دلِ رُبا کے گھر سا
خالی پڑا ہے اب یُوں اُجڑا ہوا نگر سا

ساتوں فلک کے دل میں سوراخ دیکھ لیجو
نکلی اگر جگر سے یہ آہِ عرش فرسا

☆شاید کہ اپنے گھر کی دی اس نے خاکروبی
خورشید کی کُلہ[1] پر کچھ تو دھرا ہے پَر سا☆

ترسا نے ترس کھایا احوال سن کے میرا
بے ترس ڈر خدا سے اتنا[2] نہ مجھ کو ترسا

دل پھیر تو دیا پر میرا نہ تھا بدل کر
ہاتھوں میں کر گیا کچھ[3] وہ دل[4] ربا ہنر سا

دیدہ دلیر مت ہو اے[5] مہر شب کو تیرا
بازار سرد ہو گا نکلا جو وہ قمر سا

خط کی نہیں سیاہی خطرا ہے دل میں میرے
یارب دروغ ہووے ہے آہ[6] سے اثر سا

کس[7] نے دکھائے دنداں نادیدہ انکھڑیوں کو
جو اشک ان سے ٹپکا آیا نظر گہر سا

جاتا ہے سوز جس دن کہتا ہے ہم[8] دموں سے
آنے نہ دیجو اس کو لگتا ہے بد نظر سا

(۶۴)

آہ[1] و نالہ ہے مرا سینۂ سوزاں میں پھنسا
پیکِ نظّارہ جدا ، دیدۂ حیراں[2] میں پھنسا

ایک تو تھا دلِ غم دیدہ اسیرِ سرِ زلف
پاؤں زنجیر میں اور ہاتھ گریباں میں پھنسا

اشک بہنے سے رکے اب تو خدا ہی[3] حافظ
پھر کوئی لختِ جگر آ خسِ مژگاں میں پھنسا

جس طرح شہد میں پھنستی ہے مگس یا[4] برعکس
دلِ شوریدہ[5] مرا لب کے نمداں میں پھنسا

تہمتِ ہستیِ[6] موہوم نہ[7] رکھ مجھ پر شیخ
میں تو مرنے کے لیے جسم کے زنداں میں پھنسا

یوسفِ مصر اگر چاہ میں زنداں کے رہا
یوسفِ دل بھی مرا چاہِ زنخداں میں پھنسا

کعبہ و دیر کے ڈھونڈے سے بھلا کیا حاصل
سوز ہو[8] وے گا کہیں محفلِ رنداں میں پھنسا

(۶۵)

ہے اور ہی تجلّی مخمور کا تماشا
موسیٰ نہ جانیو یہ ہے طور کا تماشا

مکھڑے سے گر اُٹھاوے اپنے نقاب دلبر
واعظ تو بھول جاوے پھر حور کا تماشا

ہر پارۂ جگر کیا مژگاں پہ چڑھ رہا ہے ٹک آکے دیکھ اپنے منصور کا تماشا
اک ہاتھ اور جڑ دو تا ہووے مشکل آساں کیا دیکھتے ہو اپنے رنجور کا تماشا
یارو یہ زخم کاری ہے سوزؔ کے جگر پر بہنے دو، دیکھیو پھر ناسور کا تماشا

(۶۶)

جس نے آدم کے تئیں دم بخشا اس نے مجھ کو دلِ پُر غم بخشا
چشمِ معشوق کو دی عیّاری ہم کو حیرت ہی کا عالم[۱] بخشا
راستی دی قدِ دلدار کو اور تیغ[۲] ابرو کو خم[۳] و چم بخشا
گُل کو خنداں کیا تو[۴] بلبل کو گریہ و نالۂ پیہم بخشا
ساغرِ عیش دیا[۵] اوروں کو سوزؔ کو دیدۂ پُرنم بخشا

(۶۷)

جس نے ہر درد کو درماں بخشا مجھ سے کافر کو بھی ایماں بخشا
آسرا دل کو ہوا تھا مطلوب شانۂ[۱] زلف پریشاں بخشا
عشق کو خلق میں دی رسوائی حسن کو غمزۂ پنہاں بخشا
بے نیازی تو فلک[۲] کی دیکھو گل کو[۳] بھی چاک گریباں بخشا
چشمِ معشوق کو دی عیّاری سوزؔ کو دیدۂ[۴] گریاں بخشا

(۶۸)

آ گلے بھی میرے لگ جا بے وفا بے وفا یا بے وفا یا بے وفا
یا تو تو مجھ بن کبھی رہتا نہ تھا یا مجھے[۱] ایسا بُھلایا بے وفا
راست کہتا ہوں کہ کج بازوں نے ہاں[۲] تجھ کو اب بانکا بنایا بے وفا
حیف تجھ کو شرم کچھ آئی نہ حیف جو ہوا مجھ[۳] سے پرایا بے وفا
آگ میرے تن بدن میں لگ[۴] گئی آہ یہ کس نے لگایا بے وفا
دل سے زیادہ کس کا شکوہ کیجیے ہو گیا اپنا پرایا بے وفا

خاک چھانے گا[۵] نہ پاوے گا کبھی　　سوز کو تو نے[۶] گنوایا بے وفا

(۶۹)

اس قدر نیچی نگاہ او بے وفا　　کیا کیا میں نے گناہ او بے وفا
سب سے ملیے دوستوں سے روٹھیے　　واہ وا ہے واہ وا او بے وفا
کہتے ہو سر کاٹ لوں گا سوز کا　　کاٹیے[۱] ہے خوانخواہ او بے وفا
یہ تو اس کی آرزو ہے روز و شب　　ترستے نکلے نہ آہ او بے وفا
پھر تامّل کیا ہے جلدی کیجیے　　دیکھتا ہے کس کی راہ او بے وفا
سوز تو راضی ہے اپنے قتل پر　　پر تو ثابت کر گناہ او بے وفا

(۷۰)

کہوں حال گر عشقِ محنت فزا کا　　جگر آب ہو جائے اہلِ وفا کا
[۱] پڑا ہوں میں کوچے میں رہنے دے مجھ کو　　الٰہی ادھر منہ نہ ہوئے[۲] صبا کا
گلوں[۳] کے جگر دیکھتا ہوں میں ٹکڑے　　کھلا ہے مگر بند تیری[۴] قبا کا
مرے دل نے کیا جانیے کس کو دیکھا　　دوانا ہوا ہے یہ کس کی ادا کا
نہ کر قتل شمشیر سے مجھ کو ظالم　　مرا دل ہے مشتاق تیرِ[۵] بلا کا
شفق اس طرح آسماں پر نہ[۶] پھولے　　جو دیکھے کبھی رنگ تیری[۷] حنا کا
مرے دل ہی نے جور مجھ پر کیا ہے　　گلہ کیا ہے اے سوز اس بے وفا کا

(۷۱)

نے[۱] معتقد حرم کا، نہ تابع کنشت کا　　بندہ ہے شیخ مکر[۲] کی اپنے سرشت کا
اس دل میں کائنات خدا کی ہے مختفی　　دوزخ بھی ہے یہی، یہی گھر ہے بہشت کا
بنیاد دل کی نورِ الٰہی سے ہے بنی[۳]　　کعبہ اگر بنا تو بنا سنگ و خشت کا
اے انکھڑیو نہ گریہ کرو پھوٹ پھوٹ کر　　مٹتا نہیں کسی سے[۴] لکھا سر نوشت کا
[۵] اے سوز خط نہیں ہے تو گھبرا نہ اس قدر　　سایہ پڑا ہے زلف کے اعمالِ زشت کا

(۷۲)

جب خیال آتا ہے اس دل میں ترے اطوار کا — سر نظر آتا نہیں دھڑ پر مجھے دو چار کا
دیکھتا ہوں یار[۱] میں جس گھر میں تجھ کو جلوہ گر — مہر کو واں حکم ہے خارِ سرِ دیوار کا
عاشقوں کو شیخ دین و کفر سے کیا کام ہے — دل نہیں وابستہ اپنا سبحہ و زُنّار کا
ٹک دکھا دے اپنی ساقی چشم میگوں تو اسے — محتسب ہو جائے بندہ خانۂ خمار کا
بسکہ[۲] پونچھوں ہوں میں اپنی چشمِ خون[۳] آلودہ کو — جامے کا ہر[۴] ایک تختہ سیر ہے گلزار کا
آ خدا کے واسطے اس بانکپن سے درگزر — سوز[۵] کل میں یوں کہا داماں [پکڑ][۶] کر یار کا
تند ہو بولا وہ بانکا، چھوڑ دامن کو مرے — راست ہوتے بھی کہیں دیکھا ہے خم تلوار کا

(۷۳)

قاضی ہزار طرح کے[۱] جھگڑے میں آ سکا — لیکن نہ حسن و عشق کا قضیہ[۲] چکا سکا
قاصد ہو طفلِ اشک[۳] گئے بارہا ولے — دل کی خبر کوئی نہ ترے[۴] کو سے لا سکا
کیا فائدہ ہے رونے[۵] سے اے چشمِ زار بس — کب اشک دل کی آگ لگی کو بجھا سکا
رستم نے گو پہاڑ اٹھایا[۶] تو کیا ہوا — اس کو سراہیے جو ترا ناز[۷] اٹھا سکا
اے سوز عزمِ کوچۂ قاتل نہ کر عبث — تو ایک بھی[۸] بتا کہ وہاں جا کے آ سکا

(۷۴)

ستم گروں سے کسی کا[۱] بھی زور چل نہ سکا — پھنسا جو دام میں ان کے تو پھر نکل نہ سکا
جہاں کہ بٹتے[۲] تھے دل، ہم کو دل ملا سو ملول — ولے ادب سے کسی دل سے میں بدل نہ سکا
ملا جو نشو و نما جس کو اس جہان میں[۳] ہائے — یہ[۴] بحرِ عشق میں ڈوبا کہ[۵] پھر اُچھل نہ سکا
میں دیکھ دیکھ اسے اس قدر ہوا حیراں — کہ مارے حیف کے دستِ فسوس مل نہ سکا
کہوں میں سوز کا کیا[۶] تجھ سے حال اے ہمدم — لگا جو تیر اسے جا سے اپنی ہل نہ سکا

(۷۵)

فکر[۱] ہے ناصح بڑا تجھ کو گریباں چاک کا — زخم کیوں سیتا نہیں غافل دلِ غم ناک کا

رات کو اُمید کچھ ہے دن کو ہو جاتا ہے کچھ
کیا کروں شکوہ الٰہی گردشِ افلاک کا

اک نگاہِ غمزہ سے کرتا ہے ظالم قتل عام
ہاتھ کیسا صاف چلتا ہے مرے سفّاک کا

خاک میں مجھ کو ملانے کو جو پھرتا تھا مدام
اب تو جھمکا آن کر دیکھے وہ میری خاک کا

عاشقی میں سر کٹانا سوزؔ ہی کا کام تھا
سر بڑا ہے وہ جو ہووے زیب اس فتراک کا

(۷۶)

سنا کسی نے کبھی منہ سے کچھ گلہ دل کا
ہزار داغ سہے بل بے حوصلہ دل کا

نہ ہووے کیوں یہ پریشاں کہ بس نہیں چلتا
ملا ہے زلف سے جا کر یہ سلسلہ دل کا

اکیلے چلنے میں خطرات ہیں ہزاروں ہی[1]
چلے ہیں لختِ جگر بن کے قافلہ دل کا

شفق تجھے یہ خدا[2] نے لہو میں نہلایا
یہ کیا کروں کہ نہ پھوٹا اک[3] آبلہ دل کا

صبا نے منہ نہ کیا اس طرف کہوں کس سے
بہار بھی تو گئی[4] غنچہ کب کھلا دل کا

بھلا قسم ہے تجھے سوزؔ اپنی سچ کہیو
تمام عمر کوئی آشنا ملا دل کا؟

(۷۷)

دل[1] کشتہ ہوا ہے [اس صنم کا]
کچھ بھید کھلا اسے عدم کا

میاں تیغ لگانی ہے تو جڑ دے
ہے کس کو بھروسا ایک دم کا

قہرِ درویش و جانِ درویش
شکوہ کیا ہے تیرے ستم کا

کیا اچھی طرح سے مجھ کو پوچھا
بندہ ہوں میاں تیرے کرم کا

بجوا دے سوزؔ کوسِ شہرت
واقف تو ہوا ہے زیر و بم کا

(۷۸)

کیا دید کروں میں اس جہاں کا
وابستہ ہوں چشمِ خوں[1] فشاں کا

ہرگز نہ ہِلا تیری گلی سے
ممنون ہوں جسمِ[2] ناتواں کا

بھاتا ہی نہیں[3] یہ دل کو اپنے
مذکور فلان و بہماں کا

میاں رات کسی طرح سے[4] کٹ جائے
کچھ[5] ذکر کرو نہ اس جواں کا

اک[٦] روز کہا یہ میں نے اس سے
اک بوسہ[٧] تو دے مجھے دہاں کا

تلوار اٹھا کے کہنے لا گا
ایسا تو یار ہے کہاں کا

کیوں آہ جتا[٨] دیا یہ تو نے
اتنا بھی[٩] نہ تو نے عیب ڈھانکا

اے[١٠] دل[١١] آگے سنبھل کے جانا
بیٹھا ہے لگائے گھات بانکا

کس ڈھب سے ہے سوز کو اٹھایا
یہ قرب ہے دیکھو میہماں کا

(۷۹)

جز شکر قلم صفحہ[١] پہ خلّاقِ جہاں کا
چاہے جو کرے وصف تو[٢] منہ کیا ہے زباں کا

پہنچے ہے خیال اس کے کوئی وصف تک اپنا
واں دخل فرشتے[٣] کے نہیں وہم و گماں کا

اک[٤] نسخہ نویس اس کے[٥] مطب کا ہے مسیحا
ہے علم مداویٰ کے اسے سود و زیاں کا

[٦] اے شخص کسی کا دہن ایسا ہے کہ جس سے
چھٹ اس کے ادا شکر ہو بخشندۂ جاں کا

ہر موبہ[٧] تن خلقت خاکی جو[٨] زباں ہو
مقدور کسے ہے ترے احساں کے بیاں کا

اے سوز وہ بے مہر کو کچھ مہر نہ آیا
کرتا ہے نظارہ جو مرے روح و رواں کا

(۸۰)

دِلا عزم تو نے کیا ہے کہاں کا
کھڑا ہے لیے نیمچہ آج بانکا

کہاں چاند سا منہ، کہاں کا یہ سورج
برا فرق ہے میاں[١] زمیں آسماں کا

گئی عرش تک آہ[٢] آکے بتاؤ
یہ دل سیر کرتا ہے[٣] اس لامکاں کا

میں پنجے سے پنجہ ملاؤں[٤] ہوں ناداں
تجھے ہاتھ ہے توڑنا ناتواں کا

زباں کاٹ لوں تیری اور بھون کھاؤں
مزا چکھوں اے سوز تیری زباں کا

(۸۱)

گُل ہی نہیں غلام تبسّم کی آن کا
غنچہ بھی زر خرید ہے تیرے دہان کا

باندھو گے تیغ کیونکہ میاں قتل پر مرے
یاں تو کمر کے نام نہیں ہے نشان کا

معلوم اپنے دل کے سلوکوں[١] سے یوں ہوا
ناداں جو ہوئے دوست وہ دشمن ہے جان کا

زاہد جو کھینچ کھینچ کے چلّے ہوا ہے خم ــــ بہتر ہے ایسے چلّوں سے چلّہ کمان کا
شمشیر سے زیادہ[۲] ہے کہنا کسی کو سخت ــــ مرہم پذیر زخم نہیں ہے زبان کا
ہر مو زباں ہو تن پہ تو دل کا کہوں میں حال ــــ مقدور اک[۳] زباں کو نہیں ہے بیان کا
سینے میں دل کہاں ہے غمِ رفتگاں سے سوز ــــ اخگر[۴] سا رہ گیا ہے نشاں کاروان کا

(۸۲)

کریں شمار ہم دل کے یار[۱] داغوں کا ــــ تو آ[۲] کہ سیر کریں آج اپنے باغوں کا
ہمارے خانۂ دل کو ہے روشنی سے کیا ــــ سوائے داغ نہیں دخل یاں چراغوں کا
ابھی تو بزم[۳] میں آئے ہیں تیری اے ساقی ــــ کوئی دنوں تو مزا لینے دے ایاغوں کا
گیا میں گھر سے ترے اور آبسے[۴] ہیں رقیب ــــ مکانِ مرغِ چمن آشیاں ہے زاغوں کا
سنے ہے سوز سے ملنے کا قصد مت[۵] کرنا ــــ اٹھا سکے گا تو کب ناز بے دماغوں کا

(۸۳)

الٰہی محبت کو لگ جائے لوکا ــــ کہ اٹھتا ہے ہر دم جگر سے بھبوکا
فریبِ محبت نے مجھ کو پھنسایا ــــ میں بھولا میں بھالا میں چوکا میں چوکا
کہوں کیا میں احوال دلّی کا یارو ــــ کوئی ہو تو بتلاؤں میں اس کی کوکا
جہاں روز پریوں کا رہتا اکھاڑا ــــ وہاں اب پڑا ہے گا میدان ہُو کا
جو فرزند دل بند ہو تو بھی اس سے ــــ الٰہی نہ دلبند ہووے[۱] کسو کا
جسے یوسفِ مصر کہتا ہے عالم ــــ وہ نقشہ تھا پہلا مرے ماہرو کا
نہیں سیر ہونے کا الفت سے تیری ــــ کہ روزِ ازل سے ہوں الفت کا بھوکا
نہیں دل مرے پاس کیا ڈھونڈتا ہے ــــ تجھے زور لپکا پڑا جستجو کا
زباں[۲] بند کر اتنی بک بک زبوں ہے ــــ یہ چرچا پڑے گا تری گفتگو کا
کہاں تک کوئی خونِ دل پیوے[۳] یارب ــــ دم واپسیں سوز نے لو ہو تھو کا

لوکا لگنا = جل جانے کی بددعا

بھبوکا = شعلہ، جوالا

(۸۴)

[۱]تہی لانا نہیں مجلس میں ہے دستور شیشہ کا
عبث توڑے گا ساقی سر کوئی مخمور شیشہ کا
پکڑ گردن لہو پی[۲] جاتے ہیں اک[۳] گھونٹ میں سارا
نہیں چلتا ہے مے خواروں[۴] میں کچھ مقدور شیشہ کا
لگے ہے دیکھ تو کس کس کے منہ[۵] سے آ کے مجلس میں
نہ کر سنگِ جفا سے محتسب دل چُور شیشہ کا
زِبس مجھ حال پر جلتا ہے ساقی کی جدائی میں
نہ سمجھو بادہ ، ہے آتش سے دل معمور شیشہ کا
فلک ہے در پئے ایذائے دل ہر ایک کے یاں تک
کہ پنبے سے کرے ہے بند یہ ناسور شیشہ کا
کرے ہے اشک جاری، چشم سے، یہ وقت سجدے کے
[۶]عبادت میں نہایت خوب ہے دستور شیشہ کا
لگا زنہار مت اے سوزؔ ان آنکھوں سے دل اپنا
کہ ہر بدمست سے رکھنا بھلا ہے دور شیشہ کا

(۸۵)

خدا حافظ اے دل ترے پیارے جی کا کہ تجھ کو مزا اب[۱] پڑا عاشقی کا
زرا[۲] بھوں ہلانے میں عاشق کو مارا کسی نے یہ غمزہ بھی دیکھا کسی کا
اجل اس کا آکر گلا گھونٹتی ہے [کہ] جو[۳] عزم کرتا ہے[۴] تیری گلی کا
بظاہر بتوں کی ہے شیریں زبانی مزا ان کی الفت کا دیکھا جو پھیکا
جو دل نذر لے جاؤں ٹھوکر سے مارے مرا دل ہے قربان اس بے دلی کا
[۵]کیا سوزؔ کو قتل جو ہنستے ہنستے میں قرباں ہوا جان ایسی ہنسی کا

(۸۶)

خطرہ نہیں ہے مجھ کو اے عشق اپنے جی کا — تو نے خطاب بخشا جب سے بہادری کا
ہر صبح منہ چڑھے ہے اس تند خو کے اٹھ کر — کیا[1] آہنی کلیجہ دیکھو ہے آرسی کا
کہتا نہ تھا میں اے دل اس کام سے تو باز آ — دیکھا مزا نہ تو نے نادان[2] عاشقی کا
عارض کو تیرے پہنچے کب اس کی ڈہڈہاہٹ — پیارے ، ہزار ہو تو ہے گل کا رنگ پھیکا
رستم تو آج تو ہے میدان[3] کا سخن کے — اے سوز، کس کو دعویٰ ہے تجھ[4] سے ہمسری کا

(۸۷)

جھوٹ باعث ہے بے قراری کا — دکھ نہیں مجھ کو انتظاری کا
غیرِ یعقوب اور کیا جانے — حال عاشق کی چشم جاری کا
کیوں نہ مژگاں پہ طفلِ اشک آویں — شوق[1] ان کو ہے نے سواری کا
کھوئے[2] ہے سر کو پاؤں گاڑ کے شمع — بسکہ دعویٰ ہے تاج داری ، کا
کاش دامن تلک ہی[3] پہنچے ہاتھ — کس کو دعویٰ ہے ہم کناری کا
کہہ رہا میں کہ باز آ اے دل — اب تو پایا مزہ نہ یاری کا
اب نہیں جائے دوخت[4] سینۂ سوز — توڑ ٹانکا نہ زخم کاری کا،

(۸۸)

اگر میں جانتا ہے عشق[1] میں دھڑکا جدائی کا
تو[2] جیتے جی نہ لیتا نام ہرگز آشنائی کا
جو عاشق صاف[3] ہیں دل سے انھیں کو قتل کرتے ہیں
بڑا چرچا ہے ، معشوقوں[4] میں ، عاشق آزمائی کا
کروں اک پل میں برہم کارخانے کو محبت کے
اگر عالم میں شہرہ دوں تمھاری بے وفائی کا

جفا یا مہر جو چاہے سو کر[5] تو اپنے بندے پر
مجھے خطرہ نہیں ہرگز[6] برائی یا بھلائی کا

خدایا کس کے ہم بندے کہاویں سخت مشکل ہے
رکھے ہے ہر صنم اس دیر[7] میں دعویٰ خدائی کا

خدا کی بندگی کا سوز[8] ہے دعویٰ تو خلقت[9] کو
ولے دیکھا جسے بندہ ہے اپنی خود نمائی کا

(۸۹)

قدر داں بن ہے بہت حال برا شیشے کا
ساقیا پہنچ کہ دل آب ہوا شیشے کا

ڈھانپتا[1] کیوں ہے عبث میکدۂ مستاں کو
محتسب تجھ کو مگر دیو لگا شیشے کا

شیشہ ٹوٹا تو لیا دل کو دِیَت[2] ساقی نے
مجھ سوا کس نے دیا خون بہا شیشے کا

آہ[3] کیا جانیے کس کس کے یہ منہ لگتا ہے
اپنے منہ سے تو کبھو[4] منہ نہ لگا شیشے کا

ہم سری گردنِ محبوب[5] سے رکھتا ہے وہ
سوز اس واسطے گھونٹے ہے گلا شیشے کا

(۹۰)

لگے ہے جام جو منہ دل ہے آب شیشے کا
لبوں سے اس کو لگا لے ثواب[1] شیشے کا

کیا میں[2] کام نہ کرنے کا رات ساقی سے
خدا کرے کہ ہو خانہ خراب شیشے کا

عِوض ہے دل شکنی کا بہت محال اے یار
جو شیشہ ٹوٹے تو کیجے جواب شیشے کا

یہ گفتگو تو نہیں خوب بزم میں ساقی
دہن تو باندھ لے ظالم شتاب شیشے کا

ہوا ہے غم سے مرا آب آب دل اے سوز
کبھو جو[3] بزم میں ٹوٹا حباب شیشے کا

(۹۱)

ہوا ہے یار کو یہ اشتیاق آئینے کا
زِشام تا بہ سحر ہے فراق آئینے کا

ہوا ہوں اس قدر اپنی[1] میں شکل سے بےزار
کہ دیکھنا مجھے ہوتا ہے شاق آئینے کا

تمھارے چہرے کو دیکھا ہے جب سے خوباں نے
کیا ہے دید مقرر طلاق آئینے کا

رواق = خیمہ بڑا

رہے[۲] ہے خانہ چشم اپنے کی یہ شکل اس بن[۳] — کہ جیسے[۴] آب سے پُر ہے رواق آئینے کا
سوائے یار کی صورت نظر نہ آیا کچھ — ہمیں جو دید ہوا اتفاق آئینے کا
دو چار ہوتے ہی کچھ کر دیا اسے مغرور — .مرے تو دل پہ ہے روشن نفاق آئینے کا
زیادہ اس سے نہیں کوئی عیب[۵] گوا ے سوز — سمجھ میں اپنی جو آیا مذاق آئینے کا

(۹۲)

نہیں پیکاں پہ[۱] جوہر نامہ[۲] ان نے تیر پر لکھا
اشارا قتل کا مجھ کو یہ کس تقصیر پر لکھا؟
ہوئی تبدیل ہیئت یاں تلک غم سے جدائی کے[۳]
کہ میرا نام مانی نے مری تصویر پر لکھا
کہیں ہیں زلف کو سب دیکھ اس[۴] روے مخطّط پر
یہ لام افزود کیوں قرآن کی تفسیر[۵] پر لکھا
بچے کس[۶] طرح جی روزِ ازل کاتب نے قدرت کے
ہمارا خون قاتل کے دم شمشیر پر لکھا
نہیں چینِ جبیں اے یار[۷] اس محرابِ ابرو پر
کتابہ[۸] زور اس مسجد کی یہ تعمیر پر لکھا
جگہ دی نالۂ دل کو تری زلف چلیپا میں
یہ مصرع کر کے موزوں ہم نے اس زنجیر[۹] پر لکھا
خدا جانے کہ اے سوز اس کو پڑھ کر کیا وہ سمجھے گا
ہمیں تھا خط کا لکھنا دور از تدبیر ، پر ، لکھا

(۹۳)

☆ پھر بہار آئی ہے تجھ میں اے گلستاں غم نہ کھا — وہ چلی آتی ہے فوجِ عندلیباں غم نہ کھا
☆ گو کہ شب آخر[۱] ہوئی، اے[۲] شمع تو زاری نہ کر — پھر وہی محفل وہی[۳] تیرا شبستاں غم نہ کھا

قیس اور فرہاد پر موقوف تھی کیا عاشقی سینکڑوں مجنوں ہیں اے خارِ بیاباں غم نہ کھا
گو کہ ناصح نے کیا سی سی کے سارا تار تار اب نہ سینے دوں گا اے چاکِ گریباں غم نہ کھا
صبح کو پھر تو کہاں اور یہ کہاں مانند شمع شب کی شب ہے گھر میں تیرے سوزؔ مہماں غم نہ کھا

(۹۴)

نہ اپنوں نے کبھی پوچھا نہ بیگانوں نے آ دیکھا
الٰہی اس جہاں میں آن کے جُز رنج کیا دیکھا
یہ میری آنکھ کی تقصیر ہے میں دوش[۱] دوں کس کو؟
جسے غم خوار سمجھا میں ، اسے اہلِ دغا دیکھا
سبھی آغاز میں مارے گئے عشّاق دنیا میں[۲]
ازل سے اب تلک کس نے کسی کا انتہا دیکھا
اٹھا لے یا الٰہی اس جہاں سے مجھ کو اب جلدی
اب[۳] آگے اس سے کیا دیکھوں گا بس میرے خدا دیکھا

ق

جو آیا اس جہاں میں جب گیا شاکی گیا یارب
کوئی مدّاح دنیا کا کسی نے بھی سنا دیکھا؟
کسی کو اس نے[۴] رتبہ پر چڑھایا ہے تو دو[۲] دن میں
بسانِ اوجِ فوّارہ وہیں الٹا گرا دیکھا
جو اپنے دل میں سمجھے آپ کو سب سے بڑا دانا
اسے اس گردشِ چرخِ ستم گر سے پسا دیکھا
نہ کہتے تھے تجھے اے یار دنیا میں لگا مت دل
کسی کو غیرِ[۵] غم سچ کہیو اپنا آشنا دیکھا

دوش دینا = قصوروار ٹھہرانا

بھلا میاں سوز ہم سے راست بولو[6] عشقِ خوباں میں
بجز درد و الم پھر اور تم نے کیا مزا دیکھا؟

(۹۵)

کعبہ و دیر ہم[1] نے جا دیکھا سب جگہ دل[2] کو آشنا دیکھا
نہ ہوا شمع رو کبھو[3] اپنا ہم نے[4] سو طرح دل جلا دیکھا
دل مرا[5] لے کے روٹھ بیٹھا[6] ہے کس[7] قدر ہے یہ بے وفا دیکھا
شیخ[8] کعبہ کو کیا کروں جا کر دل ہی کو خانۂ خدا دیکھا
عمر آخر ہوئی ولے افسوس زندگی کا نہ کچھ مزا دیکھا
بوئے[9] زلف اس کی[10] لا کے سوئے چمن جیب کو گُل کی اے[11] صبا دیکھا،
واسطے جس کے[12] رووے ہے اے سوز کہیو[13] ایسا تو اس میں کیا دیکھا

(۹۶)

[1] جہاں میں آن کے اے سوز تو نے کیا دیکھا سوا فنا کے ہے کس چیز کو بقا دیکھا
وہاں سے جاگتے جیتے یہاں تلک آئے یہاں سے جاتے ہوئے[2] دیکھا جو مُوا دیکھا
جو غم کو کھاتے ہیں ان[3] سے ہی پوچھیے لذّت ولے نہ ہم نے کبھی اس میں کچھ مزا دیکھا
اکیلے آئے ، اکیلے چلے خدا حافظ بغیر درد کوئی بھی نہ آشنا دیکھا
کسی نے پوچھا نہ مجھ کو بجز خس و خاشاک مگر[4] مجھی بنے عبث[5] سوز جی جلا دیکھا

(۹۷)

چہرے پہ نہ یہ نقاب دیکھا پردے میں تھا آفتاب دیکھا
کیونکر نہ بکوں میں ہاتھ اس کے یوسف کی طرح سے خواب دیکھا
کچھ میں ہی نہیں ہوں ، ایک عالم اس کے لیے یاں خراب دیکھا
دل نے تو عبث لکھا تھا نامہ جو ان نے دیا جواب دیکھا
بے جرم و گناہ قتل عاشق مذہب میں ترے صواب دیکھا

کچھ ہوئے تو ہو عدم میں راحت ہستی میں تو ہم عذاب دیکھا
جس چشم نے مجھ طرف نظر کی اُس چشم کو میں پُر آب دیکھا
سرگرداں تیرے عشق میں ہے یاں ہم نے جو شیخ و شاب دیکھا
بھولا تھا تو اس کے لطف اوپر اے سوز اس کا عتاب دیکھا

(۹۸)

ترا ہم نے جس کو طلب گار دیکھا اسے اپنی ہستی سے بے زار دیکھا
ادا ہی کی حسرت میں سب[۱] مر گئے سچ تجلّی کو کس نے بہ تکرار دیکھا
تری آنکھ بھر جس نے تصویر دیکھی وہ تصویر[۲] ساں نقشِ دیوار دیکھا
کبھی تم نے دل سے حقیقت نہ پوچھی چلو بس تمھارا بڑا پیار دیکھا
عجب[۳] کچھ زمانے کی ہے رسم[۴] یارب جو ہے کام کا اس کو بے کار دیکھا
ولیکن اچنبھا بڑا مجھ کو یہ ہے کہ ٹک[۵] سوز کا گرم بازار دیکھا

(۹۹)

دغل نکلا جو میں معیار پر الفت کے کس دیکھا — دغل=دھوکا
اکڑتا تھا بہت کچھ[۱] اپنی مضبوطی پہ بس دیکھا
شگفتن وار فرصت پر ہزاروں خار لگتے ہیں
چمن میں دہر کے گل کی طرح ہم نے بھی ہنس دیکھا
اثر[۲] ہوتا نہیں معشوق کو عاشق کے جلنے سے
عزیزو ہم نے بھی سو بار اپنا دل بھلس دیکھا — بھلسنا=جلانا
بغیر از دوست دشمن کا نہیں پیتے ہیں خوں ہرگز
میاں بانکے تمھاری تیغ ابرو کا بھی جس دیکھا
نہیں رخصت کہ ٹک سوئے چمن بھی آنکھ اٹھا دیکھیں
ہوئے محفوظ[۳] کیا ہی جب سے یہ کنجِ قفس دیکھا

علَم[۴] تھی تیغ کاندھے پر، اجل تھی طرّقوا گویاں[۵] طرقوا=راستہ دو، ہٹو بچو
ندیمو! آج ہم نے سوز کا فریاد رس دیکھا

(۱۰۰)

بلبل نے جس کا جلوہ جا کر چمن میں دیکھا وہ آنکھ موند اپنی ہم من ہی من میں دیکھا
خورشید[۱] جیسے آوے ابرِ تنک کے اندر عاشق کو تیرے جلتے یوں پیرہن میں دیکھا
یوں دیکھنے سے میرے کیا فائدہ کسی کو دیکھا[۲] انھوں نے مجھ کو[۳] جن نے سخن میں دیکھا
خورشید رات[۴] آیا مجھ کو نظر کئی جا [۵]عارض کو زلف کے میں ہر ہر شکن میں دیکھا
بے گانہ و یگانہ ہیں ایک مرتبہ[۶] پر یہ سوز تیرے ہم[۷] نے خُلقِ حسن میں دیکھا

(۱۰۱)

فلک کے نیچے دلِ شادماں نہیں دیکھا بغیرِ خار کوئی بوستاں نہیں دیکھا
عجیب[۱] طرح کے یاں لوگ بستے ہیں یارب کہ جن کے گھر میں کبھی[۲] میہماں نہیں دیکھا
زباں سے پیر[۳] کہیں اور پھر اِسے ماریں کرے جو رحم سو ایسا جہاں نہیں دیکھا
جہاں میں رہتے ہیں[۴] ایسے بھی صاحبِ عصمت جنھوں نے آنکھ اٹھا آسماں نہیں دیکھا
جلے بھنے سبھی پڑھتے ہیں شعر مجلس میں سوائے سوز کے آتش زباں نہیں دیکھا

(۱۰۲)

یہ تو نہ کہوں خدا نہ دیکھا پر آپ سے میں جدا نہ دیکھا
بیگانہ ہوا نہ ہوئے[۱] آخر ایسا کوئی آشنا نہ دیکھا
اس غنچۂ دل کو تونے افسوس اک[۲] بار بھی اے صبا نہ دیکھا
ناصح[۳] نہ کرے تو کیوں نصیحت تونے کہیں دل لگا نہ دیکھا
مر جانے میں ہو تو ہوئے[۴] حاصل جینے میں تو کچھ مزا نہ دیکھا
کہتا ہے[۵] جو تو کہ عاشقوں میں ق ہم نے کوئی باوفا نہ دیکھا
افسوس کہ تو نے ایک[۶] دن یار اس سوز کو آزما نہ دیکھا

(۱۰۳)

جس[۱] نے تجھے اے جواں نہ دیکھا — اس نے مزۂ[۲] جہاں نہ دیکھا
بت خانہ و مسجد و خرابات — میں تجھ کو کہاں کہاں نہ دیکھا
پایا تو[۳] آپ ہی میں پایا — کیا غفلت تھی[۴] کہ یاں نہ دیکھا
میں وہ گلِ باغِ بے خزاں ہوں — جس نے اثرِ خزاں نہ دیکھا
[۵]مت سوز کی بات مجھ سے پوچھو — ایسا تو کہیں[۶] سناں نہ دیکھا
جس دن سے ہوا ہے سوز گمنام — باللہ کبھی[۷] نشاں نہ دیکھا

(۱۰۴)

جہاں تھا رات کو دل شام کے ہوتے وہیں بھاگا
[۱]خدا ہی جانے کس مہرو سے اس کا عشق ہے لاگا
جگا مت اے فغاں دل کو کہ اٹھتے سر کو پھوڑے گا
قیامت مجھ پہ لاوے گا جو یہ فتنہ کہیں جاگا
عجائب داد[۲] یکسوئی کی دی ہے تیرے عاشق نے
ترے سینے کی خاطر سوکھ کر یہ ہو گیا تاگا
فلک پر آج غل ہے[۳] کس کے ملنے کا کوئی پوچھے
یہ ایسا کون بختاور ہے جس کا بخت ہے جاگا
کھلاویں گے تجھے ہم دودھ چاول پیٹ بھر بھر کر
خدا کے واسطے جلدی خوشی دے سوز کو[۴] کاگا

(۱۰۵)

کھا گئی کس کی نظر کس کا یہ تجھ کو غم لگا — اے مرے محبوب دل کیوں تجھ کو الٹا دم لگا
زندگانی[۱] مجھ کو کب درکار ہے بے فائدہ — زخم کو میرے تو[۲] اے جرّاح مت مرہم لگا
دور سے تیغا دکھا کر کیوں تو بیٹھا ہے پرے — [۳]میں ترے قربان سر حاضر ہے لے جم جم لگا

ایک تیغے سے تو ناکارا نہیں ہوتا ہوں میں
کام پورا خوب ہے[۴] دو چار تو پیہم لگا

ہم نشیں کیا اس زمانے کی سبھی الٹی ہے رسم[۵]
دل لگا محبوب سے یا جی کو میرے غم لگا

میں نہ کہتا تھا کہ روتا چھوڑ کر مت جا مجھے
سوز[۶] جاتا ہے کدھر برسات کا موسم لگا

(۱۰۶)

گو کہ قمری کا[۱] ہے دل سروِ گلستاں سے لگا
دلِ[۲] دیوانہ مرا قامتِ خوباں سے لگا

اس سوا کھوج نہ پایا ترے دیوانے کا
قطرۂ خوں ہے مگر خارِ بیاباں سے لگا

تیغ لاگی ہو بظاہر تو کروں دعوئِ خوں
سینے میں تیر مرے غمزۂ پنہاں سے لگا

نہ لگے دردِ جدائی کو قیامت کا[۳] رنج
روزِ محشر کو نہ میرے شبِ ہجراں سے لگا

جوش کو دل کے کبھو[۴] لگ نہ سکے جوشِ[۵] تنور
سوز کے رونے کو اے یار نہ طوفاں سے لگا

(۱۰۷)

بھلا عشق پھر تو ستانے لگا
میاں جان اب[۱] کے ٹھکانے لگا

نہ چھوٹے گا ناصح[۲] تردد نہ کر
دیا ہے مجھے یہ خدا نے لگا

گیا چوری چوری سے رات اس کے گھر
کلیجا مرا دھک[۳] دھکانے لگا

بہت پاؤں ڈھونڈے لگا کچھ نہ ہات
مرا ہاتھ بھی جھلجھلانے لگا

جونہی سوز کو روتے دیکھا کھڑا
وہ[۴] منہ پھیر کر مسکرانے لگا

(۱۰۸)

غم تو کہتا ہے کہ میں تجھ کو ستا جاؤں گا
پر مری جان ترے غم[۱] کو میں کھا جاؤں گا

ہم غریبوں کے گھر آنے کا کہاں تم کو دماغ
مت کرو وعدہ عبث ہم[۲] سے کہ آج آؤں گا

[۳]اس طرح جی دوں کہ تو رحم سے بولے صد حیف
رسمِ عُشّاق[۴] کشی جگ سے اٹھا جاؤں گا

باغباں فکر نہ کر تو مرے ویرانے کا
آشیاں آتشِ گل سے میں جلا جاؤں گا
[5]مت کرو دوستی مجھ سے کہ نہیں رہنے کا
میں مسافر ہوں کوئی دن[6] کو چلا جاؤں گا
کس کو اب زیرِ فلک طاقتِ رسوائی ہے
اے زمیں پھاٹ کہ میں تجھ میں سما جاؤں گا
لے چکا دل کو خط اب جان جو مانگے ہے خال[7]
سوزؔ کہتا ہے یہ گولی[8] تو بچا جاؤں گا

(۱۰۹)

ہر گھڑی منہ سے نہ کہہ گھر کو چلا جاؤں گا — رہ مری جان تری لے کے بلا جاؤں گا
دم بدم تیغہ دکھانے سے تو ڈرنے کا نہیں — ایک بوسے پہ میں تلوار بھی کھا جاؤں گا
دم بدم مجھ کو جو کہتے ہو کہ جا جا اٹھ اٹھ — جاؤں گا جاؤں گا ستاؤ زرا جاؤں گا
لالہ رو حسن پر اپنے نہ گھمنڈ اتنا کر — چلتے چلتے بھی تجھے داغ لگا جاؤں گا
گالیاں مجھ کو سناؤ نہ زباں بند کرو — میں بھی چلتے ہوئے صلوٰت سنا جاؤں گا
سوزؔ پامالی کی امید پہ تھا خاک ہوا — آپ کہتے ہیں کہ گھوڑے کو کُدا جاؤں گا

(۱۱۰)

جو میں جیتا ہوں تو احوالِ دل سب آ سناؤں گا
وگرنہ سر تصدّق[1] تیرے ہو کر مر ہی جاؤں گا
تمنّا ، پیش کش ، امّید ، صدقے ، آرزو قربان
میں اپنے دل کی حسرت، اپنے دل میں لے کے جاؤں گا
سمایا بے ستوں میں کوہ کن ، اور دشت میں مجنوں
میں ایسا کیا گیا گزرا ہوں ، ہر دل میں سماؤں گا

بھلا ہنستے تو ہو[۲] تم اس مری بیہودہ گوئی پر
قسم ہے آٹھ آٹھ آنسو سبھوں کو میں رلاؤں گا
جلا دوں سر سے پا تک شمع ساں[۳] تب نام ہو میرا
وگرنہ اے محبّاں سوزؔ کس منہ سے کہاؤں گا

(۱۱۱)

جس کا تو آشنا ہوا ہو گا　　اس نے کیا کیا ستم سہا ہو گا
تھر تھراتا ہے اب تلک خورشید　　سامنے[۱] تیرے آ گیا ہو گا
یہ تو میں جانتا ہوں[۲] لوگوں نے　　کچھ تجھے جھوٹ سچ کہا ہو گا
پر یہ اتنا جو منہ بنایا ہے　　نہ ملو گے نہ[۳] اور کیا ہو گا
رات اندھیرے اجالے گلیوں میں　　جو تجھے کوئی مل گیا ہو گا
دیکھیو تجھ کو میرے سر کی قسم[۴]　　اس گھڑی تیرے جی[۵] میں کیا ہو گا
سوزؔ کو تو نے کیوں دیا بوسہ　　ہم کو بھی دے ترا بھلا ہو گا

(۱۱۲)

تو ہم سے جو ہم شراب ہو گا　　عالم[۱] کا جگر کباب ہوگا
ڈھونڈے گا سحاب چھپنے کو مہر　　جس روز وہ بے نقاب ہوگا
خوباں سے نہ کر محبت اے دل　　اے[۲] مان کہا ، خراب ہوگا
اے مرگ شتابی[۳] کہہ تو مجھ[۴] سے　　اس زیست کو کب جواب ہوگا
بوسہ دے سوزؔ کو مری جاں　　مطلب[۵] یہ تیرا شتاب ہوگا

(۱۱۳)

جتنا کوئی تجھ سے یار ہو گا　　اتنا ہی خراب و خوار ہوگا
ہر[۱] روز ہو روزِ عید تو بھی　　تو ہم[۲] سے نہ ہم کنار ہوگا
[۳]دل اتنا بھی اضطراب[۴] کیا ہے　　[۵]تجھ کو بھی کبھی[۶] قرار ہوگا

شکوے میں ہو جس کے خون کی بو تیرا ہی وہ دل فگار ہوگا
دیکھے جو کوئی چمن میں تجھ کو گل اس کی نظر میں خار ہوگا
ناصح نہ ہو گریہ سے جو مانع میرا وہی غم گسار ہوگا
جا یار شتاب سوز سے مل تیرا اسے انتظار ہوگا

(۱۱۴)

سرِ شک=آنسو

سرِ شکِ شمع آخر شمعِ محفل ایک دن ہوگا
یہ آنسو رفتہ رفتہ جمع ہو دل ایک دن ہوگا
تجھے اے دل بغل میں محنتوں سے میں نے پالا تھا
نہ جانا تھا کہ تو میرا ہی قاتل ایک دن ہوگا
جگر کو بھی کلیجے سے زیادہ میں[۱] نے سمجھا تھا
کسے معلوم تھا چھاتی کا[۲] سل یہ ایک دن ہوگا
بھلا جو دل کو لے بھاگا تو رو کر چپ رہا تھا میں
یہ خاطر میں نہ تھا جی کا بھی سائل ایک دن ہوگا
نہ مانا پر نہ مانا ، آہ سر پٹکا کیے ہم تو
مجھے معلوم ہوتا تھا کہ گھایل ایک دن ہوگا
کٹا کر ہاتھ[۳] منہ آتے نہ ٹانکوں کا مزا لیجیے
بدن اس ڈھنگ سے گدڑی کے قابل ایک دن ہوگا
میں طفلِ اشک[۴] کو آنکھوں میں کس امید پر رکھتا
اگر یہ جانتا میرے مقابل ایک دن ہوگا
سنبھل کر جائیو اے سوز اس قاتل کے کوچے میں
برے تیور ہیں[۵] اس کے، تو بھی گھایل ایک دن ہوگا

(۱۱۵)

جو[1] کوئی عاشقی میں ثابت قدم نہ ہوگا [2]معشوق کا بھی اس پر ہرگز کرم نہ ہوگا
[3]رووے گی عاشقی ہی سر خاک ڈال اپنے محبوب کو ہمارے مرنے کا غم نہ ہوگا
گر آنکھ اٹھا کے دیکھو ہم[4] عاشقوں کو صاحب کچھ ناز[5] کا تمھارے رتبہ تو کم نہ ہوگا
گو تن[6] کو اس نے چھوڑا عاشق کو موت کیسی بن موت جو مرے گا ہرگز عدم نہ ہوگا
لکھتا ہے کیوں حقیقت تو اپنی عاشق کی اے سوز وہ سنے گا تو سر قلم نہ ہوگا

(۱۱۶)

جو ہم سے تو ملا کرے گا بندہ تجھ کو دعا کرے گا
بوسہ تو دے کبھو[1] میری جان مولا تیرا بھلا کرے گا
ہم تم بیٹھیں گے پاس مل کر وہ دن بھی کبھو[2] خدا کرے گا
دل تیرے[3] کام کا نہیں تو بندہ پھر لے کے کیا کرے گا
داغی صد چاک سوختہ یاں دل پھیر نہ دے گا کیا کرے گا
پچھتائے گا مل کے سوز سے ہاں ہم کہتے ہیں برا کرے گا
ہے شوخ مزاج سوز واللہ چھیڑے گا اسے برا کرے گا

(۱۱۷)

کہیں تو ہم بات تجھ سے لیکن، کسی کا کب تو کہا کرے گا
جو سوز پر تو ستم کرے گا تو دیکھ ظالم برا کرے گا
حوالے دل کر کے تیرے کا ہے کو عمر کرتا میں اپنی ضائع
جو یار تجھ کو میں یوں سمجھتا عوض وفا کے جفا کرے گا
طبیب مت کر دوا ہماری، نہیں ہے جز مرگ ہم کو چارہ
تو آپھی انصاف کر تو ظالم کہ کوئی کب[1] تک وفا کرے گا

چلا وہ دامن اٹھا کے جس دم لگی مرے آگ تن بدن میں
کسی نے[۲] اتنا کہا بجھا جا تو بولا یونہی جلا کرے گا
نہ کچھ[۳] دلاسا نہ کچھ ہے شفقت نہ کچھ ترحم نہ کچھ محبت
[۴]تو آپھی انصاف کر تو ظالم کہ کوئی کب تک وفا کرے گا
نگہ تری اس کی زندگانی ، خوشی[۵] اسے تیری مہربانی
جو تو ہی اس[۶] سے خفا رہے گا تو سوز پھر جی کے کیا کرے گا؟

(۱۱۸)

جب لاکھ طرح سے مجھے[۱] بدنام کرے گا ۔ تب ملنے کا مجھ ساتھ تو پیغام کرے گا
رو رو کے یہ دل صبح سے پھر شام کرے گا ۔ مت وعدہ[۲] تو کر صبح کے آنے کا مری جان
ہمسایہ مرا دو گھڑی آرام کرے گا ۔ اس نالہ و زاری سے کٹی[۳] رات الٰہی
جس وقت گزر یار لبِ بام کرے گا ۔ آوے گا نظر ہم کو اسی وقت مہِ عید
کیا کیا تو بھلا سوز سر انجام کرے گا ۔ یار آوے ترے گھر میں تو کہہ بہرِ مدارات

(۱۱۹)

جو تم سے بتاں[۱] ہو گا سو اللہ کرے گا ۔ کعبے ہی کا اب قصد یہ گمراہ کرے گا
خطِ آن کے یہ مجہلہ[۲] کو تاہ کرے گا ۔ زلفوں سے پڑا طول میں اب عشق کا جھگڑا
جب تو کسی مہوش کی میاں چاہ کرے گا ۔ احوالِ دلِ زار تجھے ہوئے گا معلوم
جب گالیاں دو چار وہ تنخواہ کرے گا ۔ بوسے کی طلب سے[۳] تبھی باز آئے گا اے دل
دل سوختہ اس رات کوئی آہ کرے گا، ۔ کر آج یہی حکم کہ چہروں[۴] کو چھڑک سوئیں
وہ تجھ کو مرے حال سے آگاہ کرے گا ۔ آئینے کو ٹک بھر کے نظر دیکھ تو پیارے
جو تجھ سے کیا عہد سو نرباہ کرے گا ۔ واہی نہ سمجھ سوز کے پیماں کو تو اے یار

مجہلہ = جہاں لاعلمی یا پیچ ہو

(۱۲۰)

قیمت میں کم از لعلِ بدخشاں نہ کرے گا ۔ خط بوسے[۱] کو اس لب کے کچھ ارزاں نہ کرے گا

جس روز کیا چہرے کو تیرے نظر انداز — پھر مرغِ چمن سیرِ گلستاں نہ کرے گا
در پے سرو ساماں کے نہ عاشق ہوں کہ کوئی — اس سر کو بجز تیغ کے ساماں نہ کرے گا
مت روز قیامت سے ڈرا مجھ کو تو ناصح — وہ روز عذابِ شبِ ہجراں نہ کرے گا
عیسیٰ[۳] کو یقیں ہے کہ نہ جاوے گی تپِ عشق — وہ درد کا میرے کبھو[۴] درماں نہ کرے گا
اس دل کی حقیقت کا جو شہرہ ہو جہاں میں — پھر دل کوئی وابستۂ خوباں نہ کرے گا
دے بیٹھے ہے دل سی بھی کوئی چیز کو اے سوز — جو تو نے کیا سو کوئی ناداں نہ کرے گا

(۱۲۱)

کسی طرح ترے دل سے حجاب نکلے گا — مرے سوال کا منہ سے جواب نکلے گا
نکلنے کا نہیں سینے سے دل جو ڈھونڈے تو — جو نکلے گا تو جلا سنا کباب نکلے گا
غلط سنا ہے کہ شب کو گیا تھا یار کہیں — کہو تو رات کو کیوں آفتاب نکلے گا
نہ کر یہ وعدہ کہ میں چاندنی میں آوٴں گا — ترے مقابلے کب ماہتاب نکلے گا
لہو پیے ہے مرا[۱] شانہ تیرے[۲] پٹّوں پیٹھ — کبھو[۳] تو واں سے یہ خانہ خراب نکلے گا
جو محتسب بھی تری چشم مست[۴] دیکھے گا — تو کرنے کو نہ کبھو احتساب[۵] نکلے گا
ہمیشہ چیں بجبیں دیکھتا ہوں اس کو سوز — خدا ہی جانے یہ کس پر عتاب نکلے گا

پٹّوں پیٹھ = زلفوں میں ۱۴ (الف) ب بمبر

(۱۲۲)

کریں گے انتظار اس کا جہاں تک جی میں آوے گا
جو آوے گا تو آوے گا نہ آوے گا نہ آوے گا
کبابِ دل جگر اچھے بنا کر اب تو جاویں گے
جو کھاوے گا تو کھاوے گا نہ کھاوے گا نہ کھاوے گا
کریں گے آج تو ترغیب گل گشتِ چمن کی ہم،
جو جاوے گا تو جاوے گا نہ جاوے گا نہ جاوے گا

کہا تو دل سے ہے تو ساتھ ہی اپنے اسے لانا
جو لاوے گا تو لاوے گا نہ لاوے گا نہ لاوے گا
گیا ہے سوزؔ لاشِ دل کو لینے آج کشتوں میں
جو پاوے گا تو پاوے گا نہ پاوے گا نہ پاوے گا

(۱۲۳)

دلا تو کب تئیں میرا جگر جلاوے گا — میں پوچھتا ہوں کبھی[1] تجھ کو چین آوے گا
شرارہ آہ[2] کا تیری تو عرش تک پہنچا — کہاں تلک تو مرا[3] دل جگر جلاوے گا
خدا کو مان[4] زرا صبر کر نہ ہو بے تاب — تڑپ تڑپ کے مرے سر پہ کیا تو لاوے گا
تجھے[5] کہا تھا کہ معشوق بے وفا ہیں پر[6] — [7]یہ جانتا تھا کہ تو ان سے دل لگاوے گا
کہا نہ مانے[8] تو اس کی[9] سزا یہی ہے ہاں — کرے گا جو کوئی اپنے کیے کو پاوے گا
تمام اہلِ محلّہ[10] پہ خواب و خور ہے حرام — نہ[11] اب جگا تو انھیں، کب تلک جگاوے گا
تمھارا نام تھا جیسا کہ سوزؔ ویسے جلے — ولے، کریم، لگی کو تری بجھاوے گا

(۱۲۴)

جس کا تجھ سا حبیب ہووے گا — کون اس کا رقیب ہووے گا
دردِ دل کی دوا ہو جس کے پاس — کوئی ایسا طبیب ہووے گا
مل رہے گا کبھی تو دنیا میں — گر ہمارا نصیب ہووے گا
بے وطن، بے رفیق، بے اسباب — کون[1] ایسا غریب ہووے گا
سوزؔ[2] کو وہ ملائے گا تجھ سے — جو خدا کا حبیب ہووے گا

(۱۲۵)

ہم سے جو بولو گے تو کیا ہوے گا — اس[1] میں تمھارا ہی بھلا ہوے گا
بار[2] یہ لگتا ہے مجھے بارِ دوش — سر بھی کہیں[3] تن سے جدا ہوے گا
نام میرا لیجو نہ قاصد کبھو — سن[4] کے میرا نام خفا ہوے گا

شیخ بھی مے خانہ میں[5] آتا ہے آج دیکھیو اب زور[6] مزا ہووے گا
ٹک[7] نگہ لطف بھی مجھ پر صنم کب تئیں یہ جور و جفا ہووے گا
ایک دن اک[8] شخص نے اس[9] سے کہا ق تو نے بھی[10] یہ ذکر سنا ہووے گا
یعنی کہ عاشق[11] ہے تیرا جی سے سوز ہو متبسّم یہ کہا: 'ہووے گا'

(۱۲۶)

جو تو یونہی آنکھیں چراتا رہے گا تو حسرت بھرا جان جاتا رہے گا
[1]مری جاں کا دشمن ہے یہ دل ہمیشہ مرے پر بھی مجھ کو ستاتا رہے گا
مرے دل کو مجھ سے جدا گاڑیو[2] تم کہ یہ گور میں بھی جلاتا رہے گا
ہر اک چیز کو انتہا ہے جہاں میں ابے کب تلک تو رلاتا رہے گا
خدا کے لیے دم بھی لینے دے مجھ کو دلا کب تلک تلملاتا رہے گا

(۱۲۷)

[1]مجھ سے تو اس کو ہر شب دار و مدار ہے گا پر کیا کروں الٰہی دل بے قرار ہے گا
یہ اور غم لگا ہے پیارا[2] جو ہے ہمارا وہ اور ہی کسی کا آئینہ دار ہے گا
تم جاؤ اے ندیدو[3] دیکھو بہارِ گلشن ہر زخم میرے تن کا[4] رشکِ بہار ہے گا
آمان میرے صاحب دل مت لگا کسی سے محبوب ہیں جو، ان کا کیا اعتبار ہے گا
کیوں مجھ سے ہے مکرتا آثار سب ہیں ظاہر عاشق نہیں تو اتنا کیوں زار زار ہے گا
یا ناوکِ مژہ سے، یا تیغِ ابرواں سے [5]جانے نہ دیجو دل کو اچھا شکار ہے گا
بے شک کہ ہم ہیں اندھے کچھ سوجھتا نہیں ہے ورنہ صنم کا جلوہ سب آشکار ہے گا
روزِ تولّد ہی سے ہے موت[6] ساتھ لیکن حیراں ہوں اس کو[7] یارب کیا انتظار ہے گا
گھوڑے کی باگ رکھ لے دل سوز تھا جو تیرا اس ڈھیر نیچے سوتا وہ خاکسار ہے گا

(۱۲۸)

[1]دل اس لبِ شیریں سے جو ناکام رہے گا تو خاک تہِ خاک بھی آرام رہے گا

جز نام محبت نہ رہے گا کوئی قائم / نے کفر رہے گا نہ یہ اسلام رہے گا
[2]شہرت اگر اپنی تجھے منظور ہے اے یار / کر قتل مجھے جگ[3] میں ترا نام رہے گا
منہ کا ہے کو تو اپنے لگاوے گا ہمیں یار / مجلس میں مصاحب جو یونہی جام رہے گا
تو لکڑیاں کھاوے گی[4] بہت آتشِ ہجراں / گر سوز کا دل ٹک بھی کہیں خام رہے گا

(۱۲۹)

جب تک کہ میرے تن میں اے جان دم رہے گا / تیرا اسی[1] طرح سے مجھ پر کرم رہے گا
[2]رووے گا عشق مجھ کو سر[3] خاک ڈال اپنے / مرنے کا میرے تجھ کو کاہے کو غم رہے گا
شمشیر سے نہ کر قتل، مرنے دے[4] مجھ کو غم سے / کس سے دھلاوے[5] گا تو گر خون جم رہے گا
اے غم نکل شتابی بس[6] چھوڑ مسکنِ دل / مدت تلک رہا تو اب وہ صنم رہے گا
مرجائیں گے[7] عدو سب حسرت سے زہر کھا کر / گر سوز پر پیارے[8] تیرا کرم رہے گا

(۱۳۰)

دیکھ دل کو چھیڑ مت ظالم کہیں دکھ جائے گا
میاں[1] بغیر از قطرۂ خوں ، اور کیا تو پائے گا
جب تلک بہتا ہے ، خوں ہے ، تو اسے پی یا نہ پی
جو کہیں جم جائے گا جم جم یہ دل ہو جائے گا
قتل کی نیت[2] پہ گر آیا ہے[3] تو کیا دیر ہے
پر مجھے تو مار کر ظالم[4] بہت پچھتائے گا
میں ہوں جو تیری جفائیں[5] اس قدر سہتا ہوں یار
ورنہ دیکھیں[6] گے جو مجھ سا ڈھونڈ کر تو لائے گا
یہ میں ہی ہوں جو ستم کو بھی ترے سمجھے کرم
اک نہ ہاتھ آوے گا ہفت اقلیم میں گر جائے گا

[7] پھر یہی کہتا ہوں تجھ سے سوز کو تو مت ستا
مت ستا ظالم کہیں تو بھی ستایا جائے گا

(۱۳۱)

مت ستا[1] مجھ کو دلا تو بھی ستایا جائے گا
جو جفا مجھ پر کرے گا[2] سو خدا سے پائے گا
ایک تو تھا دوست جو کرتا تھا غم خواری مری
تو مجھے[3] گر کھائے گا تو کون[4] پھر غم کھائے گا
میں یہ کہتا تھا[5] کہ تو تنہا نہ چھوڑے گا مجھے
[6] کون جانے تھا کہ تو دامن چھڑا کر جائے گا
آ، نہ جا تھوڑی رہی ہے [7] یہ بھی اب کٹ جائے گی
تو گیا تو کون پہلو بیٹھنے پھر[8] آئے گا
آ خدا کے واسطے مت جا کہیں[9]، تو جان لے
سوز سر ٹکرائے گا، گھبرائے گا، مر جائے گا

(۱۳۲)

مِل کے اس بدخو سے[1] جب تو خوار و رسوا ہوئے گا
عہد و پیماں تجھ[2] کو تب معلوم اس کا ہوئے گا
حقِ خدمت میں مرے وعدہ کرو ہو قتل کا
تم سے یہ ہی[3] کچھ تو ہو گا اس سوا کیا ہوئے گا
دیکھ[4] گریہ کو مرے طفلی میں کہتا تھا طبیب
ایک دن مجنوں صفت یہ سر بصحرا ہوئے گا
میں دل نازک[5] کی کرتا تھا بغل میں پرورش
محتسب کو ہے گماں اس پاس مینا ہوئے گا

گر یونہی گرتا رہے گا میری مژگاں سے سرشک
سوجھتا ہے ایک دن یہ قطرہ[6] دریا ہوئے گا
محو کو تیرے نہیں ہے دین و دنیا کی[7] تلاش
[8] کھوئے گا سب کچھ وہ جس نے تجھ کو پایا ہوئے گا
سوز کو ناصح ملامت سے تری[9] پرواہ کیا
الفتِ خوباں سے[10] گو رسوائے دنیا ہوئے گا

(۱۳۴)

زندگانی میں کسے آرام حاصل ہوئے گا
[1] ہائے آسودہ جہاں میں کونسا دل ہوئے گا
غیر سے مل کیونکہ ہم چشموں[2] سے پھر ہو کے دوچار
آئینے[3] کو منہ دکھانا تم کو مشکل ہوئے گا
قتل پر یہ بے گنہ راضی ہے اپنے اس[4] لیے
ہاتھ میں اک[5] روز تو دامانِ قاتل ہوئے گا
ابر کے قطرے[6] تو ہو جاتے ہیں موتی ناصحا[7]
کیا ہمیں رونے سے اپنے کچھ نہ حاصل ہوئے گا
گو کہ رتبہ ماہ کا پہنچا فلک تک[8] کیا ہوا
مہروش میرے کے منہ دیکھو مقابل ہوئے گا
مجھ پہ جو گزری سو گزری فائدہ[9] کہنے سے کیا
کچھ نہ کہیو حالِ دل قاصد کہ بے دل ہوئے گا
جان باقی ہے اسے لے اور کر اپنا حساب
عشق کے دفتر میں کچھ میرا ہی فاضل ہوئے گا

[۱۰] دشمنِ جاں قتل مت کر دل کو کچھ حاصل نہیں
قطرہ قطرہ خون ہو کر جمع پھر [۱۱] دل ہوئے گا
درگذر اس [۱۲] خون سے آخر تجھے آوے گا رحم
سوزؔ کا دل جس گھڑی خنجر سے بسمل ہوئے گا

(۱۳۴)

سوزؔ سے امید ہے مجھ کو کہ انساں ہوئے گا
قطرہ ، بحرِ عشق میں گم ہو کے عُمّاں ہوئے گا
نوش کر کر ایک دن جامِ مسیحائی سے دُرد
درد مندی کے لیے ، بے درد ، درماں ہوئے گا
سر نہ کھینچے گا کبھی سوئے فلک جوں گردباد
خاک راہ گل رُخاں ہو کر گلستاں ہوئے گا
آتشِ عشقِ بتاں میں موم سا ہو کر گداز
تیرہ بختوں کے لیے شمعِ شبستاں ہوئے گا
عرش تک پہنچائے گا نا قوس کا بانگِ بلند
پر نہ جانا تھا کہ یہ کافر مسلماں ہوئے گا

(۱۳۵)

آہ پر آہ نالے پر نالا　　عشق صاحب نے میرا گھر گھالا
تم نے دل کو پھنسایا زلفوں میں　　انگھڑیو ہو تمھارا منہ کالا
تو جو کہتا ہے مجھ کو رو رو کر　　بے ادب نے خراب کر ڈالا
میں تو روتا نہیں ہوں مت جھنجلا　　موتیوں کا گلے میں ہے مالا
آہ کو تو مسوس بھی ڈالوں　　کیا چھپاؤں یہ چشم خوں پالا
میرے شعروں میں [۱] ہے جو کیفیت　　اس کو [۲] سمجھے گا کوئی مت والا

(۱۳۶)

شعلۂ حسن سے دل کا مرے کاشانہ جلا
آہ[1] کیا آگ[2] تھی جس سے یہ صنم خانہ جلا

نالے کا اس دلِ دیوانہ کو مت کر سرگرم
دیوے[3] گا بھر کے دمِ سرد یہ ویرانہ جلا

رحم آیا نہ تجھے یار مرے جلنے پر
آہ[4] سے اپنی جلی شمع جو پروانہ جلا

شررِ آتشِ ہجراں یہ پڑا ہے دل میں
[5]پہنچنا ہے تو پہنچ ورنہ پری خانہ جلا

نکلے اس کے نہ بجھانے کو کسی کے آنسو
حیف صد حیف ترا سوز غریبانہ جلا

(۱۳۷)

بات[1] سنتے ہی اکڑ کر تو چلا
دل تو میرا[2] پھینک دے ظالم بھلا

یوں تو میں کب ہاتھ آتا تھا ولے
چھلے بازی نے تری دل کو چھلا

ایک دن اس کو اکیلا دیکھ کر
اپنے دل کی آرزو کہتا چلا

ایک[4] باری پاؤں چھونے دے مجھے
دونوں ہاتھوں سے میں[5] تیری لوں بلا

گھور کر کہتا ہے کیا اے لو غضب
یہ [6]بڑھاپے پیٹا نکلا من چلا

چل ترے ہاتھوں کو میں صدقے کروں
اپنی قینچی[7] سے ترا کاٹوں گلا

تو نے منہ دیکھا نہیں ہے سوز کا
ایک اُف کرنے میں وہ دے گا جلا

(۱۳۸)

یارو دوڑو عشق آتا ہے چلا
دل کو میرے تم کہیں رکھیو چھپا

اے وہ آ پہنچا نہ آیا کوئی حیف
لے گیا، دل لے گیا، دل لے گیا

میں نے تیرا کیا کیا تھا اوکٹر
پاؤں پڑتا ہوں ترے میں مان جا

زندگانی کا محاصل ایک دل
سو بزور آ کر اسے تو لے چلا

میں نے صورت بھی تری دیکھی نہیں
تو نے مجھ سے بیر یہ کب کا لیا

رحم میرے حال پر کر، پھیر دے
میں ترے قربان ظالم پھینک جا

ایک تو میں آہ بڈھا ناتواں
دوسرے تو نے مجھے تنہا کیا

آ زبردستی غریبوں پر نہ کر اس کا دل لے ہو جو تیرا آشنا
کون سے محبوب کو دو گے اسے مجھ سے اپنے دل کا کہوے مدعا

(۱۳۹)

لہو ساگر پڑا کچھ جس گھڑی عاشق کا دم نکلا
وہ تھا لختِ جگر یا خونِ دل آنکھوں[۱] سے جم نکلا
نکل کر طفلِ اشک آنکھوں سے طوفاں کر چکا[۲] آگے
الٰہی خیر اس فتنے کا پھر[۳] باہر قدم نکلا،
میں[۴] اپنے دل کو اک مدت سے بیت اللہ سمجھا تھا
بتوں کو دو مبارک باد یہ بیت الصنم نکلا
فلک کیا کیا دلوں کی آرزوئیں تجھ سے نکلیں[۵] پر
ہمارے دل[۶] سے یاروں کی جدائی کا نہ غم نکلا
حقیقت دونوں عالم کی مجھے ہوتی[۷] ہے سب واضح
کروں کیا جامِ جم کو دل ہی میرا[۸] جامِ جم نکلا
سدا اے شیخ سمجھے[۹] تھا میں اپنے دل کو بت[۱۰] خانہ
جب اس کی کنہ کو پہنچا[۱۱] تو یہ بیت[۱۲] الحرم نکلا
یہاں تک خشک دہشت سے ہوا ہے جسم سنتے ہو
جگر ، دل کو نچوڑا تو بھی آنکھوں سے نہ نم نکلا
عدم کا نام سنتے تھے ولیکن کچھ نہ پیدا تھا
جب اپنے جسم میں ڈھونڈا ، وجود اپنا عدم نکلا
ہوئے خلقت[۱۳] میں اس کی قیس اور فرہاد سے لاکھوں
ولیکن سوز سا بھی[۱۴] عاشقوں کے بیچ کم نکلا ۔

(۱۴۰)

قضا را وہ قاتل ادھر آن نکلا کہ لینے کو اس کے مرا جان نکلا
کھڑا نعش پر ہو کے بولا کہ ہے ہے یہ کشتہ تو کچھ جان پہچان نکلا
چھری لے کے مِن بعد سینے کو چیرا تو دل کی جگہ خشک پیکان نکلا
پٹک سر[۱]، کہا: "ہائے میں نے کیا کیا" میں سمجھا تھا[۲] کچھ یہ مری جان نکلا
مرا کشتہ ایسا تو ہے جس کی خاطر [۳]یہ خورشید پھاڑے گریبان نکلا
ہوئے گرچہ عاشق ہزاروں[۴] ولیکن مرے سوز سا کون بے جان نکلا
کھڑے[۵] رہنے والو مگر سوز ہے یہ بھلا اس کے دل کا تو ارمان نکلا

(۱۴۱)

☆جگر سے آہ، دل سے نالہ، سینے سے فغاں نکلا
سرائے[۱] تن سے کیا[۲] حسرت زدوں کا کارواں نکلا
سحر رکھ تیغ کاندھے پر جو وہ دامن کشاں نکلا
لبِ ہر زخم سے اس وقت شورِ الاماں نکلا
وہی دل جو مرے[۳] پہلو میں[۴] تھا اب عرشِ اعظم ہے
[۵]خدا کے واسطے دیکھو کہاں سے جا کہاں نکلا
غریب و ناتواں میں نے سمجھ کر دل کو پالا تھا
سو یہ خنداں[۶] بھی میرے حق میں رستم داستاں نکلا
ہوا جب قتل دل تو اشک آیا اس کے رونے کو
جگر سے ہو کے ماتم دار فریاد و فغاں نکلا
ہمیشہ عاشقِ صادق جو اپنا[۷] مجھ کو کہتا تھا
سو بہکائے[۸] سے بدگویوں[۹] کے وہ بھی بدگماں نکلا
جگر سے آگلو میں، اور گلو سے لب پہ آ ٹھہرا[۱۰]

بھروسا تھا بڑا نالے کا سو[۱۱] بھی ناتواں نکلا
تمھاری رات کی وہ بات سب پر ہو گئی روشن
خدا کے واسطے جوں شمع مت میری زباں نکلا
سنا تھا سوز کو میں نے کہ بوڑھا مضمحل ہے وہ
جو دیکھا آج جا کر تو وہ یہ گٹھا جواں نکلا

(۱۴۲)

مجھ عبد سے کام کچھ نہ نکلا یارب یہ غلام کچھ نہ نکلا
لی شکلِ نگیں میں روسیاہی پر حیف کہ نام کچھ نہ نکلا
چہرے سے ترے خجل ہو شب ماہ آدھا نہ تمام کچھ نہ نکلا
وہاں دست و دہن سے تیرے قاصد نامہ نہ پیام کچھ نہ نکلا
جز مشتِ پر اپنے تجھ کو صیّاد آخر تہِ دام کچھ نہ نکلا
دل ٹوٹ گیا ز دستِ ساقی بودا تھا یہ جام[۱] کچھ نہ نکلا
ہے طفلِ سر شک کیا ہی غمّاز یہ تخمِ حرام کچھ نہ نکلا
عاشق تو کہائے ہم بھی لیکن عشّاق میں نام کچھ نہ نکلا
بوسہ ہے بعید اس سے ملنا جس لب سے کلام کچھ نہ نکلا
دیکھا میں ترا جو سوز دیواں جز عشق کلام کچھ نہ نکلا

(۱۴۳)

گردن نہ ماریو مجھے پر[۱] کاٹیو گلا تو مرتے مرتے اور تجھے دیکھ لوں بھلا
بے جرم گرچہ[۲] خوب نہیں قتل جانِ من پر خوں مرا[۳] حلال ہے جلدی چھری چلا
ڈہکانا اس طرح[۵] کا نہیں خوب میری جان مجھ کو دکھا کے تیغ کسے مارنے چلا
سچ کہتے ہیں کہ عشق ہی دشمن ہے جان کا دیکھو نہ میرے پاس سے جی لے ہی کر ٹلا
مت[۶] روزِ عید سوز کو اپنے گلے لگا تو جانتا ہے عاشقوں کے فن کو کیا[۷] بھلا

(۱۴۴)

جلانا ہی موئے مُردوں[1] کا جانا   ولیکن دَردُ کا دَرْماں نہ جانا
چلا ہوں آج میں مَرنے کو یارو   مجھے کچھ اور تُہمت مَت لگانا
میں مر جانے کو خود تیار ہوں[2] جان   ولے مُردوں کا کیا ہے آزمانا
لگاتا ہے ابے ہر دم جو پہرے   مجھے جانا ہے کیا تو نے دوانا

ق

جہاں میں آشنا کوئی نہ پایا   جسے دیکھا اُسے پایا بگانا
مِلا بھی کوئی تو اپنی غرض کا   اسے واجب ہوا میرا[3] بکانا

ق

پڑھیں دوچار بیتیں[4] خوش دلی سے   تو سُن سُن کر انھوں نے یہ نہ جانا
کہ اچھے کون[5] ان میں، ہیں بُرے کون   [6] مگر پیہم انھیں گردن ہلانا
نکالا سوزؔ کو کس جا سے یارب   کدھر لایا اب اس کو آب و دانا
نصیبوں میں[7] ترے یہ ہی لکھا تھا   پڑھا کر سوز بیتیں عاشقانہ

(۱۴۵)

چلے ہو کس طرف یک[1] بارگی منہ موڑ کر جانا
یہ کس[2] مشرب میں ہے جلتوں[3] کو روتا چھوڑ کر جانا
جو بیداری میں جاؤ گے تو میں جی کر کروں گا کیا
اگر[4] جانا ہی ہے تو مجھ کو سوتا چھوڑ کر جانا
جو[5] دل تھا سو تو اس کو لے چلے، باقی رہیں آنکھیں
انھوں کی بھیک کا کاسہ[6] بھی ظالم پھوڑ کر جانا
تمنّا، آرزو، اُمّید، حسرت، پیش کش[7] تیری
رہا اک رشتۂ اُلفت اِسے مت توڑ کر جانا

نہ ہو گا قاعدہ داں عاشقوں میں مجھ سا بھی کوئی
جب اس کے آگے جانا ، ہاتھ دونوں جوڑ کر جانا
بوقتِ نزع بولا سوز[۸] مر کر تجھ کو گھوروں گا
[۹]اسی سے ہو سکے یہ مرتے مرتے ہوڑ کر جانا

(۱۴۶)

یہی میں پوچھتا ہوں تجھ سے جانا   کہ سوتوں کو ہے حاصل کیا جگانا
پڑا سونے دے تا روزِ قیامت   جو چونکا[۱] بھی جگائے سے دوانا
تو اپنے سر کو ٹکرائے[۲] گا اٹھتے   نہ دیکھے گا یہ اپنا ، نے[۳] بگانا
کسی کے دوڑ کر پھاڑے گا کپڑے   کہے گا مجھ کو اس کا گھر بتانا
کسی کے پاؤں پر سر رکھ کہے گا   کہ مجھ کو ذبح[۴] کر کے یاں سے جانا
تماشا[۵] تجھ کو یہ اچھا لگے گا   بھلا لگتا ہے[۶] کیا یہ مسکرانا
بچارے سوز کے پیچھے نہ پڑ جان   کہیں جا اور کر اپنا ٹھکانا

(۱۴۷)

جہاں جانا ہے اے دل ساتھ اپنے مجھ کو لے جانا
نہیں تو تیری فرقت سے میں ہو جاؤں گا دیوانا
اے بھائی جانے والے ، بات کچھ کہتا ہوں سنتا جا
خدا کے واسطے کا کام ہے ، اک دم ادھر آنا
جہاں رہتے ہو تم واں اک بڑا خوں خوار رہتا ہے
اگر اس سے ملے تو یہ مرا پیغام پہنچانا
کہ تیرا بندۂ دل سوز بِن تیرے سسکتا ہے
جو اب ملتا نہیں تو بعد مردن جا کے گڑوانا

وہ البتہ بُرا کچھ منہ سے فرماوے گا ، چپ رہنا
وگر وہ مار[1] بیٹھے ، میری خاطر مار بھی کھانا
خدا کے واسطے پر مرد اپنی جان دیتے ہیں
جو سختی کچھ کرے لِلّٰہ [وہ] تم اس کو سہہ جانا
کہاں تک جان اپنی کھوئے گا اے سوز اٹھ بھائی
وہاں اب جا کے بس تو کوئی جس جا ہو نہ بے گانا

(۱۴۸)

بندے ہیں اس کے بیہوش و دانا　　لیکن خدا کو کس نے ہے جانا
اللّٰہ باقی من کل فانی　　غافل ہے جیتا سارا زمانا
مسجد میں ٹھہرے یا میکدے میں　　زیرِ زمیں ہے سب کا ٹھکانا
اس جسم کے ساتھ ہے سب یہ لذّت　　جو پوچھے آکر اپنا بگانا
ورنہ کہاں روح کو ہے یہ لذت　　اس جا کہاں ہے کھانا پکانا
دو چار دن کو یاں بھیجتے ہیں　　یعنی یہ کھاوے کچھ آب و دانہ
چل سوز یاں سے جلدی کہیں تو　　جس جا نہ ہو[1] [کوئی اپنا بگانا]

(۱۴۹)

مری لوحِ مزار اوپر لکھانا　　کہ مت کوئی کسی سے دل لگانا
میں اپنے دل کو کہتا تھا نہ کر عشق　　نہ مانا آخرش اس نے نہ مانا
توقع اور سے کیا کیجیے ہائے　　جو اپنا دل ہی ہو جاوے بگانا
کوئی سنتا نہیں احوال ہے ہے　　خداوند یہ کیسا ہے زمانا
مجھے کہتے ہیں سب بے درد غمگیں　　بھلا جی عشق کا غم کس نے جانا
اگرچہ گور میں راحت نہیں کچھ　　ولیکن سوز تو خوشیوں سے جانا

(۱۵۰)

ہوا دل کو میں کہتے کہتے دوانا
پر اس بے خبر نے نہ مانا نہ مانا

کوئی دم تو بیٹھے رہو پاس میرے
سنو[۱]! ہم بھی چلتے ہیں، ٹک رہ کے جانا

گیا ایک دن اس کے کوچے میں ناگہ
لگا کہنے چل بھاگ بے پھر نہ آنا

ہماری یہ الفت، بتوں[۲] کی یہ نوبت
بھلائی کا[۳] سچ ہے نہیں یہ زمانا

دوانے کا بکنا نہیں معتبر ہے
مری بات[۴] تم دل میں ہرگز نہ لانا

مجھے تو تمھاری خوشی چاہیے ہے
تمھیں کو[۵] ہے منظور میرا کڑھانا

کہاں ڈھونڈوں[۶] یارب، کدھر جاؤں ہے ہے
کہیں[۷] سوز کا میں نہ پایا ٹھکانا

(۱۵۱)

ہے بلبل عاشقِ گل شمع[۱] پر عاشق ہے پروانا
مرا مجنوں ہے اپنی ذات کی لیلیٰ کا دیوانا

خیال اس میں جو دیکھا میں تو کس کس مہروش کا ہے
غرض کہنے میں تو یہ دل[۲] ہے لیکن ہے پری خانا

جو کہیے حالِ دل اپنا تو اس کو نیند آتی ہے
ہماری سرگزشت اس شوخ کو گویا ہے افسانا

دلِ مسکیں مرا رہتا ہے اس[۳] کی زلف میں الجھا
خدا کے واسطے ظالم نہ کیجو زلف کو شانا

ہزار افسوس ہے اے سوز اتنی بندگی پر بھی
رقیبوں کو وہ اپنا جانتا ہے مجھ کو بے گانا

(۱۵۲)

محبت میں نہیں ہے ناصحا[۱] کچھ اختیار اپنا
نہیں تو دیکھ سکتا ہے کوئی[۲] حالِ زار اپنا

خیالِ زلف و رخ میں رات دن[۳] اپنا گزرتا ہے
اسی[۴] عنوان سے کٹتا ہے[۵] اب لیل و نہار اپنا
کسی کو پھل، کسی کو پھول بخشا[۶] باغ میں جا[۷] کر
چلے جب واں سے تب نرگس کو بخشا[۸] انتظار اپنا
تجھے غیرت نہیں جو ہجر میری جان کھاتا ہے
کوئی بھی سونپتا ہے سگ کو اے پیارے[۹] شکار اپنا
دلِ دشمن[۱۰] تری ہم دوستی ہرگز نہ مانیں[۱۱] اب
[۱۲] جو تو سینے میں رہ کر دوست کہلاوے[۱۳] ہزار اپنا
خوشی و خرّمی لیتا گیا ساتھ اپنے وہ ظالم
غم و اندوہ[۱۴] اس دل بیچ چھوڑا یادگار اپنا
نہ پوچھو مجھ سے اے یارو[۱۵] دماغ ان سادہ رویوں کا
[۱۶] سکندر کے تئیں سمجھیں ہیں[۱۷] یہ آئینہ دار اپنا
کہا اک روز میں دے کر قسم اس کو کہ سمجھے[۱۸] ہے
[۱۹] میاں غیروں کی نسبت سوزؔ کو تم غم گسار اپنا
لگا کہنے کہ اب سچ ہی کہوں کیا بات ہے اس کی
یہ دولت خواہ اپنا[۲۰]، فدوی اپنا، جاں نثار اپنا

(۱۵۳)

کہتی ہے میرے قتل کو یہ بے وفا حنا — پوچھ اس سے[۱] ٹک کہ ان نے ترا کیا کیا
پیارے شعور چاہیے تزئین کے لیے — تھا مستحق[۲] یہ خون مرا یا بھلا
گر قتل کر کے خون چھپاوے ہے تو مرا — دو چار دن نہ ہاتھ کو اپنے لگا
آمان قتلِ بیگنہاں سے تو در گزر — رہتی نہیں ہے ہاتھ میں پیارے حنا
تو سوزؔ پائے بوس کی حسرت[۳] میں نت رہا — لوٹے ہے اب تو ہاتھوں کا اس کے مزا

(۱۵۴)

دیکھ کر جو مر گئے ہیں تیرے پوروں پر حنا
باندھیو ہاتھوں میں جا کر ان کے گوروں پر حنا
دستِ رنگیں[1] کی تمھارے دھوم ہے چاروں طرف
ان دنوں آفاق میں[2] ہے زور شوروں پر حنا
یہ گراں ہے عہد میں اس[3] یار فندق بند کے
ہاتھ آتی ہے جہاں میں اب کروڑوں پر حنا
یوں لگا فندق تو اے مشاطہ اس کے ہاتھ میں
اس صفائی سے لگے ہرگز نہ ڈوروں پر حنا
دل نہ دوں اس کو سو[4] یہ طاقت بھی اب مجھ میں نہیں
کیا کروں اے سوز ہیگی اب تو زوروں پر حنا

(۱۵۵)

رات نالہ میں کیا، یار سنا یا نہ سنا — بہہ گئے آب ہو کہسار سنا یا نہ سنا
قاصدا! حالِ دلِ زار سنا یا نہ سنا — راست کہہ ہم سے تو اے یار سنا یا نہ سنا
اشکِ خونیں سے ترے ہجر[1] میں داماں میرا — ہو گیا تختۂ گلزار، سنا یا نہ سنا
حال مدّت سے مرا گوش زدِ عالم ہے — تو نے کیا جانے ستم گار سنا یا نہ سنا
حال کہنے سے تو خوگر ہوں میں اپنا تجھ سے — اس پہ موقوف ہے کیا یار سنا یا نہ سنا
[2]باز رونے سے نہ آؤں گا میں ناصح بہرے[3] — میں کہا تجھ سے بتکرار سنا یا نہ سنا
شرحِ حالِ دلِ عاشق وہ سنے کیا اے سوز — اس[4] سے مت کر تو یہ گفتار! سنا یا نہ سنا؟

(۱۵۶)

پہلے کہتے تھے کہ ہاں[1] ہے سوز اچھا آشنا
اب لگے کہنے کہ کیسا سوز کس کا آشنا

کون سنتا ہے کسو[۲] کا حالِ دل ، کس سے کہیں
سچ ہے دینا میں نہیں کوئی کسی کا آشنا
جب تلک[۳] تھے کرّ و فر کہتے تھے ہم مخلص ہیں پر[۴]
جب کمی[۵] وہ آگئی پھر کون کس کا آشنا
آشنا ظاہر کے لاکھوں جس کو کہیے[۶] ہو سکیں
یک باطن کا[۷] نہیں جز حق تعالیٰ آشنا
سو تو ہم اس نام سے بھاگے پھریں ہیں لاکھ کوس
نفسِ کافر کو سمجھتے تھے[۸] ہم اپنا آشنا
حیف کیا باطل کٹی[۹] اوقات اپنی عمر کی
ہائے اس دشمن کو جانا اپنا پیارا آشنا
[۱۰]اے خدا ، اے جرم بخشا ، اے علیم وا ے خبیر
مرتے مرتے تو مجھے کر اپنے در کا آشنا
آخرش تو نے مجھے پیدا کیا ہے خاک سے
خاک بِن[۱۱] مجھ کو نہ کر تو اب کسی کا آشنا

(۱۵۷)

بلبل کہیں نہ جائیو زنہار دیکھنا — اپنے ہی من[۱] میں پھول[۲] کے گلزار دیکھنا
نازک ہے[۳] شیشۂ دل عاشق سنبھالیو — غم سے بھرا ہے اے مرے غم خوار دیکھنا
شکوہ عبث ہے یار کے جوروں کا ہر گھڑی — غیروں کے ساتھ شوق سے ہر بار دیکھنا
جو جو سنا ہے کان سے، دیکھا ہے آنکھ سے — چپکا ہی رہیو اے لبِ اظہار دیکھنا
سودا کی بات بھول گئی تجھ کو سوز واہ — ''جو کچھ خدا دکھائے سو ناچار دیکھنا''

(۱۵۸)

ہے جیتے جی تو مجھے کوے یار میں رونا — [۱]مرے کے بعد رہے گا مزار میں رونا

بھلا میں کیونکے کروں ضبط ناصحِ بے درد　　نہیں ہے دل کے مرے اختیار میں رونا
جو چھپ کے رات کو شبنم چمن میں روئی تو کیا　　مجھے تو ایک سے لے کر[۲] ہزار میں رونا
نہ غم خزاں کا مجھے، نے بہار کی شادی　　[۳]خزاں میں خاک ہے سر پر، بہار میں رونا
تو روزِ وصل تو اے سوز اپنے آنسو پونچھ　　ابھی بہت ہے تجھے ہجرِ یار میں رونا

(۱۵۹)

زباں سے حالِ دل اپنا کہوں یہ تو نہیں ہونا[۱]　　ہنسی آتی ہے مجھ کو پوچھتے ہو کیا مرا رونا
کہاں کا ابر، کس کی برق، کیوں باتیں بناتے ہو　　جھمک جاتا ہے اس چنچل کے مِعجز کا کہیں کونا
زباں شیریں، تبسم میں نمک، یک جا عجائب ہے　　بہت مدت سے سنتے تھے مزا ہے، سو ہے، مٹھلونا
محبت کا ثمر ہوتا ہے غم! سنتے ہو اے یارو　　خدا کے واسطے یہ تخمِ صحنِ دل میں مت بونا
تماشا سوز کا تو دیکھ تو اب آنکھ لگنے پر　　کہاں ہے دن کا وہ آرام اور راتوں کا وہ سونا

معجز = دوپٹہ / اوڑھنی

(۱۶۰)

زباں سے ہو سکے کب دلربا تیری ثنا کہنا
مگر مکھڑے[۱] کو تیرے گھورنا اور واہ وا کہنا
قیامت تک نہ بھولے گی[۲] صنم اس آن کی لذّت
ہمارا ہنس کے جی دینا تمھارا[۳] مرحبا کہنا
سنو اے اشک و آہ و نالہ و فریاد و واویلا
جو اس[۴] کوچے تلک پہنچو تو میری بھی دعا کہنا
[۵]سن اے قاصد! کبوتر کی طرح تو بھی نہ مر رہیو
جو تجھ سے[۶] سب حقیقت کہہ نہ آوے کچھ تو جا کہنا
سبھوں کے روبرو کہنا[۷] فلانا ہے مرا عاشق
مناسب[۸] کیا ہے پیارے ایسی باتیں برملا کہنا

تجھے کہتا ہوں میں اے سوز اس قاتل کی محفل میں
اگر احوال میرا سب نہیں تو کچھ تو جا کہنا

(۱۶۱)

عاشق ہوا ، اسیر ہوا ، مبتلا ہوا — کیا جانیے کہ دیکھتے ہی دل[۱] کو کیا ہوا
سر مشقِ ظلم تم نے کیا مجھ کو واہ واہ — تقصیر یہ ہوئی کہ ترا آشنا ہوا
دِل تھا بساط میں سو کوئی اس کو لے گیا — اب کیا کروں گا اے مرے اللہ کیا ہوا
پاتا نہیں سراغ کروں کس طرف تلاش — دیوانہ دل کدھر کو گیا آہ کیا ہوا
لاکھوں ہی دل پھنسے ہیں ہراک تارِ زلف میں — ہر موئے زلف حق میں مرے اژدہا ہوا

(۱۶۲)

☆رسوا ہوا ، خراب ہوا ، مبتلا ہوا — وہ کونسی گھڑی تھی کہ دل[۱] سے جدا ہوا
ہر آن تیغ و تیر کے[۲] رہتا ہے سامنے — یہ خوں گرفتہ تجھ سے بھلا آشنا ہوا
گالی سے آشنا[۳] بھی نہ تھا مارے شرم کے — اب[۴] تو وہ قتل کرنے کو لو بہبا ہوا،
وہ مجھ کو[۵] منہ دکھائے تھا کاہے کو سچ کہوں — چھپ کر صنم کا دیکھنا مجھ پر بلا ہوا
سینہ میں جب تلک تھا ، مجھے دل کی تھی خبر — کیا مجھ سے پوچھتے ہو خدا جانے کیا ہوا
جا کر کہا کسی نے کہ لو[۶] سوز بھی موا ق کہنے لگا کہ پنڈ تو چھوٹا بھلا ہوا
☆☆پر[۷] اتنی بات کہتے ہی رو کر کہا کہ حیف — توتا ہمارا اڑ گیا کیا بولتا ہوا

(۱۶۳)

دل کو کیجے قیدِ زنداں واہ وا — واہ وا زلفِ پریشاں واہ وا
ملکِ دل کو اس طرح سے لوٹیے — واہ وا اے شاہِ خوباں واہ وا
ابر کو دبکا دیا پل مارتے — واہ وا اے چشمِ گریاں واہ وا
ایک ٹھوکر پر کئی دل لڑھ گئے — واہ وا سروِ خراماں واہ وا
یوں وفا کرتے ہیں بعد از مرگِ یار — واہ وا اے شمعِ سوزاں واہ وا

جس طرف دیکھا ادھر ہے داغ داغ   واہ وا دل کے چراغاں واہ وا
جان دینا سیکھ لے تجھ سے کوئی   واہ وا اے سوز بے جاں واہ وا

(۱۶۴)

یارب کدھر گیا دل غم خوار کیا ہوا؟   ہر دم کی آہ سے مری بے زار کیا ہوا
مینائے دل جو ٹوٹا تو ٹوٹا بلا سے جان   ہوتا ہے کیف میں یہ مرے یار کیا ہوا
بے زار تو نہ ہووے تو پوچھوں میں ایک بات   ناخوش جو اب ہے تو وہ ترا پیار کیا ہوا
کنجِ قفس میں تونے بسیرا لیا ہے حیف   کیوں عندلیبِ زار وہ گلزار کیا ہوا
آتی نہیں ہے سوز کی آواز[۱] آج کل   کرتا تھا آہ آہ سو بیمار کیا ہوا

(۱۶۵)

دل کے ہاتھوں نپٹ[۱] خراب ہوا   جل گیا ، بھن گیا ، کباب ہوا
اشک آنکھوں سے پل نہیں تھمتا[۲]   کیا بلا دل ہی دل میں آب ہوا
جن کو نِت دیکھتے تھے اب ان کا   دیکھنا بھی[۳] خیال و خواب ہوا
یار اغیار ہو گئے[۴] اللہ   کیا زمانے کا انقلاب ہوا
[۵]سارا دیوانِ زندگی دیکھا   ایک مصرع نہ انتخاب ہوا
[۶]سوز بیہوش ہو گیا جب سے   تیری صحبت میں باریاب ہوا
سوز کچھ منہ بنائے آتا ہے   آج مجرے کا پھر[۷] جواب ہوا

(۱۶۶)

☆شہرت حسن سے از بسکہ وہ محجوب ہوا
اپنے مکھڑے سے جھگڑتا ہے کہ کیوں خوب ہوا
سن کے مرنے کو مرے ، دل میں نہ محجوب ہوا
بلکہ لوگوں سے یہ کہنے لگا ہاں خوب ہوا

ٹوکتا ہے جو کوئی رونے کو ڈر کے مارے
آنکھ اٹھاتا نہیں کہتا ہوں کہ آشوب ہوا
مژہ خنجر ہے ، نگہ تیر ہے ، ابرو ہے تیغ
قتل کرنے کو مرے خوب یہ اسلوب ہوا
اس پیمبر سے خجل ہوتا ہوں ہے ہے نہ کبھو
صبر میں سوز تو تو [بہ] بہ از ایوبؑ ہوا

(۱۶۷)

قضائے کار صنم سے جو میں[۱] دوچار ہوا لگائے[۲] یاں تئیں تیغے[۳] کہ لالہ زار ہوا
سوار جب تئیں دامن کا تھا، موئے لاکھوں، خدا ہی خیر کرے اب تو نے سوار ہوا
مجھے جلائے ہے اس غم سے اب تو آتشِ رشک کہ کس کو دیکھ کے سیماب بے قرار ہوا
امید تھی کبھی دامن کو اس کے ہاتھ لگے اسی امید میں میں مر گیا ، غبار ہوا
مدام ہے اسے اب لالہ زار کی گل گشت اسی خیال میں یہ سوز داغ دار ہوا ،

(۱۶۸)

آئینہ سے جو میں دوچار ہوا سرِّ مخفی[۱] سب آشکار ہوا
قاصدا راست کہہ قسم کھا تو تیرے مکھڑے کے میں نثار ہوا
آپ سے میں نہیں پھنسا تن میں کب مرا اس میں اختیار ہوا
کیسی کیسی یہ باتیں کرتا تھا سوز کے منہ کے میں نثار ہوا
اپنے منہ سے کہا کہ سوز کو میں مار ڈالوں کا جب سوار ہوا

(۱۶۹)

میں جس قدر کہ ترے جور سے فگار ہوا شگفتگی سے جراحت کی نوبہار ہوا
سنا ہے جب سے کہ تو بھی غریب پرور ہے تری وفا[۱] کا تبھی[۲] سے امیدوار ہوا
تری قسم ہے ذرا بھی نہیں ہے طاقتِ صبر ادب کی راہ سے میں صاحب اختیار ہوا

[۳]چھٹے گا صیدِ دل اب کس طرح بھلا دیکھوں سنا ہے میں نے کہ وہ طفل نے سوار ہوا
جو کوئی دیکھنے آوے تو خاک میں مل جائے صنم یہ سوز ترا کیسا خاکسار ہوا

(۱۷۰)

بھلا ہوا کہ میں آفاق میں حقیر ہوا نظر میں کوئی نہ لاوے گا بے نظیر ہوا
نہ بات پوچھی کسی[۱] نے کہ کون ہے کیا ہے اگرچہ میں تو ہزاروں سے ہم صفیر ہوا
مجھے جو کہتے ہو کھا جاؤں تجھ کو لقمہ کر میں آدمی نہ ہوا نان اور پنیر ہوا
اگرچہ میں تو چھٹا جان دے کے قاتل کو ولے برنگِ حنا خون دستگیر ہوا
قسم خدا کی چھٹا دو جہاں کی قید سے سوز تمھاری زلف میں جس روز سے اسیر ہوا

(۱۷۱)

[۱]عاشق سلسلۂ زلفِ گرہ گیر ہوا عین آزادی میں پابستۂ زنجیر ہوا
اپنی آنکھوں میں تو پاتا نہیں کچھ [۲]نقش و نگار ایک ہی نقش کا آئینۂ تصویر ہوا
بے پر و بالی سے محبوسِ قفس[۳] ہوں صیاد ورنہ دل تنگی سے اپنی ہی میں دلگیر ہوا
اس کو لگتے ہی مری جان نکل تن سے گئی جانِ من پیکِ اجل مجھ کو ترا تیر ہوا
سوز وہ تھا کہ کھلے جس سے جہاں کے عُقدے عاجزِ قوتِ سر پنجۂ تقدیر ہوا

(۱۷۲)

مرا قتل کیا[۱] بے وفا نے نہ چاہا وہ کب چوکتا تھا خدا نے نہ چاہا
یہ دل آشنا مجھ سے ہوتا مقرّر کسی مدّعی آشنا نے نہ چاہا
جفا پر ارادہ کیا تھا صنم نے بخیلی تو دیکھو جفا نے نہ چاہا
بڑا[۲] داؤ تھا آج بوسے کا لیکن [۳]کہوں کیا حیا بے حیا نے نہ چاہا
[۴]ارادہ کیا تھا نکل جاؤں یاں سے میں کوسوں وفا کو، وفا نے نہ چاہا
وہ[۵] ملتا اگر کوئی مجھ سے ملاتا کسی یار نا آشنا نے نہ چاہا
[۶]لبوں تک تو جی سوز لایا تھا جوں توں قدر نے نہ مانا[۷] قضا نے نہ چاہا

(۱۷۳)

مروّت دشمنا ، غفلت پناہا ادھر ٹک دیکھ[۱] لیجو مڑ کے آہا
بہت چاہا[۲] کہ تو بھی مجھ کو چاہے ولے[۳] تو نے نہ چاہا پر نہ چاہا
[۴]کٹی اوقات سب باطل ہماری۔ خداوندا ، کریما ، بادشاہا
صَرفتُ العُمُرَ فِی[۵] لَھُوٍ وَ لَعُب فآهاً ثُمَّ آهاً ثُمَّ آهاً
بھلا انصاف دل میں کر تو ظالم کسی سے عہد بھی تو نے نباہا
[۶]ہوئے تو چاہنے والے ہزاروں ولیکن سوز نے اچھا نباہا

(۱۷۴)

گل تو جاتا رہا پہ خار رہا مفت میں دل مرا فگار[۱] رہا
نقش پورا[۲] پڑا ترے تن[۳] کا ماہ گردوں پہ نیم کار رہا
[۴]تجھ بنا میرے تن میں میری جان دلِ غم دیدہ زار زار رہا
میرے تھامے سے کب تھما دلِ زار گو میں تھامے[۵] اسے ہزار رہا
در تلک تیرے جا[۶] کے پھر آنا سوز کا اب یہی شعار رہا

(۱۷۵)

تری جان کو[۱] کب مرا غم رہا رہا سو مرے جی[۲] پر اُودھم رہا
تری بزم میں جب تلک میں رہا [۳]مرا دل مجھی سے ہی برہم رہا
تیری سرد مہری سے مانندِ برف مرا اشک آنکھوں پہ آ جم رہا
سلامت یہاں سے میں گھر جاؤں گا یہی خوف[۴] ہر وقت ہر دم رہا
سرو سینہ ہی پر رہا ہاتھ بس [۵]مرے گھر تو ہر روز ماتم رہا
ہوا خشک ایسا ترے خوف[۶] سے نہیں نام کو آنکھ میں نم رہا
دیا تھا نہ دل جب تلک یار[۷] کو جیا جب[۸] تلک سوز بے غم رہا

(۱۷۶)

عشق تھا[1] یا کیا تھا جس سے دل اٹکتا ہی رہا / خار سا سینے میں میرے کچھ کھٹکتا ہی رہا
رات جب[2] غصے ہو میرے پاس سے اٹھ کر چلا / میں نہ چھوڑا اس کا دامن وہ جھٹکتا ہی رہا
بوسۂ رخسار کا وعدہ کیا کس سے وفا / کان[3] کا موتی تلک تیرے لٹکتا ہی رہا
تاب کس کو ہے کہ تیرے در سے[4] آ کے جا سکے / جو ترے کوچے میں آیا سر پٹکتا ہی رہا،
کون سی تھی ہجر کی ساعت کہ تب سے عمر بھر / آرزوئے وصل میں یہ دل بھٹکتا ہی رہا
یار گھر آیا[5] تھا پر دیکھا نہ اس کو بھر نظر / ہوش میں[6] آؤں میں جب تک وہ سٹکتا[7] ہی رہا
جس کو[8] تو نے گھر سے ہانکا[9] وہ بہ امید طلب / ہر قدم پر راہ چلنے میں بھٹکتا[10] ہی رہا
کیا بقولِ سوز الفت کی خلش تجھ سے کہوں / خار سا سینے میں میرے کچھ کھٹکتا ہی رہا

(۱۷۷)

گردن پہ روز[1] خنجرِ فولاد ہی رہا / یہ دل بتاں[2] کے عشق میں ناشاد ہی رہا
تاثیر ایک دن[3] نہ ہوا اس کے دل میں آہ / یہ آہ و نالہ[4] عشق میں برباد ہی رہا
چھوڑے گا یا کہ قتل کرے گا بنے گی کیا / دل میں ہمیشہ خطرۂ بیداد ہی رہا
ہرگز نہ دیکھیو تو کسی خوب رو کو ہاں / ناصح کا روز مجھ[5] پہ یہ ارشاد ہی رہا
[6] دل نے پر اس کے پند کو جلتا نہ پشم بھی / ہر آن سوز عاشقِ[7] جلّاد ہی رہا

(۱۷۸)

برقع اٹھانے سے تمھیں[1] انکار ہی رہا / یہ دل ہمیشہ طالبِ دیدار ہی رہا
وابستہ ذاتِ حسن[2] سے تھا سب جفا و مہر / نے[3] جور ہی رہا[4] نہ مرا پیار ہی رہا
شکوہ نہیں جو پاس ترے ہم ذلیل ہیں / بلبل نظر میں گل کی سدا خار ہی رہا
عیسیٰ نفس ہے وہ تو مرے دل کو کیا حصول / درماں کی آرزو میں یہ بیمار ہی رہا
بخشا چکے بتاں سے سب[5] عشاق، جرمِ عشق / پر[6] سوز تو انھوں کا گنہگار ہی رہا

(۱۷۹)

[۱]افسوس تم اوروں سے ملو رات کو تنہا   ہم دن کو ترستے ہیں ملاقات کو تنہا

[۲]نے دل ہے، نہ تو ہے، نہ کوئی مونس و ہمدم   کھوتے ہیں عبث اپنی ہم اوقات کو تنہا

باللہ اکیلا جو ملے[۳] مجھ کو تو سمجھوں   [۴]پاتا نہیں میں ناصحِ[۵] بد ذات کو تنہا

اب گوشۂ عزلت سے نکلتا ہی نہیں شیخ   خلوت میں ہے کیا جانیے کس بات کو تنہا

اے سوز کبھو[۶] بزم میں رندوں کی تو آبیٹھ   کھوتا ہے عبثِ کوئی بھی اوقات کو تنہا

(۱۸۰)

مبارک باد دو[۱] اب ہم کو پیغامِ بہار آیا
جنوں نے پھر منایا ، پاؤں اب پڑنے[۲] کو خار آیا

[۳]رکھا میں سوز اب تک عشق تیرا[۴] یاں تلک مخفی
بجائے اشک میری چشم سے آخر شرار آیا

بھلا دل حق ہمسایہ[۵] یہی ہوتا ہے دنیا میں
ہوا سارا جگر جب آب تب تجھ کو قرار آیا

ہمارا حالِ دل پیارے جو تم سنتے[۶] ہو کہتے ہو
غرض ہم نے سنایا اور تم[۷] کو اعتبار آیا

[۸]اگر کچھ سوز نے پایا تو بت[۹] خانہ کے سجدے سے[۱۰]
حرم کے در پہ ورنہ بارہا سر مار مار آیا

(۱۸۱)

مرا منہ تجھے یار کیا خوش نہ آیا   ادھر دیکھو مجھ سے کیوں منہ چھپایا

میں ہونٹوں کو[۱] اپنے یوں غنچہ بنا کر ق ادا فہم کو دور سے منہ دکھایا

کہتا ہے کیا ہاتھ منہ پر پھرا کر — بہت خوب مطلب ترا میں نے پایا

(۱۷۶)

عشق تھا[1] یا کیا تھا جس سے دل اٹکتا ہی رہا
خار سا سینے میں میرے کچھ کھٹکتا ہی رہا

رات جب[2] غصے ہو میرے پاس سے اٹھ کر چلا
میں نہ چھوڑا اس کا دامن وہ جھٹکتا ہی رہا

بوسۂ رخسار کا وعدہ کیا کس سے وفا
کان[3] کا موتی تلک تیرے لٹکتا ہی رہا

تاب کس کو ہے کہ تیرے در سے[4] آ کے جا سکے
جو ترے کوچے میں آیا سر پٹکتا ہی رہا،

کون سی تھی ہجر کی ساعت کہ تب سے عمر بھر
آرزوئے وصل میں یہ دل بھٹکتا ہی رہا

یار گھر آیا[5] تھا پر دیکھا نہ اس کو بھر نظر
ہوش میں[6] آؤں میں جب تک وہ سٹکتا[7] ہی رہا

جس کو[8] تو نے گھر سے ہانکا[9] وہ بہ امید طلب
ہر قدم پر راہ چلنے میں بھٹکتا[10] ہی رہا

کیا بقولِ سوز الفت کی خلش تجھ سے کہوں
خار سا سینے میں میرے کچھ کھٹکتا ہی رہا

(۱۷۷)

گردن پہ روز[1] خنجرِ فولاد ہی رہا
یہ دل بتاں[2] کے عشق میں ناشاد ہی رہا

تاثیر ایک دن[3] نہ ہوا اس کے دل میں آہ
یہ آہ و نالہ[4] عشق میں برباد ہی رہا

چھوڑے گا یا کہ قتل کرے گا بنے گی کیا
دل میں ہمیشہ خطرۂ بیداد ہی رہا

ہرگز نہ دیکھیو تو کسی خوب رو کو ہاں
ناصح کا روز مجھ[5] پہ یہ ارشاد ہی رہا

[6]دل نے پر اس کے پند کو جانا نہ پشم بھی
ہر آن سوزِ عاشقِ[7] جلّاد ہی رہا

(۱۷۸)

برقع اٹھانے سے تمھیں[1] انکار ہی رہا
یہ دل ہمیشہ طالبِ دیدار ہی رہا

وابستہ ذاتِ حسن[2] سے تھا سب جفا و مہر
نے[3] جور ہی رہا[4] نہ مرا پیار ہی رہا

شکوہ نہیں جو پاس ترے ہم ذلیل ہیں
بلبل نظر میں گل کی سدا خار ہی رہا

عیسیٰ نفس ہے وہ تو مرے دل کو کیا حصول
درماں کی آرزو میں یہ بیمار ہی رہا

بخشا چکے بتاں سے سب[5] عشاق، جرمِ عشق
پر[6] سوز تو انھوں کا گنہگار ہی رہا

(۱۷۹)

[1]افسوس تم اوروں سے ملو رات کو تنہا ہم دن کو ترستے ہیں ملاقات کو تنہا
[2]نے دل ہے، نہ تو ہے، نہ کوئی مونس و ہمدم کھوتے ہیں عبث اپنی ہم اوقات کو تنہا
باللہ اکیلا جو ملے[3] مجھ کو تو سمجھوں [4]پاتا نہیں میں ناصحِ[5] بد ذات کو تنہا
اب گوشۂ عزلت سے نکلتا ہی نہیں شیخ خلوت میں ہے کیا جانیے کس بات کو تنہا
اے سوز کبھو[6] بزم میں رندوں کی تو آبیٹھ کھوتا ہے عبثِ کوئی بھی اوقات کو تنہا

(۱۸۰)

مبارک باد دو[1] اب ہم کو پیغامِ بہار آیا
جنوں نے پھر منایا، پاؤں اب پڑنے[2] کو خار آیا
[3]رکھا میں سوز اب تک عشق تیرا[4] یاں تلک مخفی
بجائے اشک میری چشم سے آخر شرار آیا
بھلا دل حق ہمسایہ [5]یہی ہوتا ہے دنیا میں
ہوا سارا جگر جب آب تب تجھ کو قرار آیا
ہمارا حالِ دل پیارے جو تم سنتے[6] ہو کہتے ہو
غرض ہم نے سنایا اور تم[7] کو اعتبار آیا
[8]اگر کچھ سوز نے پایا تو بت[9] خانہ کے سجدے سے[10]
حرم کے در پہ ورنہ بارہا سر مار مار آیا

(۱۸۱)

مرا منہ تجھے یار کیا خوش نہ آیا ادھر دیکھیو مجھ سے کیوں منہ چھپایا
میں ہونٹوں کو[1] اپنے یوں غنچہ بنا کر ق ادا فہم کو دور سے منہ دکھایا
کہتا ہے کیا ہاتھ منہ پر پھرا کر — بہت خوب مطلب ترا میں نے پایا

بغل میں[2] مری ڈھونڈتا کیا ہے چل بے　　جو دل تھا سو تونے کہیں جا چھپایا
توقع مجھے اشک سے یہ نہ تھی پر　　مرے دل کے پُرسے کو آنکھوں سے آیا
کبھی سوز کی تونے حالت نہ پوچھی　　میں ہر چند رو رو کے دکھ سب سنایا
پڑا سوز کا لاشہ سڑتا ہے در پر　　ابے تونے کوئی گڑھا بھی کھدایا؟

(۱۸۲)

☆جی ناک میں آیا، بتِ گلفام نہ آیا　　جینا تو الٰہی مرے[1] کچھ کام نہ آیا
دنیا میں یہی دوستی ہوتی ہے مری جان　　جب تک نہ لیا دل تجھے آرام نہ آیا
قاصد سے[2] تو پوچھا تھا کہ بھیجا ہے تو کس کا　　دہشت سے اسے یاد مرا نام نہ آیا
عالم کا تمنا میں تری جاں بلب آیا　　رحمت ہے خدا کی تو لبِ بام نہ آیا
کرنے تو گیا عشق پر آخر کو تھکا سوز　　ناداں کو اس آغاز کا انجام نہ آیا
[3]تھا نزع کی حالت میں یہی سوز کے لب پر　　جی ناک میں آیا بتِ گلفام نہ آیا

(۱۸۳)

ترے دل میں بے رحم کچھ[1] بھی نہ آیا　　مجھے تونے کس کس طرح سے ستایا
بھلا اور تو اور یہ پوچھتا ہوں　　کبھی یاد کرتا تھا سو بھی بھلایا
[2]بلایا تجھے میں نے سو سو طرح سے　　[3]پہ تو اپنی ضد سے نہ آیا، نہ آیا
یہ سب باتیں جس کی ہیں میں جانتا ہوں　　اسی بے حیا نے تجھے کچھ پڑھایا
[4]تو کیوں آشنا سوز اس سے ہوا تھا　　یہ تیرا کیا تیرے آگے[5] نہ آیا

(۱۸۴)

میں تو غبار دل کا یک[1] بار دھو کے آیا
کوچے میں خوب رو کے گل خوب رو کے آیا
کیوں طفلِ اشک[2] تجھ کو آنکھوں میں میں نے پالا
اس[3] بھی گر[3] کے آیا

منہ پر گرم ہونا = کسی چھوٹے کا بڑے کے مقابل ہونا

مژگاں کی تیری نوکیں آلودہ ہیں[۴] لہو سے
ظالم[۵] نگاہ کس کے دل میں گڑو کے آیا
لب[۶] سے لگا ہے کاجل ، مسّی گلے سے چمٹی
وہ کون چلبلا[۷] تھا جس ساتھ سو کے آیا
آتا ہے تو شتاب آ جیتا ہے سوز اب تک
اِلاّ نہ بعدِ مُردن ، کس کام ، گو کہ آیا[۱]

(۱۸۵)

☆کسی نے روم لی قسمت میں ، کوئی شام لے آیا
ہمیں کچھ[۱] لے نہ آیا ایک تیرا نام لے آیا
طلب محفل میں ساقی نے کیا جب[۲] شیشہ و ساغر
گزک کے واسطے آنکھوں سے میں بادام لے آیا
صدا[۳] ہے در پہ کچھ پیغام بر کی سی خدا جانے
نویدِ وصل ہے یا ہجر[۴] کا پیغام لے آیا
شفق میں ، میں ہلال عید ، تجھ بن ، دیکھ یہ[۵] سمجھا
کہ میرے قتل کو یہ تیغِ خوں آشام لے آیا
ہمیشہ سیر میں گلشن کی میں خوشنود[۶] رہتا تھا
عبث[۷] کنج قفس میں کھینچ مجھ کو دام لے آیا
مجھے تکلیفِ ترکِ عشق اب کرتے جو ہیں ناصح
کدھر ان پختہ مغزوں کو خیالِ خام لے آیا
طرف جو ماہ ہر خورشید رُو کے آج ہوتا ہے
مگر[۸] کچھ نور اس مکھڑے سے جا کر وام لے آیا

لگا کہنے کہ خط پڑھ[9] کر کئی اک گالیاں دی ہیں
جو میں پوچھا یہ قاصد سے کہ کچھ انعام لے آیا
نہ سویا نیند[10] بھر دنیا میں سوزؔ اس دل کے ہاتھوں سے
عدم سے ساتھ[11] میں اپنے عجب آرام لے آیا

(۱۸۶)

جو دل چاہتا تھا سو ہونے نہ پایا — کبھو[1] پاؤں پر اس کے سو نے نہ پایا
رقیبوں کے ڈر سے مبادا (کہ)[2] کہہ دیں — [3] جو کچھ اب کے ہونا تھا ہونے نہ پایا
کیا میں نے غفلت سے قاتل کو رسوا — کہ[4] خوں اس کے دامن سے دھونے نہ پایا
کنارہ نہ[5] تھا اس جہاں کا ولیکن — قدم رکھ! کہ[6] ان غافلوں نے نہ پایا
ازل کے سبب مزرعِ دل میں اس کے — میں تخمِ محبّت کو بونے نہ پایا
وہ آغازِ گریہ ہی میں آگیا سوزؔ — میں دامن بھی پورا بھگونے نہ پایا
عجب چیز تھا سوزؔ کس سے کہیں ہم — ولے اس کو ان غافلوں[7] نے نہ پایا

(۱۸۷)

[1] بس غم تو نے بہت ستایا — سچ کہہ کیا تیرے ہاتھ آیا
تو نے[2] کس سے سنا مرا عشق — میں[3] نے تجھ کو نہیں سنایا
حسرت کدۂ جہاں سے ہم نے ق☆ — جز رنج و الم نہ کچھ اٹھایا
اس عالمِ بے غمی سے لاکر — ہاں زیست بھلا مزا چکھایا[4]
سوزؔ آتشِ غم سے کیا ہوا راکھ — دل نے اس کے اسے جلایا

(۱۸۸)

اے شمع تجھے جن[1] نے کہ پرنور بنایا — ان[2] نے دلِ پروانہ کو پر شور[3] بنایا
ہم آج سے مغموم نہیں روزِ ازل سے — غم سے دلِ عشّاق کو معمور بنایا

ق

ناصح جو لگا کھینچنے بہزاد شبیہیں
ہر ایک کے مکھڑے کو بدستور بنایا

لیکن یہ رکھا تھا تری تصویر میں عالم
دیکھے سو کہے عقل سے معذور بنایا

گھر کا جو اٹھائے ہو تم[4] اے شیخ جی یہ بوجھ
جو روکا تمھیں چرخ نے مزدور بنایا

قسمت کے مصوّر نے بھی میری تری تصویر
کھینچی تو بہت[5] مجھ[6] سے تجھے دور بنایا

ہیں شادی و غم ایک سے[7] نزدیک انھوں کے
[8]جو سوز کو سب حال میں مسرور بنایا

(۱۸۹)

منہ پھرا کر وہ تو اوروں کی طرف دیکھا کیا
میں تو خاطر جمع سے اس شوخ کو گھورا کیا

جب یہ دیکھا اب یہ اُکتا کر کہیں اٹھ جائے گا
میں وہیں رخصت ہوا کیوں صاحبو اچھا کیا؟

اور تو میاں کچھ نہیں ہے پر یہی افسوس ہے
ایسے ہفتہ دوست کو کیوں دل دیا، یہ کیا کیا

مجھ کو رہ رہ کر یہی جی میں ہے آتا یا کریم
بے مروّت دل نے میرے ساتھ یہ کیسا کیا

غیر کو کیا دوش دیجے سوز میرے دل ہی نے
مجھ کو الجھا کر پری رویوں سے دیوانہ کیا

(۱۹۰)

پھر موسمِ بہار نے نشو و نما کیا
پر تو نے اے صبا نہ دلِ غنچہ وا کیا

قاتل کے سامنے ہو، عجب ہے کہ بچ رہا
واللہ دستِ تیغ سے اس کی بھلا جیا

تاثیر کچھ نہ کی دلِ سنگِ صنم میں آہ
قاصد نے گرچہ حال سراسر سنا دیا

گزری تمام عمر ہی ساغر کشی میں لیک
یہ جامِ دستِ مرگ سے آخر نہ جا پیا

کس کو امید تھی کہ سلامت بچے گا تو
اے سوز آج جانا ہے تیرا بڑا ہیا

(۱۹۱)

عشق نے تیرے مجھے رسوا کیا
جو کیا پیارے بہت اچھا کیا

جان و ایماں سے میں فدوی ہوں تیرا
دل کا تجھ سے کس نے پھر دعویٰ کیا

کیوں جھڑک دیتا ہے[1] مجھ کو ہر گھڑی
سن تو ظالم میں نے تیرا کیا کیا

منّتیں میری[2] نہ کیں اس نے قبول
عجز سے ہر چند میں ہاہا کیا

کیا قیامت مچ رہی ہے شہر میں سرو قامت قد کو کیوں بالا کیا
کان پر جوں بھی پھری تیرے نہ یار میں تو تیرے در سے سر پھوڑا کیا
رازِ دل رو رو کے کیسا کہہ دیا ہائے ان آنکھوں نے کیا رسوا[۳] کیا
دل کو دے کر غم خریدا جان بوجھ سوز نے سودے کو کیا سستا کیا

(۱۹۲)

ملنے کی تیرے ، دل میں ، ہیں گی ہوائیں کیا کیا
مانگی ہیں تیرے حق میں حق[۱] سے دعائیں کیا کیا
دکھ درد ، ٹیس ، جلنا ، رہ رہ کے ہول[۲] پڑنا
پھوڑا ہے دل نہیں ہے[۳] تجھ کو سنائیں کیا کیا
خوفِ رقیب و حسرت ، عجز و نیاز[۴] و منّت
جیوڑے پہ[۵] یہ اذیّت ، آفت اٹھائیں کیا کیا
تن خاک،[۶] سینہ سوزاں ، دل داغ ، چشم گریاں
تو دیکھتا نہیں ہے ، تجھ کو دکھائیں کیا کیا
لے سر سے تا بہ سینہ ، سینے سے لے[۷] قدم تک
ہاتھوں سے اپنے لی ہیں تیری[۸] بلائیں کیا کیا
[۹]آنا تو جوں چھلاوا دل چھل کے بھاگ جانا
ہم نے سہی ہیں تیری ، پیارے[۱۰] دغائیں کیا کیا
دل موم اب ہوا ہے فرما نہ میرے صاحب
بازیچہ تیری خاطر اس کا بنائیں[۱۱] کیا کیا
خنجر سے منہ نہ موڑا تیغے سے دم نہ مارا
اس سوز نے بھی کی ہیں تجھ سے وفائیں کیا کیا

(۱۹۳)

۱ جو قصد غیروں سے پینے کا تم شراب کیا
تو ہم نے غم کے انگاروں پہ دل کباب کیا

کوئی کہے۲ ہے مجھے مست اور کوئی ہشیار
مرا تو نام ترے عشق نے خراب کیا

سوال دل شکنی کا میں کیا کروں۳ تجھ سے
۴ کہ تو نے کون سے نقصان کا جواب کیا

جو میں دکھاؤں تو لائق۵ ہے حالِ دل تجھ کو
دکھائے داغ جو لالے نے بے حساب کیا

کسی سے ہو نہ سکا سوز بے گنہ کا قتل
یہ کام آپ ہی کا تھا بڑا ثواب کیا

(۱۹۴)

جو کہ اس عمر میں کچھ غم نہ کیا تھا سو کیا
چشم کو اپنی کبھی نم نہ کیا تھا سو کیا

بے وفا دیکھ تو کیا ظلم کیا تو نے یہ
اب تلک پیار مرا کم نہ کیا تھا، سو کیا

غم تو مدّت سے گزارا تھا ولیکن اب تک
نالہ میں درد سے پیہم نہ کیا تھا، سو کیا

تیری فرقت میں کبھی اب تلک او تیر انداز
تن کو میں مثلِ کماں خم نہ کیا تھا، سو کیا

اس قدر دل ہے مرا دردِ محبت سے تباہ
سوز نے عشق میں ماتم نہ کیا تھا، سو کیا

(۱۹۵)

میرے احوال پر نظر نہ کیا
۱ نہ کیا تو نے رحم پر نہ کیا

اپنے ہاتھوں تو آپ کٹتا ہے
میں تو کہتا تھا قتل کر! نہ کیا

جی سفر کر گیا ولے دل نے
تیرے کوچے سے پھر۲ سفر نہ کیا

آہ تو عرش تک۳ تو پہنچی پر
گھر بسی۴، اس کے دل میں گھر نہ کیا

۵ تیرے کوچے میں مر کے خاک ہوا
خاک پر بھی مری گزر نہ کیا

۶ دل کو تلووں سے اس طرح ملیے
ہے۷ ہے ظالم خدا کا ڈر نہ کیا

۸ نالوں نے گو فلک کیا سوراخ
اس کے دل میں تو کچھ اثر نہ کیا

۹ روتے دیکھا تو منہ کو پھیر لیا
میرے رونے پہ کچھ نظر نہ کیا

۱۰ تو تو حرّاف تھا بڑا اے سوز
دل کے لینے میں کچھ ہنر نہ کیا

حرّاف = چالاک

[۱۱]غیرت اور سوز کی اہا ہا
[۱۲]جی دیا ، قصہ مختصر نہ کیا

(۱۹۶)

سنو تو تم نے کبھو[۱] ہم کو یاد بھی نہ کیا
کبھو[۲] پیام و کتابت سے شاد بھی نہ کیا

ہمارا دل بھی صنم خانۂ قدیمی تھا[۳]
میاں سپاہی جی! تم نے جہاد بھی نہ کیا

کہو تو چشم مروّت کوئی رکھے کیوں کر
ہمارے چہرے کو دیکھا تو صاد بھی نہ کیا

ہے[۴] رشک مجھ کو کہ کعبے کہ لوگ پوجیں ہیں
ہمارے دل کو خدا نے جماد بھی نہ کیا

اے سوز سن تو[۵] ترا دل وہ شوخ لے بھاگا
زرا بھی منہ نہ ہلا[۶] داد داد بھی نہ کیا

(۱۹۷)

عشق تو میرا کلیجا کھا گیا
بس مرے اللہ جی گھبرا گیا

کان پر جوں[۱] بھی پھری تیرے نہ یار
[۲]رو رو در پر تیرے سر ٹکرا گیا

آہ کل آیا تھا ناصح تیرے گھر[۳]
وہ ہی[۴] بھڑوا تجھ کو کچھ بھکا گیا

گو نہیں کہتا[۵] کہ میں نے دل لیا
چور نظریں میں تو اس کی پا گیا

کیوں تو گھبرایا پھرے ہے آج سوز
ہم سے[۶] تو سچ کہہ کہ تیرا کیا گیا

(۱۹۸)

کب تلک غم کھائے کوئی غم ہی مجھ کو کھا گیا
درد مندو دوڑیو میں درد سے گھبرا گیا

آج اس نے یہ جو پوچھا کیا ہے تیرا حال کہہ
ایک ہی پرسش میں مجھ میں جانِ تازہ آ گیا

کہہ گیا آنکھوں میں کچھ، کیا جانیے کیا بات تھی
مارے اس کے خوف کے مجھ سے نہ کچھ بولا گیا

جوں سلام اس کو کیا میں نے بہ آدابِ تمام
یہ سنو مونڈے لگا کر گالیاں دِلوا گیا

میں تو کہتا تھا نہ جا اے سوز اس کے روبرو
پر کہا میرا نہ مانا آپ ہی دوڑا گیا

(۱۹۹)

جنبشِ[۱] ابرو سے کچھ بتلا گیا
قتل کا مژدہ ہے یہ[۲] میں پا گیا

جاؤں میں جس سمت میرے ساتھ ہے
آہ یہ غم! جان میری کھا گیا

اب نہیں ڈرنے کا تیری تیغ سے　　[3]ناز کا تیرے تو میں ڈھب پا گیا
[4]غیر کا جا کر ہوا تو ہم کنار　　جھوٹے وعدوں سے [5]ہمیں بہلا گیا
غسل دینے میں جو دیکھی نعشِ دل ق　　زخم تو کوئی نہ واں دیکھا گیا
ہاں مگر منہ پر ہویدا تھا یہی　　اندر ہی اندر کوئی غم کھا گیا
کیوں تو گھبرایا[6] ہوا پھرتا ہے آج　　[7]سوز سچ کہہ آج تیرا کیا گیا

(۲۰۰)

انتظارِ وصل میں میں تھک گیا　　ہجر کے ہاتھوں کلیجا پک گیا
میں نے جانا دوست اپنا، وہ رقیب　　آج پیارے میرے جی کا شک گیا
آہ میں قربان تیرے کیا کیا　　شوخ سب احوال میرا لک گیا
داد چاہی میں نے اس بے داد سے　　کہنے لاگا کیا دِوانا بک گیا
سوز کہہ دیتا ابھی پر کیا کرے　　تیرے ڈر سے راز دل کا رک گیا

(۲۰۱)

نام سنتے عشق کا دل ڈر کے مارے ٹل گیا　　ایک باری پھر تو لے اس نام کے بل بل گیا
آہ کیا جانے ہوا کیا وہ دلِ گم گشتہ حیف　　قید میں جا کر پھنسایا آہ بھر کر جل گیا
کون تھا وہ یاالٰہی برق تھا یا باد تھا　　یا چھلاوا تھا کہ چپکے آن کر دل چھل گیا
دیکھنے کو سوز کے تھا ایک عالم کا ہجوم ق　　جو کوئی آیا سو کڑھ کڑھ ہاتھ اپنے مَل گیا
ایک تو روتا نکل آیا ابھی کہتا ہوا　　فائدہ جانے کا کیا اب نیل بھی تو ڈھل گیا

(۲۰۲)

آہ کے کرتے ہی جگر جل[1] گیا　　اشک کے بہنے سے بدن گل گیا
بلّہ رے نازک بدنی یار کی　　ایک ٹھوکے میں تَلاتل گیا
ایک پھپھولا ہو تو پھوڑوں اسے　　سر سے بدن پاؤں تلک پھل گیا
جانا ہی ٹھہرا تو ٹھہر جا زرا　　آج نہیں، گھر سے ترے، کَل گیا

[1] تلاتل = تحت الثریٰ

صاعقہ تھا، برق تھا، کیا تھا وہ شوخ　　کوئی چھلاوا سا مجھے چھل گیا
دیکھ لیا تم کو بھی اے سوز جی[2]　　کونے میں بیٹھا تھا سو یہ جل[3] گیا

(۲۰۳)

جلنے سے میرے کیا اسے پرواہ جل گیا　　شعلے کو کب ہے غم؟ جو پرِ کاہ جل گیا
انگشت میری نبض پہ[1] رکھ کر طبیب نے　　ہاتھ اپنے کو جھٹک کے کہا: آہ جل گیا
اس شعلہ خو کی یاد میں اب[2] اشک و آہ سے　　ماہی سے لے کے، رات کو، تا ماہ جل گیا
کیجے نہ اب کسی سے[3] محبت فلک تلے　　ڈوبی وفا جہان میں نرباہ جل گیا
میں اپنے شمع رو سے جلا اس طرح کہ جوں　　پروانہ آ کے بزم میں ناگاہ جل گیا
آیا نہ تیرے واسطے کر ہم کو دل کباب　　گا ہے یہ ہم سے خام رہا، گاہ[4] جل گیا
تھا میں جو سیرِ باغ میں کل، رُو سیہ رقیب　ق　واں دیکھ یار کو مرے ہمراہ جل گیا
جس دوست نے یہ نقل سنی ان نے یوں کہا　　شکرِ خدا کہ سوز کا بد خواہ جل گیا

(۲۰۴)

فائدہ پچھتانے کا اے سوز اب تو دل گیا　　او دوانے اس ترے رونے کا کیا حاصل گیا
کس کی زلفِ مشک بو کی باس لاتی تھی صبا　　ہر گلِ زخمِ کہن پھر کھلکھلا کر کھل گیا
کس طرف پھرتا ہے دشت و کوہ میں اے بے خبر　　دوڑ اے مجنوں تری لیلیٰ کا وہ محمل گیا
ہائے محبوبوں نے کیا کیا چوریاں سیکھی ہیں لب　　ڈھونڈیو یارو ابھی تھا پاس میرے دل گیا
کیا غضب مجھ پر ہوا شرمندہ ہوں اس وقت سے　　اتفاقاً راہ میں کل رات کو جو مل گیا
مار ڈالوں تجھکو یہ منہ اور تو عاشق بنا　　کیوں پکارا سوز تو نے ہائے میرا دل گیا
کیا ہوا اب معلوم عاشق کون اور معشوق کون　　سوز تو شیر و شکر سا جا کے ان میں مل گیا

(۲۰۵)

[1] ژالہ ساں یہ دل ہمارا آب ہو کر گل گیا　　برق کی مانند اپنی آگ[2] میں خود جل گیا

بوالہوس دعویٰ بہت کرتا تھا اپنے عشق کا　　سامنے ہوتے ہی اس قاتل کے کیسا ٹل گیا
ناتواں ہے دل اسے طاقت نہیں زنجیر کی　　زلف کو ٹک کھول دے اے جان تیرے بل گیا
ایک عالم کے ہیں[۳] سینے پر پھپھولے پڑ گئے　　کون تھا جو مونگ چھاتی پر سبھوں کی[۴] دل گیا
☆آبرو کے طور پر کہنے لگا ہے[۵] شعر سوز　　طبع[۶] میں جودت جو آئی اس طرف کو چل دیا

(۲۰۶)

دوڑ کر میرے گلے لگ جا ترے قرباں گیا
تیری خاطر[۱] دیکھ میرا دین[۲] اور ایماں گیا
اب تو آ مل بیٹھ ہنس[۳] کچھ بات کر خطرہ نہیں
جس کے[۴] چغلی کھانے کا ڈر تھا سو وہ شیطاں گیا
ناصحا بک بک نہ کر جا بھی کہیں ہو داں نے
لے گیا تھا اس کے گھر کیا[۵] چوے گا ہاں ہاں گیا
یا کسی[۶] کا بن کے خدمت گار یا[۷] مزدور ہو
جب گیا میں دیکھنے اس کو اسی عنواں گیا
[۸]رو برو جاتے ہی کیا جانے کہا کیا شوخ نے
سوز آیا تھا ابھی ہنستا ، ابھی گریاں گیا

(۲۰۷)

کیا تماشا ہے عدم میں اس جہاں سے جو گیا　　پھر نہ آیا اس طرف کیا جانیے کیا ہو گیا
واں سے جیتا جاگتا آیا یہاں مر کر چلا　　کیا کرے پھر آن کر جو نقدِ ہستی کھو گیا
مت مروڑو ہاتھ یہ دل تو نہیں ہے جانور　　میں تجھے کہتا نہیں نچلا تو رہ اے لو گیا
دل تو اٹھے گا نہیں اس کا تو کیجے کچھ علاج　　میں اٹھانے سے تمھارے میرے صاحب گو گیا
سوز کے احوال کو کیا پوچھتے ہو مشفقو[۱]　　[۲]جو کوئی آیا سو وہ دوچار آنسو رو گیا
جو پڑھے گا سوز کے اشعار وہ روئے گا زار　　کیونکہ ہر ہر حرف میں وہ تخمِ حسرت بو گیا

(۲۰۸)

☆اہل ایماں سوز کو کہتے ہیں کافر ہو گیا
آہ یا رب رازِ دل ان پر بھی ظاہر ہو گیا

ناصحا! بے زار دل سوزی سے[۱] تیری دور ہو
دل کو کیا روتا ہے لے جی بھی مسافر ہو گیا

درد سے محفوظ ہوں درماں سے مجھ کو کام کیا
[۲]بارِ خاطر تھا سو میرا یار شاطر ہو گیا

[۳]میں نے جانا تھا صحیفہ عشق کا[۴] ہے میرے نام
واہ یہ دیوان[۵] بھی نقلِ دفاتر ہو گیا

کیا مسیحائی ہے تیرے لعلِ لب میں اے صنم[۶]
بات[۷] کے کہتے ہی دیکھو سوز شاعر ہو گیا

(۲۰۹)

جو دل کہ تیری یاد سے معمور ہو گیا
گر کُلبۂ سیہ تھا، پُراز نور ہو گیا

سوراخ ایک ہو تو اسے بند کیجیے
دل تو تمام خانۂ زنبور ہو گیا

دل اپنے اختیار[۱] میں ہرگز نہیں دیا
صورت کو دیکھتا تھا کہ مجبور ہو گیا

کیا اعتبار اس کی سمجھ کا کوئی کرے
جو عارضی جمال پہ مغرور ہو گیا

کوئی نہ جانتا تھا اسے عاشقوں کے بیچ
یہ سوز تیرے درد سے مشہور ہو گیا

(۲۱۰)

[۱]نے رستم اب جہان میں، نے سام رہ گیا
مردوں کا آسماں کے تلے نام رہ گیا

ساقی[۲] ہمیں تو دینے سے کیوں جام رہ گیا
[۳]ملنا جو تھا وہ [۴]بوسہ بہ پیغام رہ گیا

دل ہم صفیر زلف میں صیّاد کی مرا
اس مرغ کا ہے، وہ[۵]، جو تہِ دام رہ گیا

ہوں تو چراغ راہ ہنر[۶] زیرِ آسماں
لیکن خموش ہو کے سرِ شام رہ گیا

ٹکڑے تو ہو چکا ہے جگر پھر[۷] یہ کس لیے
چلنے کا اشک کر کے سرانجام رہ گیا

اے دل ٹک اس کے حسن مخطط کو[۸] دیکھ تو
خورشید آ کے تا بہ لب بام رہ گیا

دل کو ہوس[۹] ہے بوسہ کی اب ان لبوں سے سوز[۱۰]
جن[۱۱] سے کہ مانگ مانگ میں دشنام رہ گیا

(۲۱۱)

دل تو پہلے تو اچک کر لے گیا
کونسے دل سے تجھے میں[۱] دوں دعا

چوری اور سرہنگی! لا دل پھیر دے　　سر ہلاتا[۲] ہے نہیں تو نے لیا

ہاتھ خالی کیا دکھاتا ہے[۳] مجھے　　مت بغل میں پیس اے وہ[۴] پس گیا

ڈریے تجھ سے، کیا برے[۵] اطوار ہیں　　یہ اُچک پن کس[۶] سے سیکھا ہے بتا

ایک دل تھا جانِ من اس کی بساط　　تو نے لوٹا، سوز لوٹے ہے پڑا

(۲۱۲)

گفتگو کا تری حاصل ہی گیا　　ناصحا یار سے دل[۱] مل ہی گیا

دل اکیلا نہ گیا سینے[۲] سے　　ہو کے خوں اشک کے شامل ہی گیا

جلد اٹھا نہ ترے گھر سے رقیب　　ہو کے چھاتی پہ مری سل ہی گیا

تیرے کوچے میں نگہ سے تیری　　آیا جو کوئی سو گھائل ہی گیا

بے قراری کی لکھی جب[۳] میں شرح　　لے کے نامہ[۴] مرا بسمل ہی گیا

دین و دنیا[۵] کی نہ پوچھو ہم سے　　کیا رہا پاس کہ جب دل ہی گیا

سر تو[۶] لایا تھا میں دینے کے لیے　　کیا کروں سوز وہ قاتل ہی گیا

(۲۱۳)

کس نے تجھ کو بغل میں آج لیا　　کس نے نیلم[۱] یہ تیرا لال کیا

[۲]کس نے بھینچا تجھے، مجھے تو کہہ　　بل بے کافر سرا ہوں تیرا ہیا

کس نے چولی[۳] کو تیری مسکایا　　ہائے یہ[۴] زیر جامہ کس نے سیا

ہونٹوں پر[۵] تو لگا ہے یہ کاجل　　کس کی آنکھوں[۶] نے تیرا بوسہ لیا

کس نے یہ آگ[۷] سوز کو پھونکی　　دیکھو مردہ تڑپ کے[۸] پھر یہ جیا

(۲۱۴)

ہم نے کون و مکان دیکھ لیا　　پل میں سارا جہان دیکھ لیا

آرزو تھی عدم میں دنیا کی　　ہے یہ وہم و گمان دیکھ لیا

نیستی کے لیے تھی[۱] ہستی بھی[۲]　　ہاں مرے مہربان دیکھ لیا

اس کی گرن کے ٹک تلے ہوتے — اپنے دل کا مکان[۳] دیکھ لیا
جاں کندن کا بھی مزا ہم نے — ہجر کے درمیان دیکھ لیا
اب تو رونے سے کچھ نہیں حاصل — کرکے آہ و فغان دیکھ لیا
سوز تھا جو پڑا سسکتا[۴] تھا — کیوں مرے نوجوان دیکھ لیا

(۲۱۵)

دل پر خوں اپنا لے تو چلو ، جو لیا تو لیا نہ لیا نہ لیا
دیکھ اس کی جفا اور اپنی[۱] وفا جو جیا تو جیا نہ جیا نہ جیا
کہو ناصح جیب کو سی تو دے کہ گریباں چاک نہیں[۲] بھاتا
جو وہ سی دے تو سی دے ورنہ دلا جو سیا تو سیا نہ سیا نہ سیا
چلو[۳] مانگیں دل کو سماجت سے جو وہ رحم کرے تو کرے شاید
جو وہ لالچ کر کے دے تو نہ دے جو دیا تو دیا نہ دیا نہ دیا
ہمیں دونوں طرح ہے عیش و طرب جو جیئے تو جیئے نہ جیئے نہ جیئے
جو وہ ذبح کو دل میں سوچ کرے تو کیا تو کیا نہ کیا نہ کیا
جلو جام ہلاہل لے تو چلیں کہ اسے تو پی لے سوز ابھی
جو شتابی اس نے مانگ لیا تو[۴] لیا تو لیا ، نہ لیا نہ لیا

(۲۱۶)

تو جو پوچھے ہے کہ تیرا دل بتا کس نے لیا — بس حیا آتی ہے مجھ کو مت بکا[۱] کس نے لیا
چوری اور سرہنگی ، ہم آنکھیں نہیں پہچانتے — مت خفا کر مجھ کو جا پھر[۲] تجھ کو کیا کس نے لیا
مال میرا ہے ابھی میں چھین لوں تو کیا کرو[۳] — چڑ نکالی ہے یہ میری واہ وا کس نے لیا
باز آ اس گفتگو سے ، لے لیا تو[۴] لے لیا — بس[۵] مرا منہ مت کھلا کس نے لیا کس نے لیا
تو ہے یا میں ہوں ویا[۶] دل تھا انھوں میں تیسرا — تو ہی [یہ] بتلا[۷] کہ ہم میں سے چرا کس نے لیا
سوز کو کل چوک میں [دیکھا][۸] عجب احوال تھا[۹] — پوچھتا پھرتا تھا میرا[۱۰] دل بھلا کس نے لیا

(۲۱۷)

ہیا=حوصلہ/ہمت

بل بے قاتل ترا[1] سرا ہوں ہیا حضرت عشقِ تم نے مار لیا
زندگانی ابد کی بخشی پر تیرا مارا بھلا کہیں بھی جیا
تا قیامت نہ آیا اس کو ہوش جس کو اک[2] جام تو نے بھر کے دیا
جتنے ہیں زخم سب کا مرہم ہے زخمِ مژگاں بھلا کسی[3] نے سیا
پھر قدم اس کا آگے کو نہ[4] پڑا جس کو تو نے کبھو[5] پکار لیا
اے میاں عشق میں ترے صدقے تو نے یہ کام کیا ہی خوب کیا
سوز[6] کی تم نے دیکھی کچھ جلدی زہر کا گھونٹ[7] کس [8]مزے سے پیا

ب

(۲۱۸)

خط نہیں یہ بس کہ ہے مہرو مرا صاحب حجاب
حسن اپنا ڈھانپنے کو منہ پہ ڈالا ہے نقاب
[1]صاحبِ عصمت کو بیگانوں سے لازم ہے حجاب
محتسب[2] ہے کون جس کے روبرو ہووے شراب
دل اجڑتا ہے تغافل اس قدر کیا خوب ہے
اپنے ہاتھوں سے نہ کر اے گھر[3] بسے خانہ خراب
آب لہرائے نہیں بھولے ہو ساقی واہ وا
انتظامِ جام میں جی ہو گیا بُھن کر کباب
جاں بلب ہوں پر یہی حسرت ہے ٹک بھی دیکھ لوں
اب بھی کچھ باقی رہا ہے کیا اٹھا منہ سے نقاب
یار آوے ہے[4] تحمل کر زرا تو سانس لے
کیا بلا مارے تجھے اے سوز اتنا اضطراب

(۲۱۹)

تو نے مجھ کو نہیں کیا ہے خراب   تیرے جوروں[1] سے میں نہیں بے تاب

تو نے مجھ کو نہیں کیا پامال　　آنکھ[۲] اٹھا! دے نہ اس کا مجھ کو جواب
تو نے مجھ کو نہیں کیا ویراں　　کب تئیں میں کروں ستم کا حساب
آہ اے بے وفا خدا سے ڈر　　کب تلک[۳] تو کرے گا دل کو کباب
چھوڑ دے یہ ڈھٹائیاں ظالم　　جان کا مارنا بڑا ہے عذاب
[۴] سوز کے قتل پر کمر مت باندھ　　ٹوٹ جاوے گا آپ مثلِ حباب

(۲۲۰)

مجھ کو دھوکا دیا دکھا کے شراب　　اے[۱] ان آنکھوں کا ہووے[۲] خانہ خراب
تشنہ لب کب تلک[۳] پڑا تڑپھوں　　آبِ شمشیر سے تو کر سیراب
اب بھی کیا کچھ گیا[۴] ہے اے ساقی　　دیکھ بدمستیاں پلا کے شراب
عقل ناصح کی دم میں ہووے[۵] ہنوز　　دیکھے دریائے غم کا گرگرداب
سوز اتنا تو کیوں ہوا ہے نڈر　　[۶] کیا گیا بھول وہ صنم کا عتاب

(۲۲۱)

شکرِ حق ساکن ہوا اب[۱] میرے دل کا اضطراب
سبزہ و گل کی جگہ ہے آگ اب تو فرشِ خاک
کون سے اعمال کا بدلہ ملا ہے یا نصیب
زندگانی سے[۲] زیادہ کونسا ہو گا عذاب
اپنے گھر سے یوں جدا کر کر پھرایا شہر شہر[۳]
واہ وا ہم کو زمانے نے دیا یوں انقلاب
وہ ادھر ترسیں[۴] پڑے اور ہم ادھر ترسیں[۵] پڑے
کون ہم[۶] کو اب ملاوے گا بغیر از بوتراب
اب نہیں طاقت جدائی کی ہے[۷] جلدی سے ملاؤ
تم بنا[۸] ہے کون میرا یا شہِ عالی جناب

ایک تو مجھ کو نہیں اب زندگانی کی امید
دوسرے گھر کی مرے اب ہو چکی[۹] حالت خراب
تیسرے جس شہر میں میری ہوئی اب مسکنت
جس طرف میری[۱۰] نظر پڑتی ہے، ہے گا آب آب
مجھ کو یہ اُمید ہے اے قبلہ گاہِ خافقیں — خافقیں=مشرق ومغرب
جو سلامت اپنے گھر پہنچوں صبا سے بھی شتاب
نام تیرا مرتضیٰ[۱۱] ہے اور لقب مشکل کشا
ہے پڑی مشکل اسے آساں کر اے عالی جناب
قرض کو اپنے اتاروں اور کر لوں کارِ خیر
جس کی خاطر یوں پڑا پھرتا ہوں در در ہو[۱۲] خراب
سید الشہدا کو سونپ آیا ہوں دل بندوں کو میں
وہ ملا دیں گے مجھے ایک کا کر کر حساب
سوز کی یہ آرزو پوری کرو یا شاہِ دیں
بعد اس کے کربلا کا کیجیے اس کو تراب
انتظارِ مرگ سے یہ[۱۳] جان میں باقی نہیں
کاش کے یہ زندگانی دے شتابی سے جواب
سوز گر تو قبر میں آسودگی چاہے تو پڑھ[۱۴]
یا علی یا ایلیا یا بوالحسن یا بوتراب

(۲۲۲)

[۱]یارو تم[۲] رو رو کے مت چھڑکو میرے منہ پر گلاب
لگ رہی ہے آگ دل میں ہو رہا[۳] ہے جی کباب

[۴]دم کو میں سادھے ہوں تا اک آن تو ٹھہرا رہے
[۵]گر بلا لانا ہے اس کو تو بلا لاؤ شتاب
یہ کہو میری طرف سے جا کے اس بے رحم کو
اب[۶] تو کچھ باقی نہیں ہے [۷]جانِ من کب تک عتاب
جاں بلب ہوں تیرے ہی آنے کا ہے اب انتظار
تجھ کو آنا ہے تو جلدی[۸] آ کہ چھُوٹ جاؤں شتاب
آنکھیں تو پتھرا گئیں تجھ سنگ دل کے دھیان میں
سب خرابی ان کی ، ان[۹] آنکھوں کا ہو خانہ خراب
[۱۰]پوچھیو تو باندھ کر کس پر چلا ہے اب[۱۱] کمر
[۱۲]میں کھڑا کھاتا رہوں گا تا قیامت پیچ و تاب
[۱۳]اس سے کہہ دو سوزؔ مرتا ہے تو جاتا ہے کہاں
اور سب کاموں سے اس کا گاڑنا ہے گا ثواب

(۲۲۳)

چشم عبرت[۱] کھول کر ٹک دیکھ[۲] تو اے مستِ خواب
چرخ[۳] نے کن کن ملوکوں کا کیا خانہ خراب
مسندِ فرعونیت پر بیٹھتے تھے جو بناز
اہلِ استحقاق کا منہ سے نہ دیتے تھے جواب
خاک میں یکساں[۴] ہوئے ایسے کہ کچھ ظاہر[۵] نہیں
کون سا[۶] ان میں ہے رستم کون سا افراسیاب
بارہ ساعت کے لیے افلاک پر پہنچا دماغ
واہ وا ان کو بھی کہہ لو[۷] آفتاب و ماہتاب

ان دنوں کچھ[۸] سوز کو دیکھا ہے تم[۹] نے! "ہے عجب"
ایک دنیا دار سے مل کر بنے عالی جناب

(۲۲۴)

یاں کاہے کو آپ آیئے اب پر ہم کو وہیں بلایئے اب
میرا احوال آپ سنیے اپنی حالت سنایئے اب
صورت کو ترستے ہیں کسی شکل مکھڑا اپنا دکھایئے اب
میاں بیٹھ گئے تمھارے غم میں دنیا سے ہمیں اٹھایئے اب
تم تو نہ بنے ہمارے ڈھب کے اپنا سا ہمیں بنایئے اب
یاں تک تو نہ آیا سوز وہ شوخ ق اس کی طرف آپ جایئے اب
جو وہ نہ ملا تو خاک میں پھر اپنے ہی تئیں ملایئے اب

(۲۲۵)

کھولی گرہ جو غنچے کی تونے[۱] تو کیا عجب یہ دل کھلے جو تجھ سے تو ہو اے صبا عجب
گل دادِ عندلیب کو پہنچا تو کیا[۲] ہوا فریاد کو ہے[۳] میری پہنچنا ترا عجب
اسلام چھوڑ ہم نے کیا کفر اختیار تو بھی وہ بت نہ رام ہوا اے خدا عجب
فرزند اس زمانے[۴] میں کب ہو پدر سے صاف آئینہ کو ہے سنگ سے ہونا[۵] صفا عجب
بالیں پہ تو[۶] مرے نہ جگہ تنگ کر مسیح یہ وہ مرض ہے جس سے کہ ہونا شفا عجب
بیگانہ دار آکے[۷] نہ پوچھا کبھی[۸] ہمیں تم بھی کوئی[۹] ہو جان مرے آشنا عجب
کی سیر ملک ملک کی اس سوز ہنے ولے [۱۰]اے شیخ مے کدے کی ہے آب و ہوا عجب

(۲۲۶)

طلب پیدا ہوئی تیری یہ گرمی کے سبب صاحب
وگرنہ کیا ہمارا منہ جو کچھ کرتے طلب صاحب

ہمارا حوصلہ کوڑی کا دو کوڑی کا بس لیکن
جو تو بخشش کرے تو ہو ابھی عیش و طرب صاحب
اگر مجھ سے بھی نالائق کو بخشو تو عجب کیا ہے
ہزاروں لاکھوں بخشے تو نے میرے بے طلب صاحب
الٰہی تجھ سے کیا مانگوں کہ تو دانا و بینا ہے
ولیکن دور کیجے جلد یہ رنج و تعب صاحب
ضعیفی دوسرے ناطاقتی حیران ہوں اب تو
کہ چلنے کی نہیں طاقت کہاں جاؤں میں اب صاحب
طلب تھی سوز کی جو بیٹھ کر مر جائے عزلت میں
ولیکن غم نے ان اطفال کے مارا کُڈھب صاحب

کڈھب = بے ڈھب طریقے

(۲۲۷)

بہت ہنستے تو ہو تم میرے رونے پر میاں صاحب
کبھی اپنے[۱] تئیں دیکھو گے تب بوجھو[۲] گے ہاں صاحب
نہ چھیڑو ہر گھڑی تم ہم کو او نا مہرباں صاحب
وگرنہ ہم بھی کہہ بیٹھیں گے کچھ سنتے ہو ہاں صاحب
میں راتوں کو جو رہتا ہوں دعا پڑھنے کو تیرے پر
کہ چشم بد سے ہو محفوظ تیرا جسم و جاں صاحب
جو تم نے منع آنے کو کیا اچھا کیا اچھا
مجھے تم نے دغل سمجھا نہ میرے بدگماں صاحب
ہم اپنا کعبہ تجھ کو جانتے تھے ، قبلہ بد سمجھے
زمانہ اب یہی ہے تم ہی سچے ہو گے ہاں صاحب

سبک ہو جائے[۳] گا نظروں میں کچھ یہ بھی تمھارا ہے
نہ ہو جے سوز[۴] سے ایسے بھی ہر دم سرگراں صاحب

(۲۲۸)

ایک بوسہ تو ہم کو دو صاحب سنتے ہی منہ[۱] پھرایا، لو صاحب
اور کیا ہو سکے گا تم سے یہ میرے حق میں اگر کرو صاحب
میں جو نکلوں تو تم یہ کہنے لگو میرا آیا ہے وحشی لو صاحب
روز تم بھاگتے تھے ہتّاوے اب کہاں جاؤ گے، کہو صاحب
منہ پھرا کر کدھر کو بیٹھے ہو ٹک ادھر روبرو تو ہو صاحب
میں وہی مخلصِ قدیمی ہوں گاہ گاہے تو تم ملو صاحب
بات کہتا ہوں بڑبڑاتے ہو کیا غلاموں کی سیکھی خو صاحب
سوز کو تم بُرا جو کہتے ہو کیا تمھارا ہے یہ بھی ہو صاحب

(۲۲۹)

مجھ سے ناحق خفا نہ ہو صاحب تم سے کہتا ہوں تند خو صاحب
ایک بوسہ دیے سے ہو مغرور منہ لگانے سے شوخ ہو صاحب
پیچھے کچھ بات، پہلے جھٹ گالی کیا تمھاری ہے بھونڈی خو صاحب
جھانکتے ہو بغل کو کیوں اپنی کس کی ہے تم کو جستجو صاحب
دل کہیں گر پڑا مگر، ہے ہے اتنے حیراں اب ہو جیو صاحب
عمر اک انتظار میں گزری اب تو آ سوز سے ملو صاحب

(۲۳۰)

کیا ہے اتنا بھی ادھر منہ[۱] تو پھراؤ صاحب لو جی ہم تم سے نہیں بولتے! جاؤ صاحب
چور پکڑا ہے بھلا کیا ہے بغل میں سچ کہہ اب کدھر جاؤ گے ہاں ہم کو بتاؤ صاحب
ذکر مت کیجیو دیوانے کو[۲] "ہُو" کافی ہے نام لے لے کے نہ سوتے کو جگاؤ صاحب

دل نہ جاتا کہیں گر مجھ سے اسے[۳] ہوتا پیار یاد مت اس کی[۴] دلاؤ نہ رلاؤ صاحب
یہ وہی یارِ قدیمی ہے اسے پہچانو[۵] اپنے اس سوز کو اتنا نہ بھلاؤ صاحب

(۲۳۱)

ہمارے پاس بھی گاہے بہ گاہے آئیے صاحب
و یا کچھ راہ ملنے کی ہمیں بتلائیے صاحب
کسی کے لینے دینے میں نہیں[۱] کونے میں بیٹھے ہیں
تمھارا غم ستاتا ہے اسے سمجھائیے صاحب
پڑے[۲] تھے دل کے پیچھے سو تو اس کو لے[۳] چکے اب کیا
اگر یہ جان ہے درکار تو ستائیے صاحب
یہ لے چک جان بھی[۴] لِلّٰہ آکر ہم ہوئے رخصت
تمھارا کام پورا ہو چکا اب جائیے صاحب
قیامت تک رہے گی کہنے سننے کو وفا تیری
کھڑے رہ کر زرا[۵] میرے تئیں[۶] گڑوائیے صاحب
تبسّم ہے، ادا ہے، نازِ پنہاں ہے، مدارا ہے
انھیں باتوں سے طفلِ دل کو اب[۷] بہلائیے صاحب
گزک کا شوق ہے تو ہونٹ[۸] کیوں ناحق چباتے ہو
کبابِ دل تو ہے تیار[۹] اس کو کھائیے صاحب
بھلا ہم بھی تو آ پہنچے ہیں دل پہلو میں رکھتے ہیں
مکرتے تھے بہت تم، ہم سے اب فرمائیے صاحب
یہ چھیڑیں کچھ نہیں ہیں خوب آخر سوز ہوں میں بھی
تمھارا غم ستاتا ہے اسے سمجھائیے صاحب

گزک = ایک قسم کی مٹھائی

(۲۳۲)

[۱]الٰہی کب تلک ہجراں میں ہم نالاں رہیں یارب
جو تجھ سے بھی نہ چاہیں داد تو کس سے کہیں یارب
نہ الفت ، نے مروّت نے تواضع ، نے[۲] مدارا ہے
کلیجا پک گیا ہے ہے یہ دکھ کب تک سہیں یارب
کبھی تو تھم رہیں اللہ آخر میں بھی انساں ہوں
یہ آنسو روز و شب آنکھوں سے کیا یونہی بہیں یارب

(۲۳۳)

تو مرے دل کو ملا دے یا رب ۔ میرے روٹھے کو منا دے یارب
میں تو دیدار کا بھوکا ہوں فقط ۔ اس لگی کو تو بجھا دے یارب
جو[۱] مرے[۲] دل کو دکھایا اس نے ۔ اس کے بھی دل کو دکھا[۳] دے یارب
آج پایا ہے پلنگ پر سوتا[۴] ۔ میرے طالع کو جگا دے یارب
جس طرح عشق لگایا[۵] ہے مجھے ۔ عشق کو عشق لگا دے یارب
بھیج کر میرے مسیحا کو آج ۔ مردہ[۶] ہے سوز جِلا دے یارب

(۲۳۴)

[۱]کر حذر میرا نہیں ہے شیشہ خالی محتسب
تیغ ہے اس میں شرابِ پر تگالی محتسب
کیونکے ترکِ مے کریں کچھ آج کے مے کش نہیں
ہم نے میخانے میں آکر سدھ سنبھالی محتسب
گر سبوے مے مرے سر پر ہے تیرے بھی تو ہے
وضع کچھ دستار کی اس[۲] سے نرالی محتسب
دُختِ رز کچھ ایسی[۳] ہے تیری جو تجھ پر ہے حرام

ہم نے تیری ضد سے[۴] اپنے گھر میں ڈالی محتسب
ریش کو شملے سے بن[۵] باندھے کوئی چھوڑوں ہوں میں
ہاتھ آیا ہے مرے مضمونِ عالی محتسب
پھر جو نکلا مے کدے کی راہ تو پیچھے ترے
بیت یہ سکھلا[۶] لگا دوں گا ڈفالی محتسب
[۷]تیرے غرّانے کو خاطر میں[۸] کوئی لاتا ہے سوز
تجھ کو وہ[۹] سمجھے ہے پشمِ شیرِ قالی محتسب

پشمِ شیرِ قالی = شیرِ قالین کے بال

(۲۳۵)

سچ ہے یہ، رونے میں ہوتا ہے اثر آخرِ شب — اشک میرے ہوئے دامن میں گہر آخرِ شب
آہ یاں تک[۱] میں سرِ شام سے رویا تجھ بن — سیلِ خوناب گیا[۲] سر سے گزر آخرِ شب
صورتِ ماہ شبِ بیست و پنجم وہ شوخ — گاہ گاہے مجھے آتا ہے نظر آخرِ شب
صبح تا ہوئے نہ[۳] شرمندہ ترے مکھڑے سے — شمع کر جائے ہے مجلس سے سفر آخرِ شب
[۴]سنیو! کہتا ہے رہوں سوز کے گھر کیونکر واہ — گھورے ہے مجھ کو بہ اندازِ دگر آخرِ شب

(۲۳۶)

[۱]مردے کو زندہ [کر دیں] جو لیں اس کا نام لب
عیسیٰ سخن کو سن کے ترے ہو غلامِ لب
جوں خضر زندگیِ ابد ہو اسے نصیب
[۲]اک بار دے تو جس کے تئیں بھر کے جامِ لب
[۳]بوسے کی آرزو میں کٹی عمر پر کبھو[۴]
اک دن ترے لبوں سے میں[۵] پایا نہ کامِ لب
ہم سلسلہ[۶] میں بات کے اس کی[۷] ہوئے اسیر
رکھتا ہے صیدِ دل کے لیے شوخ دامِ لب

جب تک جئے وہ نامِ فصاحت نہ لے کبھو[۸]
سحباں سنے جو سوز ترا اب کلامِ لب

سحباں = ایک مشہور خطیب و قادر الکلام

(۲۳۷)

بس کہ دل میں بس رہی ہے گی صدائے عندلیب
بوئے گل سے آوتی[۱] ہے گی صدائے عندلیب
ہم صفیریں عیش میں ہیں ، ہم قفس میں بند ہیں
دل ہوا پامال ، سن آوازِ پائے عندلیب
قید تو کرتا ہے اے صیّاد لیکن پر نہ کاٹ
بے پر و بالی مگر ہے خوں بہائے عندلیب
آشیاں میرا اجاڑا ، باغباں اتنا بھی ظلم
اب کدھر سے ہو گئی گلشن میں جائے عندلیب
ہم قریں ہوں خار ہم دیوار پر تکتے رہیں
واہ وا جی واہ وا اے آشنائے عندلیب
سوز سے روٹھے رقیبوں سے ملے اچھا کیا
خوش لگے زاغ و زغن تم کو بجائے عندلیب

ت

(۲۳۸)

ہماری شمع نے دیکھی جو اشکباری رات کٹی بچاری کو روتے ہی روتے ساری رات
مچل مچل کے پلنگ پر سرک سرک سونا یہی ادا مجھے بس بھا گئی تمھاری رات
جو آنکھیں کھولیں تو گنتے ہی گنتے تارے کٹی جو موند لیں تو وہی دشت ماری ساری رات
بیان کیا کروں اے سوز شب کی صحبت کا ق نہ پوچھ مجھ پہ جو کچھ گزری بیقراری رات
کہ میں ادھر کو بلائیں لیا کیا ، اودھر نہیں نہیں ہی میں اس نے گزاری ساری رات
غریب حال تھا کل نزعِ سوز کا یارو سبھوں نے کاٹ دی کرتے ہی زاری ساری رات

(۲۳۹)

اے خدا ایک دل ہے میری بساط اس کو دکھلا نہ اتنے مکروہات
چپکے بیٹھے ہو کیوں میاں صاحب کس کی خاطر لگائی[۱] ہے یہ گھات
دل تو لے بھاگے دوں گا میں ہرگز جان [لے] لیجیے گا ، اچھی بات
آہ یہ دل میں رہ گئی حسرت مر گئے پر کبھو نہ پوچھی بات
یہ بھی دو تین بول لکھ لے سوز لائیے میاں قلم بھی اور دوات

(۲۴۰)

ہوئے ہیں غنچوں کے دل بے قرار تیرے ہات
[۱]لٹی گلوں کی چمن سے بہار تیرے ہات
خزاں سے پوچھے ہے رو رو کے آج یوں بلبل
لٹا ہے باغ کا[۲] یہ برگ و بار تیرے ہات
دلِ رمیدہ مرا اک[۳] جہاں سے اے صیّاد
تو فخر کر کہ ہوا ہے شکار تیرے ہات
☆جنھوں کے نورِ بصر تو نے کھو دیے اے غم
وہ کیونکہ روئیں نہ اب زار زار تیرے ہات
تمام عمر [۴]مری اس چمن میں [۵]جوں نرگس
مُندی نہ چشم ٹک[۶] اے انتظار تیرے ہات
نہیں کچھ اور دکھ اس وقت لے قسم ناصح
میں اب جو رووں ہوں بے اختیار تیرے ہات
خدا تجھے بھی کرے داغ آتشِ ہجراں
جلے ہے سوز کا دل شمع وار تیرے ہات

(۲۴۱)

ہر شخص نہیں [۱]یار سزا وارِ محبت — [۲]نادان ہیں کرتے ہیں جو اظہارِ محبت
کیا سرد ہے اس دور میں بازارِ محبت — ملتا ہی نہیں کوئی خریدارِ محبت
کہتے [۳]نہیں کچھ منہ سے کہ عاشق ہیں کہیں ہم — خاموش [۴]ہیں جوں غنچہ طلب گارِ محبت
سیراب تو کر آب سے شمشیر کے [۵]پیارے — مرتے ہیں [۶]پڑے تشنۂ دیدارِ محبت
مت داغ اسے بوجھ کبھو [۷]سیر کراں کی — پھولا ہے [۸]مرے دل میں یہ گلزارِ محبت
مجھ سے تو [۹]بتاں رشتۂ الفت کو نہ توڑو — ہر رگ ہے مرے جسم میں زنّارِ محبت

دل ہاتھ میں ہر چند پھرا لے کے بہرسو
پایا نہ [10]کوئی ہائے خریدارِ محبت

اے سوز ترے عشق کا سودا[11] یہ ہوا گرم
[12]اب دیکھیو تو گرمیِ بازارِ محبت

(۲۴۲)

[1]یہ لوگ عبث لیتے ہیں کیوں نامِ محبت
وہ یہ نہیں جن سے ہو سر انجامِ محبت

اے مرغِ دل اتنا تو سمجھ رکھ کہ نہ چھوٹے
جیتے جی کوئی آ کے تہِ دامِ محبت

[3]ہے نزع کے مانند خمار اس کا گشندہ
میں دل سے [4]یہ کہتا ہوں نہ پی جامِ محبت

ہو تلخ[5] دبا تم نے جو بوسہ تو مزہ کیا
[6]شیریں ہے میاں اس سے تو دشنامِ محبت

[7]رسوائیِ عالم مرے طالع میں لکھی تھی
[8]ہووے نہ الٰہی کوئی بدنامِ محبت

[9]ہیہات عجب ساعتِ بد ہوگی کہ جس وقت
[10]لائی تھی صبا یار سے پیغامِ محبت

باتوں پہ نہ جا[11]خوبوں کی اے سوز کہ ان[12]کا
عرصہ نہیں رکھتا ہے کچھ ایامِ محبت

(۲۴۳)

نکل نہ[1] گھر سے تو اے ماہ تاب کی صورت
جلے گی دیکھ تجھے آفتاب کی صورت

شراب پیتے ہوئے سن کے تجھ کو غیر کے پاس
ہوا ہے جل کے مرا دل کباب کی صورت

کرے غرور نہ کوئی کہ بحرِ دنیا میں
ہوا ہے مل کے تن و دم حباب کی صورت

خدا ہی جانے کہ آرام کس کو کہتے ہیں
کبھو[2] نہ دیکھی ان آنکھوں نے خواب کی صورت

جو کچھ گزرتی ہے اے سوز اس کے ہاتھوں[3] سے
کہوں میں کیا دلِ خانہ خراب کی صورت

(۲۴۴)

دین و کفر آنکھوں نے تیری کر دیا اے یار مست
صاحبِ تسبیح مست و صاحبِ زُنّار مست

چشم و ابرو کو[1] ترے یوں دیکھ کر کہتی ہے خلق
تل رہی[2] ہیں کھینچ کر آپس میں دو تلوار مست

[3] جامِ گل نے کھو دیا ہے [4] باغباں کا اب کے ہوش
نغمۂ بلبل سے گلشن کے در و دیوار مست

چاہتی ہیں [5] خونِ دل یوں دم بہ دم انکھیاں[6] تری
بادۂ گلرنگ کو مانگیں ہیں[7] جوں ہر بار مست

چشم کے گوشے[8] سے آنے کا اشارا کر گیا
بات وہ[9] سچ ہی نہیں جس کا کرے اقرار مست

ہوش مجھ کو تا دمِ محشر نہ آوے گا طبیب
ہو گیا ہوں میں[10] بیادِ نرگسِ بیمار مست

سچ تو کہہ کس میکدے میں[11] آج یہ مے پی ہے سوز
دیکھ کر مستی کو تیری ہو گئے ہشیار مست

(۲۴۵)

[1] اگر گل جائے سب میرا رگ و پوست
درونِ گور سے بولوں کہ یا دوست

[2] گالیاں دیوے یا کہ بوسہ دے
''ہرچہ از دوست می رسد نیکوست''

جانِ منِ ہر کسی کا [3] دل نہ دکھا
قول تو نے نہیں سنا[4] ''ہمہ اوست''

مرگ مشاطہ ہے ازل سے ساتھ
یہ ملاتی ہے جلد دوست سے دوست

سوز کو [5] شاعری سے کیا نسبت
دیکھو [6] صاحبو چہ گفت و گوست

ہمہ اوست = سب کچھ وہی ہے (تصوف کی اصطلاح)

(۲۴۶)

تڑپھے[۱] ہے روز و شب دلِ مفتوں[۲] بجانِ دوست
کیا مہرباں ہوا دلِ نامہربانِ دوست
[۳]لینا ہے جس کو لیوے کہ سودا ہے سود کا
اب شام تک کھلی ہے محبّاں دکانِ دوست
ٹھوکر سے سرفراز[۴] کر اس کو دمِ اخیر
یہ سر نہیں جھکا ہے بجز آستانِ دوست
کہتا ہے تجھ کو قتل کروں گا میں ایک دن
شکرِ[۵] خدا کہ ایک ہے دل اور زبانِ دوست
اے سوز کوئی خوف نہ خطرہ رہا [۶]اسے
جس کو کہ اپنے امن میں لایا امانِ دوست

(۲۴۷)

دل لے چلا ہوں نذر[۱] میں اب تو برائے دوست
سو جان ہو تو کیجیے دل سے فدائے دوست
دل سے[۲] یقین تھا کہ یہ ہے صاحبِ وفا
اپنا نہیں ہے [۳]جب سے ہوا آشنائے دوست
اور آرزو نہیں ہے مری تجھ سے اے [۴]خدا
یا خشتِ پائے[۵] دوست ہوں یا خاکِ پائے دوست
دوزخ کا خوف اس کو نہ جنّت کی آرزو
جو کوئی جان و دل سے ہوا مبتلائے دوست
دل ایک اس میں غیر کا کیا دخل[۶] غیرِ سوز
مشرک ہے[۷] وہ جو یاد رکھے ہے سوائے دوست

(۲۴۸)

آج نسیم سحر دے کے[۱] زرا بوئے دوست
لے گئی یک بارگی عقل[۲] وخرد سوئے دوست
کیونکہ پریشاں نہ ہو دیکھ کے اے ناصحو
جس کی ہو حبل المتیں سنبلِ گیسوئے دوست حبل المتیں = مضبوط رسّی
تیر کو[۳] مت کھینچیو قوتِ بازو ہے یہ
پیار سے بیٹھا ہے دوست آن[۴] کے پہلوئے دوست
اور تو حسرت نہیں اس کا خدا ہے گواہ
یہ کہ پس از مرگ ہوں خاکِ درِ کوئے دوست
لمعۂ شمشیر سے وہ نہ ڈرے گا کبھی لمعۂ شمشیر = تلوار کی چمک
جس کی نگہ میں کُھبی جُنبشِ ابروئے دوست
اور جو شکوہ کریں اس کی نگہ کا کریں
سوز کے ہے دل نشیں تیرِ ترازوئے دوست

(۲۴۹)

تیرے حیراں[۱] کو نہیں ہے کچھ خیالِ خوب و زشت
ہے اسے یکساں ہوائے دوزخ و بادِ بہشت
حاجیو[۲] طوفِ دلِ مستاں کرو تو کچھ ملے
ورنہ کعبے[۳] میں دھرا ہے کیا بغیر از سنگ و خشت
اپنے اس معمورۂ تن[۴] ہی سے ہوں میں بے خبر
گبر و مومن کو کہو کعبہ بساویں یا کنشت
ناصحا تیری نصیحت دل نہ مانے گا کبھی
کیا نفع[۵] سمجھائے[۶] سے ایسے کے جو ہو بد سرشت

ناصحا گر یار ہے ہم[7] سے خفا تو تجھ کو کیا
چینِ پیشانی[8] ہی اس کی ہے ہماری سر نوشت
سوز نے دامن جو نہیں[9] پکڑا تو وو نہیں چھین کر
کہنے لاگا ان دنوں کچھ زور چل نکلا ہے ہشت[10]

(۲۵۰)

لو صاحبو میں ہوتا ہوں رخصت ۔ صاحب سلامت صاحب سلامت
کیسا تھا آرام ملکِ عدم میں اے وائے غربت اے وائے غربت
صانع نے تجھ کو ایسا بنایا جو دیکھے بولے اللہ کی قدرت
رہنے نہیں یہ دیتا کہیں سوز ق یہ دل نہیں ہے پوری مصیبت
اب کس میں طاقت جو آویں جاویں ہیں بیٹھے تکتے اللہ کی قدرت

(۲۵۱)

رندو کہو جھک جھک کے مے ناب سلامت کہہ شیخ تو جھک مار کے محراب سلامت
[1]دنیا جو کرے ترک تو ہو وقت کا سلطان پھر کس کو غرض جو کہے "نوّاب سلامت"
کب تاب ہمیں سرکشیِ شمع کی آوے وادی کا ہماری، رہے مہتاب سلامت
ناصح یہ[2] تری چھیڑ ہے جب تک کہ جہاں میں قانونِ محبت کا ہے مضراب سلامت
دنیا میں اگر سوز شکستہ ہے عجب کیا ملتا ہی نہیں گوہرِ نایاب سلامت

(۲۵۲)

نوّاب سلامت رہے تا روزِ قیامت تا روزِ قیامت رہے نوّاب سلامت
الفت سے جسے دیکھے تو اپنا [ہی] بنا دے ایسی تو کسی شیخ میں دیکھی نہ کرامت
اے حاسدِ موذی تجھے ہے عیب ہی سے کام وہ نورِ خدا ہے اسے تہمت تو لگا مت
کیا جانے تو اس بھیس میں کیا سرِّ خدا ہے جا دور ہو آگے سے مرے، جی کو جلا مت
جو قطب کا ہو حال وہی حال ہے اس کا کیا تجھ سے کہوں بھید سن اے سوز بکا مت

(۲۵۳)

یار بن اپنی بلا سے گو کہ آئی ہے بسنت
[1] یہ خوشی ہو ان کو جن کے جی کو بھائی ہے بسنت

گل نہیں ہنستے چمن میں تم پہ کچھ اے بلبلو
دیکھ رنگِ زرد میرا کھلکھلائی ہے بسنت

گو نہیں طنبور ڈھولک ہی اٹھا لا مطربا
[2] غنچے کے چٹکے پہ ہر بلبل نے گائی ہے بسنت

کھینچ لاتی ہے چمن میں کیونکے[3] اس مغرور کو
تو نے کیا سرسوں ہتھیلی پر جمائی ہے بسنت

پر تو[4] ہے رنگِ عاشق کا بہ چشمِ اہلِ دید
سوز[5] کو جس فصلِ گل نے کر دکھائی ہے بسنت

(۲۵۴)

ترے صدقے گیا[1] او بے مروّت خدا کو مان آ او بے مروّت
ارے پچھتائے گا مت جا، کھڑا رہ زرا ستا تو جا او بے مروّت
نہیں اب پیٹ میں دم ہے سماتا بہت اب مت بکا او بے مروّت
کوئی دم کا یہاں مہمان ہوں میں تو ہونے دے فدا او بے مروّت
میں تیرا ہوں میں تیرا ہوں میں تیرا یہاں تک پہنچ جا او بے مروّت
بھلا جاتا ہی ہے تو سوز کو اب نہ کر مجھ کو خفا او بے مروّت

(۲۵۵)

ہوا[1] اب کے سرسبز بستاں نہایت [2] سبب کیا ہے بلبل ہے نالاں نہایت
میں کہتا تھا دل[3] سے نہ مل اس سے پر اب سخن ناشنو ہے پشیماں نہایت
کھلا اس[4] نے بندِ قبا کس کا دیکھا کہ ہے چاک گل کا گریباں نہایت

نہیں سوزِ پروانہ گر اس کے دل میں   تو کیوں شمع ہے شب کو گریاں نہایت
[۵] نہ جانے ہے دیوانہ کون اس میں اے سوز   کہ دل کش ہے سیرِ [۶] بیاباں نہایت

ث

(۲۵۶)

نہ کی صحبت نے [۱] اپنے شوخ کو تاثیر کیا باعث
طلا اس مس کو کر سکتی نہیں اکسیر [۲] کیا باعث

طلا = سونا
مس = تانبا

خبر لے [۳] اپنے دیوانے کی جلدی آج زنداں میں
نہیں آتی صدائے نالۂ زنجیر کیا باعث

شکست و ریخت ہر گھر کی جہاں میں ہوتی ہے [۴] یارب
ہمارے [۵] خانۂ دل کی [۶] نہ کی تعمیر کیا باعث

ہوا جاتا ہوں پیارے قتل ابرو کے اشارے سے
یہ مجھ پر [۷] کھینچنا ہر دم دمِ شمشیر کیا باعث

[۸] مرے رونے سے روگرداں ہے جو آئینہ، حیراں ہو
گنہ کچھ مجھ سے دیکھا؟ کچھ مری تقصیر؟ کیا باعث

نہ ملنا تھا بجا ہم سے دنوں میں [۹] سادہ روئی کے
خط [۱۰] آنے پر جو کی ملنے میں یہ تاخیر کیا باعث

بہار آئی ہے [۱۱] اب تک سوز کے تم دل سے غافل ہو
نہیں کرتے ہو [۱۲] دیوانے کی کچھ تدبیر کیا باعث

ج

(۲۵۷)

[۱]آیا نہیں جو سیرِ چمن کو وہ یار آج
نظروں میں لگتی ہے رگِ گل نوکِ خار آج
حیران ہوں اس قدر کہ جھپکتی[۲] نہیں پلک
جوں آئینہ[۳] ہے مجھ کو ترا انتظار آج
صبر و شکیب و دین و دل اب مجھ سے[۴] چھٹ گئے
جز غم نہیں ہے[۵] کوئی مرا غم گسار آج
ممکن نہیں[۶] کہ شام میں ہونے دوں تا ابد
گلشن میں تا نہ دیکھوں[۷] وہ صبحِ بہار آج
ساقی نے اپنے کف[۸] سے دیا جامِ زہر سوز
اس زندگی کے کیف کا ٹوٹا خمار آج

(۲۵۸)

آنکھیں یہ لڑ رہی ہیں [اسی][۱] دلربا سے آج
ہے ہے ہوا ہے سامنا میرا قضا سے آج
بابِ قبول بند ہے مجھ پر، ہوا یقیں
بس یہ سمجھ کے ہاتھ اٹھائے [دعا][۲] سے آج

ٹلتا ہی سامنے سے نہیں ہے خیالِ زلف
ہے ہے مقابلہ ہے ہوا کس بلا سے آج
از بس ہوئی تھی رات عجب بے تکلفی
وہ دیکھتا نہیں ہے اِدھر اس حیا سے آج
کتنے دنوں کے بعد بھی آنکھیں نہ کیں دوچار
مڈبھیڑ جو ہوئی بتِ نا آشنا سے آج
بس اک نگہ کے ساتھ ہی جوں سرمہ پس گیا
دیکھا تھا اس نے ہائے مجھے اس ادا سے آج
سنتا ہوں آیا ہے سوئے تزئیں مزاجِ یار
سازش [میں][۳] اس لگاوٴ [پہ][۴] کرتا حنا سے آج
شاید کہ کوئے یار سے آتی ہے یہ چلی
کھلتا دلِ گرفتہ جو ہے کچھ صبا سے آج
اللہ رے اضطراب کہ وہ بھی تڑپ گیا
کیا کام ہے ہوا دلِ بے دست پا سے آج
اس بت سے نکلے ان کے جو نہ مطلبِ دلی
پچتائے سوز اپنی سنا التجا سے آج

(۲۵۹)

[۱] سیرِ گلشن ہے اور سحاب ہے آج ساقیا! موسم شراب ہے آج
[۲] کشتیِ مے ہے آج طوفانی خانۂ توبہ بس خراب ہے آج
کی فرشتوں کی راہ ابر نے بند جو گنہ کیجیے ثواب ہے آج
[۳] اک طرف ابر، اک طرف خورشید [۴] وا چھڑے زور [۵] آب و تاب ہے آج
[۶] زلف [چھوڑی][۷] ہے اس نے مکھڑے پر سوز کا دل نپٹ کباب [۸] ہے آج

(۲۶۰)

تکتے تکتے راہ میری جان گھبراتی ہے آج
نیند کو کیا موت آئی؟ جو نہیں آتی ہے آج

زندۂ جاوید تیرے عشق نے مجھ کو کیا
ڈھونڈتی تو ہے قضا لیکن نہیں پاتی ہے آج

یا الٰہی اس کے سر پر سے تو یہ قصہ ٹلے
دیکھ کر کاکل کو اس کی زلف بل کھاتی ہے آج

رات کیا جانے ہوئی تھی ہم سے ایسی بات کیا
آنکھ اس کے سامنے ہوتے جو شرماتی ہے آج

منہ تو دیکھو اس جگر پر جور جو اس کے سہے
سوز یہ کس کا ہیا ہے جو مری چھاتی ہے آج

چ

(۲۶۱)

اگر محبوب ہو کر ہر کسی دل کا کرے لالچ
کوئی ایسے[۱] کے پھر ملنے کا یارو کیا کرے لالچ
نہ للچانے کی جاگہ کونسی ہے تجھ سراپا میں
یہ میرا ایک دل حیران[۲] ہوں[۳] کیا کیا کرے لالچ
نہیں آتا[۴] ہے وہ میرے کنے میں اب تو حیراں ہوں
دل و دیں لے چکا ہاں سچ ہے اب کس کا کرے لالچ
تجھے دیکھے جو بیٹھا[۵] یوسفِ مصری کے ہم پہلو
زلیخا کا دل اس کو چھوڑ کر تیرا کرے لالچ
کہا میں سوز کو لالچ[۶] ہے تیرا، ہنس کے یوں[۷] بولا
کہو لالچ سے کیا ہوتا ہے بہتیرا کرے لالچ

کنے = طرف

(۲۶۲)

[۱]جان عشاق کی لے چھوڑیں ہیں یہ پیار کے پیچ[۲]
[۳]دل سمجھتا ہی نہیں اس بتِ عیار کے پیچ

دل کو تو کھینچ لیا[4] مارِ کمندِ کاکل
جان کے پیچھے پڑے اب[5] تری دستار کے پیچ
کس طرح آنکھیں[6] ملاتی ہے مرے گلرو سے
باغباں دیکھ تو اس نرگسِ بیمار[7] کے پیچ
عشق پیچے کی[8] گیا سیر کو آخر وہ صنم
باغباں اپنی نظر میں ہیں[9] یہ گلزار کے پیچ
سبحہ گردانی[10] پہ اس سوز کی مت جا اے شیخ
دور کرتا ہے کوئی دل سے یہ زُنّار کے پیچ

(۲۶۳)

رہتے تھے شاد ہم تو نہایت عدم کے بیچ — اس زندگی نے لا کے پھنسایا ہے غم کے بیچ
تجھ بن مرا گلا ہے تہِ خنجرِ اجل — [1]ظالم پہنچ وگرنہ چلی جان دم کے بیچ
[2]اے دل تو میرے سینے سے باہر قدم نہ رکھ — صیدِ حرم کی زیست ہے رہنا حرم کے بیچ
گرمی لگے ہے تجھ کو تو اے یار[3] آکے بیٹھ — خس خانے کی ہوا ہے مری چشمِ نم کے بیچ
آیا نظر جو سوز کو جامِ شراب میں — [4]دیکھا نہ وہ کسو نے کبھو جامِ جم کے بیچ

(۲۶۴)

دل پڑا روتا ہے روز و شب حصارِ تن کے بیچ
[1]جس طرح جھڑیاں لگے ہیں موسمِ ساون کے بیچ
ایک قطرہ اشک[2] کا آنکھوں میں رہ سکتا نہیں
کیا سماوے بحرِ غم اس تنگ سے باسن کے بیچ
دل کو میرے ، زلف میں رکھ کر کیا قربانِ سر
جس طرح پتھر بھر اوے باغباں گوپن[3] کے بیچ

باسن = برتن

گوپن / گوپھن = لوہے کا چھینکا جس پر پتھر رکھ کر پھینکتے ہیں

حیدرِ کرّارؓ کا ، دل گھر ہے ، غم کو دخل کیا
کون رہ سکتا ہے شیروں کے بھلا مسکن کے بیچ
شیشۂ مے آپ توڑا یہ عجب انصاف ہے
دل مرا مانگے ہے دیکھو مفت میں تاوان کے بیچ
وعظ[۴] تو کرتا تو ہے ناصح ولیکن کیا کروں
بھول جاوے[۵] پند، اگر جڑ دوں ابھی گردن کے بیچ
[۶]شیخ جی امرد پرستی کا مجھے طعنہ نہ دو
تم نے کھائی ہے دغا شاید کہ بالے پن کے بیچ
[۷]گو کہ صورت مرد کی ہے مردمی کچھ اور ہے
سوزؔ کہلاتے ہیں سارے مرد اپنے ظن کے بیچ

(۲۶۵)

رشکِ گل سے بھر گئے ہیں خار پیراہن کے بیچ
آگ لگ جاوے الٰہی سینۂ گلشن کے بیچ
مزرعِ دنیا سے کچھ حاصل نہ پایا جز گناہ[۱]
برق[۲] تڑپے کاش کے یارب مرے خرمن کے بیچ
جب سے تیرے لعلِ لب[۳] کا وصف ہے معروفِ خلق
ہیں بجائے لعل انگارے[۴] بھرے معدن کے بیچ
فصلِ گل بھی چل بسی پر آشیاں دوہیں رہا
کون رہ سکتا ہے اے بلبل ترے مسکن کے بیچ
سینۂ عاشق تو کیا ہے استخوان و پوست بس
[۵]تیر تو اس کا ٹھہرتا ہی نہیں آہن کے بیچ

شکوہ بے جا ہے ، اگر ملتا نہیں وہ ہے بجا
کیا کرے گا یار آ کر[٦] مجلسِ شیون کے بیچ
خانہ جنگی کے بہانے کی نمود اپنی بھلا
جانتا ہوں تم بڑے استاد[٧] ہو اس فن کے بیچ
لختِ دل ہے یا کہ گل ہے ، لعل پارہ[٨] یا سرشک
کچھ تو ہے اے سوز یہ لپٹا ترے دامن کے بیچ

(۲۶۶)

ارباب جہاں کا ہے یہ سب نشو ونما ہیچ — بنشین و بیا ناز وادا ما وشما ہیچ
یک ہستیِ موہوم ہے کل[١] صورتِ اشیا — ہے دیدۂ تحقیق میں جز نامِ خدا ہیچ
سب مو کمر و غنچہ دہاں کے ہوئے طالب — کو رانِ بصیرت کا[٢] ہے منظور سو کیا ہیچ
[٣]یوں جلوہ دکھاتے ہیں فنا کا یہ شب و روز — [٤]اس پر بھی سمجھتے نہیں سارے حمقا ہیچ
[سب][٥] ہیچ ہے ہم بوجھ چکے وضع جہاں کو — غم ہیچ ، طرب ہیچ ، ستم ہیچ ، عطا[٦] ہیچ
عاقل سے زمانے کے[٧] کیا خوب جو تحقیق — یعنی[٨] یہ جہاں کیا ہے تو بولا[٩] کہ سدا ہیچ
بس سوز کے پہلو سے سرک[١٠] جاؤ طبیبو — عاشق کی نہیں مرگ سوا اور دوا ہیچ

ح

(۲۶۷)

خوباں ہیں اور شمع جہاں[1] تو ہے نورِ صبح — رونق نہ ہووے[2] شمع کو ہرگز حضورِ صبح
بھرنا[3] دِلا علامتِ پیری ہے آہِ سرد — [4]بادِ خنک ہے شب کو دلیلِ ظہورِ صبح
ساغر نہیں خمار شکن آفتاب کا — [5]پہنچے ہے تابہ لب کوئی جامِ بلورِ صبح
جب سے وہ شوخ سیر کر آیا ہے باغ کی[6] — بلبل کو پھر ہوا نہ چمن میں سرورِ صبح
گردوں[7] میں آفتاب سے محرور ہو ہوا[8] — کرتا[9] ہے گرم نان سے دوراں تنورِ صبح
واعظ جو ڈر دکھاوے ہے تو حشر[10] کا ہمیں — اپنی نظر میں حشر بھی ہے اک[11] فتورِ صبح
اٹھتا ہے سوز دیدۂ بینا سے فیضِ نور — شپرک جو کور ہو تو نہیں کچھ قصورِ صبح

محرور = گرم
شپرک = چمگادڑ

(۲۶۸)

رات کو رہتا ہوں نالاں غم سے بلبل کی طرح
چاک کرتا ہوں گریباں ہر سحر، گل کی طرح
یار بن جتنا[1] بلایا مجھ تلک آئی نہ وہ[2]
مرگ بھی سیکھی ہے ظالم[3] سے تغافل کی طرح
یاد کرتا ہوں بہارستاں میں جب ساقی کو میں
چشم بھر آتی ہے میری ساغرِ مُل کی طرح

مُل = شراب

صبح سے لے شام تک ہے خلق کا اس پر گزر
شیخ کو پیرانہ سالی نے کیا پُل کی طرح
سوز میرا حال[۴] تو کیا پوچھتا[۵] ہے ہر گھڑی
خانہ بردوش و سیہ طالع ہوں کاکُل کی طرح — کاکُل = زلف

(۲۶۹)

وا نہیں ہوتا ہے اس کا دل کبھو گل کی طرح
پردے میں رہتا ہوں نالاں روز بلبل کی طرح
ہم سری زلفوں سے کرتی ہے خدا[۱] کے واسطے
[۲]دیکھ سنبل کیسے بل کھاتی ہے کاکل کی طرح
کیا خدا کے واسطے پھر[۳] مستعد ہیں شیخ جی
خلق کو دے[۴] ہیں اتارا آپ پر[۵] پل کی طرح
شیخ صاحب چار قل[۶] کا وِرد کرتے ہیں مدام
[۷]پھر کوئی پڑھتے ہیں وہ مینا کی قلقل کی طرح

(۲۷۰)

دیکھیو ٹک اس طرف اٹکھیل[۱] کے آنے کی طرح — اٹکھیل=شوخ
پاؤں[۲] سے ٹھنکرا کے میرے دل کے لے جانے کی طرح — ٹھنکرا=ٹھکرا
برق پڑیو جان پر بجلی[۳] کی میں تو جل گیا
کس سے سیکھ آئی یہ آنکھوں میں چمک[۴] جانے کی طرح
دل[۵] سے اٹڈے جوش سے، آنکھوں میں آکر[۶] تھم گئے
[۷]اشک بھی سیکھے ہیں تجھ سے آ کے پھر جانے کی طرح
دیکھ کر عاشق کو بیدل[۸] چٹ سے لگ جانا گلے
اے تری رندی کی! کیا آتی ہے پھسلانے[۹] کی طرح

آس پاس اس شمع رو کے نا پھر کے کیسا جل گیا
ال سوز خوش آئی تجھے کس جی سے پروانے کی طرح

خ

(۲۷۱)

گالیوں سے تیری ہم ہوتے نہیں اے ماہ تلخ
[۱]کیوں مجھے لگتی ہے نا انصاف میری آہ تلخ
اس لبِ شیریں کی حسرت[۲] میں ہوا[۳] ہوں جاں بلب
زندگانی کیوں[۴] ہوئی مجھ پر مرے اللہ تلخ
شکر ہے[۵] اس کا زباں کی ہم سے لذّت چھٹ گئی
جو ملا سو کھا لیا، تھا خواہ شیریں، خواہ تلخ
زہر بھی میٹھا ہے اس کے ہاتھ[۶] کا جو مجھ کو دے
تو مجھے کہتا ہے کیوں اے ناصحِ[۷] بد راہ تلخ
سوزؔ دل دینے کی تو پوچھے[۸] اگر مجھ سے صلاح
ہے محبت کا مزا میٹھا ولے زرباہ[۹] تلخ

زرباہ=تکمیل

(۲۷۲)

[۱]دین و ایماں سے گزر کر جو ہوا ہو یار شوخ
اس کی قسمت میں ہوا ہوے[۲] تو ہو دیدارِ شوخ

جو کلام اس کے میں[۳] ہے تاثیر نہیں آبِ حیات
[۴]ہیں گے امرت سے بھرے وہ لعلِ شکر بار شوخ
میں بھی حیراں ہوں کہ کس منہ سے کہاتے ہیں وہ دوست
وہ جو کرتے ہیں سبھوں میں شکوۂ گفتار شوخ
[۵]سب مرادوں سے گزر جاوے سو لیوے نام عشق
ایسے دل پر منکشف[۶] ہوتا ہے ہاں اسرار شوخ
سوزؔ تو آزار کو اکسیر اپنے حق میں جان
ہے مسیحا وقت کا وہ جو ہوا بیمارِ شوخ

د

(۲۷۳)

عشق نے دل کو پھر کیا آباد دوستو مجھ کو دو مبارکباد
غم کو دربان کر بٹھایا ہے آنے دیتا نہیں کسی کی یاد
میں ملوں گا ہی ناصحِ مردود ق مجھ کو بھاتا نہیں ترا ارشاد
مجھ کو کہتا ہے تو گلہ مت کر تیری مونڈی کو کاٹ لے جلّاد
سوز کا تونے منہ نہیں دیکھا آہ سے اس کی ہووے گا برباد

(۲۷۴)

یہ غم ہے کون سے ظالم کی اولاد کہ عاشق کا یہ گھر کرتا ہے برباد
یہ غارت گر مگر ابن الصنم ہے و یا[۱] فرعون کے لشکر کا جلّاد
ہزاروں طرح کی شکلیں پیا[۲] پے سحر سے شام تک کرتا ہے ایجاد
کبھی تو[۳] اژدہاے آتش افشاں کبھی[۴] عقرب ہے یہ، گہ گرزِ فولاد
کبھی تو دیو ہے رستم فگن یہ کبھی محبوب ہے رشکِ پریزاد
غرض انسان کے تو مارنے کو نہیں اس[۵] سا کوئی دنیا میں استاد
ہوا ہے سوز اب تیرے مقابل تو کر مولا علیؑ کو[۶] اپنے اب یاد

(۲۷۵)

[فارسی غزل]

گل بوی تو در کنار دارد زان عاشقِ خود ہزار دارد
گفتی کہ شبی[1] بر تو آیم قولِ تو چہ اعتبار دارد
دل نیست بزلفِ تو ولی[2] جان آن کاکلِ مشک بار دارد
دل خاک شد و ہنوز دلبر از من در دل غبار دارد
مجبوریِ سوز صبر کن صبر ہان بندہ چہ اختیار[3] دارد

(۲۷۶)

ہوا ہے اب تو مجھ پر مہرباں درد [1]وگرنہ تھا کہاں میں اور کہاں درد
نہ آہ و نالہ کر گر درد ہووے کہ مردوں کا ہے سنگِ امتحاں درد
بنائے درد مندی تب ہو محکم کہ ہووے مغز سے تا استخواں درد
وہ[2] جلدی منزلِ مقصد کو پہنچے [3]کہ ہو کشتی کا جس کی بادباں درد
سحر تک ہے چراغِ درد روشن ہوا جس گھر میں آ کر میہماں درد
غنیمت جان لے اے سوز تو درد وگرنہ کل کہاں سوز اور کہاں درد

(۲۷۷)

[فارسی غزل]

گفتم کہ غمت مرا نہ باشد گفتا اگرت حیا نہ باشد
گفتم کہ کجاست مسکنِ تو؟ گفتا کہ کجا کجا نہ باشد
گفتم جانم بہای نازت گفتا[1] این ہم بہا نہ باشد
گفتم[2] بہ عدم روانہ ام کن گفتا کہ ترا روانہ باشد
گفتم کہ لبت دواست گفتا این درد ترا دوا نہ باشد
چون گفتم سوز عاشقِ تست گفتا کہ چہ خوش چرا نہ باشد

(۲۷۸)

یار مجھ کو قرآن کی سوگند　　جی جلا تیری جان کی سوگند
دل پہ جو آن ہے قیامت ہے　　کیا کہوں تیری آن کی سوگند
[۱] پر بیاں مجھ سے ہو نہیں سکتا　　مجھ کو اپنے بیان کی سوگند
جھوٹے وعدوں نے مجھ کو پیر کیا　　دلبرِ نوجوان کی سوگند
تیرے دل میں گمان ہے کچھ اور　　سوز اس بدگمان کی سوگند

(۲۷۹)

میں چاہتا نہیں دنیا میں عزّو جاہ بلند
یہی کہ دونوں جہاں[۱] سے رہے نگاہ بلند
مگر تو[۲] مہر کو اے شعلہ رو[۳] ستاتا ہے
کہ اس کا ہاتھ ہے جوں دستِ داد خواہ بلند
عجب نہیں کہ چھٹے ہر[۴] پلک سے فوارہ
پڑی[۵] ہے اشک کے آنے کی دل سے راہ بلند
[۶] الٰہی خیر ہو مجنوں کی اب کہ یہ برپا
کیا ہے لیلیٰ نے کیوں[۷] خیمۂ سیاہ بلند
یہ چشم[۸] و قد سے کسو[۹] کے ہے آشنا قمری
دکھا نہ سرو مجھے ہے مری نگاہ بلند
اسی سے واعظِ احمق کو پست فطرت جان
ہوا ہے چڑھ کے یہ منبر پہ خواہ مخواہ[۱۰] بلند
نہ کر غرور تو زنہار اس[۱۱] پہ اے ناداں
[۱۲] کہ مرتبہ ہے ترا شکلِ مہر و ماہ بلند
کرے[۱۳] ہے گردشِ دوراں طرح ہنڈولے کی

ہنڈولا = ایک جھولا جس میں کئی گہوارے ہوتے ہیں ایک کو حرکت دینے سے سب باری باری اوپر نیچے ہوتے ہیں

ہر ایک شخص کو یاں گاہ پست گاہ بلند
ہجومِ فوج خط اس کا نہ کیوں بڑھاوے[۱۴] حسن
کرے ہے رتبۂ شہ کثرتِ سپاہ بلند
لیا ہے دل کو جو میرے[۱۵] تو اس کو مت کر تنگ
کہ ہووے[۱۶] ملک کی وسعت سے نامِ شاہ بلند
[۱۷] ترا بھی نالہ تو پہنچا ہے تا فلک اے سوز
[۱۸] خدا وہ دن نہ کرے ہو جو تیری آہ بلند

(۲۸۰)

بڑا دنیا میں[۱] ہے گا وہ خرد مند زن و فرزند کا جو ہو نہ پابند
قبائے دوستی مت چاک کر جان پھٹا دل پھر نہیں ہوتا ہے پیوند[۲]
گلے پڑ کر کبھو[۳] تو آشنا ہو[۴] مرے تسمے[۵] کا اب[۶] کر لے علی بند
سبھی رسمیں ہیں الٹی اِن بتوں کی نمک ہے زخم پر ان کا شکر خند
تو چھاتی ڈھانپ کر[۷] پھرتا[۸] ہے تو پھر نظر پڑتا ہے کچھ گوسلے[۹] کے مانند
[۱۰] کوئی دن کو چلا جاوے گا آپھی مسافر سوز کو[۱۱] رہنے دو یک چند

(۲۸۱)

ہوا ہے[۱] داغ مرا دل انار کے مانند
جھڑیں[۲] ہیں آنکھ سے آنسو شرار کے مانند
ہر ایک پاٹ ہے دامن کا تختۂ گلزار
رواں ہے چشم سے خوں آبشار کے مانند
نہیں ہے سیر کا کچھ لطف باغ میں تنہا
بغیرِ یار رگِ گل ہے خار کے مانند

[۳]خبر نہیں ہے مجھے ترک چشم نے کس کی
لیا ہے لوٹ مرا دل تتار[۴] کے مانند
[۵]ہوئی ہے عمر کہ ہم لگ رہے ہیں دامن سے
جھٹک نہ دیجیو[۶] پیارے غبار کے مانند
ہوا ہے رشک چمن چہرہ[۷] یار کا اے سوز
خط اس کے[۸] مکھڑے پہ ہے کیا بہار کے مانند

(۲۸۲)

[۱]لذت بے رنج ملتی ہے زمانے سے بعید
[۲]نوش دے بے نیش یہ زنبور خانے سے بعید
اشک میری چشم کا کیونکر اثر پیدا کرے
سبز ہونا خاک میں، ہے اپنے دانے سے بعید
جو نصیحت کرتے ہیں مجھ کو، نہیں یہ جانتے
عاقلوں کی بات سننی ہے دوانے[۳] سے بعید
میں تو جاؤں در سے تیرے پر کہیں گے نیک و بد
بے وفائی اس سے کرنی تھی[۴] فلانے سے بعید
مجھ[۵] دلِ صد چاک ہی سے وا نہیں ہوتی وہ زلف
ورنہ کھلنی[۶] گانٹھ اس کی کب ہے شانے سے بعید
ٹھونک لوں[۷] ناصح کو میں تو بھی اسی کو سب کہیں
بحث دیوانے سے کرنی تھی سیانے[۸] سے بعید
یا علیؑ پہنچا ہے تیرے در تلک یہ سوز[۹] آج
پھیرنا محروم ہے اس آستانے سے بعید

ذ

(۲۸۴)

لکھوں جو وصف تمھارے میں گلرخاں کاغذ
عجب نہیں[۱] کہ جو ہو رشکِ بوستاں کاغذ

جواب خط میں[۲] ہمارے لکھے نہ پُرزہ یار
جو ہو زمیں سے بھرا تا بہ آسماں کاغذ

لکھوں[۳] ہوں نامہ تو کر ڈالتی ہے ابری سرخ
فراقِ دوست میں یہ چشم خوں فشاں کاغذ

نہ جا سکے ترے کوچے میں نامہ بر اِلاّ
اڑا کے باد[۴] ہی لے جائے یاں سے واں کاغذ

طلب جواب کرے نامہ بر[۵] تو بولے شوخ
کہاں[۶] دوات ، کدھر ہے قلم ، کہاں کاغذ

لکھا نہ ایک بھی پرزہ[۷] کبھو ہمیں ، کیوں یار؟
بکے ہے شہر میں شاید بہ نرخِ جاں کاغذ

لکھوں[۸] ہوں سوز جو میں داغِ دل کی اپنی شرح
کرے ہے خونِ جگر برگِ[۹] لالہ ساں کاغذ

ر

(۲۸۴)

دل سے صحبت نہیں ہے اب تو برآر / وَقِنَا رَبَّنَا عَذَابَ النَّار
ہاں جو دل ہو تو کوئی اس سے ملے / یہ جہنم تو ہے سقر کا شرار
پاس آوے جو اس کے ہوئے راکھ / ہائے کیسا تھا یہ گل و گلزار
جس کے گھر جا کے بیٹھتا تھا یہ / اس کو کر ڈالتا تھا باغ و بہار
اب تو یہ ڈھنگ اس نے کاڑھے ہیں / کہ نہیں جس کا کچھ حساب شمار
جانیے کس کا اب ہوا عاشق / یا کہیں جا کے کھیلتا ہے قمار
ران کھولوں میں اپنی آپ لجاؤں / یہ تو ایسا ہوا ہے کلسہ گزار(؟)
کہ کسی سے رہا نہیں مانوس / باد کے گھوڑے پر ہوا ہے سوار
دیکھو آتے ہیں آپ روپ چلے / آئے کس گھر گئے تھے برخوردار
آنکھ اونچی اٹھا کے ٹک دیکھو / اے ترے...... پر خدا دے مار (کذا)
ارے گونگا تو کیوں بنا ایسا / کیا ہوا تجھ کو سایۂ گفتار
صاحبو دیکھتے ہو اس کی آنکھ / کہیں حسلی بھی ہے ترا عیار (کذا)
ہائے دل تو نے مجھ کو ذبح کیا / حیف ضائع کیا یہ میرا پیار
ہائے بیکس کیا مجھے تو نے / تیری فریاد جا کروں دربار

برآر = باہر لانے والا
سقر = آگ
وقنا ربنا عذاب النار = اور اے ہمارے رب ہمیں آگ کے عذاب سے بچا
حسلی = پہنانے کی چیز، ایک زیور

اس کا دربار جس کی شان میں ہے ۔ لَیْسَ فِی الدَّارِ غَیْرُہٗ دَیَّارْ
یعنی حضرت امیر عالی جاہ حامیِ دین [و] قاتل الکفار
وہ محمدؐ رسول کا بھائی نام جس کا ہے حیدرِ کرارؓ
عمرو و عنتر کو جس نے قتل کیا ایک سے دو کیے تھے دو سے چار
وہ علی مظہر العجائب ہے جس نے موسیٰ کے تئیں دکھائی نار
وہ علی جس نے آتشِ نمرود کی تھی حضرت خلیل پر گلزار
وہ علی جس نے جبرئیل کو ہاں پہلے سکھلایا بندگی کا شعار
کھول سر کو کہوں گا "واغوثاہ" اپنے دل سے ہوا ہوں میں بے زار
دل کو میرے کرو ہدایت تم اے مرے والی اے مرے ستار
تم نے مارا نُصیر کو واللہ تم نے پھر کر جلایا ستر بار
کاٹ کر ہاتھ تم نے اسعدؓ کے پھر لگائے تو بہ زِ اوّل بار
گم رہوں کے تمھی ہو راہنما تم خدا کے ہو واقفِ اسرار
گر شقی ہے اسے سعید کرو تم ہو نیکی بدی کے سب مختار
محو ہو جائیں دل کی سب بدیاں اور ثابت [ہو][1] نیکیِ کردار
سوز میں مرثیہ نہیں پڑھتے وہ جو ہیں گے تمھارے ماتم دار
بس یہ اتنا ترا وسیلہ ہے بخشیو اس کو اے مرے غفار

مطلع

ایسے جینے سے بھائی میں[2] بے زار [3]یہ کوئی ڈھنگ یہ کوئی اطوار
جھوٹ و تزویر[4] و مکر و فن و فریب ہیں جلو میں[5] مرے[6] قطار قطار
جب سے پیدا ہوا ہوں تب سے گناہ کیے ایجاد ہیں ہزار ہزار
میر صاحب ہیں[7] ان گنوں پر اب ٹک ادھر دیکھیو تو استغفار
چھوڑ تسبیح اور مصلّیٰ بس اب تو گردن میں [8]ڈالیے زنّار

عمرو و عنتر = مشہور شہسوار جنگجو (عمرو بن معدی کرب اور عنترہ بن شداد
مظہر العجائب = جس کے ہاتھوں عجیب باتیں ظہور پذیر ہوں
اسعد بن زرارہ = صحابیِ رسول
گنوں = کرتوتوں

لَیْسَ فِی الدَّارِ غَیْرُہٗ دَیَّارْ = گھر میں اس کے سوا کوئی دوسرا آباد نہیں
واغوثاہ = مدد

[۹]مرد ہو کر قدم رکھو کہ تمھیں[۱۰] پوجنے آئیں ہند کے کفّار
لیک[۱۱] استغفراللہ تو اور مرد؟ حیز[۱۲] بہتر ہے تجھ سے تو سو[۱۳] بار
خرقہ پہنا تو کیا اُپاڑا[۱۴] جی یہی دردر[۱۵] پکارتے ہو بیار
شرم آئی نہ اے خرف[۱۶] تجھ[۱۷] کو اب بھی کہتا ہوں بس[۱۸] گلے سے اتار
سات تاوں[۱۹] سے منہ کو کالا کر ہو کے الٹے گدھے[۲۰] اوپر اسوار
چھوکروں کو مٹھائی دیتا جا تا وہ[۲۱] کہتے چلیں پکار پکار
جو کہ پہنے[۲۲] لباس مردوں کا اور حیزوں[۲۳] کے رکھتا ہو اطوار
اس کی یہ[۲۴] ہے سزا کہ خلقِ خدا [۲۵]ڈالتی جائے جوتیوں کے ہار
شاید اس وقت لیں بچا تجھ کو مہر سے اپنے حیدرِ کرار
سوز یہ بات مان ، توبہ کر ورنہ تجھ کو پڑے گی بودی[۲۶] مار

اُپاڑا = اکھاڑا
سات تاوں = سات بار
حیز = مخنث
خرف = بوڑھا سٹھیایا ہوا

(۲۸۵)

ہاتھ میں نیمچہ ہے یا کہ شرار وَقِنَا رَبَّنَا عَذَابَ النَّارْ
ہاں دلِ بے قرار ہو[۱] سنمکھ تجھ پہ آیا ہے کھینچ کر تلوار
[۲]واری جاتا تھا اس کے نام پہ تو[۳] اب گلے سے لگا نہ اس کا وار
بڑھ کے کہہ[۴] ایسے ہی لگا پیارے نہ رہے جو لگا کمر کا تار
آستیں تو لگا الٹنے دیکھ دلِ اُمیدوار ہو تیار
باغ کی سیر[۵] مانگتا تھا روز یہیں اب دیکھ پھولے[۶] ہے گلزار
سوز دریائے غم میں غوطہ مار آنکھ لے موند[۷] اور ہولے پار

نیمچہ = چھوٹی تلوار
سنمکھ = روبرو

(۲۸۶)

روتا ہے[۱] غم سے تیرے دلِ زار زار زار
[۲]نکلے ہے آہ آہِ شرر بار ، بار بار
محفل تلک[۳] ہے تیری رسائی کہاں ، ولے

[۴]جاتے ہیں دیکھ صورتِ دیوار وار وار
جب سے گیا ہے یہ دلِ ابتر ، گمان و وہم
ڈھونڈیں[۵] ہیں تب سے مثلِ خبردار ، دار دار
اب کس کو یہ خبر ہے کہ میں کون ، کون وہ
[۶]کہتا تھا جب تلک تھا میں ہشیار یاریار
اے سوز[۷] آنسوؤں کا [۸]تو بس کچھ نہ چل سکا
آخر [۹]ہوئے گلے کے مرے ہار ہار ہار
☆ [شانے سے تھی] امید[۱۰] چھڑاوے گا زلف سے
الجھی دو چند جانِ گرفتار تار تار
دعویٰ انا الصنم کا کبھی میں نے کچھ کیا؟
کہتا ہے مجھکو دیکھ کے دلدار دار دار
کیوں سوز ہم نے کہتے تھے[۱۱] ٹکرا نہ سر کو تو
آخر کیا نہ آپ کو بیمار ، مار مار

(۲۸۷)

تمھارے درد سوا کچھ دوا نہیں درکار ، ہوا جو غرق محیط آشنا نہیں درکار
ہمارے رنج سے یارب کسی کو رنج نہ ہو ، کہو مسیح سے ہم کو شفا نہیں درکار
جو غم سے پیر ہوا آن کے تو کیا صاحب ، گرا گھڑی میں تو اس کو عصا نہیں درکار
سفینہ جس نے کہ بحرِ محیط میں چھوڑا ، اسے خدا کے سوا نا خدا نہیں درکار
جسے کہ کنج میں عُزلت کے بھی نہ ہو آرام ، اسے کہو کہ تجھے اِنزوا نہیں درکار
خدا بھی ایک ہے اور دل بھی ایک ہے سن لے ، جو ایک یار ہو تو دوسرا نہیں درکار
وفا جو عمر نے تیری نہ کی نہ غم کھا سوز ، وہ ایسے ہی ہے اسے تو وفا نہیں درکار

(۲۸۸)

جن کو نہیں ہے کچھ سرو سامانِ روزگار بے شک وہی ہیں سرور[۱] و سلطانِ روزگار
کس کی سمومِ آہ نے ابتر کیے[۲] چمن؟ آمادۂ خزاں ہے گلستانِ روزگار
روشن ہوا ہے کس کا چراغِ امید[۳] آج ہے بے فروغ شمعِ شبستانِ روزگار
رکھتے نہیں ہیں[۴] پاؤں زمیں پر غرور سے بر جا ہے ان کہ کہیے سلیمانِ روزگار

ق[۵]

اتنا بخار دل میں ہمارے ہے بھر رہا گر دسترس ہو تا بہ گریبانِ روزگار
ایسا گلا دبوچیں کہ ووہیں نکل پڑیں جوں مہرو ماہ ، دیدۂ حیرانِ روزگار،
اے سوز ٹک[۶] زبان کو اپنی خموش رکھ سنتے کہیں نہ ہوویں حریفانِ روزگار

(۲۸۹)

بس بس اے دل نہ کر مجھے خوار، بے زار میں تیری خو سے بے زار
اتنا ہے ہے سبک تو نکلا عاشق وہ ہے جو ہو گراں بار
سینے سے نہ اس کے آہ نکلے گو سر پہ برتی ہووے تلوار
میں تجھ کو کوہ جانتا تھا تو تو ہے خس سے بھی سبک بار
اب بھی منہ میں لگام دے بیٹھ ہر ایک سے کہہ نہ دل کا اسرار
ہے خلق تمام تیری دشمن ہے گرم چغل کا آج بازار
کہہ دے کہ فلانا چاہتا ہے اور وہ ہے جہان میں نمو دار
غیرت آوے اسے تو کیسا؟ (کذا) ہو جاے وہ تجھ سے آہ بے زار
بھائی مارا پڑے گا (تو) سن رکھ ہم رو وینگے تجھ کو کوہ و بازار
تجھ سا پھر کب ملے گا مجھ کو؟ اے میری جان میرے غم خوار
روتا ہے تو نام سوز کا لے تا ترا راز[۱] پاوے نہ اظہار

(۲۹۰)

کاٹتے ہیں دل کو ابرو یار کے تلوار وار
یہ جگر کس کا ہے[۱] اس کا جس کو ہو ہموار وار
خون کو مجھ بے گنہ کے بس[۲] ہیں یہ تیغِ نگاہ
باندھ آیا ہے یہ کس کے[۳] قتل کو ہتھیار یار
باغ تم جاتے تو ہو لیکن خدا کے واسطے
گل کو مت اپنے گلے کا کیجیو زنہار ہار
ایک میں ہی کچھ تری خاطر نہیں پھرتا خراب[۴]
روز و شب ہمراہ میرے[۵] ہیں مرے غم خوار خوار
مجھ مریضِ عشق کی دارو نہیں کچھ غیرِ وصل
اے طبیب اپنی دوا سے تو نہ یہ بیمار مار
بات سنتا ہے سبک وضعوں کی تو دل دے کے حیف
ہے سخن میرا تری خاطر پہ ہریک[۶] بار بار
آج کون[۷] آیا تھا گلشن میں خدا جانے کہ ہے
باغباں کا دل نزار و بلبلِ گلزار زار
آپ کو مت دیکھ جوں منصور واحد یار سے
چشمِ وحدت بیں کو ہے یاں جلوۂ دلدار دار
دیکھ کر کوئے مغاں میں سوز کو کہتے ہیں لوگ
دخترِ رز کو[۸] لیے پھرتا ہے یہ میخوار خوار

(۲۹۱)

اڑتی سی کچھ سنی ہے کہ آتی ہے پھر بہار ہاں صحن باغ[۱]...... دے اے چشم اشکبار
کیا ہاتھ دھو کے جان کے پیچھے پڑا ہے یار پھرتے ہیں باغ باغ ترے واسطے ہزار

کچھ چھوٹنا قفس سے تو آتا نہیں نظر یارو ہزار حیف چلی جاتی ہے بہار
ابرو کے تیر کھاؤں کہ مژگاں کے تیر میں زلفیں جدا ہی دور سے کرتی ہیں مار مار
دنیا پہ آنکھ موند کے اوپر سے میں گرا پر کودتے ہوئے نہ کہا میں نے دم نہ مار

(۲۹۲)

پھولتا ہے اب کوئی دم کو گلستانِ بہار
آنکھیں کھولیں گے برنگِ گل شہیدانِ بہار
[۱]عرسِ بلبل ہے ہزاروں جمع ہوں گی عندلیب
تو نہ جاوے گا تو گل ہو گا چراغانِ بہار
لو خزاں بھی آ گئی غفلت[۲] سے ہم [بھولے] رہے
لے چلے دنیا سے[۳] ہم کو ہائے ارمانِ بہار
اس قدر شوخی نہیں جو کوئی نظارہ کرے
شعلۂ گل کب[۴] پکڑ سکتا ہے دامانِ بہار
عندلیبو مسکنِ گلشن غنیمت جان لو
خندۂ گل کوئی ساعت کا ہے مہمانِ بہار
عندلیبیں دام میں پھنسیاں، لُٹے[۵] اوراقِ گل
آج بازی گاہِ طفلاں ہے دبستانِ بہار
[۶]اک طرف نالاں تھی بلبل اک طرف خنداں تھے گل
آہ[۷] مجھکو آج تک بھولی نہیں آنِ بہار
سوزؔ دیوارِ قفس کو توڑ جلدی سے نکل
باعثِ واشد تو ہے تو اے دلِ جانِ بہار

(۲۹۳)

عندلیبو خوش ہو پھر گلشن میں آتی ہے بہار گل تئیں[۱] خوابِ عدم سے اب جگاتی ہے بہار

کیا شگفتن وار فرصت ہے کہ جس پر پھول کر　　باغ میں[۲] ہرگز نہیں پھولی سماتی ہے بہار
گل کا چٹکارا نہ پوچھو سوچنے کی بات ہے　　چٹکیوں میں عندلیبوں کو اڑاتی ہے بہار
قطرۂ شبنم نہیں گرتے ہیں گل کے منہ اوپر　　خواب سے غفلت کے سوتوں کو جگاتی ہے بہار
عاشقو فکرِ تہی دستی کرو گر شوق ہے　　گل کو زر دیتی ہے[۳] جب گلشن میں لاتی ہے بہار
اشکِ عاشق سے ہے کرتی ہمسری منہ دیکھیو　　گل کے گہوارے میں شبنم کو جھلاتی ہے بہار
[۴] سوز کیا پینک لگی ہے تجھ کو غافل آنکھ کھول　　دیکھ کس کس رنگ سے گل کو ہنساتی ہے بہار

(۲۹۴)

زمیں پر پاؤں کب رکھتا ہے عیار　　کہ آنکھوں پر ہے رکھنے سے جسے عار[۱]
چلا تو بھی[۲] تو میرے پاس سے دل　　بھلا بھائی ترا مولا نگہدار
وہ غم خواری کرے گا واہ[۳] ری عقل　　کہ جس کا نام[۴] ہے عالم میں خوں خوار
کہاں تھے رات کو[۵] تم شیخ صاحب　　[۶] کسی نے لے لیا خرقہ و دستار
کرو تسبیح کو اب ہاتھ سے دور　　تمھارے دوش کے لائق ہے زنار
بتو گر تم کو دولت چاہیے ہے　　تو میری[۷] دونوں آنکھیں ہیں گھر بار
نہ دیکھو سوز کی صورت عزیزو　　نہیں ہے خلق میں ایسا گنہگار

(۲۹۵)

ٹک میری طرف تو دیکھ اے یار　　کیوں[۱] جان[۲] کہاں ہے وہ ترا پیار
بلبل تجھ کو چمن مبارک　　داغوں سے یہ دل ہے رشکِ گلزار
اب شیشۂ دل تو لے چلا ہے　　نازک ہے بہت یہ ٹک خبردار
ہر بار نہ[۳] کھینچ تیغ ظالم　　ایسا تو نہیں ہوں میں گنہگار
روشن ہے سبھوں پہ[۴] کفر میرا　　جوں شمع ہر ایک[۵] رکھے ہے زنار
بس دل[۶] نالہ نہ کر تو چپ رہ　　بے زار[۷] میں ایسی خو سے بے زار
کچھ کم تو نہیں ہوا ہے رسوا　　[۸] اب اس سے زیادہ مت ہو [تو] خوار

بس سوز خدا کے واسطے بس آ عشق بتاں[۹] کو ترک کر یار

(۲۹۶)

ایسے ہیں اگر زمانے کے یار تو بھائی میں اس جہاں سے بے زار
الفت نہ کروں گا پھر کسی سے توبہ اب دوستی سے سو بار
پھر نام نہ لوں گا عاشقی کا منہ سے نکلے تو میں گنہگار
دلبر دلدار کہتے ہیں لوگ یہ تو معلوم پر دل آزار
آئینہ ہے اور آپ ہیں بس اپنے ہی میں ہیں سدا گرفتار
گر ہیں یہ طالبِ جواہر میرے بھی چشم ہیں گہر بار
اے کافرِ بت پرست اے سوز چل جلد اتار ڈال زنّار

(۲۹۷)

[۱]کیوں ہاتھ دھو کے جان کے پیچھے پڑے ہے یار
[۲][پھرتے ہیں] باغ باغ ترے واسطے ہزار
ساقی اگر مدد کرے اک[۳] ساغرِ اجل
اس زندگی کے کیف کا توڑے[۴] ابھی خمار

ق[۵]

میں نے سنا کہ سوز اٹھا کل جہان سے
دل پر بڑا الم ہوا حد[۶] سے بھی بے شمار
یاں تک کہ میں نے رو دیا بے اختیار ہو
لیکن یہ[۷] یاد آتے ہی آیا ٹک اک قرار
[۸]کیا ہو گیا جو ایک دم آگے کوئی گیا
دنیا کی چال یونہی بندھی ہے شتر قطار

(۲۹۸)

یوں[1] دیکھتا ہے وہ کہ ادا کو نہ ہو خبر
چھینے دل اس طرح کہ دغا کو نہ ہو خبر
[2]عشاق تیری تیغ تلے اے ستم پناہ
سر اس طرح رکھیں[3] کہ فنا کو نہ ہو خبر
[4]رخصت جو دے تو مجھ کو تو میں تیرے پاؤں کا
بوسہ لوں اس طرح کہ حنا کو نہ ہو خبر
ناصح تو چاکِ جیب کے[5] مانع ہے اور میں
دل چاک[6] یوں کروں کہ قبا کو نہ ہو خبر
گلزارِ وصلِ دوست سے اپنا[7] گل مراد
اے سوز یوں چنوں کہ صبا کو نہ ہو خبر

(۲۹۹)

کب تلک تیری جفاؤں[1] پر کروں اے یار صبر
جب تلک طاقت تھی مجھ میں کر چکا سو بار صبر
جُرم[2] نظارہ کے اوپر یوں قفس میں دیجیے
بلبلِ بے کس کا پڑیو تجھ پہ اے گلزار صبر
بے قراری ہے تپش کے ہاتھ سے بے چین ہے
غم کے غم سے دل میں گھبرا کر ہوا بیزار صبر
[3]اشک کے ہاتھوں جگر سب آب ہو کر بہہ گیا
کب تلک روئے گی بس اے مردم خونبار صبر
اضطراب و قلق سے حاصل تو کچھ ہوتا نہیں
سوز پیارے آنسوؤں کو پونچھ، کر، ناچار صبر

(۳۰۰)

صبا [حریف[1] لیے آئی تو] مرے دل پر — لگے ہے تیری[2] یہ گل کی بو مرے دل پر
[3]بتوں کا دید میں کرتا ہوں شیخ جس دن سے — حلال تب [سے][4] ہے خونِ سبو مرے دل پر
کسی بھی چیز کو ڈھونڈا[5] نہ میں نے دنیا میں — مگر رہی ہے تری جستجو مرے دل پر
یہ چاکِ جیب نہیں جس کو یار[6] سی دیویں — نہ کر سکے ہے[7] تو ناصح رفو مرے دل پر
خدا کے واسطے اے سوز لے نہ اس کا نام — غضب کرے ہے[8] تری گفتگو مرے دل پر

(۳۰۱)

جگر سے دل میں دل سے آنکھ میں آنکھوں سے مژگاں پر
یہ طفلِ اشک لڑھ پڑھ گر[1] پڑا آخر[2] کو داماں پر
نہ بھول اے دل تو اس نیرنگیِ مینائے دوراں پر
یہ شیشہ ہے اسی قابل رہے جو طاقِ نسیاں پر
برنگِ سبزۂ[3] خوابیدہ ہیں مژگانِ گل رویاں
یہ دامن لوٹتا گزرا ہے کس کا اس خیاباں پر
[4]رسن سے زلف کی ، جلدی سے دل کو کھینچ ، ڈوبے ہے
گیا تھا[5] تشنہ لب ہو کر ترے چاہِ زنخداں پر
قیامت کا بھی دھڑکا دل[6] سے کشتوں کے نکل جاوے
خداوندا گزر قاتل کا ہو گورِ غریباں پر
ہجومِ عاشقاں ایسا تھا اس پر آج[7] محفل میں
کہ پروانے جھکیں ہیں[8] جس طرح شمعِ شبستاں پر
کدھر پھرتی ہے اے بلبل سنبھال[9] اب آشیاں اپنا
[10]خزاں نے اب کمر باندھی ہے [تاراجِ] گلستاں پر

نہ چھوڑے گا، نہ چھوڑے گا، نہ دھو اس کو، نہ دھو اس کو
کسی یہ بے ادب کا خوں لگا ہے تیرے داماں پر
کسی نے تو جلایا ہے جگر یہ سب پہ روشن ہے
ہجومِ فوجِ پروانہ ہے کیوں شمعِ شبستاں پر
[11]گیا تھا ایک دن محفل میں اس کی سوز چھپ لک کر
[12]اسے اٹھوا دیا غصہ نکالا اپنے درباں پر

(۳۰۲)

قدم رکھتے ہی اک[1] باری زمیں پر — یہ طفلِ اشک تھا عرشِ بریں پر
ہمیں کہنا کہ[2] چل بے بے وفا خوب — ہماری بات کیوں پیارے ہمیں پر؟
یہ کس کے آج آنسو تو نے [3]پونچھے — لگا ہے داغ اب تک آستیں پر
جگر گل کا بکس جاوے تھا یارب[4] ق — سنے سے جس کی آوازِ حزیں پر
سو وہ بلبل پڑی[5] ہے گلستاں میں — کہیں سر اور کہیں پا اور کہیں پر
الٹ گئیں[6] سوز کی آنکھیں پسِ ازمرگ — دیا ہے جی[7] نگاہِ واپسیں پر

(۳۰۳)

عرق نہیں ہے سمومِ صبا[1] سے چہرے پر — نگاہ آب ہوئی ہے حیا سے چہرے پر
بہت کیا کہ نظر بھر کے دیکھ لوں اس کو — نہ ٹھہرا ہائے[2] نظارہ صفا سے چہرے پر
کیا ہے دل کو پریشان تیری زلفوں نے — لپٹ رہی ہیں میاں کس[3] ادا سے چہرے پر
اگر نہیں انھیں منظور تیرے منہ لگنا — تو جھومتی[4] ہیں یہ کس مدعا سے چہرے پر
نہ پہنچے سوز کا کیوں دودِ آہ عرش تلک — جو چھوڑے خط کو تو اس مہ لقا سے چہرے پر

(۳۰۴)

[1]تیغ کھینچے ہے وہ غارت گرِ دیں میرے پر
[2]رحم کرتا ہے دمِ باز پسیں میرے پر

شوقِ دیدار تو اتنا ہے کہ کچھ پوچھو[۳] مت
کس طرح پہنچوں مری جان ، نہیں میرے پر
جب سے کی ہے مرے دل پر ترے داغوں نے بہار
رشک رکھتا ہے یہ فردوسِ بریں میرے پر
کس قدر صاحبِ عصمت ہے وہ چنچل[۴] یارو
پاکبازی کا نہیں جس کو یقیں میرے پر
دل تو زلفوں کو دیا کاہے کو شانے[۵] کی طرح
رہتے ہو آٹھ پہر چیں بہ جبیں میرے پر
غمزہ و ناز و ادا جنبشِ ابرو و نگاہ
جان لینے کو کیے تم نے تعیں میرے پر
سوز حافظ ہے خدا اب کہ بقولِ سودا
"باندھی جھنجھلا کے کمر شوخ نے ، کیں میرے پر"

(۳۰۵)

رونے سے گر کسو کا ، ہو اعتبار بہتر — اے مرد مانِ دیدہ اے چشمِ زار بہتر
چبھتی ہے دل میں میرے کیا گرمجوشیِ گل — اے عندلیبِ نالاں تجھ سے تو خار بہتر
[۱]کم ہے اگر محبت کم ہے اگر مروّت — قطعِ امید خوشتر ترکِ نگار بہتر
کیا لطفِ وصلِ جاناں گر ہو بہ جبر حاصل — اس وصل سے تو فرقت ، ہے لاکھ بار بہتر
سوز اس نے بے دلی سے بوسہ دیا تو پھر کیا — [۲]دشنام یار کا [ہو] اس سے تو یار بہتر

(۳۰۶)

مجھ ساتھ تری دوستی جب ہو گئی آخر — دنیا کی مرے دل سے طلب ہو گئی آخر
[۱]حاصل تو ہوا وصل ہمیں رات ، پر افسوس — اک[۲] پل میں شبِ عیش و طرب ہو گئی آخر
کیا فائدہ ہم کو جو ترے لب ہیں مسیحا — عمر اپنی تو جوں شمع نپٹ[۳] ہو گئی آخر

کیا جام تہی ہاتھ سے لیں عشق کے عشاق ے حسن کی معشوق کے جب ہو گئی آخر
شوکت نے ہمیں حسن کی کہنے نہ دیا کچھ بات آن کے سو[۴] بار بہ لب ہو گئی آخر
ناز اس کے نے عصیاں سے ہمیں باز رکھا ہے تا ہو وہ رضامند کہ شب ہو گئی آخر
[۵] مڈبھیڑ جو کل سوز سے اور شیخ سے ہو گئی شیخی تھی جو کچھ ان میں وہ سب ہو گئی آخر

(۳۰۷)

کب تلک غم میں ترے روؤں میں اے جانِ پدر کس کی گودی میں گیا چھوڑ کے دامانِ پدر
داغ اوروں کا مرے دل سے مٹا تھا لیکن لٹ گیا تیرے خزاں ہونے سے بستانِ پدر
سیر دنیا کی نہ کی تو نے کوئی دم افسوس کیوں تھے اک دم کے لیے تم ہوئے مہمانِ پدر
کاش عمرِ پدری تجھ کو عنایت ہوتی تو نہ جلتی ترے اندوہ میں یوں جانِ پدر
جان خودرا بدہد جان تو گردد عوضش گر بود قابضِ ارواح بہ فرمانِ پدر

(۳۰۸)

[۱] جوں شوخ تو ہے کون ہے طنّاز اس قدر جیسے کہ ہم ہیں کون ہے جاں باز اس قدر
چاہیں کہ جاویں[۲] تا سرِ دیوارِ باغ آہ ہم کو کہاں ہے طاقتِ پرواز اس قدر
سکے ہے کوئی[۳] در پہ کوئی تڑپھے ہے پڑا مرتی ہے اب تو خلق نہ کر ناز اس قدر
ساعر جو تیرے قد[۴] سے نہ تشبیہ دیں اسے ہووے[۵] نہ سروِ باغ سر افراز اس قدر
را ہے سوز کو تو جِلا[۶] اے مسیح دم دکھلا دے تو بھی خلق کو اعجاز اس قدر

(۳۰۹)

بنے خوبرو بے وفائی کی خاطر بنا سوز صبر آزمائی کی خاطر
چھٹا کنجِ عُزلت، ملا رنج و محنت میاں جان سب آشنائی کی خاطر
یہ[۱] ہر دم نصیحت جو کرتے ہیں ناصح سمجھتا ہوں[۲] کچھ خود نمائی کی خاطر
نہ مل ان رقیبوں سے بدنام ہو گا میں کہتا ہوں تیری بھلائی کی خاطر
الٰہی خزانوں[۳] میں تیرے کمی تھی کہ بھیجا[۴] ہے مجھ کو گدائی کی خاطر

سدا اوڑھتے تھے جو شال اور دوشالے وہ محتاج ہیں اک رضائی کی خاطر
پھنسا سوز زلفوں میں دانستہ میں تو ملا پھر ہو درپے رہائی کی خاطر

(۳۱۰)

پیوں[۱] ہوں خونِ دل اپنا تجھے گماں ساغر
کدھر ہے شیشہ ، مرے پاس ، ہے کہاں ساغر؟
شرابِ سرخ سے لبریز ہے یہاں ساغر
جو تو نہیں تو ہے جوں چشم خوں چکاں ساغر
نہ جانے[۲] کس کی صبوحی کے واسطے تجھ بن
بھرے ہے مہر[۳] کا آتش سے آسماں ساغر
پیام کیونکے مرا پہنچے دخترِ رز کو؟
کہ شیشہ پنبہ دہن اور بے زباں ساغر
نگاہِ مست کی تیری طلب ہے یوں[۴] ہم کو
تنک شراب کہ جوں مانگے ہر زماں ساغر
اسی ہی طرح سے میں بھی لبوں[۵] پہ مرتا ہوں
کہ جیسے دے ہے لبوں پر تمھارے جاں ساغر
چمن میں گل نہ سرِ شاخ پر یہ جلوہ دے[۶]
جو تیرے ہاتھ پہ سجتا[۷] ہے اے جواں ساغر
مجھے معاف رکھ اے مغ کہ بد شراب ہوں میں
نہیں یقین تو دے[۸] بہرِ امتحاں ساغر
شراب جب تلک اس میکدے[۹] میں ہووے سوز
ترے[۱۰] نصیب ہو امرت کا مہرباں ساغر

(۳۱۱)

اپنے[۱] پہلو مجھے بٹھا کر، میرے بھی درد کی[۲] دوا کر
لاکھوں ہی[۳] خاک ہو گئے ہیں تیرے کوچے میں جی جلا کر
مت پاؤں زمیں پہ رکھ مری جان مت[۴] سب کو تو اپنا خاکِ پا کر
عالم[۵] کی بندگی میری جان میں نے کی اپنا جی جلا کر
تب ان کی خدمتوں سے حاصل پایا ہے تجھے خدا خدا کر
جلتا[۶] ہوں مثلِ شمع ہر شب یک[۷] شب تو بھی تو دیکھ آ کر
سو تیری ستم گری کہوں کیا کہتا ہے مجھے پڑا جلا کر
تیرا دل سوز ہوں میں واللہ[۸] اتنا تو مت مجھے خفا کر

(۳۱۲)

جوں[۱] جانے اپنے مکھڑے کو ظالم نقاب کر
عالم کا اس سے[۲] آگے نہ خانہ خراب کر
مت پی شراب بزمِ رقیباں میں اے صنم
آتش میں[۳] رشک کی نہ مرا دل کباب کر
دل تیرے اضطراب[۴] سے[۵] ہے جان ناک میں
اے فتنہ ایک آن تو سینے میں خواب کر
طالب ہوں تیری دید[۶] کا مکھڑا تو ٹک دکھا
مجھ پاکباز سے تو نہ اتنا حجاب کر
مدفون اپنے کوچے میں کرنے[۷] دے نعشِ سوز
قاتل خدا کے واسطے اتنا ثواب کر

(۳۱۳)

جہاں فانی ہے دل اہل جہاں سے مت محبت کر
نہ ہو پابستہ ، تنہا بیٹھ کونے میں ، فراغت کر
ترے ہم شکل ہیں جتنے ہیں دولت مند دنیا میں
زرا آئینہ لے کر ہاتھ میں منہ دیکھ غیرت کر
جو پیش آوے اسے حق کی طرف سے جان اور خوش رہ
گرفتارِ ہوا اے نفسِ بد مت ہو ، قناعت کر
خدا کی ذات واحد ہے اسے زیبا ہے یکتائی
جو دولت بھی ملے اس کو غریبوں پر تو قسمت کر
نہ ہو مایوس بے اثباتیِ دنیا سے اے ناداں
خدا قادر ہے تجھ کو بھی ملے گا استقامت کر
جو درویشی کی تجھ کو آرزو ہے تو اسے سن رکھ
ملے گر تیسرے دن تو اسی پر تو قناعت کر
خس و خاشاک بھی دل سوختوں کے کام آتا ہے
نہیں گر کام کا یہ سوز تو بھی اس کی الفت کر

(۳۱۴)

ہجر میں مرتا ہوں میں پیغام سے تو شاد کر — تو جو کہتا تھا نہ بھولوں گا کبھی وہ یاد کر
کیا بغل میں دشمنِ جاں میں نے پالا تھا تجھے — میری تیری اب نہیں بنتی دِلا فریاد کر
نوجواں ہے اپنے حق میں لے تو لوگوں کی دعا — خانمانِ عاشقِ بیدل تو مت برباد کر
اے مرے صیّاد اب تو بال و پر بھی گھس گئے — کب تلک قیدی رہوں[۱] پنجرے میں بس آزاد کر
ظلم[۲] ، بے رحمی تغافل ، اختلاطِ ناکساں — سب سہے[۳] اس سوز نے اب کچھ نیا ایجاد کر

(۳۱۵)

کدھر جاتا ہے سر نیچے کیے ٹک دیکھ تو پھر کر
ارے کافر مسلماں ہو و یا مجھ کو بھی کافر کر
نہیں آنے کے تم دیکھیں نہیں آتے ہو اب کیونکر
پڑھوں میں نقشِ یا بدّوح اس کافر کو حاضر کر
سبھوں کی خاطریں رکھتا ہے تو ہم کچھ نہیں کہتے
کبھی خاطر میں یہ آیا نہ اس کی بھی تو خاطر کر
فقیری کی طلب تھی مجھ کو طفلی سے مرے خالق
یہ کب مانگا تھا تجھ سے یا الٰہی مجھ کو شاعر کر
یہ ساری عمر ذکرِ کج کلاہاں میں کٹی یا رب
یہ اک دو دم رہے جو سوز کو اپنا ہی ذاکر کر

یا بدّوح = تعویذات میں لکھا جانے والا ایک اسم

(۳۱۶)

اے آہ جگر سے اب سفر کر — بے رحم کے دل کو ٹک خبر کر
پوچھے ہے[1] تو یار غیر کا حال — ٹک میرے بھی حال پر نظر کر
ہیں[2] چار بہار اس میں موجود — آ جان[3] تو میرے دل میں گھر کر
پیاسا ہوں پلا دے آبِ خنجر — اتنے سے نہ یار در گزر کر
خوبانِ جہاں تو بے وفا ہیں — قصہ[4] اب سوز مختصر کر

(۳۱۷)

بس کر اے غم جلا جگر بس کر — میں نے مانا ترا اثر بس کر
صبر و تاب و توان و طاقت و ہوش — سب[1] یہ تیری کیے نذر[2] بس کر
دم بدم مجھ کو کیوں جلاتا ہے — بے مروّت خدا سے ڈر بس کر
مت مکر تو نہیں ہے دل کا چور — میری آنکھوں[3] میں گھر نہ کر بس کر

جان باقی کسی میں اب تو نہیں — پھر یہ کس پر کَسی کمر بس کر
قتلِ عاشق نہ کر خدا کو مان — او میاں آ نہ کَس کمر بس کر
[4]عرش سے بھی گیا پرے نالہ — بس کر اے[5] جان نوحہ گر بس کر
کھینچ کر تیغ کیوں ڈراتا ہے؟ — سوز ہو جائے گا نڈر بس کر

(۳۱۸)

ذبح کر[1] تکنے لگا دل کو ، جگر کو چاک کر
ایک سُو ہو جائے اس قصے[2] کو جلدی پاک کر
میں تو چھپ کر دیکھتا تھا دور سے اسکو ولے[3]
کہہ دیا کس نے کہ مارا تیر مجھ کو[4] تاک کر
مت تصوّر باندھ اس کے پاؤں ہو جاویں[5] گے تر
اس قدر شوخی نہ تو اے دیدۂ نم ناک کر
ہر گھڑی کہتا ہوں کیا تیرے[6] بدن میں ہے بخار
ایک تو جلتا ہوں مت میرے جگر کو چاک کر
دل اگر قیدی[7] ہو زلفوں کا تو اے بادِ صبا
سوز کو اس کی خبر[8] تو دے کے مت غم ناک کر

(۳۱۹)

[1]عاشق کو دیکھ کر نگہ آشنا نہ کر — ترکِ[2] غضب نہ کر نہ کر اے میرزا نہ کر
عاشق کے دل کو لطف سے تو آشنا نہ کر — ترکِ جفا نہ کر نہ کر اے بے وفا نہ کر
جانِ ستم ، عزیزِ جفا ، آشنائے جور — عاشق اگر ہزار مریں تو وفا نہ کر
شانِ تغافل اپنی نہ چھوڑ اے دماغ دار — قربان تیری خو کے کسی کا کہا نہ کر
طاقت نہ پاؤں میں ہے نہ ہاتھوں میں دسترس — اے حق کسو کو اتنا تو بے دست و پا نہ کر
اتنے دنوں میں اس نے نہ اک روز بھی کہا — اے سوز سوزِ غم سے تو اتنا جلا نہ کر

(۳۲۰)

اے شوخ بے پروا مرے اتنا مجھے رسوا نہ کر
صبر و قرار اب لے نہ جا ہاہا مجھے تنہا نہ کر
زلفوں کا منہ پر ڈھانپنا ہونٹوں کا ہر دم[۱] چاٹنا
ہر کوئی رکھتا ہے جگر اتنی بلا یکجا نہ کر
تو[۲] مہر کر یا کر ستم بندہ ہوں میں تیرا صنم
یہ کس کی طاقت جو کہے پیارے وفا کر یا نہ کر
تقصیر تو مجھ سے ہوئی تیرا گلہ میں نے کیا
ہاں اس کے بدلے[۳] قتل کر پر خلق[۴] میں رسوا نہ کر
اے بادشاہِ خسرواں اے قبلہ گاہِ انس و جاں
لے سوزؔ کو تو ذبح کر پر وعدہ فردا نہ کر

(۳۲۱)

بس قضا اس طرح شتاب نہ کر — ابھی مرتا ہوں اضطراب نہ کر
دیکھ لوں مرتے مرتے مکھڑے کو — آ مری جان بس حجاب نہ کر
کیوں تو پیتا ہے بادہ رندوں میں — آ جگر کو مرے کباب نہ کر
حسن تیرا ہے جان نورِ خدا — ان سفیہوں میں تو خراب نہ کر
[۱][مستی شوق مانگ لے اے سوزؔ] — ہوسِ مستی شراب نہ کر

سفیہوں = احمقوں

(۳۲۲)

[۱]جان دیتا ہوں تو شتاب نہ کر — جانِ من رحم کر عتاب نہ کر
چاند سے مکھڑے کو مرے پیارے[۲] ق — غصہ کھا کھا کے آفتاب نہ کر
ورنہ جل جائے گا جہان تمام — دیکھ[۳] عالم کو اب خراب نہ کر
غیر صحبت میں پی نہ جا کے شراب — آہ دل کو مرے کباب نہ کر

میں تو حاضر ہوں تو جو فرماوے — غیر کو لطف سے خطاب نہ کر
سوزؔ کا دل میں چھین دیتا ہوں — مفت بررہ تو اضطراب نہ کر

(۳۲۳)

غیر کے دل کو مرے قتل سے تو شاد نہ کر — یہ ستم تازہ بھلا اے ستم ایجاد نہ کر
میں تو بھولا تھا تری یاد میں اپنے کو بھلا — کس نے تجھ کو یہ کہا تھا کہ مجھے یاد نہ کر
مشتِ پر میرے مری جان تجھے بار ہوئے — بند بند کر تو جدا پر مجھے آزاد نہ کر
نہیں کرتا ہے کبھی میری طرف ایک نگاہ — اس قدر بخل تو اے حسنِ خداداد نہ کر
کون فریاد کو پہنچے گا تری بس چپ رہ — سوزؔ اب صبر ہی کر ہر گھڑی فریاد نہ کر

(۳۲۴)

مقدور تک تو اپنے قدم بھر سفر نہ کر — جو ہو بہت ضرور نکل جا، خبر نہ کر
ہاں میری جان دولتِ قاروں اگر ملے — تو آنکھ اٹھا کے اس کی طرف کو نظر نہ کر
ہیں تشنہ تیرے خون کے ابنائے روزگار — مر جائیں گر یہ پیاس سے تو چشم تر نہ کر
یہ تن جو ہے سو گھر ہے کسی مارو مور کا — پیارے پرائے گھر میں خبردار گھر نہ کر
اے سوزؔ ڈر خدا سے کہ وہ بے نیاز ہے — اس کے بغیر اور کسی سے حذر نہ کر (حذر = ڈر)

(۳۲۵)

رنج و غم کیسا ہی ہو پر شکوۂ گردوں نہ کر — ہے گریباں آسماں کا درد دل پر خوں نہ کر
فائدہ سنگِ ملامت کو بھی جو تجھ سے نہ ہو — فائدہ کیا زیست کا بس جان کو محزوں نہ کر
تو نے کیا گھولا پیا گھولا ہی تجھ کو چڑ گیا — شیخ میں کہتا تھا اتنی کثرتِ افیوں نہ کر
آخرش بچوں کی صحبت سے ہوا بدنام تو — میں نہ کہتا تھا کسی کو اپنے پر مفتوں نہ کر
سوزؔ کیسا ہی تجھے عالم سناوے رات دن — صبر ہی کیجو کبھی تو منہ سے اپنے ہوں نہ کر

(۳۲۶)

لب کو اپنے لذّتِ گفتار سے شیریں نہ کر — گو کہ شیریں بھی کہیں پر خواہشِ تحسیں نہ کر

جو کوئی تجھ کو دعا دے دین و دنیا کی کبھی — دل میں اپنے زینہار اے بے خبر آمیں نہ کر
کوئی ناانصاف ہے گر سر کو پھوڑے سنگ سے — اپنی پیشانی کبھی زنہار تو پُرچیں نہ کر
میں تری گرمِ اختلاطی چاہتا ہوں ہفتہ دوست — چار دن کے واسطے کافر مجھے بے دیں نہ کر
زمزمہ سنجی کے آگے اس کی تیری رمز کیا — عندلیبِ زار پیشِ سوز بس چیں چیں نہ کر

ہفتہ دوست = بے وفا

(۳۲۷)

بے وفا ایسی بھی تو عاشق سے عیّاری نہ کر — دشمنوں سے، دوستوں کی ضد[۱] سے، آیاری نہ کر
میں تو کہتا تھا کہ وحشی ہے سنبھالے رکھ اسے — کس نے بہکایا کہ تو دل[۲] دے خبر داری نہ کر
بھیڑ[۳] ہو جاوے گی سب کنگال دوڑیں گے ابھی — اے مری چشمِ غریب اتنی گہر باری نہ کر
کوئی بھی بیمار کو اتنا ستاتا[۴] ہے بھلا — ایک تو مرتا ہوں تو اس پر دلآزاری نہ کر
گو کہ بوڑھا ہے ولے ممسک ہے اتنا سوچ لے — اور تو جوں توں ولیکن سوز سے یاری نہ کر

ممسک = روکنے والا / بخیل

(۳۲۸)

رنگیں گلِ نشاط سے تھی[۱] شاخسارِ عمر — کیا غم نے تیرے آکے کٹائی[۲] بہارِ عمر
ہم جانتے[۳] تھے تا بہ قیامت جئیں گے ہم[۴] — توڑا ہے تیرے ہجر نے اے جان تارِ عمر
لڑکے کو یہ جوان کرے ہے، جواں کو پیر — تا عمر[۵] ہم نے دیکھ لیا کاروبارِ عمر
کیدھر گیا[۶] کُدا کے سمندِ غرور کو — اے موسمِ جوانی و اے شہسوارِ عمر
کیا زندگی کی کیف شتابی اتر گئی — یا[۷] سوز تابہ حشر رہے گا خمارِ عمر

(۳۲۹)

تجھ[۱] پہ اے جان آن ہے کچھ اور — میرے دل میں گمان ہے کچھ اور
زردیِ رنگ و چشمِ تر ہی نہیں — عاشقی[۲] کا نشان ہے کچھ اور
سرو[۳] کو اس کے قد سے کیا تشبیہ[۴] — اس سجیلے[۵] کی شان ہے کچھ اور
کہہ[۶] تو غنچوں کو لب سے کیا نسبت — چپ[۷] رہو وہ[۸] وہاں ہے کچھ اور
عارضی حسن پر[۹] نہ ہو مغرور — میرے پیارے ندان ہے کچھ اور

کیا مکرتا ہے میں سمجھتا ہوں آج تیری زبان ہے کچھ اور

ق

سوز کے منہ سے شعرِ درد سنو کیونکہ اس کا بیان ہے کچھ اور
قیس و فرہاد کا نہیں قصّہ ہاں جی یہ داستان ہے کچھ اور

(۳۳۰)

کیونکے پکڑے کوئی جو ہوں اپنی ہی محفل کے چور
پہلے ہو کر ساہ پھر ہوتے ہیں یہ ہل مل کے چور (ساہ=سادہ/ بھلامانس)
اور جتنے چور ہیں لیتے ہیں ہاتھوں سے چرا
غمزہ و ناز و ادا ہیں اس مرے قاتل کے چور
اور چوروں کی سزا سب جانتے ہیں کیا کہوں
دین و ایماں ان کو دیجے ہیں یہ اس قابل کے چور
شیخ میں کہتا تھا اتنی پوست مت چھپ چھپ کے پی (پوست = افیون)
پوستی سے تم ہوئے مشہور آخر چھل کے چور (چھل = فریب)
سوز واقف ہے تو ان فتنوں سے مجھ کو تو بتا
کیا سزا دیجے انھیں جو ہوں پرائے دل کے چور

(۳۳۱)

موت کے پہلے دل اپنے کو خبر کرنا ضرور — کب تلک جیتے رہیں آخر سفر کرنا ضرور
تیرے در پر جو ہوا ہو خاک پھر دلجوئی سے — خاک پر اس کے مرے چھیلا گزر کرنا ضرور (چھیلا=بانکا)
جی کے تیرے در پہ پیارے استخواں ہو جائیں خاک — بہرِ آمرزش تجھے ہیں چشمِ تر کرنا ضرور
جو کہ تیرے عشق میں دن رات روتا ہی رہا — گریہ اس کے واسطے شام و سحر کرنا ضرور
جان کا غم عشق میں عاشق کو ہے بس ناروا — یہ برا ہے کوہِ غم اس سے حذر کرنا ضرور
کل خبر ہے قتل کی اب غسل کر تیار ہو — سوز کو اس مژدے کی جلدی خبر کرنا ضرور

(۳۳۲)

آج کہتے ہیں کہ آوے گا وہ جاناں باہر　　مت لگا دیر شتابی نکل اے جاں باہر
کھول غرفے[۱] کو تنک سیرِ شہیداں تو کر　　واہ وا[۲] زور ہی پھولا ہے گلستاں باہر
اے بتو نام ہمارے سے نہ ہو جو بد[۳] [ظن]　　گھر میں کافر ہیں اگر ہیں بھی مسلماں باہر
یارو ''لاحول'' پڑھو شیخ کہاں سے آیا؟　　یا الٰہی کہیں جاوے بھی یہ شیطاں باہر
لوگ کہتے ہیں جسے برق اسے میں سمجھا　　نکل آیا[۴] ہے کہیں گوشۂ داماں باہر
سوز کو گھر میں جو پوچھا تو سبھوں نے یہ کہا　　ابھی نکلا ہے ادھر دیکھیو نالاں باہر

(۳۳۳)

اشکِ خونیں تو ہوا دیدۂ تر سے باہر
نالہ پر ضعف سے نکلا نہ جگر سے باہر
مستعد یار[۱] تو پرخاش کے ہیں کوچے میں
ابھی[۲] چمپت ہوں نکل آوے جو گھر سے باہر　　چمپت=فرار
کر دیا پل میں رقیبوں سے[۳] دل اس کا بدظن[۴]
ہم نے یہ کام کیا حدِّ بشر[۵] سے باہر
حالِ آوارگیِ شوخ کہوں[۶] کیا یارو
شام گھر آوے ہے نکلے جو سحر سے باہر
[۷][بات کیا عرض کرے] کوئی مرے بانکے سے
بارے وہ تیغ کہ ہو جاے کمر سے باہر
جو گیا پیٹ میں ان کے ہوا بھسمنت وہیں　　بھسم=خاکستر
شیخ صاحب کا بھی دوزخ ہے سقر[۸] سے باہر　　سقر=دوزخ
ان دنوں سوز سے[۹] اٹکا ہے کچھ اس طرح رقیب
گھر سے نکلے ہے بہت خوف و خطر سے باہر

(۳۳۴)

بس میاں عشق پوجوں[1] تیرے پیر　　تو نے مجھ سے نکالا کب کا بیر
بیٹھے بٹھلائے مجھ غریب کو[2] ہائے　　لے چلا دشت دشت کرنے سیر
کہیں مسجد میں ناک رگڑائی　　کہیں کر جوڑ کر[3] پجایا دیر
جوں کہا کیا کیا تو فرمایا　　ایک[4] ہی بوجھ ان میں کون ہے غیر
سات اور پانچ سوچ[5] لے دل میں　　[6]جان مولا علی کا ہو تو نُصیر
آپ[7] سا ہی کیا نہ سوز کو خوب　　ایک سے دو ہوئے الٰہی خیر

(۳۳۵)

ایک تو پاؤں میں پڑی زنجیر　　دوسرے ہاتھ ہیں[1] گریباں گیر
چاک مت کر جگر کو ہاتھ اٹھا　　اس میں کھینچی ہے تیری ہی تصویر
آہ[2] تو اس کے دِر تلک نہ گئی　　کیا اکھاڑے گا نالہ شب گیر
نوک تو دیکھتا ہے جمدھر کی　　دیکھیے کس کی آئی[3] ہے تقدیر
کوئی باقی رہا نہ صاحب دل　　دل تو ہے اس کے ناز[4] کی جاگیر
سوز کو کچھ نظر پڑا شاید　　دیکھتا ہے فلک[5] کو آنکھیں چیر

ایک تو اور بھی غزل ایسی
پڑھ[6] نہ اے سوز اے[7] قدیمی میر

یارو جلدی سے کچھ کرو تدبیر　　دل میں لاگا[8] کسی کا کاری تیر
مجھ پہ کیوں کھینچتا ہے تو جمدھر[9]　　کیا مرا جرم کیا مری تقصیر؟
واہ وا واہ وا الٰہی خیر　　اور[10] لائے ہو اب کمان و تیر
لو لگاؤ نہ دیر[11] پھر کیا ہے　　میں تو راضی ہوں جس میں ہو تقدیر
قتل کرنے میں بھی بخیلی حیف　　یعنی جل جل مروں میں[12] بل بے شریر
قصہ چک جائے جلد مار بھی ڈال　　تنگ تیرا ہے ہاں یہ سوز فقیر[13]

(۳۳۶)

کسی سے آج تلک ہو نہیں سکی تسخیر
کیا ہے زلف نے کیا آفتاب کو زنجیر[1]

کیا[2] ہے ایک ہی بوسے پہ تم نے مجھ کو قتل
یہی گناہ مرا اور یہی مری تقصیر

ذرا تو آنکھ اٹھا کر دہن کو کھول میاں[3]
مجھے جواب نہیں دیتا منہ سے بل بے شریر

عزیزو کون سے گلرو کا ہے ستم آباد[4]
جہاں کے خار ہوئے[5] آج میرے دامن گیر

کسی نے سوز سے پوچھا کہ کیوں تجھے مارا؟
کہا[6] کہ کچھ نہ کہو اس کی تھی یونہی تقدیر

(۳۳۷)

مانگتے ہیں ہم اپنے یار کی خیر
کچھ تو دے آئنے بہار کی خیر

ابر کہتا ہے بار بار مجھے[3]
بھیجیو[4] چشم اشک بار کی خیر

کوئی دشنام ہی[5] تڑاقے کا
دیجیو[6] لعلِ آب دار کی خیر

کوئی ٹھوکر ہی سر کو اے شبدیز[7]
جڑیو اس اپنے شہ سوار کی خیر

آج[8] تو سوز کے گلے لگ جا
او میاں جان اپنے پیار کی خیر

(۳۳۸)

پوچھوں[1] ہوں راہِ کعبہ و دل پر ہے داغِ دَیر
لے کر میں ڈھونڈتا ہوں خدا کو چراغِ دَیر

کچھ گو مگو کی بات ہے یا شیخنا[2] کہ ہم
پہنچے حرم کی[3] رمز کو، پا کر[4] سراغِ دیر

ہم بانگ[5] میرے سامنے ہیں شیخ و برہمن
یہ مرغِ خانقاہ ہے وہ ہے کلاغِ دیر

ہوتا ہے تنگ[6] دل مرا اس وقت واعظا
جس وقت یاد آوے ہے مجھ کو فراغِ دیر

زم زم کے آب سے نہ بجھی اپنی تشنگی
ہم[7] پی رہے ہیں شیخ ہمیشہ ایاغِ دیر

ہندو کی[8] نورِ معرفت حق پہ ہے نظر
بہرِ چراغِ کعبہ[9] لپکتا ہے زاغِ دیر

دل ہر صنم کے غم سے مرا ہو رہا ہے داغ
پھولا ہے اپنے سینہ[10] میں اے سوز باغِ دیر

(۳۳۹)

تپ[1] جائے کیونکے عشق کی اے یار تجھ بغیر
عیسیٰ نفس بھی[2] ہو گئے بیمار تجھ بغیر

قمری کو سرو[۳] باغ میں ہے دار تجھ بغیر — گلخن ہے عندلیب کو گلزار تجھ بغیر

ہو جلوہ گر شتاب تو اے نورِ بزمِ عشق — آنسو[۴] گلوئے شمع کے ہیں ہار[۵] تجھ بغیر

موجب گرفتہ رہنے کا عاشق کے کچھ نہ پوچھ — کیا خوش دلی سے اس کو سروکار تجھ بغیر

سُبحے[۶] سے شیخ نے ہی[۷] اٹھایا نہیں [ہے] ہات — اب برہمن بھی توڑے[۸] ہے زُنّار تجھ بغیر

ناز و عتاب اٹھانے کی کس کے ہے مجھ کو تاب — خاطر پہ زندگی ہے مجھے بار تجھ بغیر

تو ہی نہ ہو تو سیرِ چمن سے ہے کیا حصول — آبِ رواں بھی تیغ کی ہے دھار تجھ بغیر

تیرا ہی گر نہ[۹] ہم کو میسّر ہو ہمکنار — تو روزِ عید بھی ہے شبِ تار تجھ بغیر

دونوں جہاں میں سوز کا یا مرتضیٰ علیؑ — اب کون ہے بتا تو خریدار تجھ بغیر

گلخن = انگیٹھی

۱

ز

(۳۴۰)

ہو گئی[1] غم سے جانِ سوز گداز پر نہ آیا تو اپنی ضد سے باز

مطلعِ ثانی

غم نے گھیرا ہے[2] چل تو خنجرِ ناز ایک تو ہی تو ہے مرا دم ساز

دم نکلتا ہے پر یہ حسرت ہے کون اٹھاوے گا پھر یہ[3] تیرے ناز

میں نے جانا تھا دل کو بھولا ہے ق اس[4] نے دیکھا نہیں نشیب و فراز

اب تو زلفوں سے جا کے الجھا ہے یہ تو جھگڑا بڑھے[5] گا دور و دراز

تیرے دیدار کی تمنا میں ق طائرِ شوق نے کیا پرواز

یہ مسافر جو تجھ تلک پہنچے اس[6] کو رکھیو بھلا غریب نواز

کوئی خرقہ[7] دے، کوئی ٹوپی دے میرے شعروں کے دیکھ کر انداز

کچھ تو دیتے[8] صلہ جو ہوتے آج خسروِ[9] ہند و سعدیِ شیراز

[10] تیرے قربان ہو کے مر جاؤں کھول دے لب کو اے مسیح اعجاز

[11] اشک تو نے ڈبو دیا مجھ کو آہ تو نے جتا دیا سب راز

جی میں جی آ گیا ترے صدقے پھر تو اپنی سنائیو آواز

مطلع

تو نے کس دن کیا مرا اعزاز میں ہی کرتا رہا ہوں تجھ سے ساز

خرقہ = درویشی کی چادر

دیکھو یہ دیکھو ہاتھ قبضے پر مار ڈالے گا تیری عمر دراز
عشق ہے خوب لے کے بدانجام اس کا بس دیکھ لو یہی آغاز
اس میں ہے گی بڑی ہی رسوائی کوئی لاکھوں میں ہووے گا ممتاز
صاحبو سوز کی خبر لاؤ کل سے آتی نہیں ہے کچھ آواز

(۳۴۱)

لگا ہے جب سے[۱] دل میں تیرِ دل دوز پڑا تڑپھے[۲] ہے تب سے خاک[۳] پر سوز
کہیں[۴] جلدی سے اس[۵] کو مار بھی ڈال کہاں تک جان دے[۶] دھڑکوں میں ہر روز
وہی ہے جو ہمیشہ بھونکتا تھا اسی سگ نے کیا تجھ کو بد آموز
فقیروں کا غضب[۷] ان پر ہے بہتر نہ[۸] نکلے دل سے جن کے آہِ دل سوز
عدوئے دیں ہے پہلو میں مرے دل الٰہی مجھ کو اس پر کر تو فیروز
وہ کیسا مجھ کو دل سے چاہتا تھا خدا جانے کیا کس نے بد آموز
لگا بیٹھے گا تہمت کچھ زمانہ نہ نکلے سوز دل سے آہِ جاں سوز

(۳۴۲)

جل گئی قمری نہیں ہے سرو کو باور ہنوز
باغ میں ہر سو پڑی اڑتی ہے خاکستر ہنوز
سرد مہری نے تری کتنا بجھایا ہے اسے
تس[۱] پر اس دل کو جو دیکھوں[۲] ہوں تو ہے اخگر ہنوز
کر چکا گلشن میں کتنا کچھ[۳] نہ آنکھوں پر نثار
مشت میں ہیں[۴] غنچۂ نرگس کے سیم وزر ہنوز
کس قدر ہے شعلہ خو ظالم[۵] کہ پہلو سے مرے
[۶]اٹھ گیا مدت ہوئی اور گرم ہے بستر ہنوز

میں کہا بس خونِ دل مت لے خدا کے واسطے
سن کے یہ اتنا ہی بولا وہ، ستم پرور ہنوز
ہے بجا تیرا ابھرنا روے دریا پر حباب
(--ناخوانا--) دیکھی ہیں چشمِ تر ہنوز
بادۂ جامِ ازل سے سوز ہے[۶] مدہوش و مست
تو لیے پھرتا ہے واعظ بادۂ کوثر ہنوز

(۳۴۳)

میں تو دیوانہ ہوا بنتی ہے زنجیر ہنوز — کام آخر ہوا پر ہوتی[۱] ہے تدبیر ہنوز
دیکھتے دیکھتے دن رات بہت سے گزرے — آہ کھلتی ہی نہیں زلف[۲] کی زنجیر ہنوز
خاک تو کر کے اڑایا مجھے ہر وادی میں — پر[۳] یہ چبھتا ہے مرے دل میں پر تیر ہنوز
آسماں چرخ میں آیا و لے اس سرکش کو — کچھ نہ تاثیر ہوا نالۂ شب گیر ہنوز
جب سے پیدا ہوا اک دم بھی شگفتہ نہ ہوا — غنچہ ساں دہر کے گلشن میں ہوں دلگیر ہنوز
سن کے جینے کی خبر سوز کے بولا ظالم — کس قدر سخت ہے آخر نہ موا میر ہنوز

(۳۴۴)

کرتا ہوں ترکِ عشق میں میں[۱] پیش و پس ہنوز
ناصح ذرا نہیں ہے مرا[۲] دل پہ بس ہنوز
سیرِ چمن کی تو قسم اے دل شکن نہ کھا
غنچے رہے ہیں باغ میں ظالم بکس ہنوز — بکسنا=کلی کھلنا
اس کو حوالے[۳] کر کے[۴] مرے، پوچھ اے فلک
دونوں جہاں سے ہے تجھے اب کچھ ہوس ہنوز
فریادِ عندلیب کو پہنچا چمن میں گل
آیا نہ میرے پاس مرا دادرس ہنوز

آگے ہے تیرے قافلۂ رفتگاں دِلا
جاوے تو جا کہ آتی ہے بانگِ جرس ہنوز
نالاں جو باغباں سے ہے بلبل چمن کے بیچ
دیکھی نہیں ہے اس[۵] نے جفائے[۶] قفس ہنوز
سو طرح سوز ٹھوک[۷] کے بولا رقیب کو
آتا نہیں ہے باز تو اے بوالہوس ہنوز

(۳۴۵)

کم نہیں ہوتا غبارِ خاطرِ جاناں ہنوز
خاک سے میری جھٹکتا ہے گہر[۱] داماں ہنوز
آہ[۲] ونالے سے تو عالم کا کلیجا پک گیا
یہ نہیں ہوتا ہے یارب درد[۳] بے درماں ہنوز
خاک بھی منصور کی دریا میں یارو بہہ گئی
پر انا الحق کی صدا سے ہے بھرا زنداں ہنوز
کوچۂ محبوب میں یارو[۴] نہیں یہ گردباد
سوز کی یہ خاک ہوتی ہے بلا گرداں ہنوز

(۳۴۶)

خط بھی منہ پر آچکا پر ناز دل کش ہے ہنوز
کس طرح ٹھنڈا ہو جی سینے میں آتش ہے ہنوز
رشتۂ الفت بظاہر گو کہ ٹوٹا کیا ہوا
دل کو میرے دونی اے یارو کشاکش ہے ہنوز
بس خدا کے واسطے چپکے رہو اے صاحبو
گو کہ آنکھیں ہیں کھلی پر دل مراغش ہے ہنوز
جھوٹ کہتے ہیں کہ سفاکی سے کھائی ہے قسم
خوں سے مذبوحوں کے گھر اس کا منقّش ہے ہنوز
سوز تو ہشتاد سالہ عمر اپنی کھو چکا
اس بڑھاپے پر بھی تو مفتونِ مہوش ہے ہنوز

س

(۳۴۷)

آج دل آپ ہی آپ کچھ ہے اداس — کوئی[۱] مت بیٹھو آ کے میرے پاس
سنیو[۲] معشوق اس زمانے کے — کاٹیں[۳] سر عاشقوں کا جیسے گھاس
اب تو اوروں سے مل کے مردائیں — دل میں بیٹھا ہے بسکہ ان[۴] کے ہراس
اب کے[۵] محبوب ایسے نکلے سگھڑ — جو اڑانے کے وقت[۶] گائیں بھیاس
ایک تیغہ لگا کے بھاگ گیا — دیکھو[۷] نے دس نہ بیس سو نہ پچاس
سیر گلشن سے[۸] مجھ کو کیا ہے کام — مگر آتی ہے گل[۹] بدن کی باس
میر میدان ہے وہی[۱۱] عاشق — جو چڑھا ہو جہان میں[۱۱] نخاس
آج ہے اس کے پاس[۱۲] خنجر و تیر — سوز دل کا نکال اپنے[۱۳] بھڑاس
سوز کچھ اور اب سوانگ[۱۴] نکال — شاعری[۱۵] تو نہ آئی تجھ کو راس

نخاس = غلاموں کا بازار

(۳۴۸)

مت اس قدر تڑپ[۱] تو دلِ بے قرار بس — گزرا ہے سر سے خون[۲] بس اے چشمِ زار بس
تلوار کھینچ کھینچ ڈراتا ہے کیا مجھے — اڑ جائے سر بلا سے، لگا ایک وار بس
ہے دل پہ مجھ اسیر کے آفت،[۳] تری صدا — اے عندلیبِ باغ نہ اتنا پکار بس
دوں ہمتوں کی نظروں میں مت کر[۴] مجھے ذلیل — اے چرخ[۵] میں بہت ہوا رسوا و خوار بس

سوز آج یوں گلی سے تری کہہ کے اٹھ گیا ۔۔۔ [6]بس بس تمھیں بھی دیکھ لیا ہم نے یار بس

(۳۴۹)

دل لگا مت ہر کسی سے اے دلِ نادان بس ۔۔۔ دیکھ مت چاروں طرف اے مردمِ حیران بس
ٹک زباں کو بند کر ناصح خدا کے واسطے ۔۔۔ تو تو روتا ہے یہاں ہوتی ہے [اپنی جان بس]

(۳۵۰)

[1]کیا ہم کو ہو بہار میں گلزار کی ہوس ۔۔۔ نکلی کبھو[2] نہ مرغِ گرفتار کی ہوس
بلبل ہی کو نہیں ہے رخِ یار کی ہوس [مطلع ثانی] ۔۔۔ ہے گل کو اس کے گوشۂ دستار کی ہوس
قاتل ہی[3] میرے خوں کی نہ رکھتا تھا آرزو ۔۔۔ اپنے بھی[4] دل میں تھی دمِ تلوار کی ہوس
نرگس[5] بہ شکلِ چشم اُگی ہے زمین[6] سے ۔۔۔ کیا جانے ، ہے کسے[7] ترے دیدار کی ہوس
پائے نہ جھانکنے بھی کبھو[8] ہم درِ چمن ۔۔۔ رکھتے تھے[9] دل میں رخنۂ دیوار کی ہوس
پیش از سخن زبان[10] جو کاٹے قلم کی طرح[11] ۔۔۔ اس شوخ[12] سے رکھوں ہوں میں گفتار کی ہوس
قدرت نہ[13] ہم کو آہ کی ، نے طاقتِ فغاں ۔۔۔ [14]نکلے سو کیونکے اپنے دلِ زار کی ہوس
اے سوز جنسِ دل[15] کے تئیں دے چکے ہم آگ ۔۔۔ رکھتے نہیں ہیں گرمیِ بازار کی ہوس

(۳۵۱)

بلبل کو ہے ترے سرِ دیوار کی ہوس[1] ۔۔۔ [2]گل کو ہے تیرے گوشۂ دستار کی ہوس
نرگس کی باغ میں نہیں لگتی کبھو پلک ۔۔۔ ازبسکہ ہے اسے ترے[3] دیدار کی ہوس
آوے ہزار رنگ سے گلشن میں گر بہار ۔۔۔ نکلے کبھو[4] نہ مرغِ گرفتار کی ہوس
یک[5] لحظ ہو طبیب جو اپنے مریض کا ۔۔۔ نکلے کسی طرح ترے بیمار کی ہوس
جپنا زباں سے نام ترا ہم کو اس سوا ۔۔۔ تسبیح کا نہ شوق نہ زُنّار کی ہوس
مرتا ہوں اب تو یار گلے تک[6] لگا مجھے ۔۔۔ تا دل میں رہ نہ جائے ترے پیار کی ہوس
بے قدر جب سے جنسِ وفا ہو گئی ہے سوز ۔۔۔ دل میں نہیں ہے اپنے خریدار کی ہوس

(۳۵۲)

کب تڑپ مرنے سے نکلے ، مرغِ بسمل کی ہوس
دل ہی جانے جس طرح [۱] پر بھی ہے اس دل کی ہوس
صاحبو میں جانوں [میری] [۲] جان ہے پھر تم کو کیا
منع مت کیجو نکلنے دو نہ [۳] قاتل کی ہوس

❁

ش

(۳۵۳)

[۱]کس کی صحبت میں تو ہوا اوباش — آفریں میرے من چلے شاباش
میں اگر جانتا تو بانکا ہے — دل نہ دیتا تجھے میں پہلے کاش
کوئی منصف نہیں ہے کس سے کہوں؟ — [۲]کیونکے گزرے گی میری اس سے معاش
ناخنِ پا نظر پڑا تھا کہیں — اب تلک میرے دل میں ہے وہ خراش
جس کو دیکھا سو ہے وہ رشکِ پری — سوز تو دیکھ صنعتِ نقاش

(۳۵۴)

الٰہی کس نے یہ توڑا ہے شیشۂ آتش — کہ انجمن کو بنایا ہے بیشۂ آتش
جو میں نہ ہوتا تو افسردہ ہو کے[۱] مر جاتی — ہے تازہ میری ہی شورش[۲] سے ریشۂ آتش
ہمیشہ تن میں[۳] نیستاں کی آگ میں رہنا — یہ دل نہیں ہے مگر [۴]شیرِ بیشۂ آتش
ہمارے نالۂ خارا گداز[۵] سے ڈرنا — ہے دل یہ کوہ کن[۶] و آہ، تیشۂ آتش
کوئی نہ سبز ہوا سوز کے مقابل ہو — بنے ہے سوختنِ کاہ پیشۂ آتش

(۳۵۵)

یوں بوجھ مرے دیدۂ پُر آب کی گردش
دریا میں ہو جس طرح سے گرداب کی گردش

پھرتا ہوں ترے واسطے روتا ہوں[۱] زِبس یار
ہے سہل[۲] مری چشم میں دولاب[۳] کی گردش
پھر جائیں ہیں اس طرح سے یک پل میں وہ آنکھیں
جوں بزم میں ہو جامِ[۴] مئے ناب کی گردش
توڑ آن کے مجلس میں خمار اس گھڑی ساقی
ے مانگے ہے تجھ سے سرِ احباب کی گردش
گو خاک ہوا تو بھی پھرا بن کے بگولا
ہو کر نہ گئی عاشقِ بے تاب کی گردش
جنس خرد و صبر بِن اس دل کو ہو کیا چین
مفلس کو بری ہوتی ہے اسباب کی گردش
دل زلف و رُخِ یار میں کیونکر نہ پڑے سوز
خوش آوے[۵] ہے اس کو شبِ مہتاب کی گردش

(۳۵۶)

رکھتے ہیں تیری زلف کے ہر تار کا خلش کب[۱] برہمن کے دل میں ہے زنّار کا خلش
گر[۲] ہو نصیب مرغِ چمن تجھ گلی کی سیر پھر دل میں اس کے ہووے نہ گلزار کا خلش
خطرہ نہیں کچھ اور ہمیں روزِ حشر سے گر دل میں ہے تو اپنے ہی[۳] کردار کا خلش
ایسا نہیں ہے غنچہ کوئی جس کے دل میں یار ہووے نہ تیرے گوشۂ دستار کا خلش
اقرار تو کرے ہے وفا کا تو ہم سے شوخ لیکن ہمارے دل میں ہے انکار کا خلش
کھٹکے ہے دل میں سوز کے اس[۴] شوخ کی مژہ اے بلبلو! یہ گُل کے نہ ہو خار کا خلش

(۳۵۷)

گو تم نے ہمیں[۱] کیا فراموش لیکن[۲] نہ کرے خدا فراموش
کیا یاد دلاؤں تجھ کو اپنی اے مشفقِ آشنا فراموش

کیا کیا تھا قرار ہم میں تم میں　سو تم نے وہ سب کیا فراموش
توڑے تھے زجاج یاد ہے کچھ　دل لے کے سو کر دیا فراموش
لے[۳] جان ہی ٹک تو کھول تو ہاتھ　مارا یاد و ترا فراموش
دل تھا کہ[۴] جَناح جس کو توڑا　انے جورکنِ وفا فراموش
بس سوز کی یاد کس لیے اب　مدت سے اسے کیا فراموش
وہ سوز ہے جس کی دل میں تھی یاد[۵]　اب دل سے کردیا فراموش

جناح = ہراول دستہ

ص

(۳۵۸)

آرام پھر کہاں ہے جو ہو دل میں جائے حرص
آسودہ زیرِ چرخ نہیں آشنائے حرص
ممکن نہیں ہے یہ کہ بھرے کاسۂ طمع
دن میں ہزار[1] در جو پھر آوے گدائے حرص
انساں[2] نہ ہو ذلیل زمانے[3] کے ہاتھ سے
ذِلّت کسی[4] کو کوئی نہ دیوے سوائے حرص
کر منہ کو ٹک بسوئے قناعت، یہ بات[5] مان
رہتی ہے[6] لاکھ طرح کی آفت قفائے[7] حرص
ناداں تلاشِ طرّۂ زر سے تو باز آ
جوں شمع یہ نہ ہو کہ ترا سر کٹائے حرص
اپنے سوا کسی کو نہ پایا حریص حیف
کی قطع روزگار نے[8] مجھ پر قبائے حرص
اوقات ہر طرح سے بخوبی[9] گزر ہو سوز
پر درمیاں نہ ہووے بشرطیکہ[10] پائے حرص

قفا=پیچھے

ض

(۳۵۹)

کبھی[1] تو فیض کو پہنچوں میں اے مرے فیّاض — کہ تیرے فضل سوا کچھ نہیں مجھے اغراض
الٰہی دل کو مرے اپنے حفظ میں رکھیو[2] — کہ منہ چڑھی[3] ہے بہت زلفِ یار کی مقراض
عجب ہے رسم بتانِ جہاں کا واویلا — کہ دشمنوں سے ملیں دوست سے کریں اعراض
مریضِ عشق کو درماں کی احتیاج نہیں — صنم کا روگ[4] ہے، واللہ دافعِ امراض
تمھارے عشق[5] میں رہتا ہے یہ برے حالوں — غریب سوز کو ہرگز نہ بوجھیے مرتاض

مرتاض=رضائے الٰہی کے لیے خواہشات کو مار دینے والا

(۳۶۰)

دیکھ لینا ہم کو تیرا یار[1] ہے جب تب غرض
اس[2] سوا نے روز ہے کچھ مدعا نے شب غرض
دوستی کا مارتے ہیں یک دگر دم آشنا
ہووے[3] ہے معلوم باہم آ پڑے ہے جب غرض
چاہے[4] جو کچھ کر کہ ہے دنیا و مافیہا ترا
پر کسی کی تو کسی سے ڈال مت یارب غرض۔
[5] جو کہا شب آج یاں رہیے! تو یوں بولا وہ شوخ
رات کے رہنے سے میرے مدّعا، مطلب، غرض؟

[ق]

غیر سے ملنا[۶] نہیں ہے خوب ، اتنا سن رکھو
اس سوا[۷] رکھتا نہیں ہوں اور تم سے اب غرض

حرف میرا[۸] ہی فقط او یار ہے بے مدعا
ورنہ اپنی اپنی باتوں میں ہیں[۹] رکھتے سب غرض

سوز ایسے یار سے معلوم ہونا مدعا
جی نکل جاوے کسی کا اس سے نکلے تب غرض

ط

(۳۶۱)

تیری آنکھوں کی طرح[1] رکھے ہے یہ جام نشاط
مے میں کیدھر ہے جو رکھتے[2] ہیں یہ بادام نشاط
تو ہو گر پاس تو ہے صبحِ طرب ، شامِ نشاط
دیکھنا تجھ کو ہے اے جانِ دل آرام ، نشاط
فضلِ حق جس کی طرف ہو تو اسے بخشے ہے
دورِ ساغر کی طرح گردشِ ایّام نشاط
دل جنھوں کا ہے اسیری کے مزے سے آگاہ
ہے قفس بیچ انھیں عیش[3] و تہہِ دام نشاط
دیکھ ہوتی ہے تجھے قمری[4] و بلبل شاداں
تو ہے اس باغ میں اے سروِ گل اندام نشاط
عکس تا اس کی نگہ کا نہ پڑے جام کے بیچ
ہو سکے نشّۂ مے سے نہ سر انجام نشاط
شیشہ ہے زیرِ بغل آبلۂ دل اے سوز
مے سے ہم کو نہیں[5] بے ساقیِ گلفام نشاط

(۳۶۲)

اب ضرر کرنے لگا دل کو بتاں کا اختلاط
سچ تو ہے ان بے وفاؤں سے کہاں کا اختلاط
اب کوئی دم[1] میں مچاوے گی خزاں یاں آکے لوٹ
عندلیبو چھوڑ دو تم گلستاں کا اختلاط
ناکسوں کی دوستی دے[2] دین و ایمان کو اجاڑ
[3]بوجھ لو جا کر گلستاں سے خزاں کا اختلاط
خاک سے جس نے بنا کر حضرت انساں کیا
فیض اگر[4] چاہے تو کر اس باغباں کا اختلاط
سوز سے مت دل لگاؤ مشفقو[5] پچھتاؤ گے
کاہشِ دل[6] ہے عزیز و میہماں کا اختلاط — کاہش = اذیّت

(۳۶۳)

سرسبز حسن رکھے[1] ہے تیرا بہار خط — دل کس طرح سے ہو نہ ہمارا نثار خط
آنکھیں برنگِ نقشِ قدم ہوگئیں سفید — اس سے زیادہ خاک کروں انتظارِ خط
بے مہر خط جو ہو تو نہیں اس کا[2] اعتبار — عارض کے خال سے ہے ترا اعتبار خط
وروں کے خط کی طرح سمجھنا نہیں[3] یہ خط — گرد آئینے کے منہ پہ ہے تیرا غبار خط
نکھیں تو صید تھیں ترے چہرے کے خال کی — دل ان دنوں ہوا ہے[4] مری جاں شکارِ خط
فاق کو خراب ترے حسن نے کیا — رسوائے زلف خلق ہے عالم ہے[5] خوارِ خط
پہنچا ہے کوے یار سے قاصد بقول سوز — [6]دل کس طرح سے ہو نہ ہمارا نثار خط

(۳۶۴)

سمجھے تھے ہم جو دوست تجھے، اے میاں غلط — تیرا نہیں ہے جرم، ہمارا گماں غلط
کھاتے جو ہو قسم کہ تجھے چاہتا[1] ہوں میں — مشفق غلط، ملاذ غلط، مہرباں غلط

ساقی نہ ہو تو سیرِ چمن کا ہے کیا مزا — جانا بغیرِ بادہ سُوئے بوستاں غلط
واعظ جو[۲] کوز پشت ہو اس کی نظر سے بچ — کرتی نہیں ہے تیر کبھی[۳] یہ کماں غلط
جو حسن دیکھتا ہے ہوں میں فندق پہ یار کی — وہ لطف کب[۴] رکھے ہے گلِ ارغواں غلط
بھٹکے[۵] نہ رفتگانِ عدم رستے سے کبھو — ہرگز کرے نہ راہ کو یہ کارواں غلط
مردوں کی ایک بات ہے[۶] سن سوز سے صنم — مانندِ خامہ[۷] ان کی پلٹتی زباں غلط

کوز پشت = کبڑا
فندق = مہندی لگی پور
گلِ ارغواں = بنفشی پھول

(۳۶۵)

کب[۱] میں آیا تیرے مکتب میں بتا واللہ غلط — واہ واجی واہ وا پہلی ہی بسم اللہ غلط
باگ گھوڑے کی پھرا لیتا[۲] ہے سن کر دور سے — اتفاقاً گر کبھی ہوتی ہے مجھ پر[۳] رہ غلط
جانتا ہوں میں[۴] تمھیں تم ایک بہتانی ہو، ہاں — کیوں کرے گا جان کر[۵] ناداں دل آگہ غلط
اور طوفاں، بوسہ بھی میں نے لیا اچھا میاں — منہ لگا کس دن میں تیرے یا چلا ہمرہ غلط
اپنے عاشق کو نہ کہہ راہِ غلط چلتا ہے یہ — کس طرح مانوں نہیں کرتا دلِ آگہ غلط
کب کہا میں نے تجھے غیروں سے تو ملتا ہے جان — جھوٹ ہے، طوفان ہے، بہتان ہے، واللہ غلط
اتنی سی تقصیر پر اتنا نہ کیجے اعتراض — بندۂ دل سوز سے ہووے اگر ناگہ غلط
ہادیا! پروردگارا! رہنمائی کر شتاب — کیونکے اب غفلت کے مارے ہو گئی ہے رہ غلط
سوز تو آٹھوں پہر قدموں سے ہے تیرے لگا — مجھ کو بوسہ لینے دے گا جھوٹ تو مت کہہ غلط

ہادیا = اے راہ دکھانے والے

ظ

(۳۶۶)

[1] اٹھے نشے میں محبت کے خطِ یار سے حظ
بغیرِ بادہ چمن بیچ کیا بہار سے حظ

ہلالِ عید سے یہ عیش ہو نہ صائم کو
جو مجھ کو یار کی ہے تیغِ آبدار سے حظ

یہ لختِ دل مری پلکوں پہ چشمِ تر[2] کی دیکھ
کیا جو چاہے تو دریا پہ لالہ زار سے حظ

عبث ہیں منتظر اس[3] شوخ کی مری آنکھیں
سوائے آئینہ کس کو ہے انتظار سے حظ

مجھے بھی عیش[4] ہے یہ تیرے گرد پھرنے میں
کہ جوں پتنگ کو ہو شمع کے نثار سے حظ

کسی شراب سے پائی نہ وہ حلاوت میں
لیا[5] ہے یاد میں ساقی کی جو خمار سے حظ

عجب ہے تنگ سلاسل میں ہو نہ دیوانہ
رہے ہے دل کو تری[6] زلفِ آبدار سے حظ

حلاوت ایسی[7] اٹھی داغِ دل کے گننے سے
کہ جوں بخیل کو درہم کے ہوشمار سے حظ

ہزار سیر کرے شہر شہر کی تو سوز
اٹھے[8] گا دل ہی کے اپنے تجھے[9] دیار سے حظ

(۳۶۷)

اغنیا عزّ و جاہ سے محفوظ
عاشقاں آہ آہ سے[10] محفوظ

اس زمانے میں کون ہووے گا
اس تغافل[1] پناہ سے محفوظ

ق

اس سے آگے بلا سے رہتے تھے[2]
گریۂ گاہ گاہ سے محفوظ

اب تو آنکھوں سے اشک بھی سوکھے　　بس ہوئے تیری چاہ سے محفوظ
شیخ تو ہو عبادتوں سے خوش　　سوز تو ہے گناہ سے محفوظ

ع

(۳۶۸)

تاب لائے نہ ترے حسن کی لرزاں ہے شمع
جان کے خوف سے فانوس میں پنہاں ہے شمع
دیکھتے ہم نے تو بوجھا[1] کہ کہیں عاشق ہے
پابگل، خاک بسر ، اشک بداماں ہے شمع
چرچراتی نہیں پروانے کے جلنے سے یہ
[2]ہے شبِ وصل کہ شادی سے[3] غزل خواں ہے شمع
کوئی پنہاں کرو چھپتی ہی نہیں دل سوزی
عاشقِ زار ہے، شعلے سے نمایاں ہے شمع
[4]دردِ دل ہی سے ہمیں سوختگی ہے معلوم
کہ تری آتشِ ہجراں میں یہ سوزاں ہے شمع
کوئی کچھ اس کو کہو ہم تو بہت ہیں محظوظ
یہ سخن کم ہے کہ عاشق کی زباندان ہے شمع
گرچہ غمّاز کہوں اس کو تو بر جا ہے گا
میر مجلس میں تو روشن کنِ زنداں ہے شمع

سوز معشوقوں میں ہوتا ہے اسے دیکھو تم
غمِ پروانہ سے واللہ کہ گریاں ہے شمع

(۳۶۹)

اشک کے قطرے میں نیساں کا اثر رکھتی ہے شمع
سر سے لے کر تاقدم سلکِ گہر رکھتی ہے شمع
کون ہے میرا بجز پروانہ؟ مرغِ نامہ بر!
شرح سے مکتوب کی میرے خبر رکھتی ہے شمع
تو مرے غم سے نہ رویا اور میری خاک پر
شام سے تا صبح اپنی چشم تر رکھتی ہے شمع
رہروِ سوئے عدم کو حرکتِ پا کب[1] ہے شرط؟
خانۂ فانوس[2] میں ہر شب سفر رکھتی ہے شمع
جس قدر جلتے ہیں تیرے ہجر میں اعضا مرے
استخواں میں اپنے کب سوز اس قدر رکھتی ہے شمع
شعلہ[3] پر ہر چند دل پروانے کا بھی ہے نثار
واسطے جلنے کے پر کیا ہی جگر رکھتی ہے شمع
حسن کو اے سوز دعوئ سلطنت کا گر نہیں
سر پر اپنے کس لیے یہ تاجِ زر رکھتی ہے شمع

(۳۷۰)

مژگاں[1] کی گر خلش کا بدل ڈھنگ ہے وسیع
سینہ بھی یاں برائے صفِ جنگ ہے وسیع
واعظ[2] نہ واں جگہ ہو تو حاضر ہے[3] گھر مرا
بت خانہ[4] شکلِ کعبہ نہیں تنگ ، ہے وسیع

نقضِ صفا سے اپنے نہ پہنچا تو[5] واں تلک
آئینہ خانہ ورنہ بہررنگ[6] ہے وسیع

داماں سیل اشک مرا ہجر میں ترے
مانند دامنِ جمن و گنگ ہے وسیع

بے ہمتی سبب تنگ و دو کا ہے ورنہ یار
روزی برائے کوروکرولنگ ہے وسیع کوروکرولنگ=اندھا بہرا لنگڑا

چڑیا سے لے بچا ہے نہ سیمرغ تک کبھو سیمرغ=ایک بڑا پرندہ/عنقا
شہبازِ عشق کا بھی عجب چنگ ہے وسیع چنگ=پنجہ

تکموں کے واسطے ترے نیمے[7] کے سروِ ناز تکمہ=بٹن نیمہ=ایک لباس
گلشن میں تختۂ[8] گلِ اورنگ ہے وسیع

خواہش جنھیں ہے ملک کی ان کو نہیں یہ فہم[9]
دو گز زمیں ندان تہِ سنگ ہے وسیع

بادے[10] پہ گو کہ عرصہ کیا محتسب نے تنگ
پر سوز کے لیے قدحِ بنگ ہے وسیع بنگ=بھنگ

غ

(۳۷۱)

نالے سے میں اپنے نہیں اے رشکِ پری داغ
کرتی ہے مرے دل کے تئیں بے اثری داغ
[۱] یاروں کی مجھے سوخت کیا تیز روی نے
ہر ایک گیا دے [۲] کے رفیقِ سفری داغ
پہنچا کے تری زلف کی بو غیر کو پیارے
کرتی ہے مجھے موجِ نسیم سحری داغ
جلنے کی ترے ہجر [۳] میں خو ہو گئی ، یاں تک
لالے کی طرح سوز سے رکھتا ہوں پری داغ
جانے کا کسی طرح نہیں دل یہ [۴] یقیں ہے
جوں جرمِ عقیق آہ ہمارا جگری داغ
ہوتا ہوں خجِل مفت میں پروانے کے آگے
جب شمع کو کرتی ہے تری جلوہ گری داغ
[۵] طائر کو میں پرواز میں دیکھوں ہوں جب اے سوز
کرتی ہے تب اپنی مجھے بے بال و پری داغ

(۳۷۲)

آتش سے مرا بوجھ سمندر نہ ورے[۱] داغ
سوزش میں کہیں اس سے میں رکھتا ہوں پرے داغ
پروانہ[۲] کی اور شمع کی نسبت سے ہے روشن
بے داغ ہوئے عشق کو کب حسن کرے داغ
عاشق ہی کے سینے کو ہے اس سوز کی برداشت
تجھ عشق سے کب کھا سکے ہر ماچہ خرے[۳] داغ
اے چرخ نہیں تجھ سے میں خواہانِ زر و مال
دل کو تو مرے رکھ[۴] نہ غمِ سیم برے داغ
بے مہر ہے اس کی سندِ عشق جو کوئی
عشاق میں دل اپنے کو جب تک نہ کرے داغ
ہے خواہشِ گلزار تو سینے کو مرے دیکھ
تختے سے چمن کے ہیں[۵] فزود اس میں[۶] بھرے داغ
آتا ہے نظر سوزؔ بہار آنے کا آثار
ہونے چلے ہیں پھر ترے چھاتی کے ہرے داغ

(۳۷۳)

[۱] ایک دم تو درد کے سہنے سے دے[۲] مجھ کو فراغ
آ خدا کو مان مت دے داغ[۳] بر بالائے داغ

مطلعِ ثانی

کس نے دیکھا صبح تک گھر میں کہیں روشن چراغ
آؤ دیکھو رات دن جلتا ہے میرے دل کا داغ

[۴] نامراتب دان شاعر نے کہا گل رُو اسے
بلبلیں[۵] یونہی پڑی پھرتی ہیں دل[۶] میں باغ باغ
یوں تو پانے کے نہیں یارو دلِ گم گشتہ کو
ہاں مگر[۷] لوہو کی بوندوں سے ملے شاید سراغ
خارِ صحرا میرے پاؤں کے سبب ہیں سرخ پوش
اور کوئی خاک لے گم گشتہ[۸] دل کا اب سراغ
دل نہیں، ہے ہے چھلا وہ ہے، میں اب[۹] بوجھا اسے
گاہ ابرِ تیرہ ہے اور گاہ ہے رشکِ[۱۰] چراغ
اور سب باتیں بھلی ہیں اس کی میں دشمن نہیں
پر میں حیراں ہوں کہ مجھ سے کیوں رہے ہے بے دماغ
غم کے ہاتھوں زندگانی[۱۱] سے یہ اپنی تنگ ہے
یا الٰہی سوزؔ کے دل کو کبھی تو دے فراغ

(۳۷۴)

ہائے اتنا بھی نہیں غم سے فراغ | جو دلِ گم گشتہ کا کیجے سراغ
کون[۱] آیا تھا چمن میں پوچھیو؟ | آج پھرتی ہے صبا کیوں باغ باغ
آنکھ بھر تجھ کو نہ دیکھا یا نصیب | مرتے مرتے رہ گیا یہ دل میں داغ
آہ وہ صحبت ہی برہم ہو گئی | اب نہ وہ مطرب نہ[۲] مینا نے ایاغ
سوزؔ کی بلبل کو بس ہے روشنی | گو کہ[۳] ہووے آشیاں کا گل چراغ

(۳۷۵)

[۱] عاشقی ہووے تو ہو ہم کو اسیری کا دماغ
دل نہ شاہی پر ہے اپنا نے[۲] فقیری کا دماغ

اس لیے خاموش رہتے ہیں چمن میں عندلیب
تجھ سے ہم رکھتے نہیں ہیں ہم صفیری کا دماغ
ہوں گرا ایسے کی نظروں[۳] سے کہ میری خاک پر
باد[۴] کو بھی ہو نہ ہرگز دستگیری کا دماغ
تجھ سے کہتے ہیں کریں[۵] دعویٰ مریدی کا اگر
شیمنا دل کو ہمارے[۶] ہو نہ پیری کا دماغ
اے سلیماں آصفِ دوراں جویاں سے. اٹھ گیا
یہ سبب ہے گا نہ تھا اس کو وزیری کا داغ
سوز کے اشعار کا کیا پوچھنا[۷] ہے شاعرو
گفتگو میں اس کی پاتا ہوں نظیری کا دماغ

شیمنا = ہمارے مرشد

سلیماں = مرزا سلیماں شکوہ

آصف = نواب آصف الدولہ

نظیری = فارسی کا استاد شاعر نظیری نیشاپوری

ف

(۳۷۶)

ق دیتا ہے گالیاں تو مجھے آن آن صاف ہوتا نہیں ہے مجھ سے تو اے بدگمان صاف

کہتا ہوں میں[1] کہ کیا مری تقصیر کچھ بتا کہتا ہے ہوتی ہے مری تجھ پر زبان صاف

اس وقت خاکداں میں جہاں کے، نہیں غبار مانند آئینے[2] کے ہے سب آسمان صاف

کچھ کان میل والے کو دے کر نکال ڈال گر حق کی بات سنیے تو کر لیجے کان صاف

[3]گر سوزؔ آرزو ہے تجھے وصلِ یار کی پہلے تو کر لے غیر[4] سے دل کا مکان صاف

(۳۷۷)

مرضی جو آئی چرخ کی بیداد کی طرف مائل کیے دل اس ستم ایجاد کی طرف

تصویر[1] بن کے آپ[2] وہ حیران رہ گیا بیٹھا جو[3] منہ کو پھیر کے بہزاد کی طرف

دیکھے جو ایک آن[4] ترا سروِ خوش خرام قمری نہ دیکھے پھر کبھو[5] شمشاد کی طرف

بھاوے نہ گل چمن میں کبھو[6] تجھ کو عندلیب دیکھے جو آکے تو مرے صیاد کی طرف

☆حرمت خدا ہی[7] اس کی رکھے آج بخشنے[8] جاتا ہے شیخ سوزؔ سے آزاد کی طرف

بہزاد = مشہور مصور

(۳۷۸)

[1]اب ہوتو نہ ہرگز رہے کنعان میں یوسف [2]ہو غرق ترے چاہِ زنخدان میں یوسف

ہوتا اگر اس عہد میں تو دیکھ کے تجھ کو پڑھتا[3] فتبارک کو تری[4] شان میں یوسف

فتبارك الله احسن الخالقين (المومنون:۱۴)=۳

آنکھوں میں نظر بازوں کی رہتی ہے تری شکل بستا تھا[۵] زلیخا کے دل و جان میں یوسف
بلبل سے کہا دیکھ تجھے سب نے چمن میں خاموش کہ ہے سیرِ گلستان میں یوسف
کیا شاہدِ معنیٰ کا ترے اب میں کہوں حسن اے سوز[۱] بھرے ہیں ترے دیوان میں یوسف

(۳۷۹)

دشمنوں کی دوستی میں کٹ گئے[۱] دن رات حیف
مفت[۲] ضائع ہو گئے یارب مرے اوقات حیف
جن کو اپنا نورِ چشم و راحتِ جاں تھا کہا
وہ تو مثلِ مار ہو بیٹھے ترے بدذات حیف

(۳۸۰)

رکھتے ہیں نہ فلک پہ کبھی اعتماد حیف ق احوال امام کا نہیں کرتے ہیں یاد حیف
کونین جس کے واسطے حق نے کیا ظہور یوں تشنہ لب رکھے انھیں ابنِ زیاد حیف
ہوویں یوں لختِ جگر بندِ مصطفیٰ[۱] اور شاد شاد ہوویں وہ اہلِ عناد حیف
فرزند مرتضیٰ کے رہیں نامراد ہائے اور بامراد ہوویں یوں اہلِ مراد حیف
جو دادرس جہاں کے ہیں اے سوز اس طرح بیداد ان پہ ہو، نہ ملے ان کی داد حیف

(۳۸۱)

☆یوں کھب[۱] رہا ہے گل کے کلیجے میں خار حیف
جیتی ہے عندلیب تو اب تک ہزار حیف
صورت کو دیکھتے ہی گئے ہاتھ پاؤں پھول
گھبرا[۲] گیا نہ اے دلِ ناکردہ کار حیف
ہر چند چھوٹنے کی توقع نہیں رہی
آتا ہے دل میں تو بھی یہی بار بار حیف
ہم کو قفس سے فرصتِ گلگشت بھی نہ دی

تو پھر چلی چمن سے اے فصلِ بہار حیف
اے گریہ[۳] تیرے ہاتھ سے رووَں کہاں تلک
اک پل بھی دیکھنے نہ دیا روئے یار حیف
کیوں سوزؔ زلف و رخ کی[۴] ہوئی تجھ سے بندگی؟
غفلت میں یوں گزر گئے لیل و نہار حیف

(۳۸۲)

زندگی آخر ہوئی آیا نہ وہ دلدار حیف
مرتے مرتے بھی نہ دکھلایا ہمیں دیدار حیف
میں بھی بندہ تھا اگر ملتے تو کیا[۱] نقصان تھا؟
پر ترے دل میں نہ آیا حیف میرے یار حیف
لے چلے دنیا سے ہم ارمان تیرے وصل[۲] کا
گور سے نکلے گی یہ[۳] آواز اے عیّار حیف
حسنِ[۴] صورت کو ہے لازم میرے پیارے حسنِ خلق
یہ تیری صورت[۵] ہے پیارے یہ ترے اطوار حیف
شعر پڑھنا ، بات[۶] کرنا ، مسکرانا ، اب کہاں
سوزؔ کے[۷] منہ سے یہی سنتے ہیں لاکھوں بار حیف

(۳۸۳)

[۱]اک ہی نگہ میں آب ہوا دل ہزار ار حیف
عشقِ بتاں نہ اس کو ہوا سازگار حیف
لے[۲] درد سے تمام ہوا انتظار میں
ساقی یونہی[۳] رہا یہ ہمارا خمار حیف
گلزارِ حسن آہ یکایک - اجڑ گیا

چشموں کی آبشار رہی یادگار حیف
دریافت ہم کو کرنا تھا دل دیتے وقت[۴] [وقت]
بے فائدہ ہے اب جو کہیں بار بار حیف
نے[۵] حکم گریے کا ہے نہ رخصت[۶] ہے آہ کی
کیوں سوز کس طرح سے نکالیں غبار[۷] حیف

ق

(۳۸۴)

عاشق ہزار جاں سے ترا ہوں میں جانِ عشق
اے جانِ جان[1] جان! نہ کر امتحانِ عشق
پیتا ہوں روز خونِ جگر ، لختِ دل کے ساتھ
کھاتا ہے تیغ و تیر و تبر میہمانِ عشق
گو مدعی بھی آہ کرے روبرو مرے
واللہ [اور کچھ نہیں سوا اس][2] نشانِ عشق
عالم کی بھول جائیں وہیں سب کہانیاں
اک روز گر وہ میری سنے داستانِ عشق
ہاں مجھ سے اس سے چھوٹ گئی کب کی دوستی
واں سوز اب تلک ہے سبھو کو گمانِ عشق

(۳۸۵)

دود ہے آہ کے ہے گرچہ[1] سیہ خانۂ عشق — داغ سے دل کے منور[2] رہے کاشانۂ عشق
مے کشوں[3] بیچ اسی کو تو ملی سرداری — [4]کاسۂ سر سے بنا جس کے ہے پیمانۂ عشق
خون سے اپنے وضو[5] کر تو قدم آگے رکھ — شیخ کعبہ نہ سمجھ[6] ہے یہ صنم خانۂ عشق

جب تلک ہوش رہا مجھ میں ملا[۷] کچھ نہ سراغ لے گئی بے خبری تا بہ درِ خانۂ عشق
دیکھ لو سوزؔ کو اب ورنہ کرو گے افسوس قیس کے بعد ہوا ہے یہی[۸] دیوانۂ عشق

(۳۸۶)

دل سوا[۱] ہے کون سی جا منزل و ماوائے عشق
سو تو ہے[۲] یہ تنگ غم سے کیوں نہ اب گھبرائے عشق
چین ہی دیتا نہیں[۳] بیٹھے نہ اٹھے کیا کہوں؟
کیا ستایا ہے مجھے اس عشق نے اڑ جائے[۴] عشق
عشق ہے تم کو جنابِ عشق تم کیا ذات ہو
حق تعالیٰ نے نہیں پیدا کیا بالائے عشق
عشق کا چشمہ[۵] دلِ عاشق ہے آنکھو دیکھ لو
دونوں آنکھوں میں لبالب ہے بھرا دریائے عشق
شیر بھی تھوڑا لہو پی کر کے ہو جاتا ہے سیر
سیر ہوتا ہی نہیں جب تک[۶] نہ دل کو کھائے عشق
بے خبر ہو گا وہی اے سوزؔ شورِ حشر[۷] سے
جس نے ساقی سے پیا ہو[۸] ساغرِ صہبائے عشق

(۳۸۷)

کدھر جاتے ہو[۱] مجھ کو چھوڑ کر اے مہرباں مشفق
بھلا جیتا رہے گا کیونکے مجھ سا نیم جاں مشفق
مجھے کہتے ہو تیری آہ نے رسوا کیا مجھ کو
کرے گا آہ کس قوت سے ایسا[۲] نیم جاں مشفق

ق

ےعزیزو ، مہر بانو ، دوستو ، مجھ تک زرا آؤ
بلا لاؤ اسے وہ جو چلا جاتا ہے ہاں مشفق
کہو ان سے تمھاری دوستی کا کوس بجتا ہے
رہے گا کس طرح سے ۴راز عالم میں نہاں مشفق
کیا تو ذبح لیکن سوز کے خوں سے بھرو ساغر
اسے تم موںچ کر آنکھیں کرو اب ۵نوشِ جاں مشفق

ک

(۳۸۸)

تو نے مجھ کو نہیں کیا ہے ہلاک　　تیرے غم سے نہیں ہوں[1] میں غم ناک

مطلع ثانی

تو نے مجھ کو نہیں لگائی آگ　　دود[2] اس کا نہیں ، ہے تا افلاک
تو نے میرا نہیں چرایا دل　　ڈالتا کیوں ہے میری آنکھوں میں خاک
روزِ محشر تو دیکھیو ظالم　　یہ مرا سر ہے اور ترا فتراک
واں بھی یہ ظلم تو نہ کر[3] جانا　　کیا لگے ہے تو ایسا ہی بے باک
کہیو[4] ظالم کہ سوز جھوٹا ہے　　میں کہوں گا کہ سچ ہے روحی فداک

فتراک = شکاربند　روحی فداک = میری جان آپ پر قربان

(۳۸۹)

[1] آنکھیں میری پُر آب کب تک　　اس غم سے دل کباب کب تک
ٹک آنکھ اٹھا کہ ہم بھی دیکھیں　　ظالم اتنا حجاب کب تک
میرے دل کا ثواب[2] لے جان　　ہے ہے اس پر عذاب کب تک
زلفوں[3] کو کھول ٹک[4] مری جان　　دل کھاوے پیچ و تاب کب تک
پہلو میں بلا لے[5] دل ہے آخر　　ہووے[6] نہ یہ باریاب[7] کب تک

(۳۹۰)

در پر اس کے نہ جاؤں کب تک — مرنے سے جی چراؤں[1] کب تک
سر کاٹ کے پاؤں پر سے واروں — روٹھے[2] کو نہ میں مناؤں کب تک
ہے آٹھ پہر[3] مرے مقابل — ایسی صورت بھلاؤں کب تک
[4] دیکھوں گا کس طرح اسے میں — آنکھیں رو رو سجاؤں کب تک
بے بس کا بس یہی کہ رووے[5] — دریا دریا بہاؤں کب تک
سینے سے تو جوئے خوں رواں ہے — زخمِ پنہاں چھپاؤں کب تک
یارب دل ہے اُسے بچا لے — غم سے اس کو بچاؤں کب تک
کیوں غم تیرے جی میں نہ آیا — ایسے جی کو کڑھاؤں کب تک
کہتا ہوں اب تو سوز سے میں — یہ غم نہ اسے سناؤں کب تک

(۳۹۱)

لختِ جگر جو آنکھ سے نکلے اٹک اٹک
بے چین کر دیا مرے دل کو کھٹک کھٹک
میری بھی مشتِ خاک کا ٹک پاس ہے ضرور
اے جامہ زیب چلیو نہ دامن جھٹک جھٹک
یہ ناز اور کرشمہ کہاں ہے تذرو[1] میں
چلتا ہے جس ادا سے وہ پیارا لٹک لٹک
[2] گزری جو کوئے یار سے ہو کر سحر کبھی
غنچوں نے لیں صبا کی بلائیں چٹک چٹک
کیفیتِ شراب سے سر خوش نہیں ہیں ہم
پیتے ہیں خونِ دل کی صراحی غٹک غٹک

[1] تذرو = خوش نما اور خوش رفتار ایرانی مرغ

[۳]غارت کرے جہاں کو تری چشم ترک پر
[۴]عاشق سے دل چھنالے وہ ابرو مٹک مٹک
توڑیں گے کوہِ غم کو صنم کی مدد سے سوز
فرہاد ہم نہیں جو مریں سر پٹک پٹک

(۳۹۲)

رونے کو مرے تابہ کجا دل سے آئے اشک
نکلے ہے خون[۱] چشم سے اب تو بجائے اشک
خونِ جگر تو آنکھوں[۲] سے جو تھا سو بہہ گیا
آتا ہے لختِ دل ہی[۳] چلا اب قفائے اشک
رونے سے باز[۴] ہم کوئی آتے ہیں مثلِ شمع
لے سر سے پاؤں تک[۵] نہ ہمیں تا گُھلائے اشک
نظروں سے جو کسی کی گرے بول کیا سکے
[۶]کس نے سنی ہے آنکھ سے گرتے صدائے اشک
آنکھوں سے ایک دم نہیں ہوتا[۷] مری جدا
اے سوز کیا کروں میں[۸] بیاں اب وفائے اشک

(۳۹۳)

اشک کب ہوں تیرے مستانے کے خشک
کوچے کب ہوتے ہیں میخانے کے خشک
چوری چوری [۱]منہ ترے شاید لگا
ہونٹ [۲]جو ہیں آج پیانے کے خشک
اب کے[۳] دل میں ہے کہ گوہر رویئے
ہوں سراسر آب [۴]دکھلانے کے خشک

قفائے اشک = آنسو کے پیچھے

زلف کے پٹوں میں کیا جا کر دھنسے[۵]
یاالٰہی ہاتھ ہوں شانے کے خشک
سوز محبوبوں[۶] میں ہے تم دیکھ لو
شمعِ گریاں چشم[۷] پروانے کے خشک

(۳۹۴)

مجھ کو تہمت مت لگا بہرِ خدا تو اے فلک
ہاتھ بھی پہنچا نہیں اب تک[۱] مرادا من تلک
ہاں مگر تقصیر یہ کی[۲] ہے کہ یک شب باغ میں
رخنۂ دیوار سے دیکھی ہے[۳] ظالم کی جھلک
اس گنہ کا جو ترے دل میں ہو سو کر[۴] تو سلوک
لے گیا تھا[۵] اس شرابی کے لیے میں[۶] دل گزگ
اور بھی اک بات یاد آئی ہے[۷] ہاں جھوٹا نہوں
[۸]جوں گیا میں پاس اس کے، اٹھ گیا[۹] دامن جھٹک
اتنی گستاخی[۱۰] ہوئی مجھ سے کہ میں پیچھے لگا
یعنی دل کو ہاتھ سے اس کے میں لے بھاگا[۱۱] اُچک
دیکھ کر مجھ کو نہایت طیش سے بولا کہ دور[۱۲]
اپنے رتبے سے نہ رکھ تو پاؤں آگے چل سرک
[۱۳]رہ گیا اپنا سا منہ لے کر قدم پیچھے پڑا[۱۴]
ہر قدم پر مارے خجلت[۱۵] کے میں رہتا تھا بھچک
[۱۶]اس گنہ پر جو ترے جی میں ہو اے چرخِ کہن
اپنے اس دل سوز کو تو ہاتھ میں رکھ[۱۷] یا پٹک

اور تو جتنی ادائیں اس کی ہیں میں کیا کہوں
پر قیامت تک نہ اس کو بھولے گی[۱۸] ذُت اور یک

(۳۹۵)

میں بتاؤں[۱] تم کو یارو[۲] گر کرو تدبیر ایک
بس ہے مجھ دیوانے کو اس زلف کی زنجیر ایک
دل دھڑکتا ہے مبادا جل نہ جاوے یہ قفس
ورنہ اے صیّاد کرتے نالۂ شب گیر ایک
کیوں ڈراتا ہے[۳] مجھے تلوار ہر دم کھینچ کھینچ
یار[۴] ثابت کر تو مجھ پر تو بھلا تقصیر ایک
اس چمن کی[۵] سیر کو اے دل تو اس عنواں سے جا
چاہیے ہووے[۶] نہ تیرا خار دامن گیر ایک
کس لیے گہ گہ کے قبضے مجھ پہ رہ جاتا ہے تو
ہچکچاتا اس قدر کیا ہے، لگا شمشیر ایک
کھلکھلا، بولا نہ گل تجھ سے، نہ وہ مجھ سے ہنسا
میرے تیرے نالے کی بلبل ہے بس تاثیر ایک
بزم میں تیری تو یوں آزردہ خاطر ہیں بہت
پر نہ دیکھا سوز سا ہم نے کوئی دلگیر ایک

(۳۹۶)

سنبل و زلفِ سیہ کاکل و شب[۱] چاروں ایک
غمزہ و نازواوا جنبشِ لب چاروں ، ایک
دیکھیے کیونکے بچے جی کہ ہوئے ہیں دل میں
تجھ بن اب درد وغم و رنج و تعب چاروں ایک

صبح و خورشید و مہ و شمع ترے چہرے سے
[2] کسب کرنے میں ہیں یہ نور کے اب چاروں ایک
باتیں دو کہنے کی ہیں دو ہیں نہیں کہنے کی
لب پہ کر ڈالے ہے تجھ آگے [3] ادب چاروں ایک
شعلہ و صاعقہ و برق و خوئے یار [4] اے سوز
[5] رکھتے ہیں زیرِ فلک حسب [6] و نسب چاروں ایک

(۳۹۷)

اپنے آگے تو سدا درد و دوا دونوں ایک
چشمِ بیمار و لبِ روح فزا دونوں ایک
گر دوئی دور ہوئی دل سے تو سب ایک ہوا
کفر و دیں ہم کو ہوئے بہرِ خدا دونوں ایک
جی نے تسلیم و رضا کا کیا شربت اپنا
ہنس کر اور [؟] اسے تیرِ قضا دونوں ایک
کچھ بد و نیکِ زمانہ سے ہمیں کام نہیں
اپنے آئینے کو ہے زنگ و صفا دونوں ایک
طمعِ خام نے دکھلائے غنی اور بخیل
دل غنی ہووے تو ہے بخل و سخا دونوں ایک
خواہشِ نام بھی کیا کم ہے گدائی سے سوز
ہے صدائے کرم و بانگِ گدا دونوں ایک

(۳۹۸)

[1] میرے نالے سے ہے جہاں تاریک — لے زمیں تا بہ آسماں تاریک
صفحہ ہستی پر [2] مرا جوں مہر — نام روشن [3] تو ہے نشاں تاریک

[4]اس میں باوصف ہے چراغِ دل[5] تس[6] پہ بھی زلفِ مہوشاں تاریک
[7]کیا ہے گر شمع سر سے ہے روشن [8]دیکھ لو پائے شمعداں ، تاریک
خط نہیں حسن نے کیا ہے کوچ وہ اٹھی گردِ کارواں تاریک
خط کے[9] آنے سے ہو گیا اے[10] سوز چشمِ عشاق میں جہاں تاریک

ل

(۳۹۹)

اے مرے دل تو کیوں پڑا ہے نڈھال / آنکھ تو کھول چونک میرے لال
کس نے بے خود کیا تجھے پیارے / [1]کس نے تیرا کیا ہے یہ احوال؟
کیا کسو کا [ہوا][2] ہے تو عاشق / نہ[3] مری جان مت لے یہ جنجال
بے وفا ہیں جہان[4] کے محبوب / بے مروّت ہیں یہ زبون[5] خصال
پہلے لیتے ہیں دل کو پھسلا کر / پیچھے[6] کرتے ہیں جان کا یہ سوال
میرے[7] کہنے کو مان سُن پیارے / ورنہ کہہ دوں گا سوز سے سب[8] حال
اے لو آیا[9] ہے اب خدا حافظ / مرحبا ، مرحبا تعال تعال

تعال تعال = آ جا، آ جا

(۴۰۰)

نہیں رکھتی ہے رسمِ عاشقی سے تو خبر بلبل
وگرنہ گل کے دل میں کچھ نہ کچھ ہوتا اثر بلبل
اگر غیرت ہے تجھ میں تو قفس کو روکے، گلشن کر
وفا کرتا جو ہوتا گل ترا لختِ جگر بلبل
اہاہا گل کے دل میں بھی طمع زر کی ہوئی توبہ
بجائے اشک اب رونے لگی سلکِ گہر بلبل

سلکِ گہر = قیمتی موتیوں کی لڑی

کیا ہے آشیانہ شاخِ گل پر تو بھی نالاں ہے
جو اس پر بھی نہیں ملتی ہے تو گل سے تو مر بلبل
قدم پر گل کے جا گر سوز کے مانند سنتی ہے
بلا سے خار کے تو کام آویں مشتِ پر بلبل

(۴۰۱)

اٹھ[۱] سوز وہ دیکھ آتا ہے قاتل[۲] ٹک چونک ظالم اتنا بھی غافل
دین و دل و جاں[۳] صبر و تحمل سب کچھ لیا لوٹ اس پر بھی[۴] بے دل
کس کس کو روؤں میں یاد کر[۵] کر ق[۶] ہے چشم، ہے اشک، ہے آہ، ہے دل
ناصح عبث تو دیتا ہے تکلیف تیری نصیحت ہے زہرِ[۷] قاتل
کچھ میں ہی تنہا عاشق[۸] نہیں ہوں دوکھے[۹] سے میرے کیا تجھ کو حاصل
کوچے میں اس کے لاکھوں پڑے ہیں مجروح، مذبوح، مقتول[۱۰] بسمل

(۴۰۲)

کبھی کا لے گیا وہ دلربا دل نہ پوچھوں میں کہاں اب[۱] اور کجا دل
کروں کس منہ سے میں[۲] تعریف اس کی ق۔(ن) کہ جس دن سے صنم سے جا لگا دل
نہ چھوڑا مرتے مرتے پاس[۳] اس کا ق۔(ا) خوشا دل، آفریں دل، مرحبا دل
میں بے چارہ نحیف و ناتواں ہاں[۴] میں کیا اور کون سا ایسا مرا دل
کہ عاشق ہوں کسی بانکے جواں[۵] کا وہ کیا کھا کر کرے گا بے مزا دل
نہ لیجو میرے آگے عشق کا نام سنے سے نام اس کا ڈر گیا دل
جسے دیکھا وہیں[۶] کے ہو رہے بس کسی کا ہو نہ ایسا بھربھرا دل
نہ صاحب عشق کے میں پاؤں پوجوں جو عاشق[۷] ہیں انھوں[۸] کا ہے بڑا دل
ارے او[۹] سوز تجھ میں یہ بری خو لگاتا تو[۱۰] پھرے ہے جابجا دل

(۴۰۳)

ہوا کس سنگ دل کا مبتلا دل   کہاں جاتا رہا ہے ہے[1] مرا دل؟
[2]ملا جا آپ ، تنہا مجھ کو چھوڑا   یونہی ہوتا ہے دنیا میں بھلا دل؟
سنو[3] یارو زرا سمجھاؤ اس کو   ہوا کیوں بے وفا کا آشنا دل؟

ق

نہیں اب[4] اس زمانے میں کچھ امید   میں کہتا تھا اسے ہے یہ مرا دل
سو مجھ سے ایک دم[5] ملتا نہیں آہ   بھلا دل، آفریں دل، مرحبا دل
نہ آیا روبرو[6] میرے وہ گاہے   تمنا میں اسی کی[7] مر گیا دل
یہی حیران ہوں وہ شوخ کیون کر   بغل میں گھس کے میرا لے گیا دل

ق

عزیزو[8] دل کا مت احوال پوچھو   کہوں کیا تم سے ہے کس جا مرا دل
پڑا ہے ایک کونے میں اکیلا   وہ صاحبزادہ میرا میرزا دل
بہت پیچھے پڑا تھا ہاتھ دھو کر   اب آیا چین[9] لے ظالم گیا دل
نہ کر ناصح نصیحت مجھ کو چل دور   ترے ہاتھوں سے جلتا ہے مرا دل
میں اپنا جانتا تھا اس کو افسوس   گیا کیسی طرح دے کر زرا[10] دل
گیا قاتل کنے[11] سینہ سپر کر   نہ[12] صاحب سوز کا بھی[13] ہے بڑا دل

(۴۰۴)

خداوندا کدھر گم ہو گیا دل؟   گیا کیا آپ مجھ کو کھو[1] گیا دل
[2]یہ دل تھا، یا کہ یہ ابرِ کرم تھا؟   کہ چلتے چلتے مجھ پر رو گیا دل
[3]بھلا اعجاز تم نے دل کا دیکھا   کہ جو[4] قطرہ گرا سو ہو گیا دل
بہت محنت سے آیا ہے مرے ہات   بندھی مٹھی نہ کھولو[5] ، لو گیا ، دل
پڑا تھا ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے   اب آیا چین؟[6] لے ظالم گیا دل

حدا کے واسطے مت ہٹ کیا کر کبھی کا کوئی چھپ کر لے گیا دل
نہ آہِ سرد ہے نے نالۂ گرم [۷]کوئی اس کو جگا دو سو گیا دل

(۴۰۵)

[۱]شتابی چل مرے مخمور آپی لے شرابِ دل
میں تیرے واسطے بھونے ہیں کیا اچھے کبابِ دل
یہ میرا ہی جگر ہے جو کسی سے کچھ نہیں کہتا
[۲]وگرنہ ہے اٹھا سکتا کوئی بھی پیچ وتابِ دل
تل اوپر ہوں زمین وآسماں اک آن میں دوہیں
اگر ظاہر کروں ، عالم میں اپنا اضطرابِ دل
ہمیشہ سوز میری آہ سے جلتا ہی رہتا ہے
الٰہی حشر کو کس منہ سے میں دوں گا جوابِ دل
یہ جاں کندن تو ہم سے سوز کی دیکھی نہیں جاتی
جلا دے اس کو اے رشکِ مسیحائے صوابِ دل

(۴۰۶)

کیا جانیے ہوا ہے یہ کس کا شکار دل
غم گشتہ دل ، ستم زدہ دل ، بے قرار[۱] دل
اے عشق لے نہ جا[۲] اسے ہرگز نہ لے گا وہ
افسردہ دل پری زدہ[۳] دل زار زار[۴] دل
[۵]بے فائدہ ہے مان لے ، کس کام کا ہے ہاں
خوں گشتہ دل [۶]فلک زدہ دل ، جاں فگار دل
[۷]اے دل زرا تو چیت کبھی آپ کو بھی دیکھ = سوچ
بے ہوش دل ، [۸]جنوں زدہ دل ، دل فگار دل

یہ[۹] سوز تیرے غم سے ہوا رشکِ خار و خس
اے میرے یار دل ، مرے باغ وبہار دل

(۴۰۷)

صاحب زبانِ محفل دل   کھلتی نہیں تم سے مشکلِ دل
گھبرائے ہے پر نہیں نکلتا   کیا پردہ ہوا حائلِ دل
پس جاتے نہ کیوں بساط کیا ہے   ہے کوہِ الم مقابلِ دل
کیا بادِ صبا تجھے تپ آئی   آتی نہیں جو زرا کھلے[۱] دل
کوچے تلک اس کے لے تو جاؤ   شاید واں سوز کا ملے[۲] دل

(۴۰۸)

میاں دل ، بھائی دل او مہرباں دل
مجھے تو چھوڑ جاتا ہے کہاں دل؟
نہ جا تو پاس سے میرے[۱] مری جان
[۲]اے میرے دوست میرے مہرباں دل
خدا جانے کہاں تو گر رہے گا
[۳]نکل سینے سے[۴] مت او[۵] ناتواں دل
یقیں میرا ہے[۶] تیری دوستی پر
تو مجھ سے کیوں پھرا[۷] او بد گماں دل
نہ ڈھونڈ او[۸] چور تو پہلو میں دل کو
وہ پہنچا بھی[۹] کبھی کا لامکاں دل
ابھی سے تجھ کو یہ کیا گھن لگا ہائے
مرے محبوب ، میرے نوجواں دل

عبث تو ہر گھڑی مت سوز سے پوچھ
کہاں وہ[۱] اور کہاں میں اور کہاں ، دل

(۴۰۹)

نہ یاں دکھلائی دیتا ہے نہ واں دل کہاں میں اور کہاں وہ[۱] اور کہاں دل

ق

سنو صاحب سنو میری سنو[۲] بات مجھے لے جاؤ اس[۳] جا ہے جہاں دل
خدا جانے بنی کیا شوخ سے آج اے میرے لال[۴] میرے بے زباں دل
تو کیوں کہتا نہیں اپنی حقیقت اے میرے زار میرے ناتواں دل
تجھے[۵] کچھ بد کہا یا تند بولا؟ تو کیوں آزردہ ہے اتنا میاں دل؟
بن اس کے چین آوے مجھ کو کیوں کر کہ تھا ہے ہے مرا آرامِ جاں دل
بھلا میں سوز سے پچھوا منگاؤں کہ[۶] تو نے کیوں لیا[۷] نا مہرباں دل

(۴۱۰)

مرا لگتا نہیں اے باغباں تیرے چمن میں دل
[۱] لگے کیوں کر کسی کا یار بِن سروِ چمن میں دل
جلے ہم[۲] شام سے تا[۳] صبح ہم بزموں میں[۴] یوں اپنے
جلے ہے شمع کا جس رنگ تیری انجمن میں دل
کہا مت کہہ[۵] مجھے حرفِ درشت اوشوخ سنتا ہے؟
نظر[۶] اکثر پڑا ہے ٹوٹ جاتا اک سخن میں دل
جو تو سیرِ چمن میں ساتھ رہتا ہے تو شادی ہے
سماتا ہی نہیں جوں غنچہ اپنے[۷] پیرہن میں دل
نہیں وہ سوز جو مرنے کے بعد از بھی[۸] تجھے بھولے
پڑا تڑپے گا تیری یاد میں اس کا کفن میں دل

(۴۱۱)

اے غمِ یار تو مت[۱] کیجیو اندیشۂ دل
ٹھیس لگ جائے گی نازک ہے[۲] نپٹ شیشۂ دل
ایسے میدان میں آہوئے حرم کا کیا کام
اسداللہ[۳] کا میدان ہے یہ بیشۂ دل
[۴]واں تھی گر لذّت شیریں کے لیے کوہ کنی
ناخنِ دستِ حنائی ہے یہاں تیشۂ دل
وہ تن و توش رہے آنکھ لگے پر کیوں کر
گرمیٔ عشق گھلاتی ہے رگ و ریشۂ دل
ٹھنڈی سانسوں سے ہوا دل کی یقیں مجھ کو سوز
کہ لگا دیتا ہے اس جی کے تئیں پیشۂ دل

نپٹ=سراسر

(۴۱۲)

[۱]آہ جا کس سے کہوں حالِ گرفتاریٔ دل ۔۔۔ اب بجز نالہ کرے کون مددگاریٔ دل
شکوہ کیا اس کے سلوکوں[۲] سے کروں اے محرم ۔۔۔ ذِلّت اپنی میں کہوں خلق میں یا خواریٔ دل
گریۂ[۳] چشم پہ میرے نہ اسے آوے[۴] رحم ۔۔۔ کام بے مہری پہ اس کی نہ کرے[۵] زاریٔ دل
ہم مسیحا سے کبھو[۶] منّتِ بے جا نہ کریں ۔۔۔ یار بن رو بہ بہی آئے نہ بیماریٔ دل
[۷]چھڑکے پانی مری تربت پہ جو وہ شوخ اے سوز ۔۔۔ خاک سے آوے[۸] مری بوئے وفاداریٔ دل

(۴۱۳)

[فارسی غزل]

تو تیری یا تفنگی ای دل ای دل ۔۔۔ ویا کامِ نہنگی ای دل ای دل
دمی مارا بما بگذاشتی آہ ۔۔۔ مگر قیدِ فرنگی ای دل ای دل

(۴۱۴)

کون بخشائے مری اس سے گنہگاریِ دل غیر حاضر ہیں رہا باعثِ بیماریِ دل
مو بہ مو شانے کو اپنا[1] ہے کیا محرمِ راز زلف کی جانے بلا کیا ہے گرفتاریِ دل
مجھ سے تو کہہ کے گیا شام تلک آتا ہوں صبح تک پھر[2] نہ پھرا دیکھیو عیّاریِ دل
جس کو دیکھا سو گرفتار اسی کا دیکھا اب بھلا کس کو میں دکھلاؤں گرفتاریِ دل
سوز تو بے خبرِ بادۂ غفلت ہے پڑا آہ اب کون کرے[3] آہ خبرداریِ دل

(۴۱۵)

کہاں پھرتا ہے واہی ہر گھڑی تو کو بکو اے دل
کہیں اُڑ[1] جائے تُو تو ہووے جھگڑا ایک سُو اے دل
یہ تو نے وضع پیدا کی ہے جس سے خلق نالاں ہے
تو ایسی چال چل جس میں رہے کچھ آبرو اے دل
تجھے سمجھایئے جتنا سو دونا تو بگڑتا ہے
ہے میری آرزو تو یہ تو ہووے نیک خو اے دل
نہ دن کو پاس آتا ہے نہ شب کو ، کیا کروں بھائی
جو تو نچلا کہیں بیٹھے تو کیجے گفتگو اے دل
پھرو ، جب تک تمھارے پاؤں میں طاقت ، بہت اچھا
کبھی تو سوز کے بھی جاؤ گے تم روبرو اے دل

(۴۱۶)

یارو تم کو کہیں ملا[1] ہے دل؟ سچ کہو کس طرف گیا ہے دل؟
وہ تو[2] چھاتی تلے ہی رہتا تھا کس طرف[3] سے نکل گیا ہے دل؟
اے عزیزو میں تم سے پوچھوں ہوں [4][کس کا تم میں سے] آشنا ہے دل؟
پوچھیو آنے[5] جانے والوں سے کون سے دیس جا بسا ہے دل؟

ابھی پہلو میں تھا مرے ، ابھی تھا دیکھتے دیکھتے چھپا ہے دل
صاحبو سب[۶] دعائے خیر پڑھو سوز کا آج گم ہوا ہے دل

(۴۱۷)

کوئی بتلاؤ مجھ کو کیا ہے دل؟ دیو ہے ، بھوت ہے ، بلا ہے دل؟
چین دیتا نہیں کسی عنواں آپ ہی آپ کچھ خفا ہے دل
کھا گیا مجھ کو ایک لقمہ کر یہ نہنگ ہے کہ اژدہا ہے دل
بھید کہتا نہیں کبھی اپنا جانیے کس کا مبتلا ہے دل
میں نے تو کچھ نہیں کیا اسے تنگ مجھ سے کیوں اس قدر رُکا ہے دل
سوز کیا بات دل کو تجھ سے کہے ان دنوں سخت بے مزا ہے دل

نہنگ = مگرمچھ

(۴۱۸)

اب تو[۱] سینے میں ہے حسرت جائے دل تو کدھر جاتا رہا ہے ہائے دل
شیخ کو مسجد مبارک ہو ، مجھے بارگاہِ حضرتِ والائے دل
کون لیوے گا اسے کیا بیچیے ہے متاعِ قلب یہ سودائے دل
دور ہو ناصح کہیں یہ جائے گا جوش میں ہے اس گھڑی دریائے دل
کچھ نہیں معلوم اب تو رنگ[۲] ڈھنگ داغ کا اب تو وہ ہے پالائے دل
بس غزالو اب یہاں سے رم کو میرے مجنوں کی ہے جا ، صحرائے دل
ذرّے ذرّے میں ہے تو ہی جلوہ گر چُور ہے گو غم ستی مینائے دل
کچھ نہ کی تاثیر میرے سوز نے لوٹتا ہوں گرچہ زیرِ پائے دل
جی سے اس کو رکھ زیادہ تر عزیز سوز نازک ہے بہت مینائے دل

ستی = سے

(۴۱۹)

آتا ہے وہ مستِ حیا مینائے صہبا در بغل
لیتا[۱] ہے دل اس کی بلا باصد[۲] تولّا در بغل

تولّا = محبت

احوال میرا یہ ہوا پرواہ[۲] کچھ اس کو نہیں
رکھتا ہے اپنے لب میں وہ لاکھوں مسیحا در بغل

اے ابر تو مت گڑ گڑا گو قطرہ[۴] ہو تیرا گہر
ہر قطرہ میرے اشک کا رکھتا ہے دریا در بغل

آتا ہے وہ حوری[۵] لقا گر دیکھنا ہے دیکھ لو
جس کے ہر اک غمزے میں ہے سو سو تماشا در بغل

ہوں عین خاموشی میں میں گریاں برنگِ ابرِ تر
روتا نہیں تو کیا ہوا رکھتا ہوں دریا در بغل

گا ہے پُر از[۶] گلزار ہے گہ بُو سے بھی بیزار ہے
گہ غنچہ ہے گاہے صبا، دل یا تماشا در بغل

ہوں گرچہ میں کم[۷] حوصلہ پر دل میں جو کچھ ہے سو ہے
باللہ یہ قلبِ باصفا ہے رشکِ[۸] صحرا در بغل

ہے پاس تیرا دلربا ملتا نہیں کیوں اس سے جا
[۹] اے دل تجھے ہے کیا ہوا مت رکھ تمنا در بغل

کیا قیس اور فرہاد تھا تم عشق بولو سوز کا[۱۰]
ہر ہر قدم میں جس کے ہیں[۱۱] سو کوہ و صحرا در بغل

(۴۲۰)

جاناں ہے دل تو جائیو ہشیار آج کل
چلتی ہے اس کے کوچے میں تلوار آج کل

[۱] خنجر مژہ ہے تیر نگہہِ تیغ ابرواں
مجروح کس سے[۲] ہے یہ دلِ زار آج کل

کوئی دوا نہیں ہے موافق[۳] بغیرِ وصل
مرتا ہے تیرے غم میں یہ بیمار آج کل
گر زمزمہ یہی ہے تمھارا[۴] تو[۵] ہم صفیر
ہوتے ہیں اس چمن میں گرفتار آج کل
تسبیح گر یہی ہے جو[۶] رکھتا ہے شیخِ شہر
واللہ[۷] ہم تو[۸] پہنیں گے زُنّار آج کل
عرصہ سمجھ بہار کا ساقی پہنچ شتاب
لٹتا[۹] ہے اس چمن سے یہ گلزار آج کل
گر ہے[۱۰] یہی سلوک ترا ہم سے اے صنم
بت سے کرے گا برہمن انکار آج کل
مت چل تو اس لٹک سے کہ ظالم قدم تلے
مل ڈالے گی جہاں کو یہ رفتار آج کل
لینا ہے تو شتاب خبر لے مری مسیح
مر جائے گا وگرنہ یہ بیمار آج کل
یونہی لگے رہیں گے جو صیّاد و باغباں
ہوتی ہے عندلیب گرفتار آج کل
[۱۱]ایسی زباں سے عہدہ بر آ کیونکے ہو کوئی
اے سوز ہے جو کچھ تری گفتار[۱۲] آج کل

(۴۲۱)

[۱]کوچۂ یار میں ہر ایک کو جانا مشکل
جیتے جی واں سے[۲] ہے رستم کو پھر آنا مشکل

نقشِ پا ہو کے میں کوچے[۳] میں پڑا ہوں تیرے
جُز فنا مجھ کو ہے[۴] اے یار اٹھانا مشکل
بے گنہ قتل کیے[۵] جس نے ہزاروں [ہم][۶] سے
ایسے قاتل سے دل و جان بچانا مشکل
[۷]یار کے پاس میں کس طرح سے بھیجوں[۸] قاصد
پہنچنا اس[۹] تلک آسان[۱۰] پھر آنا مشکل
سوز گر اپنے تیئں بھولے تو بھولے لیکن
[۱۱]یاد کو تیری ، مری جان بھلانا مشکل

(۴۲۲)

جب تو چمن سے گھر کو چلا کر کے دیدِ گُل
بلبل نے گل کو دے کے[۱] تجھے لی رَسیدِ گل
آنے کی تیرے باغ میں ہے آج یہ خوشی
نو روزِ عندلیب کہوں یا میں عیدِ گل
ساقی تلاش بادہ میں ، مطرب[۲] بہ فکرِ ساز
بلبل ہے غرقِ زمزمہ سن کر نویدِ گل
جوں لالہ داغ داغ ہے دل تِس پہ اب ہمیں
رکھنے کی اس چمن سے ہے سر پر[۳] اُمیدِ گل
جس جا کہ ذکرِ حسن[۴] ہو تیرا تو اس جگہ
لائق نہیں جو کیجیے گفت و شنیدِ گل
بندہ میں بے درم ہوں ترا اس کو جان لے
بلبل چمن میں دہر کے ہے زرخریدِ گل

نسبت نہ کر تو مرغِ چمن ساتھ سوزؔ کی
بسمل یہ آن کا ہے ترے[۵]، وہ شہیدِ گل

(۴۲۳)

پاتا نہیں ہوں آج میں یارو دماغِ گُل
آیا ہو گل عذار مگر سیرِ باغِ گُل
گل دیجے دل میں رشک کے آتش سے آج تو
روشن ہے عندلیب کے گھر میں چراغِ گُل
ہم رنگ بھی ہوا نہ گیا دل ستی حسد
لالے کے دل میں رشک سے بہتا ہے داغِ گُل
آتا ہے کس طرف سے[۱] تو جاتا ہے کس طرف
پایا نہیں کسو نے جہاں میں سراغِ گُل
باصد ہزار حال ہے خندان و شاد شاد
اے سوزؔ خوب تر[۲] ہے معاشِ فراغِ گُل

(۴۲۴)

دیکھ تیرے حسن کو گلشن میں مرجھاتا ہے گُل
بلبوں کو گل[۱] سے کیا کیا جی میں شرماتا ہے گُل
ہے[۲] تصنّع، میں نے بوجھا، ہے پناہِ برگ میں
دیکھ تیری شان کو دہشت سے چھپ جاتا ہے گُل
مثلِ شبنم منہ میں پانی[۳] لا رہا ہے شوق سے
دیکھ تیرے رو کو خمیازے[۴] پہ [اُکساتا] ہے گُل
بوئے الفت مجھ کو آتی ہے چمن سے آج کیوں
گلبدن کو دیکھ کر شادی سے کھل جاتا ہے گُل

یہ مزہ تیرے سبب سے باغباں ہم نے لیا
بھا گیا، ہنستا ہے جوں جوں مجھ کو کیا[۵] بھاتا ہے گُل
عندلیبوں کا مچا ہے گل خبر لیجو شتاب
دیکھیو کس کس طرح کے رنگ سے آتا ہے گُل
اے عزیزو سوزؔ کو تکلیف مت دو باغ کی
اپنے گُل رُو کا ہے عاشق اس کو کب بھاتا ہے گُل

(۴۲۵)

دیکھیو قدرت[۱] کہ پیتے تھے جنھوں سے مل کے مُل
زیبِ دستارِ ستم کیشاں ہیں ان کی ِگل کے گُل
[۲]باقدِ خم گشتہ اب تک ہے امیدِ زندگی
چونک[۳] ٹک غافل کہ تیرے سر پہ آیا پِل کے پُل
چٹ[۴] کرے دنیا کو بے کام و دہن اک آن میں
مرگ وہ پرخور ہے، لقمہ[۵] میں جس آکِل کے کُل
ہو گا اس میزان کا پاسنگ اعمالِ جہاں
حشر میں[۶] بیٹھیں گے جب مقتول اس قاتِل[۷] کے تُل
گلشنِ دنیا میں گر ہوں[۸] خار دامن گیر ہوں
غنچہ ساں دلگیر مت رہ مثلِ گُل تو ِکھل کے کُھل
سوزؔ کو کہتے ہیں سب کل سے کیا نقلِ مکاں
ہم بھی جاویں گے خبر ہو[۹] کب ہیں اس عاقلِ کے قُل

مُل = شراب
آکِل = کھانے والا

م

(۴۲۶)

پیتا ہوں یادِ دوست میں ہر صبح و شام جام
بے یادِ دوست مجھ کو ہے پینا حرام جام

کیوں شیخ اس کو منہ نہ لگاؤں[1] میں کس لیے
لاتا ہے لب سے یار کے ہر دم پیام جام

رہتا مثال جام دہن وا تمام عمر
دیتا نہ زخمِ دل کو اگر التیام جام (زخم بھرنا)

ویراں ہوئی تھی مملکتِ جسم ، ہے ستم
کرتا نہ جلد آن کے گر انتظامِ جام

اے شمع سرکشی نہ کر اپنے[2] فروغ پر
ہے کُلبۂ فقیر کا بدرِ تمام جام

تھے وقتِ نزع منتظرِ کلمہ سوز[3] سے
جنبش لبوں کی دیکھی تو کرتے تھے[4] جام جام

(۴۲۷)

واعظ نہ کر تو[1] بے ادبی سے کلامِ جام
دھو پہلے منہ گلاب سے تب لے تو نامِ جام

انصاف کرکے[2] دیکھ یہ کس کس کے منہ لگا
عزت ہی سے[3] ہوئی ہے بسر صبح و شامِ جام

ہر دم نکل کے شیشہ سے آتی ہے پیشوا
یاں تک کرے ہے دخترِ رز احترامِ جام

بزمِ جہاں میں اس کی ہے توقیر اس قدر
[4]اب دستِ گل رخاں پہ ہے ہر دم خرامِ جام

اس کا زیادہ[۵] کیا میں کہوں اس سے مرتبہ
جس کو کہے ہے سوز کہ ہم ہیں غلامِ جام

(۴۲۸)

نہ مجھ کو خاص سے مطلب ہے کچھ نہ عام سے کام
کوئی ہزار کہو[۱] مجھ کو اپنے کام سے کام
رقیب اب تو ہیں سر گرم تیری خدمت میں
کبھی تو[۲] ہوئے گا تم کو بھی اس غلام سے کام
یہ ننگ و نام مبارک[۳] رہے تجھے اے شیخ
مجھے نہ ننگ سے ہے ننگ[۴] کچھ نہ نام سے کام
میں اپنی[۵] وضع کو کاہے کو چھوڑوں لے کے نہ لے
وہ منہ پھرائے[۶] کہ دیکھے مجھے سلام سے کام
طریق اپنا تو وہ ہے جو سوز پوچھے تو
سِوا حلال کے جس کو نہیں حرام سے کام

(۴۲۹)

گِر گِر پڑیں بوضعِ شرابی یہ گام گام
گر طفلِ اشک کو نہ رکھو اپنے تھام تھام
شاید[۱] نظر پڑے مرا رشکِ قمر کبھی
خورشید اتنے[۲] واسطے پھرتا ہے بام بام
زُنّار جس نے اپنی رگِ جان سے کیا
اس برہمن کو میری طرف سے [ہو][۳] رام رام
ان[۴] عاشقوں کا یار اگر امتحاں کرے
تو جوں کباب ان میں نکل آئیں خام خام

جو نام[۵] پر شراب کے دل کو کرے کباب
وہ سوز دونوں ہاتھوں سے پیتا ہے جام جام

(۴۳۰)

خموش سوز کہ[۱] مجلس میں یک زباں ہیں تمام
مثالِ شمع جلانے کو یک زباں ہیں تمام
جنھوں کو بات نہ کہہ آئی ساری عمر کبھی
ہمارے عیب کے چننے کو نکتہ داں ہیں تمام
میں کس کا نام لوں کیا پوچھتے ہو چپ کر جاؤ
نہیں ہے غیر کوئی میرے مہرباں ہیں تمام
وہ جو جو باتیں کیا کرتے ہیں مری شب و روز
چھپی نہیں ہیں وہ باتیں مجھے عیاں ہیں تمام
جو کچھ وہ کہتے ہیں سوز اس سے بھی میں ہوں بدتر
جو عیب مجھ میں ہیں معلوم انھیں کہاں ہیں تمام

(۴۳۱)

خدا کے واسطے اے تند خو نہ ہو بدنام
یہ خونِ بے گنہاں کرکے تو نہ ہو بدنام
نہیں ہے خوب میاں قتلِ عاشقِ بے دل
اٹھا دے دل سے[۱] تو یہ آرزو نہ ہو بدنام
جہاں میں ہوگی خبر میرے خونِ ناحق کی
یہ بات[۲] مان لے آ کوبہ کو نہ ہو بدنام
لگے ہیں کشتوں کے پشتے ہر ایک جا بس اب
ستم کے سیف[۳] کو کرشت و شو نہ ہو بد نام

سیف کو کرشت وشو = گوار دھوے

برا کہیں گے[۴] تجھے خلق میں وضیع و شریف
قبول سوز کی کر گفتگو نہ ہو بدنام

(۴۳۲)

ٹکرائیں سنگ سے سر ہو ہم کنار ہم تم
روئیں گلے لگ اے آبشار ہم تم
دیکھیں تو کس کا رونا کرتا ہے غرق عالم
آنسو بہائیں بد بد ابرِ بہار ہم تم
میرا بھی سرو مجھ سے سرکش ہوا ہے قمری
نالے[۱] کریں نہ یکجا ہیں سوگوار ہم تم
[۲]دیکھیں تو داغِ سینہ کس کے ہیں اب زیادہ
اے لالہ[۳] آج کرلیں مل کر شمار ہم تم
[۴]تو دیکھ میرے دل کو میں تیرے دل کو دیکھوں
دل چاک چاک کر کر دیکھیں بہار ہم تم
[۵]تم تو چلے گئے پر [۶]یہ سوز ہے اکیلا
[۷]اے میر درد صاحب تھے یاد گار ہم تم

(۴۳۳)

ناصحو دل کس کنے ہے کس کو سمجھاتے ہو تم
کیوں دوانے[۱] ہو گئے ہو جان کیوں کھاتے ہو تم
ایک تو میں[۲] آپ ہوں بے زار اپنی جان سے
دوسرے بک بک کے میرے جی کو گھبراتے ہو تم
اے کبوتر، اے صبا، اے نالہ[۳]، اے فریاد آج
کہیو دلبر سے اگر کوچے تلک جاتے ہو تم

مجھ سے کہتے ہو کہ میں ہرگز نہیں پیتا شراب
میں تمھارا دوست یا دشمن کہ شرماتے ہو تم
رات کو تم جس جگہ تھے ہم کو سب معلوم ہے
جھوٹ کیوں بکتے ہو کاہے کو قسم کھاتے ہو تم
اور جو بیٹھے رہیں تو ان سے تم محظوظ ہو
جب[۴] ہمیں آتے ہیں تب[۵] گھبرا کے اٹھ جاتے ہو تم
لو جی اب آرام سے بیٹھے رہو، جاتے ہیں ہم
پھر نہ آویں گے کبھی کاہے کو جھنجھلاتے ہو تم
منہ پھرا[۶] میری طرف آئینے کا بوسہ لیا
واہ[۷] وا اچھی طرح سے روز ڈہکاتے ہو تم
سوز کا دل خوش تو ہو جاتا ہے وعدے[۸] سے میاں
پر غضب یہ ہے کہ وقت ہی پر مکر جاتے ہو تم

(۴۳۴)

آہ پلکیں تو خوں سے گئیں جم وصل میں یہ بڑا لگا ہے غم
مت کرو بات بات میں تکرار اُس کے غصے کا زور ہے عالم
کس سے یارب کہوں حقیقتِ دل غیرِ نالہ نہیں کوئی ہمدم
بعد الحمد دیکھ لو قرآن ہے الف لام میم یعنی الم
آخر اس کے ہے سوز غور سے پڑھ سورتِ غم لکھی بصورتِ غم

(۴۳۵)

دید کر لے جہان کا اک دم پھر تو آگے ہے سیرِ ملک عدم
تیرے من[۱] میں ہے تیرے تن میں ہے تجھ سے باہر نہیں ہے ایک[۲] قدم
دوست[۳] کو تو جدا نہ آپ سے جان تجھ[۴] سے ہوتا نہیں جدا اک دم

آئینہ ساں صفا تو کر دل کو [۵]دیکھ تو اس میں کون ہے ہمدم
وہ[۶] ہی کہتا ہے فارسی میں کچھ من درونِ دلِ تو می باشم
جھانک ٹک اپنے دل میں[۷] یار عزیز تیرے دل میں[۸] ہیں دونوں ہی عالم
بات میری سمجھیو مت واہی جھوٹ کہتا نہیں[۹] خدا کی قسم
ڈھونڈتا ہے جسے تمام جہاں سوز کو مفت مل گیا جم جم

(۴۳۶)

مجھ سے آ مل تجھے خدا کی قسم آشنا ہوں مجھے وفا کی قسم
دوستی حشر تک نباہوں گا جھوٹ کہتا نہیں وفا کی قسم
میں اگر بے وفائی تجھ سے کروں قتل کیجو مجھے جفا کی قسم
آنکھ اٹھا کر تو دیکھ لے مجھ کو ہے تجھے اپنے ہی حیا کی قسم
ایک ٹھوکر تو چلتے چلتے جڑ سوز ہے تیری خاکِ پا کی قسم

(۴۳۷)

[۱]ہٹا ہے دل پہ تو لے تجھ کو میرے جی کی قسم
میاں خفا نہ ہو مجھ سے تجھے نبی کی قسم
خدا کے واسطے اک جام اور دے ساقی
چرا[۲] نہ آنکھ تجھے مرتضٰی علیؑ کی قسم
دل اس قدر تو نہ ہو دیکھ چشم کو مدہوش
زرا سنبھل تو تجھے میری بے خودی کی قسم
نہ مان یار رقیبوں کا تو کہا ہرگز
میں باوفا ترا عاشق ہوں دوستی کی قسم
[۳]جو اب کے عشق بچا لے مجھے تو پھر گا ہے
نہ کیجے عاشقی واللہ عاشقی کی قسم

جو[۴] دل لیا تو لیا اس کا کیا پریکھا ہے
وہ جان مانگے تو دوں مجھ کو اپنے جی کی قسم
جو اب کے سوز مرا جی بچے ترے ہاتھوں
تو پھر کبھی نہ ہوں عاشق میں عاشق کی قسم

پریکھا = شکایت

(۴۳۸)

جب[۱] سے ہوا ہے[۲] ناز تمھارا[۳] مشیرِ چشم
مرتے ہیں بے اجل وہ جو ہیں گے اسیرِ چشم
جو ہے سو مانگتا ہے کہ دے[۴] بھیک[۵] اک نگہ
آفاق ہو گیا ہے پیارے فقیرِ چشم
آنکھوں میں تھا غبار مری دور[۶] ہو گیا
جوں سرمہ خاکِ پا ہے[۷] تری دستگیرِ چشم
بچتا رکھ آپ کو نظرِ بد سے غیر کی
مرہم پذیر یار نہیں زخمِ تیرِ چشم
آتا[۸] ہے دل کو خوف کہ عالم نہ ہووے[۹] غرق
اُمڈا[۱۰] ہے تیرے غم سے یہ[۱۱] ابرِ مطیرِ چشم
ہم[۱۲] چشم تیری نرگسِ شہلا ہے باغ میں
آبِ رواں چمن میں ہے[۱۳] تیرا نظیرِ چشم
جب سے ہے اس کے پنجۂ مژگاں میں دل مرا
اے سوز مجھ پہ رہتی ہے کیا داروگیرِ چشم

مطیر = برسنے والا

(۴۳۹)

دل میں کھٹکے ہے پڑا اے میرے یار اے میرے غم
سینۂ مجروح میں پھولا[۱] ہے اب گلزارِ غم

آج سے دنیا[۱] میں ہے وہ کچھ ہمارا روشناس
چشم وا خوابِ عدم سے کی سوئے دیدارِ غم
اس سوا مونس نہیں[۲] رکھتے ہیں ہم آپس میں کوئی
غم مرا غم خوار عالم میں ہے میں غم خوارِ غم
کہہ رہا ہر چند میں دل کو نہ باندھ اس زلف سے
پر یہ کافر سن کے چھوڑے تھا کوئی زُنّارِ[۴] غم
پھر نہ کھینچے سوز کے دل کو سوئے عیش و طرب
گر تو سمجھے ناصحا یک[۵] ذرّہ بھی اسرارِ غم

(۴۴۰)

مرا احوالِ دل کس کو ہے معلوم	کہ کیا ہے اس جگر میں سرِّ مکتوم
ہمیشہ خونِ دل ہے میری خوراک	ازل سے یہ ہوا ہے رزق مسموم[۱]
زمانے میں سخی کہتے ہیں تجھ کو	تو اک بوسہ نہیں دیتا ارے سُوم
ترے لب گو ہیں آبِ زندگانی	ولے پیاسوں کو رکھتے ہیں یہ محروم

ق

کہوں کس سے کوئی سنتا نہیں اب	ترے غم نے مچائی ہے بڑی دھوم
نکلتا ہی نہیں یہ گھر سے باہر	کہ اس کے پاؤں لوں ہاتھوں سے میں چوم
کہوں منت سے یہ خدمت میں غم کی	کہ میں خادم ہوں تو میرا ہے مخدوم
ولے اب جان بخشی سوز کی کر	کہ تیرا ہی کہایا جگ میں مغموم

(۴۴۱)

سنا[۱] ہے کوئی[۲] اب ہے[۳] طبع کا مرغوب دیکھیں ہم ☆
مرنے[۴] محبوب تیرا بھی بھلا محبوب دیکھیں ہم

وہ تیری[۵] ہی طرح عاشق پہ اپنے ناز کرتا ہے؟
بھلا[۶] آپس میں ملنے کا تو کچھ اسلوب دیکھیں ہم
جو ہم روتے تو آنکھوں پر ہماری برچھیاں چلتیں
تمھاری انکھڑیوں پر کیا ہوا آشوب دیکھیں ہم
خدا کی باتیں ہیں خورشید سا[۷] جاروب کش جس کا
سو وہ پلکوں سے یوں دیتا پھرے جاروب دیکھیں ہم
تو اپنے منہ سے کب کہتا ہے اے محبوب[۸] بات اپنی
کبھی قاصد[۹] سے کہہ دے اک نظر مکتوب دیکھیں ہم
یہی ہے سوز تیرا آشنا ٹک اس طرف ہونا
بہت اچھا مبارک واہ وا کیا خوب دیکھیں ہم

(۴۴۲)

سنا ہے اب تو خط آیا ہے کس اسلوب دیکھیں ہم
لکھا ہو وصل قسمت میں تو یہ بھی خوب دیکھیں ہم
ہمیں دعویٰ نبوت[۱] کا نہیں کچھ صرف عاشق ہیں
جفائیں لاکھ[۲] دل پر ہوں تو جوں ایوبؑ دیکھیں ہم
ہوئے ہیں غرق ہم جس طرح آبِ چشم میں اپنے
بھلا اے ابر اب دریا میں[۳] تو یوں ڈوب دیکھیں ہم
لکھی ہے شرحِ سوزِ دل بجز پروانہ اے ظالم
تجھے اب کون پہنچاتا ہے یہ مکتوب دیکھیں ہم
[۴] لکوہیں سی نگہ کرتے ہو تم آئینے پر اکثر[۵]
مزاج [۶] آیا ہو ایدھر تو کوئی محبوب دیکھیں ہم

خدا وہ دن کرے ہووے[۷] جو کوئی تند خو تجھ سا
ترا دل راغب[۸] اس پر. وہ ترا مرغوب دیکھیں ہم
ترے در سے تو اٹھ جائیں[۹] یہ وہ آنکھیں کہاں جن سے
جفا کے سامنے اپنی وفا محجوب دیکھیں ہم
خوشی ہو سوز کو کب حور کی نسبت سے اے واعظ
وہ دن ہو دُخترِ رز سے آپ کو منسوب دیکھیں ہم

(۴۴۳)

اے گل صبا کی طرح پھرے اس چمن میں ہم
پائی نہ[۱] بو وفا کی ترے پیرہن میں ہم
شیشے کی طرح شام سے رو رو کے تا سحر
خالی کریں ہیں دل کو تری انجمن میں ہم
فانوس بیچ شمع جلے جس طرح[۲] ہنوز
جلتے ہیں تیرے ہجر سے ظالم کفن میں ہم
کرنے کو وصف طول تری زلف کا صنم
[۳][پھیرے خدا ہی جائیں] جو فکرِ سخن میں ہم
شعلہ اٹھا نہ تن سے ہمارے کبھو بھی سوز
بھٹی کی طرح جل گئے کچھ من[۴] ہی من میں ہم

(۴۴۴)

اندوہ سے تیرے مر گئے ہم [۱]کیوں کر روویں نہ گھر گئے ہم
کاہے کو گھورتا ہے ظالم کچھ لے کے ترا مکر[۲] گئے ہم
بس بس آنکھیں نکال مت. واہ ایسے غصے[۳] سے ڈر گئے ہم

دل تھا سو تجھ کو پوج بیٹھے لے جان سے بھی گزر گئے ہم
راتوں[ہے] رو رو کے سوز کی طرح دن زیست کے اپنی بھر گئے ہم

ن

(۴۴۵)

اے خوشا حال ہوا جو کوئی رسوائے بُتاں
[۱]خوار بازار ملامت ہے بسودائے بُتاں
کفر سے اب تو مرا دل ہے نہایت[۲] بے زار
درمیاں کیا کروں[۳] اے شیخ کہ ہے پائے بتاں
الفت و مہر کی ذرہ جو کہیں ان میں ہو بو[۴]
کاش دیتا میں کسی سنگ کو دل جائے بتاں
بے گناہوں پہ[۵] یہ ناحق جو ستم کرتے ہو
اب کسی طرح سے[۶] تم میں سے یہ خو جائے بتاں
دل سی تم جنس کو بے قدر کیے رکھتے ہو
کیا میں تم سے کہوں افسوس بتاں ، ہائے بتاں
مول لیتے ہو جو اس دل کو تو یونہی[۷] لیجے
تم دیے دام مجھے اور میں بھر پائے بتاں
اب خدا ہی تمھیں سمجھائے مرے دل کا درد
[۸]تم سمجھتے ہو کوئی سوز کے سمجھائے بتاں

(۴۴۶)

اتنا ستم نہ کیجے مری جان جان جان
یکساں نہیں رہے گا ترا[1] مان مان مان

آئینہ ٹک تو دیکھ کہ خالق نے خاک کو
کیا کیا بنائی صورتِ انسان سان سان

گزرا ہے تو چمن سے کہ جائے ترانہ آج
کھینچے ہے آہ مرغِ گلستاں تان تان

دشنام دے کے ہائے وہ جمدھر کا کھینچنا
چبھتی ہے میرے دل میں وہی آن آن آن

پوچھا کسی نے سوز کو مارا تو کس لیے
بولا مجھے وہ گھورے تھا ہر آن آن آن

(۴۴۷)

[1]بھلہ رے عشق تیری شوکت و شان
بھائی میرے تو اڑ گئے اوسان

ایک ڈر تھا کہ دل[2] بچے نہ بچے
دوسرے غم نے کھائی میری جان

بس غمِ یار ایک دن دو دن
اس سے زیادہ نہ ہو جیے مہمان

نہ کہ بیٹھے ہیں پاؤں پھیلا کر
اپنے گھر جا نہ[3] خانہ آبادان

عارضی حسن پر نہ ہو[4] مغرور
میرے[5] پیارے یہ گو ہے، یہ میدان

یہی نُہ زلف و خال[6] زیرِ زُلف
چار دن تو بھی کھیل لے چوگان

میرے پیارے تو ہاتھ دل پہ نہ رکھ
کوئی چبھ جائے[7] گا کوئی پیکان

ناصحا مجھ کو مت لگا تہمت
میں کہاں ، وہ کہاں ، کہاں دامان

یہ قیامت کہ میں ہوں دامنگیر
تو بھی تو ہے[8] بڑا کوئی شیطان

میر صاحب میں آپ ڈرتا ہوں
کچھ بھی اس بات کا ہے[9] سان گمان

ہاں مگر ہو کے[10] خاک بعد از مرگ
میں اسی کے لگوں گا دامن آن

اے فلک بہرِ قادرِ بے چوں
مجھ کو اتنا نہ کر تو سر گردان

کوئی مہمان کو ستاتا ہے
ایک دو دن کا میں بھی ہوں مہمان

جان کی آشنائی[11] ہے جھوٹی
کل کو سن لیجو ، وہ نکل گئی جان

اور تو اور کہہ کے دو باتیں[12]
سوز کہلایا صاحبِ دیوان

(۴۴۸)

غریب جان کے مجھ سے ملا نہ وہ سلطان
وگرنہ لاکھ ٹکے کی تو میری بھی تھی جان
یہی ہے دل میں جو اب کے کہیں نظر آوے
تو اپنے دل کو کڑا کرکے کھینچ لوں دامان
کہوں کہ یا تو مجھے مار ڈال جلدی سے
دیا تو میرے کنے آج رات رہ مہمان

(۴۴۹)

دیدۂ خشکِ آفتاب کہاں — چشمِ گریاں کہاں ، سحاب کہاں
گئی گر[۱] دل کشی بھی جسن کے ساتھ — آہ وہ مالکِ رقاب کہاں
یہ جلے روز و شب وہ ایک گھڑی — دلِ عاشق کہاں کباب کہاں
ایسی ہوتی ہے مے میں کیفیت — لبِ مے گوں کہاں ، شراب کہاں
شیخ جی میکشوں میں آتے ، پر — آپ کے ورد[۲] کی کتاب کہاں
تیری زلفوں نے دل کو بند کیا — سوز کے دل کو اتنی تاب کہاں،

(۴۵۰)

دل تو کہتا ہے کہ یارب مرا دلدار کہاں — میں یہ کہتا ہوں کہ میرا وہ دل افگار کہاں
اس خرابات میں مدہوش ہوئے سب آ کر — کس سے اس بھید کو پوچھوں کہ خبردار کہاں
عشق کی لوگ تو کہتے ہیں دوا کوئی نہیں — ہاں مسیحا ہے ولے عشق کا بیمار کہاں
لاکھ جی سے تو کریں جان کو ہم اپنی نثار — دور سے کوئی دکھادے وہ طرح دار کہاں
صاحبو ، اہلِ دلو ، بہرِ خدا بتلا دو — سوزِ پُرسوز کا یارو وہ دلِ زار کہاں

(۴۵۱)

خوف ہووے نہ رقیبوں کا سو دلدار کہاں؟ [۱]راست کہتے ہیں جہاں میں گل بے خار کہاں؟
طور پر جا کے تجلّی کو بھی دیکھا موسیٰ میرے [۲]محبوب سے پر طالع بیدار کہاں
گو کہ سر پھوڑ کے جُو خوں کی بہاوے [۳]فرہاد لیک [۴]مجنوں سے ترے دیدۂ خوں بار کہاں
پوچھیے کس سے رہ و رسمِ عدم مے خوارو ایسے مے خانے میں سچ کہیے تو ہشیار کہاں
جو گنہگار سے پوشیدہ رکھے اس کے گناہ ایسے ستار کے بندوں میں گنہگار کہاں
کہتے سب ہیں کہ ہمیں سوز سے واقف ہیں بلے جانتے سب ہیں و لے واقف اسرار کہاں

(۴۵۲)

دل کو دینا تو بہت سہل ہے دلدار کہاں غم تو ہر آن میں موجود ہے غم خوار کہاں
دل صد چاک [۱]سے میرے نہیں گل کو نسبت شانۂ زلف کجا ، طرۂ دستار کہاں
سرو کب قابلِ [۲]نظارہ ہے تیرے ہوتے آگے اس قامت رعنا کے اسے بار کہاں
بلبلو مار لو اب چہچے اس باغ میں تم پھر کوئی روز کو ڈھونڈو گی تو گلزار کہاں
سوز فردوس کا ہووے [۳]نہ طلبگار کہ واں تیرے گھر کا سا اسے سایۂ دیوار کہاں

(۴۵۳)

غمزۂ چشم شرمسار کہاں [۱]سر تو حاضر ہے تیغ یار کہاں
زلف اور رو میں صرف کر شب و روز پھیر یہ لیل ، یہ نہار کہاں
گل بھی کرتا ہے چاک اپنا جیب پر گریبانِ [۲]تار تار کہاں
ہو غزالوں کو اس سے ہم چشمی تیکھی چتون کہاں ، خمار کہاں
عندلیبوں نے گل کو گھیر لیا ایک جیوڑا [۳]کہاں ، ہزار کہاں

جیوڑا = دل

[ق]

ایک دن ایک شخص نے پوچھا میر صاحب تمھارا یار کہاں؟
میں نے اس سے کہا کہ [۴]او بھائی اب مجھے اس تلک ہے بار کہاں

گاہ گاہے سلام کرتا ہوں پر وہ باتیں کہاں[۵] وہ پیار کہاں
زندگی میں[۶] جفا غنیمت جان سوز[۷] یہ[۸] ظلم بار بار کہاں

(۴۵۴)

کر لے جو چاہے سو یہ حسن و جوانی پھر کہاں
ملک میں خوبی کی پیارے حکمرانی پھر کہاں
آج اگر چاہے تو سن لے مجھ سے میرا دردِ دل
کل سنا چاہے جو تو میری زبانی پھر کہاں
جب تلک ہے حسن تجھ پر کرتے ہیں سب جی نثار
خط کو ٹک[۱] بڑھنے دے، ان کی جاں فشانی پھر کہاں
تارک الدّنیا ہو گر چاہے کہ خوش گزرے تری
جب پڑا دھندے میں اس کے شادمانی پھر کہاں
سوز کا جینا غنیمت جان[۲] مت مل غیر سے
جب ملا اس سے تو اس کی زندگانی پھر کہاں

(۴۵۵)

اے سوز تو کہاں وہ دلِ ناتواں کہاں
ہم ڈھونڈ لائیں اس[۱] کا بتا ہے نشاں کہاں
نے زلف میں نہ گوشۂ ابروئے[۲] یار میں
ڈھونڈا ہے تیرے دل کو دوا نے کہاں کہاں
خانہ بدوش روزِ ازل سے غریب[۳] تھا
دل کا بتاؤں تم کو بھلا[۴] آشیاں کہاں؟
پڑھتا ہے شعر سوز کے یوں تو سبھی جہاں
اس کا سا لیک[۵] صاحبو لطفِ زباں کہاں

لیک=لیکن

(۴۵۶)

چین کب[۱] اس کو جو دیکھے دل کی یہ بے تابیاں
نیند بھی جاتی رہی سن سن[۲] مری بد خوابیاں
مردمک یوں چشمِ تر میں، سیر کرتی ہیں مُدام
جس طرح پانی میں پھرتی ہیں پڑی مرغابیاں
شیر کو خوراک خوں ہے[۳] یا کوئی لختِ جگر
عشق نے تیرے[۴] تو میری ہڈیاں بھی چابیاں
[۵]دخترِ رز کا پیا تو نے لہو چھپتا ہے کیا
آج تیری انکھڑیاں[۶] ہیں زور ہی عنّابیاں
برہمن کیا شیخ جو دیکھے[۷] تو سجدے کو جھکے
قہر ہیں[۸] اے سوز[۹] الٹی پٹیاں محرابیاں

مردمک = آنکھ کی پتلی
زور = زیادہ

(۴۵۷)

کسے ڈھونڈتے ہو بغل میں میاں گیا دل کبھی کا کہاں سے کہاں
اسے دل کہیں جو ہے عرشِ خدا اسے دل کہیں جو ہے جنّت مکاں
یہ دل جس کو ہے صاحبِ دل ہے وہ یہ دل جس کا ہے سو ہے روح[۱] و رواں
یہی دل ہے گلزار فردوس کا یہی دل ہے معمورۂ عاشقاں
یہی دل ہے پُرسوز پُر درد[۲] و داغ یہی دل ہے سلطانِ کون ومکاں

(۴۵۸)

کرے نہ باغ میں بلبل کبھی سخن تجھ بن کھلیں نہ غنچوں کے اے گلبدن دہن تجھ بن
رے فراق میں جلتا ہے جان و تن ایسا کہ روح خوش نہ کرے آشیانِ تن تجھ بن
تجھے مدام نشاط و سرور و عیش و طرب مجھے یہ جامۂ تن ہوگیا کفن تجھ بن
کہاں شراب، کہاں جام اور کہاں ساقی بسانِ مجلسِ ماتم ہے انجمن تجھ بن

(۴۵۹)

☆کیا کہوں کیسا حال ہے تجھ بن [1]زندگانی وبال ہے تجھ بن
[2]وہ جو تھے شوق و ذوق اب وہ کہاں رنج و درد وملال ہے تجھ بن
[3]مجھ کو کوچے میں اس کے ذبح کرو یہی سب سے سوال ہے تجھ بن
[4]آئینہ دیکھوں تو کہوں یہ کون بسکہ تغییرِ حال ہے تجھ بن
کیا کہوں آہ کیونکہ کٹتی ہے ایک پل ، ماہ و سال ہے تجھ بن
کس زباں سے کہوں میں حال اپنا یہ زباں بھی تو لال ہے تجھ بن
قصہ کو تاہ سوز کو اب تو زندگانی محال[5] ہے تجھ بن

(۴۶۰)

حمد میں تیری اے خدائے سخن اس زباں سے کہا نہ جائے سخن
باتیں سارے[1] بناتے ہیں لیکن کوئی پر[2] لائے آشنائے سخن
کوئی صاحب سخن نہیں مرتا ہے قیامت تلک بقائے سخن
اکل = کھانا زیست انسان کی نہ پوچھو کچھ اکل[3] یا شرب ہے[4] بجائے سخن شرب = پینا
سوز خاموش رہ کے کیا لے گا زندگانی تو ہے برائے سخن

(۴۶۱)

[1]ہے دھوپ کہاں کدھر گیا دن کیوں شامِ فراق[2] پر گیا دن
آنکھیں نہ ہوئیں اندھیر آیا روتے ہی میں گزر گیا دن
چپکا رہتا ہوں جب کبھی میں کہتے ہیں کہ بے خبر گیا دن
کیا روزِ ازل کیا تھا وعدہ وہ بھول گیا بسر گیا دن
رونا یا سر کے تئیں پٹکنا یہ سوز تو یونہی بھر گیا دن

(۴۶۲)

کہیں ہیں لالے کو صاحبِ طبع ہے[۱] یہ چشم و چراغِ گلشن
وہ فی الحقیقت خزاں کے غم سے جگر پہ رکھتا ہے داغِ گلشن
شتاب لے کر صراحی و جام[۲] مجھ تک آ پہنچ ساقیا تو[۳]
مثال غنچے کی تنگ میرے نہ کر تو دل پر فراغ گلشن
خزاں نے اس سال آکے ساقی یہ باغ[۴] ایسا ہی کھو دیا ہے
بہار کیسا بھی ڈھونڈے[۵] تو بھی نہ پاوے ہرگز سراغ گلشن
[۶]بتا تو تیرے بغیر ظالم یہ باغ کس کا لہو پیے ہے
گلوں پہ ذرہ تو غور کر تو بھرے ہیں[۷] خوں سے ایاغِ گلشن
کیا ہے اے سوزؔ جب سے ان[۸] نے خرامِ ناز آکے اس چمن میں
غرورِ گل سے یہی ہے پیدا، فلک[۹] پہ پہنچا دماغِ گلشن

(۴۶۳)

خونِ عشاق سے تو بھر لے پیارے دامن
روزِ محشر ہے[۱] مرا ہاتھ تمھارے دامن
[۲]ناز کا اس کے ہو[۳] کشتہ جو کہے ذبح کے وقت
داغ سے خوں کے مرے[۴] تو نہ بچارے دامن
ہم تو [۵]مستغنی الاحوال ہیں عریانی سے
جامہ رکھتا ہو جو کوئی[۶] تو پسارے دامن
تشنہ لب اشک[۷] کی ہے خاک مری ورنہ سحاب
گاہ بے گاہ نچوڑے[۸] تو ہے بارے دامن
رنگِ پیراہنِ گل ختم[۹] ہے پیارے لیکن
وہ بھی سج دیکھ قبا کی، ترے وارے دامن

مستغنی الاحوال = اپنے حالات سے بے نیاز

رنگِ گل کیوں نہ صبا بخشے[۱۰] چمن میں دل کے
آگ دہکے ہے جو اس پر کوئی مارے دامن
جامہ زیبوں کی خوشامد نہیں درکار[۱۱] اے سوز
کیا ہے حاجت کوئی[۱۲] گل کا جو سنوارے دامن

(۴۶۴)

چشمِ عشاق آبشارِ چمن سینہ داغوں سے لالہ زارِ چمن
جب سے دیکھا میں[۱] تجھ کو اے گل[۲] رو نہیں نظروں میں اعتبارِ چمن
رخ سے رخ مت ملا تو عاشق کے نہ خزاں سے لڑا[۳] بہارِ چمن
مت ستا عندلیب کو صیّاد ہے وہی ایک یادگارِ چمن
[۴]لوٹے ہیں بے مروّتوں نے گل سونت سونت اب کے شاخسارِ چمن
میری آنکھوں کی طرح سے نہ بہی دیکھی مدّت میں جوئبارِ[۵] چمن
دیکھ[۶] تو ٹک نسیم کو اے سوز [۷]کون ایسا ہے بے قرارِ چمن

(۴۶۵)

گل داغ شمع و شعلہ خور ، ماہ ، نار ، ساتوں
جلتے ہیں دیکھ تجھ کو اے گل عذار ساتوں
غم ، درد و رنج و محنت ، فریاد آہ و زاری
مثلِ امور طبعی ہیں اپنے یار ساتوں
دل ، دین ، تاب و طاقت ، صبر و قرار ، راحت
آجا یہ پیش کش ہیں رشکِ بہار ساتوں
دل ، جان و جسم ، آنکھیں ، فہم و ذکا ، فراست
ہیں جان و دل سے تیرے یہ دوستدار ساتوں
خط ، خال ، چشم ، ابرو ، مژگان و زلف ، کاکل

خور=خورشید

مکھڑے کی لوٹتے ہیں تیرے بہار ساتوں
سیماب ، برق ، شعلہ ، خو ، ناب ، اشک ، شبنم
لیتا ہے دل طپیدہ ، ہیں بے قرار ساتوں
وحشت ، جنوں ، مصیبت ، غم ، درد و داغ محنت
تمؔ دے چلے ہو ہم کو یہ یادگار ساتوں
آئینہ ، جام ، مینا ، گل ، داغ ، چشم ، نرگس
کرتے نہیں ہیں تیرا کچھ انتظار ساتوں
ہفت آسماں ہے تیرا اے آفتِ زمانہ
بندے ، غلام ، چاکر ، ہیں جاں نثار ساتوں
انداز ، عشوہ ، غمزہ ، چشمک ، نگہ ، ادا ، ناز
تیرے رکاب میں ہیں یہ شہ سوار ساتوں
ایمان ، قدردولت اور پنجتن کی دولت
دے اس غریب کو بھی پرودگار ساتوں

(۴۶۶)

جو دل آتشِ غم سے ناحق جلا دوں　　جو وہ مجھ سے مانگے تو پھر اس کو کیا دوں
اسی فکر میں غرق ہوں رات دن میں　　کہ اس غم کو کس طرح دل سے اٹھادوں
سنو بھائی غم تم مجھے چھوڑ جاؤ　　تو میں دل سے تم کو بہت سی دعادوں
بہت دل ہیں اس دل سے بہتر جہاں میں　　چلو ایک دو اس سے اچھے دلادوں
اسے شوق سے بھون کھاؤ جلا دو　　ولے سوزؔ کو پہلے یاں سے اٹھا دوں

(۴۶۷)

جگر کے میں چیلوں کو تکّے کھلا دوں　　ویا دل کے پرزے ہوا پر اڑا دوں
کسی طرح اس کو تسلی ہو یارب　　مگر آگ اس بھونڈے دل کو لگا دوں

یہی مجھ کو حسرت[1] ہے اے ہم نشینو[2] — نہ[3] کیونکر اسے حالتِ دل سنا دوں
وہی ایک دل تھا سو زلفوں میں الجھا — جو وہ مجھ سے مانگے تو پھر[4] اس کو کیا دوں
جفا کے عوض ہے وفا اپنا شیوہ — جو وہ گالیاں دے تو[5] اس کو دعا دوں

ق

سنو! سوز کو اپنے در پر جو دیکھا — [6]اٹھا طیش سے کہہ کے "اس کو اٹھا دوں"
کھڑا سر پہ ہو کے لگا کہنے کیوں بے — [7]مزا عاشقی کا تجھے میں چکھا دوں
مجھے چاہ کر تو نے رُسوا کیا ہے — بھلا میر صاحب تمھیں کیا دعا دوں
یہی جی[8] میں رہ رہ کے آتا ہے اب تو — کہ تیرے گلے پر چھری ہی چلا دوں

(۴۶۸)

ایسے[1] جفا شعار سے کہیے تو کیا وفا کروں
ڈوبوں کہیں کہ زہر کھاؤں مار[2] مروں میں کیا کروں
مرنے پہ[3] میں تو راضی تھا موت کو موت آ گئی
زندگی اب گلے پڑی اس کی میں کیا دوا کروں
ایک تو ایسی[4] ہی لگا جو نہ رہوں دروغ گو
کب تئیں دردِ دل سے جان 'آہ[5] موا موا' کروں
صبر و قرار و عقل و ہوش [6]سب یہ کنارہ کر گئے
غرق ہوں بحرِ فکر میں کس کو اب[7] آشنا کروں
تب نہ موا ہزار حیف کہتے تھے جب کہ[8] میر میر
اب جو کہو ہو سوز سوز یعنی سدا جلا کروں

(۴۶۹)

کب تلک میں راہ اس بے رحم کی دیکھا کروں
حال پر میرے نہ آیا رحم اس کو کیا کروں

سوز دل تو جوش کھا کر غم سے نالہ ہو بہا
اب کہاں سے اور اک دل سوز میں پیدا کروں

تو بہے[۱] اس طرف اب اے کشتۂ لختِ جگر
اس کی خاطر میں بھی سیرِ موجۂ دریا کروں

موج میں آوے تو شاید دیکھ لے میری طرف
کب تلک میں دیکھنے کے واسطے ترسا کروں

آہ وہ دلسوز میرا یعنی پیارا میر سوز
آج میرے ساتھ ہوتا[۲] پر کہاں ڈھونڈا کروں

(۴۷۰)

اشک بھی آتا[۱] نہیں اب کیا کروں[۲] — آہ دل جلتا ہے یارب کیا کروں
ہائے میری بات وہ سنتا نہیں — حالِ دل کہنا[۳] ہے مطلب کیا کروں
دل میں آتا[۴] ہے کہ مر رہیے کہیں — پر نظر آتا نہیں ڈھب کیا کروں
شمع کے مانند اے اہلِ نظر — سوز میں جلتا ہوں ہر شب کیا کروں
[۵]سوز مت دکھلا مجھے اس شوخ کو — دل اٹک جاوے کہیں تب کیا کروں

(۴۷۱)

[۱]آہ اس دل کو جلا دوں کیا کروں — آنکھیں رو رو کر[۲] سُجا دوں ؟ کیا کروں؟
دل مجھے[۳] کہتا ہے دلبر کو دکھا — کیوں جی؟ سچ! اس کو دکھا دوں کیا کروں؟
ہ[۴] آنکھوں نے اسے[۵] شیدا کیا — آنکھوں میں تکلی[۶] چبھا دوں کیا کروں؟
جب کہ تن نے مجھ[۷] کو یہ سب دکھ دیا — آگ اس تن کو لگا دوں کیا کروں؟
اس[۸] کو چڑ ، یہ آہ بن رہتا نہیں — سوز کا میں منہ جلا دوں کیا کروں؟

(۴۷۲)

ان جفاؤں پر اگر[۱] اب غم نہ کھاؤں کیا کروں
کوہ و صحرا میں نہ میں گر بھاگ جاؤں کیا کروں
آشنا نا آشنا سب ہو گئے اے وائے بخت
وحشیوں سے جا کے اب تیغہ بھڑاؤں کیا کروں
نوکِ سوزن[۲] اور اب جا گہ نہیں ہے دل میں وائے
سوزنِ عیسیٰ سے چاکِ دل سلاؤں کیا کروں
یوں تو میں مرتا نہیں اور جی نکلتا بھی نہیں
روتے روتے تن بدن اپنا گھلاؤں کیا کروں
وہ مرا دل سوز بھی آتا نہیں اے یا نصیب
حالتِ سوزِ دروں کس کو سناؤں کیا کروں

(۴۷۳)

اس پاس پھر گیا دلِ گمراہ کیا کروں
دم مارنے کی بات[۱] نہیں آہ کیا کروں
بستی میں ہے نہ چین ، نہ جنگل میں ہے قرار
گھبرا گیا ہوں اے[۲] مرے اللہ کیا کروں
آوے گا یا نہ آوے گا شب تو گزر گئی
دیکھوں نہ دیکھوں اس کی بھلا راہ کیا کروں
دل بے خبر پڑا ہے خدا جانے کیا ہوا
اس حال[۳] سے میں سوز کو آگاہ کیا کروں

(۴۷۴)

[۱] یار بن میں زندگانی کیا کروں   [۲] اے قضائے آسمانی کیا کروں

[۳]برق کی مانند جاتا ہے نکل ایسے دل کی پاسبانی کیا کروں
دل تلک پھائے کا کیا مذکور ہے مرہمِ زخمِ نہانی کی کروں
ہے جگر میں زخم،[۴] سوچو تو سہی تو ہی بتلا میرے جانی کیا کروں
[۵]اب نہ دل ہے پاس نے لختِ جگر سوز [۶]ان کی میہمانی کیا کروں

(۴۷۵)

جو ایک دم بھی میں اس شوخ سے کلام کروں تو بے تکلف اسی[۱] آن جاں تمام کروں
[۲]خرد پہ اپنے بڑا ہے گھمنڈ ناصح کو[۳] جو اس کے روبرو بولے تو میں سلام کروں
خراب کیوں ہے تو اے سوز غم کے ہاتھوں سے [۴]کہا جو مانے مرا آج ایک کام کروں
علم فراز تکبّر کی جب سواری ہو [۵]تو لے کے ساتھ تجھے یہ بھی ایک نام کروں
کہوں کہ عبدِ وفادار بیچتا ہوں میں [۶]بڑا مزا ہو کہے لا اِسے غلام کروں

(۴۷۶)

کہاں نصیب کہ[۱] اس شوخ سے کلام کروں
جو حالِ دل ہے اسے کہہ کے میں تمام کروں
نہ تجھ کو رحم مرے حال پر نہ مجھ کو صبر
[۲]جنوں میں کیونکہ بسر اپنے صبح و شام کروں
نہ رکھ نماز سے محروم ، دے مجھے ساقی
شراب اتنی کہ میں سجدہ سوئے جام کروں
ہمیشہ مل کے رقیبوں سے جب تو ہو بدنام
میں کس طرح سے بھلا تجھ کو نیک نام کروں
خدا کرے[۳] اب اس سے ہوئی ہے یہ امید
کہ رام ہو وہ مرا گر میں اس کو رام کروں

مرے سلام نہ لینے سے ہوگیا ناخوش
اگر وہ پھر ادھر آوے تو میں سلام کروں
کہے تھا شوخ مجھے بزمِ عیش میں اے سوز
بغیر اس کے نہ میں رُو بسوئے جام کروں

(۴۷۷)

کیوں جی تسکینِ دلِ زار کروں یا نہ کروں؟ نالہ جا کر پسِ دیوار کروں یا نہ کروں؟
سن لے اک بات مری تو کہ رمق باقی ہے پھر سخن تجھ سے ستم گار کروں یا نہ کروں؟
سخت مشکل ہے کہ ہر بات کنا یہ سمجھو! ہے زباں میری بھی گفتار کروں یا نہ کروں؟
خوابِ شیریں میں وہ اور دل ہے مرایاں باشوق جی دھڑکتا ہے کہ بیدار کروں یا نہ کروں؟
موسمِ گل ہی میں صیّاد سے جا کر یارو ذکرِ مرغانِ گرفتار کروں یا نہ کروں؟
حال باطن کا نمایاں ہے مرے ظاہر سے میں زباں اپنی سے اظہار کروں یا نہ کروں؟
عہد تھا تجھ سے کہ بھر عمر وفا کیجے گا ان سلوکوں پہ جفا کار کروں یا نہ کروں؟

(۴۷۸)

☆گزر گئے اس جہاں سے یارو[۱] فقیر و امرا و شاہ لاکھوں
طریق پر کوئی کوئی آیا وگرنہ[۲] بھٹکے کراہ لاکھوں
بلا تردّد ، بلا تامّل ، بلا تصنّع ، بلا تَأَنّی تَأَنّی=تاخیر
امیدِ بخشش ہے جب سے ہم کو کیے ہیں تب[۳] سے گناہ لاکھوں
یہ گیروا پوش کیوں پھرے ہے کوئی تو ان پاس جا کے پوچھو گیروا پوش=سرخ لباس والا
مگر کوئی دل پڑا ہے مارا کہ پھرتے ہیں داد خواہ لاکھوں
قتیلِ مژگاں کی گور پر کل نظر پڑا دور سے نیستاں
جو پاس جا کر کیا تفحّص نکلتے تھے نالہ آہ لاکھوں تفحّص=تحقیق

ادھر سے آتا ہو[۴] تیغ در دست، ادھر سے جاتا ہوں میں بھی بدمست
ادھر کرے قتل کا وہ ساماں ادھر[۵] سے ہوں داد خواہ لاکھوں
زبان اپنی سنبھال ظالم یہ گالیاں کس کو دے رہا ہے
مجھے نہیں ایک[۶] کا تحمل سنا نہ تو خواہ مخواہ[۷] لاکھوں
اسیرِ الفت، شہیدِ ابرو، فگار مژگاں، خراب گیسو
جو تو ہی[۸] آوے تو چیت[۹] جاویں رکھیں ہیں تجھ پر نگاہ لاکھوں
کسو[۱۰] نے اس کو جگا کے پوچھا[۱۱] کہ دیکھیو سوزؔ کیا یہی ہے؟
مجھے جو دیکھا تو ہنس[۱۲] کے بولا پھریں ہیں ایسے تباہ لاکھوں

(۴۷۹)

کونسا دن ہو کہ میں وہ رخِ زیبا دیکھوں
[۱]ناز کا اس کے بھلا[۲] میں بھی تماشا دیکھوں
[۳]کونسی وہ بھی گھڑی ہوگی خداوند کریم؟
وہ کرے چونچلے اور میں اسے بیٹھا[۴] دیکھوں
دل مرا لے کے گئے لوگ[۵] بہ تقریبِ فروخت
[۶]یہ بھی پوچھا نہ کہ میاں لائیے ہے کیا دیکھوں
کیوں مری[۷] جان یونہی روتے رہیں ساری عمر
[۸]کبھی دل میں نہ ہوا بھول کے دریا دیکھوں
تیرے ہی غم میں موا سوزؔ اب[۹] کیوں بے دید
یہ کبھی جی میں نہ آیا کہ اسے جا دیکھوں

(۴۸۰)

نہ ہو اے بے مروّت مجھ سے ناخوشنود اٹھتا ہوں
عبث ہوتا ہے کیوں مجھ پر عتاب آلود اٹھتا ہوں

نہ دے تکلیف اپنے[1] خنجر و شمشیر کو[2] ظالم
میں اپنے اشکِ خوں پالا سے خوں آلود اٹھتا ہوں
اگرچہ بزم سے تیری نہیں اٹھتا ہے دل لیکن
رقیبِ بے حیا کے واسطے میں زود اٹھتا ہوں
دھراتا ہے مجھے کیوں عشق بیٹھا ہوں بھروسے پر
میں تیرے سامنے ہونے کو ہوں موجود اٹھتا ہوں
سنے سب شاعروں کے شعر سب سے خوش ہوا لیکن
سنوں ہوں سوزؔ کے جب شعر تب[3] تو کُود اٹھتا ہوں

(۴۸۱)

یہ[1] خامی ہے کہ سوز عشق سے فریاد کرتا ہوں
میں اس دولت کے محروموں کو جل جل یاد کرتا ہوں
فلک نے لالچی جانا تھا مجھ کو تو ہی[2] ڈھکا یا
میں اس کے وعدے[3] پر اب تک دل اپنا شاد کرتا ہوں
شب و روز اس طرح کہتا[4] ہے تیرے جور سے قاتل
گھڑی[5] فریاد کرتا ہوں گھڑی[6] بے داد کرتا ہوں
قبول[7] اب بھی نہیں کرتا ہے میرا قتل ہے ظالم
مَیں کس کس ڈول سیتی منّتِ جلاد کرتا ہوں
یہ حسرت رہ گئی ، دل میں کبھو[8] اس بے مروّت نے
نہ پوچھا سوزؔ کوں[9] اتنا کہ میں بھی یاد کرتا ہوں

(۴۸۲)

آہ میں بے قرار کس کا ہوں — کشتۂ انتظار کس کا ہوں
تیر سا دل میں کچھ کھٹکتا[1] ہے — دیکھیو میں شکار کس کا ہوں

دل ہے یا میں ہوں، میں ہوں یا دل ہے   اور اب ہم کنار کس کا ہوں
[2]چین آتا نہیں مجھے [3]یارب   دلِ پُر اضطرار[4] کس کا ہوں
چاک ہے مثلِ گل تمام بدن   یارب اتنا فگار کس کا ہوں
سوز[5] نے جوں کہا: کہاں تھا یار؟   کہا[6] چل[7] بے میں یار کس کا ہوں

(۴۸۳)

کون کہتا ہے کہ میں ہشیار یا مدہوش ہوں
افترائے خلق کے ہاتھوں سے[1] میں خاموش ہوں
ساقیا فردا کے وعدے پر متاعِ[2] عقل رکھ
جامِ بے ہوشی پلا تیرا میں دُردی[3] نوش ہوں
ناصحا[4] بے زار میں تجھ سے یہاں آیا نہ کر
چل[5] بہت بک بک نہ کر او بے ادب خاموش ہوں
تو جو کہتا ہے کہ میری بات کا[6] کچھ دے جواب
اس تری افسانہ گوئی پر کرے پاپوش[7] ہوں
اب مجھے صورت نہیں بھاتی ہے واللہ خلق کی
اے زمیں تو مجھ کو چھپنے دے تو میں روپوش ہوں
میاں علی بند سپر تسمے سے تو میرے بنا
تو گلے پڑ کر کسی عنواں تو ہم آغوش ہوں

(۴۸۴)

[1]من مانتی کرتا ہے تو مجھ پر جفا[2] میں کیا[3] کہوں
مجھ کو تو کچھ آتا نہیں غیر از دعا میں کیا کہوں؟
اے صاحبو بولو زرا ایسے سے کیا بس چل سکے
دیکھے ہی دیکھے آن کر دل لے گیا میں کیا کہوں؟

کہنے سے بن آتی نہیں تعریف اس کے حسن کی
[۴]چھب دیکھتے ہی مر گیا ہے اے ادا میں کیا کہوں
تھا دل[۵] میں آج اچھی طرح شکوہ کروں گا روبرو
منہ دیکھتے ہی دور سے وہ ہنس پڑا میں کیا کہوں
تہمت ہے[۶] ے یہ سب سوز پر ملتا ہے کب اوروں سے وہ
جھک ماری[۷] تیرے روبرو جس نے کہا میں کیا کہوں

(۴۸۵)

قیس کی آوارگی ہے دل میں سمجھو تو کہوں
ورنہ لیلیٰ ہے ہر اک محمل[۱] میں سمجھو تو کہوں
چشمِ کم سے خلق کو آپس میں مت دیکھا کرو
زور ہی جھمکا ہے مشتِ گل میں سمجھو تو کہوں
میکدے اور کعبے میں کیا ہے تفاوت شیخ جی
شیشہ ہے پتھر کی ہر اک[۲] سل میں سمجھو تو کہوں
ناصحو کیفیت ان آنکھوں کی کیا پوچھو ہو تم
مجھ سا عاشق ہو گیا اک پل میں سمجھو تو کہوں
جانتے ہو عیش تم دنیا میں جس کو سو نہیں
عیش ہے دنیا کی جو محفل میں سمجھو تو کہوں
کرتے ہو ہر دم جو وصفِ چشمۂ آبِ حیات
آب ہے جو خنجر قاتل میں سمجھو تو کہوں
تم جو پوچھو ہو بھڑک میں دل کیا کی لذّت ہے سوز[۳]
[۴]جو تڑپ کا ہے مزا بسمل میں سمجھو تو کہوں

(۴۸۶)

اب تو ایسا[1] میں ناتواں ہوں جو کہہ نہیں سکتا منہ سے ہاں ہوں
اے صاحبو تم تو راست بولو مردہ ہوں[2] میں یا کہ نیم جاں ہوں
ایسا تو سبک[3] ہوا ہوں ہے ہے جو سب کے دل پہ اب گراں ہوں
دشمن سے نہیں ہے مجھ کو رنجش آزردۂ طعنِ[4] دوستاں ہوں
اے کاش مُوا نہ اس کے غم میں میں کشتۂ رشکِ کشتگاں ہوں
میں نے ہی[5] کوہِ غم اٹھایا یوں تو یک مشتِ استخواں ہوں
اب اتنی ہی[6] آرزو ہے باقی جو اس کا خاکِ آستاں ہوں
ظاہر[7] بینوں نے [8]پیر جانا میں تو وہی سوز نوجواں ہوں

(۴۸۷)

ظاہر میں گرچہ بیٹھا لوگوں کے درمیاں ہوں
پر یہ خبر نہیں ہے میں کون ہوں کہاں ہوں؟
کیوں ساکنانِ دنیا آرام دو گے اک[1] شب
بچھڑا ہوں[2] دوستوں سے گم کردہ کارواں[3] ہوں
ہاں[4] اہل بزم میں بھی آؤں پر ایک سن لو
تنہا نہیں ہوں بھائی بانالہ و فغاں ہوں
سوراخ چاک لاکھوں ، داغوں کی کون گنتی
گلشن دل و جگر ہے گو صورتِ خزاں ہوں
رہتا ہوں جس جگہ میں واں کس کو ہے رسائی
نے برسرِ زمیں ہوں نے زیرِ آسماں ہوں
خطرہ کدھر سے آیا یارب یہ ماسوا کا
مدّت سے میں بھی اپنے اس دل کا پاسباں ہوں

سر مانگتا ہے قاتل ، قاصد شتاب لے جا
اتنی[۵] سبک سری[۶] پر کاہے کو سر گراں ہوں
نام و نشاں نے [۷]یارب رسوا کیا ہے مجھ کو
اب چاہتا ہوں حق سے بے نام و بے نشاں ہوں
آتا ہے جانِ تازہ ہر زخم کے الم سے[۸]
سو جان سے ہوں قرباں[۹]، ہر چند نیم جاں ہوں
قاتل پکارتا ہے ''ہاں کوئی کشتنی ہے؟''
[۱۰]کیوں سوز تو ہے چپکا کچھ بول اٹھ نہ ہاں ہوں

(۴۸۸)

برقِ تپیدہ یا شررِ بر جہیدہ ہوں
جس[۱] رنگ میں ہوں میں غرض[۲] ازخود رمیدہ ہوں
عنقا ہوں[۳] یا ہُما ہوں وگر ہوں مسیح[۴] و خضر
آبادیِ جہان سے عُزلت گزیدہ ہوں
منّت کشِ خزاں[۵] ہوں نہ حسرت کشِ[۶] بہار
جوں سرو باغِ دہر میں دامن کشیدہ ہوں
پہلو نشیں کے غم سے جگر میں ہے خار خار
مانند گل کے بسملِ در خون طپیدہ ہوں
اے اہلِ بزم میں بھی مرقّع میں دہر کے
تصویر ہوں ولے لبِ حیرت[۷] گزیدہ ہوں
اے اشک و آہ مجھ سے نہ آگے چلو کہ میں
بچھڑا ہوں کارواں سے مسافر جریدہ ہوں

صیّاد اپنا دام اٹھا لے کہ جوں صبا
ہوں تو چمن میں پرِ گلِ عشرت نچیدہ ہوں
غم ہوں ، الم ہوں ، درد ہوں ، سوز و گداز ہوں
میاں[۸] اہلِ دل کے واسطے میں آفریدہ ہوں

عشرت نچیدہ = خوشی کے ذائقے سے محروم

(۴۸۹)

سر خوشِ جوشِ بہارِ نرگسِ مستانہ ہوں
آپ ہی[۱] مینائے مے ہوں آپھی[۲] میں پیمانہ ہوں
گاہ خارستان[۳] ہوں اور گاہ ہوں رشکِ چمن
[۴]گاہ شمعِ بزم ہوں اور گاہ خود[۵] پروانہ ہوں
گاہ جوں شیر و شکر آمیختہ ہوں خلق سے
[۶]گاہ جوں طیرِ [۷]پریدہ سب سے میں بیگانہ ہوں
گاہ روم و ہند سے آباد تر ہوں خلق میں
گاہ دشتِ کر بلا[۸] سا رشکِ صد ویرانہ ہوں
گاہ سوزِ عاشقاں ہوں ہر دلِ صد چاک میں
گاہ لینے کو بلا زلفِ بتاں کا شانہ ہوں

طیرِ پریدہ = اُڑا ہوا پرندہ

(۴۹۰)

گرچہ میں سارے جہاں کی وضع سے بیگانہ ہوں
پر تمھاری سج[۱] کا اے بے الفتو دیوانہ[۲] ہوں
گرچہ کونے میں بٹھا رکھا ہے ساقی نے مجھے
پر میں اپنی [۳]چشمِ تر سے رشکِ صد پیمانہ ہوں
گرچہ ظاہر میں ہے میری وضع سب سے متّقی
پر مجھے باتوں میں گر کھولو تو بس رِندانہ ہوں

گرچہ[۴] جیتے جی زباں زد خلق کا ایسا نہیں
پر[۵] سمجھتا ہوں کہ بعد از مرگ میں افسانہ ہوں
شمع ساں گرچہ نہیں میں مجلس افروزِ جہاں
اپنے دل میں تو کسی کے طور کا پروانہ ہوں
گرچہ کہتے ہیں بہت نامرد مجھ کو واہ وا
لیک[۶] جی دینے کو ان ساروں میں میں مردانہ ہوں
گرچہ بکتا ہوں بہت سا لغو بے ہوشی کے بیچ
اے خرد مندو[۷] مجھے تم بخشیو ، مستانہ ہوں
گرچہ یادِ بادہ پر دیتا ہوں اپنا جان کاش
خاک ہونے پر بھی میں خشتِ درِ میخانہ ہوں
[گرچہ][۸] تنہا ہوں رفیق و دوست کچھ[۹] رکھتا نہیں
[دیکھ تو] آئینہ باطن میں میں مے[۱۰] خانہ ہوں
جیسے بوجھو ویسے[۱۱] چھانو چشم سے دیکھو زرا
بندۂ دل سوز ہوں ہم صحبت[۱۲] جانا نہ ہوں

(۴۹۱)

کہوں اک بات میں تجھ سے اگر جی کی اماں پاؤں
[۱]کبھی تو پاس آ میرے ترے قربان میں جاؤں
گلے میں گریہ، آنکھوں میں نِگہ، دل میں پھنسا نالہ
نفس تنگی لگا کرنے کہاں تک میں نہ گھبراؤں
نگاہ و غمزہ و ناز و ادا و عشوہ و شوخی
مجھے سب کھینچتے ہیں یا الٰہی میں کدھر جاؤں

نہ صحرا میں اسے آرام ہے نے شہر سے الفت
ہٹا ہے طفلِ دل یارب اسے میں کیونکے بہلاؤں
خفا ہو کر گیا ہے سوز وہ جس دن سے حیراں ہوں
کسی کو بھیجوں اس کے گھر میں یا آپہی منا لاؤں

(۴۹۲)

[1]تو نہ کہہ منہ سے اپنے گھر جاؤں — [2]میں ترے صدقے ہو کے مر جاؤں
[3]ایک دل تھا سو چھین لے گیا تو — تیرے ہاتھوں سے میں کدھر جاؤں
رہ رہ کے جی میں آتی ہے یہ[4] [بات] — چپکے سے زہر کھا کے مر جاؤں
اتنی فرصت دے مجھ کو اے ظالم — [5]اپنے جی سے جو میں گزر جاؤں
پر کروں کیا [کہ] بات ہی ہے[6] کڈھب — ورنہ میں! موت سے یوں ڈر جاؤں

(۴۹۳)

یہی ہے دل میں کچھ اب زہر کھا کر آج مر جاؤں
کوئی اب زہر بھی دیتا[1] نہیں یارب کدھر جاؤں
جلاتا[2] ہے تو جوں جوں میں ترے قربان ہوتا ہوں
میں پروانہ نہیں جو ایک پل[3] میں جل کے مرجاؤں
عدد کے ہاتھ سے کونا[4] نہیں ملتا ہے چھپنے کو
زمین پر تو نہ چھوڑیں گے مگر افلاک پر جاؤں

(۴۹۴)

سبھی ہیں دل کے لے جانے کی باتیں — سمجھتا ہوں یہ[1] بہلانے کی باتیں
کبھو[2] ہنسنا کبھو[3] گھبرا کے رونا — کوئی دیکھو تو دیوانے کی باتیں
مجھے مت دیکھ کر تیور[4] چڑھا جان — [5]ہماری ہیں یہ مر جانے کی باتیں
ہم آپہی[6] دیر ہیں آپہی برہمن — کہو مت ہم سے بت خانے کی باتیں

تمھاری دم بدم کھینچے ہے زلفیں [۷] اجی ٹک دیکھیو شانے کی باتیں

ق

کہا میں نے [۸] یہ اس سے تیری خاطر سنوں [۹] ہوں اپنے بیگانے کی باتیں
لگا کہنے کہ مت کر چونچلا سوز یہ سب ہیں گالیاں کھانے کی باتیں

(۴۹۵)

[۱] آنکھیں بھی اس کی آنکھوں سے گر ٹک ملا کریں
تو ہم کسی سے کاہے کو اتنا گِلا کریں
گر جوش مارے خط کی ترے چہرے [۲] پر بہار
غنچے دلوں کے گل کی طرح سے کھلا کریں
کیونکر نہ چشم و ابرو سے ہو قتل دل مرا
دو ترک مست لے کے جو تیغ [۳] بلا کریں
[۴] بارِ دگر بہار نے مارا ہے جوش اب
[۵] برپا جنون اپنے کا ہم سلسلہ کریں
آئینہ [۶] کا عبث ہے سکندر یہ [۷] تعبیہ
بہتر [۸] ہو دور اس سے جو، دل کو جِلا کریں
ہے معتبر انھوں [۹] کی جہاں میں مہوّسی
جو خاک کو نگاہ سے اپنی طِلا [۱۰] کریں
اے سوز میں بدوں نہ تھی ان کی قَراوَلی
شہری غزال یہ جو کسی سے ملا [۱۱] کریں

تعبیہ=چھپانا
مہوّسی=کیمیاگری
طِلا=سونا
قَراوَلی=جھڑ

(۴۹۶)

دل کے ملنے کا کچھ نہ چارہ کریں بس گریبانِ صبر پارہ کریں
غوطہ مارا ہے عشق میں اس کے کیا اسے چھوڑ کر کنارہ کریں

اس ضعیفی میں گر وہ بوسہ دیں   پھر جوانی تو ہم دوبارہ کریں
کب تلک کونے میں چھپے رہیے   آپ کو اب تو آشکارہ کریں
لوگ کہتے ہیں لوٹتا ہے چلو   سوز کا دور سے نظارہ کریں

(۴۹۷)

شہیدِ عشق کے مسجود یا امام حسینؓ   امیدواروں[۱] کے مقصود یا امام حسینؓ
نہیں ہوا کوئی تم سا شہید یا[۲] شاہد   تمھیں ہو شاہد و مشہود یا امام حسینؓ
زبانِ سوز کہاں اور تمھاری مدح کہاں   تمھیں ہو حامد و محمود یا امام حسینؓ
غریب سوز[۳] تمھارا بہت پریشاں ہے   اسے نواز بھی[۴] دو زُود یا امام حسینؓ
رہے جہان میں جب تک تو باوقار رہے   بحقِّ غربتِ معبود یا امام حسینؓ
وگر بلاؤ کبھی اس کو اپنی خدمت میں   تو یہ کہے وہیں موجود یا امام حسینؓ
[۵] ملے کریم کے آگے کوئی کبھی کیوں کر   محامدِ کرم و جُود یا امام حسینؓ

زُود = جلدی

(۴۹۸)

[۱] نہ رورو کے کچھ میں نے تر کی ہیں آنکھیں   یہ دھو دھا کے[۲] تیری نذر[۳] کی ہیں آنکھیں
ملے گا ولیکن رقیب اس کے ہمرہ   کہ یکبارگی دونوں پھڑکی ہیں آنکھیں
[۴] اجی دیکھتے ہو ڈھٹائی میاں کی   مجھے دیکھتے ہی کدھر کی ہیں آنکھیں

(۴۹۹)

مجھے معلوم یوں ہوتا ہے[۱] میری بھی پھنسی آنکھیں
کسی کی دیکھ کر شاید جہاں میں رَسمَسی[۲] آنکھیں
خدا جانے کدھر کو ، دیکھ کر تجھ کو ، نکل جائیں
بزور اپنی میاں ڈوروں[۳] سے ہم نے اب کسی آنکھیں
ہجوم ازبس تماشائی کا تیرے در[۴] پہ رہتا ہے
بسانِ دستۂ نرگس زِ سرتاپا بسی آنکھیں

رسمسی = تر

مری آنکھیں جو[5] یاں ماری پڑیں تو کیا تعجب ہے
تری زلفوں نے[6] کیا کیا ایک خلقت کی ڈسی آنکھیں
نقاب اب دور کر چہرے سے کیا[7] منہ کو چھپاتا ہے
قدم تیرے[8] کو ملتے ملتے عالم کی گھسی آنکھیں
ترا وہ حسن دلکش ہے نکالے جس کو تو گھر سے
پلٹ کر پھر طرف گدّی ہی کے[9] اس کے دھنسی آنکھیں
مرے رونے کا آگے[10] یار کے ہر دم یہ باعث ہے
دکھاتی ہیں اسے اے سوز اپنی بے کسی آنکھیں

(۵۰۰)

جس نے دیکھی ہوں تری مہر و وفا کی آنکھیں
[1] اس کو دکھلایئے یوں جور و جفا کی آنکھیں
دیکھ لے آنکھ اٹھا کر تو کبھو[2] حالِ غریب
یوں تو لاریب کہ تیری ہیں حیا کی آنکھیں — لاریب = بے شک
ہر گھڑی آنکھ نکالے ہے تو مجھ پر ناصح
کبھی دکھلاؤں گا میں تجھ کو ادا کی آنکھیں
میں تو روتا نہیں[3] کس واسطے ہوتا ہے خفا
یونہی پُر خون ہیں میری تو سدا کی آنکھیں
دل چرا کر کے نکالے ہے تو آنکھیں اُلٹی
[4] ناں جی نا چھپتی تو ہیں ہم سے دغا کی آنکھیں
چشمِ نرگس کو تری چشم سے کیا ہم چشمی
ماہ و خورشید کی تجھ پر سے فدا کی آنکھیں

تمھیں تو سوز کو پہچانو گے سبحان اللہ
کہیں[۵] دیکھی بھی ہیں اے شاہ ، گدا کی آنکھیں

(۵۰۱)

آنکھیں جو نہ لگ جاتیں[۱] تو زار نہ ہوتا میں
پرہیز اگر کرتا بیمار نہ ہوتا میں
طفلی ہی عجب کچھ تھی کیا کہیے جوانی کو
گر عشق یہی کچھ تھا ہشیار نہ ہوتا میں
گر مجھ کو خبر ہوتی بیداری میں[۲] آفت ہے
سویا ہی پڑا رہتا بیدار نہ ہوتا میں
اک روز لگا کہنے سب کچھ میں سمجھتا ہوں
جو مجھ کو نہ ہوتا ڈر تو یار نہ ہوتا میں
داماں سے ترے پیارے جوں خاکِ چمن میں تھا
ہے خواب ، سمجھتا تو ، بیدار نہ ہوتا میں
پر سوز ترا جلنا کیا مجھ کو جلاتا ہے
ہاں تو نہ اگر ہوتا بے زار نہ ہوتا میں

(۵۰۲)

میں آیا جب سے دنیا میں کبھی خود کو نہ سمجھا میں
کہ میں کس واسطے آیا تھا یاں اور ہوں تو[۱] ہوں کیا میں
کبھی تو جوں خس و خاشاک ہوں میں سوختن قابل
کبھی جوشِ دروں سے موج زن ہوں مثلِ دریا میں
کبھی نقشِ قدم سے پست تر ہوں راہِ دنیا میں
کبھی تو عرشِ اعظم سے بھی ہوں میں جائے اعلیٰ میں

کبھی کہتا[۲] ہوں میں کیا چیز ہوں حیران ہوں یارب
کبھی تو مرگ کے ہمرنگ ہو اٹھتا ہوں چلتا[۳] میں
غرض سوزِ دروں[۴] نے ہے مرا جان و جگر بھلسا
کبابِ خام ہوں یا سوختہ بتلاؤ کیا ہوں میں

بھلسا = جلایا

(۵۰۳)

جاتا ہوں ترے در سے بس اے یار رہا میں
نظروں میں رقیبوں کی بہت خوار رہا میں
میں جب سے ملاقات کی، تب سے ترے نزدیک
ذلّت ہی کا ہر وقت سزاوار رہا میں
آئے تھے سبھی ہم نفس اک بار تہہِ دام
آزاد ہوئے اور گرفتار رہا میں
پیارے نگہہِ لطف نہ بھر عمر کی تو نے
آنکھوں کو تری دیکھ کے بیمار رہا میں
تجھ حسن کی اس واسطے ہے گرمیِ بازار
اے شوخ ترا بسکہ خریدار رہا میں
اک دم[۱] نہ تھما خوں مری آنکھوں سے کبھو یار
از بس ترے ہاتھوں سے دل افگار رہا میں
صد شکر کہ رحمت کا سزاوار ہوں اے سوز
گر شیخ کے نزدیک گنہگار رہا میں

(۵۰۴)

اک[۱] عمر غمِ دوست سے ہم خانہ رہا میں
جب تک وہ رہا آپ سے بے گانہ رہا میں

[۲]ہمسایہ میں رہتا تھا خبر مجھ کو نہ تھی، حیف[۳]
افسوس یہی ہے کہ[۴]ادھر جا ، نہ رہا میں
دنیا میں [۵]عبث آن کے محروم چلا حیف
مقصود جو دل کا تھا نہ پایا ، نہ رہا میں
سچ [۶]کہتے ہیں دنیا کو مرض خانہ ہے واللہ
جب تک میں جیا ایک دن اچھا نہ رہا میں
[۷]عالم تو یہ کہتا ہے کہ آپس میں ہیں رہتے
اور مجھ سے جو پوچھو[۸]کبھو[۹]یک جا نہ رہا میں

(۵۰۵)

دلِ مغمومِ[۱] عاشق کس طرح ہو شاد دنیا میں
نہ جانا جس نے غیر از نالہ و فریاد دنیا میں
صنم کے غم ، غریبوں بےکسوں کے مونس و ہمدم
الٰہی تاقیامت تو رہے آباد دنیا میں
ستم گر ، جنگجو ، ظالم ، وفا دشمن[۲] ہزاروں تھے
تغافل کا[۳]کیا تو نے غضب ایجاد دنیا میں
نہ الفت ، نے محبت ، نے تواضع ، نے مدارا ہے
دلِ ناشاد ہو پھر کس طرح سے شاد دنیا میں
جسے دیکھا جہاں میں[۴] وہ اسیرِ دامِ الفت ہے
مگر یہ گھر بسا ، ناصح رہا آزاد دنیا میں
[۵]ملنسار اور غریب اور بے زباں اور دوست کا مفتوں
رہے گا سوزؔ بھی یارو[۶] بہت سا یاد دنیا میں

(۵۰۶)

جب اپنی جاں کنی تک پہنچے یارو کام دنیا میں
ملے مثلِ نگیں تب اعتبارِ نام دنیا میں
جہاں میں کون سا گھر ہے جسے ہم[1] نے نہیں دیکھا
بجز خلوت سرائے دل نہیں آرام دنیا میں
جو پہنچے شیخ ذرہ بھر بھی رمزِ کفر کو میری[2]
قبول خاطر اس کے پھر نہ ہو اسلام دنیا میں
بغیر از مرنے جلنے[3] کچھ نہ دیکھا بزمِ دنیا میں
کٹی اپنی تو مثلِ شمع صبح و شام دنیا میں
لیا دل کو نہ تھا جب تک مری کیا کیا خوشامد تھی
نہ ہو گا کوئی تم سا[4] بھی میاں خود کام دنیا میں
دِلا اب سر کو اپنے پھیر مت سنگ ملامت سے
یہی ہوتا ہے ناداں ، عشق کا انجام دنیا میں
نہ کر اے سوز شکوہ ہم سے دل[5] کی بے قراری کا
محبت کس کو دیتی ہے بھلا آرام دنیا میں؟

(۵۰۷)

دیکھا تو کچھ نہ آکے جہانِ خراب میں
کیوں زندگی خلل ہی کیا تو نے خواب میں
تر دامنی ہے باعثِ آرامِ عاصیاں
کیا پھیل[1] پھیل سوئیں گے کل آفتاب میں
کب تک درازیِ شبِ ہجراں کروں ، بیاں
جوں زلفِ یار عمر کٹی[2] پیچ و تاب میں
محجوب تیری یاد سے رہتا ہوں روز و شب
کیونکر بسے گی اس دلِ پُر اِضطراب میں
شرمندہ ہوں میں اپنے دلِ جور کش سے آہ
دوں گا جواب کیا اسے یوم الحساب[3] میں
در[4] تک تو اپنے تیغ لے آیا ہے آج شوخ
دیکھیں تو کیا کرے ہے[5] قضا میرے باب میں

پیری میں غیرِ گریہ بھلا اور کیا ہے[۶] سوز دریا کی سیر ہے تو شبِ ماہتاب میں

(۵۰۸)

ہمیں کون پوچھے ہے صاحبو نہ سوال میں نہ جواب میں
نہ تو کوئی آدمی جانے ہے نہ حساب میں نہ کتاب میں
نہ تو علم اپنے میں ہے یہاں کہ خدا نے بھیجا ہے کس لیے
اسی کو جو[۱] کہتے ہیں زندگی سو تو جسم کے ہے عذاب میں
یہی شکل ہے جسے دیکھو ہو ، یہی وضع ہے جسے گھورو ہو
جسے جان کہتے ہیں آدمی اسے دیکھا عالمِ خواب میں
میں خلاف تم سے نہیں کہا اسے مانو یا کہ نہ مانو تم
میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے[۲] کہ ملا ہوں اس کی جناب میں
نہ سنو گے سوز کی گفتگو جو پھرو گے ڈھونڈتے[۳] کوبکو
یہ نشا ہے اس کے بیان میں کہ نہیں نشا ہے شراب میں

(۵۰۹)

گر دوا کرنی ہے کر اے یار دن دوچار میں
ورنہ مر جاوے گا یہ بیمار دن دوچار میں
چشم[۱] کا معلوم رہنا گر یہی ہے سیلِ اشک
بیٹھ ہی جاوے گی یہ دیوار دن دوچار میں
اب تو گل کھانے لگے ہیں لوگ[۲] تیرے نام[۳] پر
دیکھیو پھولے ہے یہ گلزار دن دوچار میں
جو چلن چلتے ہو تم ہم کو[۴] سب اس کی ہے خبر
اس چلن پر چلتی ہے تلوار[۵] دن دوچار میں

چھوڑ دیجے یہ طریق اب ورنہ اس کوچے کے بیچ
لوٹتے دیکھے گا تو دوچار دن دوچار میں
پیچ پر گر پیچ دیتے ہی چلے جاؤ گے شیخ
ہو گی گنبد سی تری[۶] دستار دن دوچار میں

ق

جب میں کہتا ہوں کہ وعدہ وصل کا پورا کرو
ہے یہی اس شوخ کی گفتار ''دن دوچار میں''
لیکن اس کے قول کو اے سوز یوں جانوں ہوں میں
یہ سخن کہتا[۷] جو ہے ہر بار دن دوچار میں
جوں[۸] مرض مہلک ہوا بولے تشفی کو طبیب
دور ہو جاوے[۹] گا یہ آزار دن دوچار میں

(۵۱۰)

دل کو یہ آرزو ہے[۱] صبا کوئے یار میں — ہمراہ تیرے پہنچیے مل کر غبار میں
میں وہ درختِ خشک ہوں اس باغ میں صبا — جس کو کسو[۲] نے سبز نہ دیکھا بہار میں
ساقی پہنچ شتاب کہ تجھ بن یہ نو بہار — دیتی ہے زہر مجھ کو[۳] مے خوش گوار میں
خنجر پکڑ کسو[۴] سے یہ مژگاں نہ پھیریں منہ — تلواریں ماریں بیٹھ کے ابرو ہزار میں
اے سوز دختِ رز[۵] کو تو اتنا[۶] نہ منہ لگا — تکلیف پائے گا بہت اس کے خمار میں

(دختِ رز=شراب)

(۵۱۱)

لڑیں ہیں کیوں ترے[۱] مژگان و ابرو یار آپس میں
اِدھر خنجر نکلتا ہے اُدھر تلوار آپس میں
لگا دل چھیننے تو جس گھڑی آئینہ رویوں کا
رہے حیراں ترا منہ دیکھ کر[۲] خونخوار آپس میں

دل و جاں دیدہ صبح و شام تیری راہ تکتے ہیں
رہیں[۳] ہیں منتظر پیارے کئی بیمار آپس میں
ہمارے درد کی تدبیر ان سے ہو نہیں سکتی
تاسّف ہے[۴] مرا کرتے ہیں یہ غم خوار آپس میں
چکے انصاف حسن و عشق کا تب، جس گھڑی پیارے[۵]
اکیلے[۶] بیٹھ کر ہم تم کریں گفتار آپس میں
تری تسبیح کا دشمن نہیں ہے دیر میں اپنے
رہے[۷] ہے شیخ ہم کو الفتِ زُنّار آپس میں
وہیں مارے ہے سنگِ تفرقہ اے سوز یہ ظالم
اگر بیٹھے ہوئے دیکھے فلک دوچار آپس میں

(۵۱۲)

کرے ہے عشق کی گرمی سے[۱] دل آنند آتش میں
سمندر رات دن رہتا ہے جوں خورسند آتش میں
بِرہ کی آگ سے کیونکر گریزاں ہوویں[۲] اے ناصح — بِرہ = جدائی
ازل سے ہم ہیں شعلے کی طرح پابند آتش میں
ہوا آئینہ حیراں دیکھ کر خال اس کے عارض[۳] پر
کہ یارب کس طرح ٹھہرا ہے یہ اسپند آتش میں
بجھے سینے کی تف[۴] میرے نہ ہرگز ایک دم یارو
کیا پی پی کے آنسو آب میں ہر چند آتش میں
ترے چہرے کی گرمی شمع کے رخ پر نہیں ہرگز
پتنگا بیٹھ کر کھاتا ہے یہ سوگند آتش میں — سوگند = قسم

شرر سے شعلہ، شعلے سے شرر اک[۵] پَل میں کرتی ہے
بھلا ٹک غور کر دیکھو ہے کیا کیا چھند آتش میں
ملی جب گرمیِ نظّارہ حسنِ شعلہ خوباں سے
ہوا[۶] ہے سوز اس وصلت سے تب پیوند آتش میں

(۵۱۳)

باندھ لیتا کیوں نہیں سر کو مرے فتراک میں — فتراک=شکار بند
تجھ کو یہ غیرت نہیں جو لوٹتا ہوں خاک میں
جو پرائے دل کو آزردہ کرے لے کھینچ آہ
کب خدا مسکن کرے ایسے دلِ بے باک میں
ایک جاگہ سے بھی جو ثابت نہ ہو [بشکستہ ہو]
کیونکے رہ سکتا ہے عشق ایسے دلِ صد چاک میں
آہ اس غم کو ہدایت دے خدا کیوں ہر گھڑی
یاد دِلوا کر کے لایا جان میری ناک میں
سوز کی رندی تو دیکھو شیخ بن [بیٹھا][۱] ہے اب
ہر گھڑی الجھا رہے ہے شانہ[۲] و مسواک میں

(۵۱۴)

[۱]کینے سے میرے بدلے افلاک ایک پل میں
بھر جاوے ان[۲] کی طینت کیا[۳] خاک ایک پل میں
نازاں نہ ہو تو، ہووے گر تجھ کو شادمانی
کر دے فلک دلِ خوش، غم ناک ایک پل میں
[۴]اکسیر سے نہیں کم مجھ منکسر کی صحبت
سونا کرے ہے مِس کو یہ خاک ایک پل میں — مِس = تانبا

نالہ تو دے ہے آتش آفاق کو ہمارا[۵]
کردے ہے سرد چشمِ نم ناک ایک پل میں
بچتا ہے مرغِ دل اس صیّاد سے کہ[۶] جن نے
صیدِ حرم کو باندھا[۷] فتراک ایک پل میں
دم اس کی نازکی میں مت مارنا شتابی
کاٹوں گا ورنہ تیری میں ناک ایک پل میں
دامن کشاں چمن سے گزرا ہے کون بلبل
کرتا ہے گل گریباں صد چاک ایک پل میں
کوچے میں یار تیرے ہاں وہم کے برابر
پہنچے جو ہووے قاصد چالاک ایک پل میں
واعظ[۸] نے مے یہ پی ہے چھپ چھپ کے سوز اس کی
مسواک گاڑ دیں تو ہو تاک ایک پل میں

یہ = اس قدر
تاک = انگور

(۵۱۵)

امید ہو گئی کچھ گوشہ گیر سی دل میں
رہا کرے ہے تمنّا اسیر سی دل میں
خدا کے واسطے خاموش ناصحِ بے درد
لگے ہے بات تری[۱] مجھ کو تیر سی دل میں
نہ جانے عشق ہے کس گل عذار کا ہم کو
ہے نالہ مرغِ چمن کی صفیر سی دل میں
یہ کس کے ابرو و مژگاں نے دی ہے دل کو شکست
کہ اشک پھرتے ہیں لوٹے بھیر سی دل میں

بھیر = لشکر

وفور یار کی یاں تک ہے سرد مہری کا
کہ آہِ گرم بھی ہے زمہریر سی دل میں
کہے ہے خلق تری شکل کو مقابلِ ماہ
لگے ہے مہر کی مجھ کو نظیر سی دل میں
اگرچہ دخترِ رز کو کہیں ہیں سوز جواں
لگے ہے پنبۂ مینا سے پیر سی[۲] دل میں

زمہریر=شدید سردی

(۵۱۶)

کب تلک قیدی رہوں میں جسم کے زندان میں
اب نہیں باقی رہی اللہ میری جان میں
کس طرح گھوڑا کُدا بیٹھو مرے چوگان باز
سر ہے میرا دیکھیو افتادہ اس میدان میں
کیا مزا لیتا ہے دل جب سے لگا ہے اس کو تیر
شہد کیا تو نے[۱] بھری ہے تیر کے پیکان میں
آنسوؤ دریا کوئی تم سا نہیں ہے پُر خروش
یہ تلاطم کب ہوا تھا نوحؑ کے طوفان میں
لوگ جلتے ہیں ترے شعروں کو سن کر اے عزیز
تو نے انگارے بھرے کیوں سوز اس دیوان میں

افتادہ=گراہو
پیکان=نوک تیر

(۵۱۷)

نام و نشاں تھا جن کا بڑا آن شان میں — نام و نشان[۱] ان کا نہیں اب جہان میں
آئینہ ساں غبار تھا مکھڑے کا جن کے رنگ[۲] — وہ تہ بہ تہ دبے[۳] ہیں اسی خاکدان میں
اے سگ زرا سنبھال کے منہ ڈالیو ادھر — پیکاں بھرے[۴] ہیں میرے ہر اک استخوان میں
بلبل کدھر[۵] تو پھرتی ہے غافل خبر لے جلد — گل نے لگائی آگ ترے آشیان میں

☆کچھ اعتبار قحبۂ دنیا کا مت کرو — کرتی ہے لاکھ یار[۶] یہ[۷] ہر ایک آن میں
اپنی زباں کو بند کر اے سوزؔ مت جلا — کیسا شرارِ عشق ہے تیری زبان میں

(۵۱۸)

بھری[۱] تھی فوج بلبل جب چمن میں — [۲]تو گل کیا پھولتے تھے من ہی من میں
کدھر جاتے رہے[۳] یہ یار یارب — کوئی باقی نہیں[۴] اب انجمن میں
سلامِ شوق پہنچا دے[۵] ہمارا — کسی کا[۶] ہو گزارا گر عدن میں
کہ[۷] اے بے دید و بے پرواہ یارو — گئے تم کوچ کر اپنے[۸] وطن میں
ولے جوں[۹] اخگرِ افسردہ یہ سوزؔ — پڑا دہکے[۱۰] ہے اپنے من ہی من میں

اخگرِ افسردہ = بجھا ہوا انگارہ

(۵۱۹)

کھب[۱] گیا حسنِ یار آنکھوں میں — کیا ہے[۲] پھولی بہار آنکھوں میں
کٹ گئیں انتظار کی راتیں — ایک دو تین چار آنکھوں میں
تو نہ جا یار ورنہ آوے[۳] گا — گریہ بے اختیار آنکھوں میں

ق

بزمِ خوباں میں سوزؔ جا نکلا — [۴]یار سے ہو کے چار آنکھوں میں
کی اشارت کہ میں کہاں بیٹھوں — بول اٹھی چشمِ یار ''آنکھوں میں''

(۵۲۰)

غبارِ خاکِ راہِ دلبرِ چالاک آنکھوں میں
اگر سرمے[۱] سے میں بہتر نہ جانوں خاک آنکھوں میں

حبابِ مے پیا ہے جب سے میں نے راست کہتا ہوں
حباب آسا نظر آتے ہیں یہ افلاک آنکھوں میں

بغل میں گھس کے لیجاوے تو[۲] پھر ڈھب سے کوئی پکڑے
چرا لیتا ہے وہ[۳] عاشق کا دل بے باک آنکھوں میں

اِدھر سے یا اُدھر سے شاید[۴] آجاوے مرا مے کش
سحر سے شام تک اب تو لگی ہے تاک آنکھوں میں
تبر یا تیر یا تلوار سے مارے کوئی دیکھو[۵]
کرے[۶] ہے قتل اک عالم کو وہ سفاک آنکھوں میں
نہ چھیڑو اس گھڑی تم سوز کو ہرگز نہ بولے گا
نہیں آتا[۷] ہے اس کو نشۂ تریاک آنکھوں میں

تبر = خنجر
تریاک=تریاق

(۵۲۱)

بہار اس کو نہیں لگتی ہے یک پاسنگ آنکھوں میں
بتاں کے[۱] ہم نے دیکھی ہے مے گل رنگ آنکھوں میں
ہے جب تک اس کے تو حائل وہ[۲] باہر آ نہیں سکتا
نکل لختِ جگر ہے اشک کا دل تنگ آنکھوں میں
چمن کی سیر کو جاتا تو ہے پر[۳] مجھ کو خطرہ ہے
نہ ہو گلشن میں نرگس سے کہیں[۴] اب جنگ آنکھوں میں
کہاں طاقت جو اٹھے یاں سے، چلنے کے تو کیا معنی؟
نظر آتا ہے مجھ کو اک[۵] قدم فرسنگ آنکھوں میں
نہ دی فرصت[۶] کسی کی خو نے اک قطرے کے بہنے کی
وگرنہ ہم تو رکھتے ہیں جمن اور گنگ آنکھوں میں
نہیں ہرگز تری چشم سیہ محتاج سرمے کی
لگے اے[۷] شوخ تیرے دشمنوں کے سنگ آنکھوں میں
نشہ سے جھک گیا اے سوز دیکھ اس خط کے سبزے کو
رکھے ہے زور کیفیت یہ کافر بنگ[۸] آنکھوں میں

(۵۲۲)

کب تلک کوچہ و بازار میں رسوا ہوں میں
مار ڈالے[۱] گا بھلا آج تو ملتا ہوں میں
غم کے آتے ہی گیا دل سے مرے[۲] صبر و قرار
کیا کروں بس نہیں چلتا ہے ، اکیلا ہوں میں
کس کو پرواہ کہے ، لائیو ساقی! ''پیالا''
جوش کھا کھا کے یہاں[۳] آپ ہی صہبا ہوں میں
دُر ہی بننے کو گیا منہ میں صدف کے قطرہ
اتنی[۴] ہمت نہ ہوئی ایک ہو دریا ہوں میں
اتنی مدت میں[۵] لیا نام[۶] تو اس عنواں سے
آج یہ منہ سے کہا سوز سے روٹھا ہوں میں

(۵۲۳)

حسن کی گر زکوٰۃ پاؤں میں — تو بھکاری ترا کہاؤں میں
ایک بوسہ دو دوسرا توبہ — پھر جو مانگوں تو مار کھاؤں میں
اس طرح لوں کہ بھاپ بھی نہ لگے — ہونٹ[۱] سے ہونٹ کو ملاؤں میں
شہر کو چھوڑ کر نکل جاؤں — ہاں تجھے منہ نہ پھر دکھاؤں میں

(۵۲۴)

کب تلک عشق کو چھپاؤں میں — آہ جیوڑا یونہی جلاؤں میں (جیوڑا = جی)
مار ڈالے تو غم سے چھٹ[۱] جاؤں — آج کوچے تلک تو جاؤں میں
روبرو جا کے یہ کہوں صاحب — کبھی اتنا تو بار پاؤں میں
سن کے گر چپ رہے تو عرض کروں — کہ قدم بوس تک تو آؤں میں
اور جو سن کے مار ہی ڈالے — تو عذابوں سے چھوٹ جاؤں میں

یا الٰہی کہیں سے سوز آ جائے تو یہ تدبیر اسے سناؤں میں
یہ غزل اور کہہ کے لے جاؤں روبرو اس کے پڑھ سناؤں میں

(۵۲۵)

کونسا منہ لے کے دیکھے خاکسار آئینہ[۱] میں
خوف ہے بیٹھے نہ یہ مشتِ غبار آئینہ میں
کوئی[۲] کہتا ہے کہ مُو ہے کوئی کہتا ہے کہ ہاں
یوں نظر پڑتا ہے میرا جسمِ زار آئینہ میں
دیکھ لیتا پیٹھ پر سے چھپ[۳] کے اس کا منہ و لے
عکس نے پایا نہ شوخی سے قرار آئینہ میں
ایک جا ٹھہرے تو کوئی اس کا نظّارہ کرے
[۴]کہہ کے پا جاتا ہے شوخی سے پکار آئینہ میں
جس طرح کالا نظر پڑتا ہے دریا میں کہیں[۵]
وو ہیں[۶] لہراتی ہے زلفِ تابدار آئینہ میں
یوں تو محجوبی سے آنکھیں سامنے کرتا نہیں
عکس کو عاشق کے کرتا ہے شکار آئینہ میں
آئینہ خانے کو کیا دیکھوں بہ چشمِ اشک بار
دیکھتا ہوں ، اپنے ساون کی بہار آئینہ میں
آئینہ دکھلا کے مجھ کو زلف سے پنہاں کیا
ہو گیا تو رات کا قول و قرار آئینہ میں
دیکھتے ہی گل کے آئینہ ہوا اک[۷] چشم آب
سوز نے دیکھا جو روئے سوگوار آئینہ میں

(۵۲۶)

یہ تو معلوم ہے[1] تم ملنے کو آؤ گے ہمیں
پر یہ فرماؤ[2] کہ کس روز بلاؤ گے ہمیں

آنکھیں مُند نے سے توقع ہے فقط اتنی اب
[3]عاقبت میں تو بھلا شکل دکھاؤ گے ہمیں

جان کے جانے سے اس واسطے ہے ہم کو خوشی
پھر تو بے دغدغہ پہلو میں بٹھاؤ گے ہمیں

دغدغہ = ڈر، خلش

یاں تو سنتے تھے بھلا غیر نہ کہتے تھے کچھ
واں تو جی کھول کے آواز سناؤ گے ہمیں

ہم کو معلوم ہوا تم نہ ملو گے ہرگز
ہاں مگر خاک میں جب تک نہ ملاؤ گے ہمیں

زیست کا لطف نہیں جان اٹھا لو یاں سے
تا کجا چشمِ خلائق سے گراؤ گے ہمیں

☆یہ توقع نہ تھی دل سوز کو مہدی صاحب
جد کی خدمت میں یہاں چھوڑ کے[4] جاؤ گے ہمیں

(۵۲۷)

کب توقع ہے[1] کہ تم پاس بٹھاؤ گے ہمیں
آن بیٹھیں گے تو جھنجھلا کے اٹھاؤ گے ہمیں

حالِ دل تم سے کہیں گے تو سنیں[2] گے، توبہ
اور منہ[3] موڑ کے صلوٰت سناؤ گے ہمیں

گر تمنائے قدم بوسی کریں گے گاہے
تو یقیں ہے وہیں پاپوش دکھاؤ گے ہمیں

اتنی[۴] گر بات کہیں گے کہ[۵] لگی کو تو بجھاؤ
ہے یہ اُمّید کہ[۶] دونا ہی جلاؤ گے ہمیں
سوز کا نام جو[۷] مجلس میں تمھارے[۸] لیں گے
تو مقرّر[۹] ہے کہ پھر منہ نہ دکھاؤ گے ہمیں

(۵۲۸)

کچھ آپھی آپ میرا آج دل ڈرتا ہے کیا جانیں
دیے[۱] کی طرح رہ رہ کے یہ دم بھرتا ہے کیا جانیں
یہ دل کیا مانگتا ہے کوئی صاحب مجھ کو سمجھا دے
بسانِ طفلِ پاکوباں[۲] یہ ہٹ کرتا ہے کیا جانیں
اگر مطلوب کچھ معلوم ہو تو اس کو بتلا دوں
ارے یارو یہ کس محبوب پر مرتا ہے کیا جانیں
کبھی تو کھلکھلا[۳] ہنستا ہے گاہے زار روتا ہے
[۴] کبھی یہ پاؤں پڑتا ہے یہ کیا کرتا ہے کیا جانیں
اچنبھا مجھ کو رہ رہ کے یہی آتا ہے سنتے ہو
کہ ناحق سوز یہ دکھ کس لیے بھرتا ہے کیا جانیں

(۵۲۹)

تو جو کہتا ہے گلا میرا کیا جس تس کنیں
کب کیا، کس جا کیا، کِس وقت، کس دم، کس کنیں؟
اب ہوا تو لالچی زر کا تو[۱] یہ اللہ دے
زر کہاں مجھ رند، مجھ قلّاش، مجھ مفلس کنیں
زلف و کاکل چشم و ابرو سب کو دکھلایا ولے
دل نہ الجھا اس[۲] سے الجھایا مجھے کس کس کنیں

طفلِ پاکوباں = ضد سے پاؤں پٹخنے والا بچہ

سچ ہے[۳] جب جاتا رہے آرام و صبر و عقل و ہوش
بیٹھیں کس دلدار، کس غم خوار، کس مونس کنیں
جوں کہا چل سوز سے مل طیش کھا کر بول اٹھا
جاؤں کس[۴] مدہوش، کس خاموش، کس بے حس کنیں

(۵۳۰)

جو بزم بیچ تجھے دیکھ کر نہ ہٹ[۱] جاویں
یہ شمع رو جو ہیں مانندِ شمع کٹ جاویں
تو اس چمن میں ہے گل پر[۲] نہیں ہیں[۳] ہم شبنم
وگرنہ رو رو گلے سے ترے لپٹ جاویں
ہزار طرح جو ملیے بتاں سے ہو کر صاف
پر ان کے دل سے یہ ممکن نہیں کپٹ[۴] جاویں
مرا دل اس صفِ مژگاں سے کب اٹکتا تھا[۵]
ولے میں کیا کروں[۶] طالع ہی جب الٹ جاویں
ہوئے غبار نہ دامن تک اس کے پہنچے سوز
پر اب کے ہو کے حنا[۷] پاؤں سے لپٹ جاویں

کپٹ = دشمنی

(۵۳۱)

آنکھوں کو ٹک سنبھالو یہ مارتی ہیں راہیں
نبھنے مسافروں کو دیتی[۱] نہیں نگاہیں
کیا حسن و عشق میں اب بگڑی ہے بے طرح سے
تیرِ نگہ تو واں ہے یاں برچھیاں[۲] ہیں آہیں
آوے[۳] جو سیر کرنے یک بار وہ چمن میں
گل آسماں[۴] پہ پھینکیں اپنی سدا کلاہیں

۵اس کو تو گو ہماری الفت نہیں رہی اب
اپنی طرف سے اے دل ہم تو بھلا نباہیں
ٹک مہر دے خدایا کافر بتوں کے دل میں
یا عاشقوں کے جی سے کھودے اِنھوں کی چاہیں
فریاد گر کسی سے چاہیں سو داد کیوں کر
گردن ہی مارتے ہیں ذرّہ جو ہم کراہیں
اے سوز عاشقی میں ثابت قدم یہ۶ رہنا
فرقے میں عاشقوں کے تا سب تجھے۷ سراہیں

(۵۳۲)

عاشق ترے ہم نے کیے معلوم بہت ہیں
ظالم تو ہی۱ دنیا میں ہے مظلوم بہت ہیں
گل دیکھے جو سو ، غنچے نظر آئے ہزاروں
دل خوش ہیں کم ، اس باغ میں ، مغموم بہت ہیں
موجود ہے ایک آدھ ہی مجھ سا سو برے حال
تجھ عشق میں جو ہو گئے معدوم بہت ہیں
آئینہ جسے کہتے ہیں دیدار کا تیرے
محرم تو وہی ایک ہے۲ محروم بہت ہیں
دل چاہے تھا بوسہ۳ کو جو تم سے یہ کہا میں
مت مانگ وہ دینے کے تئیں۴ شوم بہت ہیں
مجھ جیسے جو خادم کی ہے خدمت سے تمھیں عار
۵لو خوش رہو تم ،، مجھ کو بھی مخدوم بہت ہیں

شوم = کنجوس

شہرت کے لیے خیل[۶] نہ عشاق کے چاہو
دوچار بھی کرنے کے لیے دھوم بہت ہیں
جتنے ہیں تہہِ دامِ فلک سب کو میں دیکھا
آیا نہ ہما ایک نظر بُوم بہت ہیں
مضمون[۷] ترا سا نہ کسی بیت میں اسے سوز
یوں شعر تو [۸]موزونوں کے منظوم بہت ہیں

خیل=گروہ
بُوم=الّو

(۵۳۳)

بستیاں بستی ہیں اور اجڑے نگر آباد ہیں
وہ نہیں[۱] جن کے جدا ہونے سے ہم ناشاد ہیں
فرق اتنا ہے کہ تم صاحب کہائے ہم[۲] غلام
[۳]آدم و حوّا ، انھیں سب ایک کی اولاد ہیں
نام کو محبوب ، صورت مہرومہ تے بھی دوچند
[۴]گر عمل دیکھو تو پھانسی گیر یا جلّاد ہیں
کیا نیا عاشق ہوں جو ہنس کر[۵] پھرا لیتے ہو منہ
[۶]ہم نشیں یہ ہر گھڑی کیسی مبارکباد ہیں
اپنے اپنے [۷]عشق میں ہراک بہ دل مصروف [۸][ہے]
بول مت سالک یہ سب مجذوب مادر زاد ہیں
ایک دم چُپکے رہو ٹک جی میں اپنے سوچ لوں
یوں تو کچھ کم پانسو بھولی بھلائی یاد ہیں
اے عزیزو اٹھ گئے دنیا سے یوسف طلعتاں
اور جو باقی ہیں سو فرعون ہیں ، شدّاد ہیں

سوز تو باتیں بناتا ہے اسے کیا شعر سے[۹]
جو برائے بیتِ شاعر ہیں وہی استاد ہیں
کان رکھ کر سنیو اس ڈھب کے[۱۰] سخن کہتا ہے سوز
حالتِ غم میں بھی جس کو شوخیاں یہ یاد ہیں

(۵۳۴)

شہد میں جیسے مگس[۱] ہم ووں ہوس میں بند ہیں
وائے غفلت اس سیہ زنداں میں یوں[۲] خُرسند ہیں
رزق کا ضامن خدا ، شاہد[۳] کلام اللہ ہے
تس پر[۴] اپنی صورتوں سے[۵] روز حاجت مند ہیں

ق

مقبروں میں دیکھتے ہیں اپنی[۶] ان آنکھوں سے روز
یہ برادر ، یہ پدر ، [۷]یہ خویش و یہ فرزند ہیں
تسپہ[۸] رعنائی سے ٹھوکر مار کر چلتے ہیں یار
سوجھتا اتنا نہیں ہم خاک کے پیوند ہیں
جب تلک[۹] جیتا رہے گا دکھ پہ دکھ دیکھے گا یار
مُند گئیں جب انکھڑیاں تب سوز سب آنند ہیں

خُرسند=خوش

آنند=پرسکون/خوش

(۵۳۵)

کہتے ہیں لوگ یار ہمارا .... کہیں
میں نے تو اس میاں کے نہ دیکھی کمر کہیں
ہوتی ہے وقتِ رزم[۱] یہی[۲] [چال شوخ کی]
چلتا ہے خود کدھر کو وہ تیغ و تبر کہیں

سینہ[3] میں، تن میں، جان میں، دل میں[4] [نگاہ میں]
پھرتا ہے ڈھونڈتا ہوا اے دربدر کہیں
گاہے یہاں ہے، گاہ وہاں، گہہ[5] [کہیں نہیں]
اس شوخ کا بتاوے کوئی مجھ کو گھر کہیں
جاؤں میں اس کے کوچے میں جو[6] [آپ جان سے]
پاؤں جو اس کا کوئی ٹھکانا اگر کہیں
پرواز مور[7] پر جلوں میں آہ مار کر
ایسا کہ کوئی پھر کے نہ پاوے[8] اثر کہیں
قاتل تو اس قدر ہے[9] اگر گھر میں پوچھیے
کہتے ہیں سب گیا ہے کمر باندھ کر کہیں

ق

ناگاہ ایک روز ملا وہ ستم پناہ
دل[10] [نے] کہا کہ جائیے[11] جینے سے مر کہیں
میں بھی تو سامنے ہوا دیکھوں نصیب کو
غصے میں آ کے پھینک دی تیغ و سپر کہیں
تب تو کہا[12] یہ اس سے کہ اے دشمنی پسند
خوباں کریں ہیں جور ولے اس قدر کہیں
میں نے سنا نہیں ہے کہ عاشق غریب سے
بروقتِ قتل کوئی کرے درگزر کہیں
اِلّا نہ ایک تو ہی نرالا نظر پڑا
مارے حسد کے خوں سے نہ کی تیغ تر کہیں

باغِ جہاں کو دیکھ لو یہ بے بہار ہے
آیا نہ دوستی کے شجر میں ثمر کہیں
بوسہ لیا ہے تو بھی یہی اضطراب ہے
اے سوز حق کو مان خدا سے بھی ڈر کہیں

(۵۳۶)

مت پھر تو ساتھ غیر کے آمان ہر کہیں ضائع نہ[۱] اپنے حسن کی کرشان ہر کہیں
جز سنگ کیا ہے دیر و حرم میں جو سر جھکے سجدہ کیا ہے تجھ کو میں پہچان ہر کہیں
سچا تو ہو سو وعدے میں کس طرح ہم سے یار وعدہ تجھے ہر ایک سے ، پیمان ہر کہیں
میرے ہی دل پہ یار چلے ہے یہ ہٹ تری[۲] ہوتا نہیں ہے شوخ تو نادان ہر کہیں
جو جو ستم کہ[۳] ہم پہ کیے اس کے بر خلاف کرتے ہیں ہم بیاں ترے[۴] احسان ہر کہیں
معمورہ پھر[۵] قلمروِ امکاں میں ، رہ چکا یونہی اٹھا جو اشک کا طوفان ہر کہیں
کعبے[۶] سے کچھ ہے کام نہ کچھ دیر سے غرض کرتا ہے دید سوز یہ[۷] ہر آن ہر کہیں

(۵۳۷)

☆دلِ آشفتۂ عاشق ہے[۱] کہیں ، ہوش کہیں
سر کی دستار کہیں ، پاؤں کی پاپوش کہیں
بند میں اپنے گرہ دے کہ[۲] تجھے یاد رہے
میں یہ ڈرتا ہوں نہ[۳] ہو جاؤں فراموش کہیں
ہے سُہا سے بھی[۴] ترے کان کا موتی[۵] روشن
ایسی دیکھی ہے بھلا صبح بنا گوش کہیں؟
تیغِ ابرو سے مرے دِل کو[۶] لگا ہے دَھڑکا
[۷] دم نکلتا ہے مرا کھول دے آغوش کہیں

آج میں سوز کو دیکھا تو اچنبھے میں رہا
سر کہیں ، پاؤں کہیں ، ہوش[۸] کہیں ، گوش کہیں

(۵۳۸)

بلبل کہیں ، پتنگ کہیں ، اور ہم کہیں
کٹھے[۱] یہ دل جلے نہ ہوئے ایک دم کہیں

کب تک یہ سرکشی تری[۲] شمشاد کے حضور
اے سرو ٹک تو ہو تو خجالت سے کم کہیں

[۳]گردوں پھرے حباب کی صورت بہا بہا
آ جاوے موج پر جو مری چشمِ نم کہیں

لے کر چلے ہیں مہرِ بُتاں ہم سوئے حرم
ہو جاوے[۴] شیخِ کعبہ نہ بیت الصّنم کہیں

آہو کو گو کہ رام کیا ایک عمر میں
ہر آن ہے یہ خوف نہ ہو جائے رم کہیں

درکار کچھ نہیں تجھے چلنے میں خضرِ راہ
کوئی سنا[۵] نہ بھولتا راہِ عدم کہیں

گر آہ متصل یونہی آتی[۶] رہے گی سوز
اندیشہ ہے مجھے نہ نکل جائے دم کہیں

(۵۳۹)

ضعف سے نالہ[۱] بھی اب دل سے نکل سکتا نہیں
اشک آنکھوں میں بھرا ہے ، منہ پہ ڈھل سکتا نہیں

ناتواں سے ناتوانی کا نہ پوچھو کچھ بیاں
دل میں حسرت ہے[۲] ولے ہاتھوں کو مَل سکتا نہیں

[۳]ناتوانی کے سبب مستور[۴] شہرت[۵] سے رہا
زخم تو کاری ہے لیکن خوں اُبل سکتا نہیں

واہ وا جاتے رہے یاں[۶] تو اجل کے بھی حواس
دم تو میرا تا بہ لب تن سے نکل سکتا نہیں

یاں تلک تو ناتوانی ہے مرے گھر پر محیط
آگ میں اسپند ڈالو تو اُچھل سکتا نہیں

اسپند = دانۂ ہرمل، چشمِ نظرِ بد دور کرنے کے لیے آگ میں ڈالا جاتا ہے

جس نے دیکھی ناتوانی میری[7] حیراں رہ گیا
شمع کا شعلہ بھی[8] یاں حیرت سے ہل سکتا نہیں
میرے گھر کی آگ بھی[9] یاں تک ہے اے یار ضعیف
تودۂ بارود[10] گر ڈالو تو جل سکتا نہیں
سخت مشکل ہے کہ[11] پیالہ سانس سے چھلکے ہے اور
بن عصائے آہ سوز اب جا سے ہل سکتا نہیں

(۵۴۰)

راہ گم کردۂ مطلب ہوں ہوس پیدا نہیں
مستِ پیمانۂ حسرت ہوں نفس پیدا نہیں
کارواں عمر کا سوتا ہی مجھے چھوڑ گیا
کس طرف جاؤں کہ آوازِ جرس پیدا نہیں
جی تو گھبرا کے نکلنے کو بہت ہوتا ہے
کیا کروں رخنۂ دیوارِ قفس پیدا نہیں
سایۂ بالِ ہما ہم کو بھی ہووے گا نصیب
اب تو اس جا ہیں جہاں تارِ مگس پیدا نہیں مگس=مکھی
دل کو مت ڈھونڈ کہیں ہاتھ نہیں لگنے (کا)
شہرِ بیداد سے اے سوز [ترس] پیدا نہیں

(۵۴۱)

سوز کو سمجھے ہے تو ناداں کہ وہ دانا نہیں
حق بجانب ہے ترے جو اس کو پہچانا نہیں
گر کہوں میں حال اپنا سن کے غافل ہو دوچند
دردِ دل میرا تو اس کو بیش از افسانا نہیں

عشق کے کوچے میں اپنا مت قدم رکھ بوالہوس
گر تجھے منظور واں سر سے گزر جانا نہیں
زلف میں شانے کو دی[1] جاگہ تو اس کا کیا گناہ
یہ دلِ صد چاک بھی تو کچھ کم از شانا نہیں
پھل نکوئی کا تو لیتا جا اگر لے جا سکے
پھر پھرَ اس گلشن میں اے غافل تجھے آنا نہیں
سنگ سے بیت الحرم کی[2] شیخ اٹھائے ہے بِنا
آئینہ دل کا مجھے اس گھر میں بٹھلانا نہیں
ناصحا بالیں سے میرے اٹھ خدا کے واسطے
جان کھانا[3] اس کو کہتے ہیں یہ[4] سمجھانا نہیں
وعدۂ کوثر پہ واعظ کیجے ترکِ جامِ مے
نقد کو نِسیے پہ کھونا کارِ فرزانا نہیں — نِسیہ=ادھار
[5]شیشۂ دل سی کوئی دیتا ہے چیز اس شوخ کو
سوزؔ تجھ سا بھی کوئی[6] دنیا میں مستانا نہیں

(۵۴۲)

اُمیدِ وَصل جُز طمعِ خام کچھ نہیں — ہر صبح ہے قسم پہ قسم شام کچھ نہیں
وضعِ بہار دیکھ کے مانندِ آبشار — جُز گریہ اس چمن میں ہمیں کام کچھ نہیں
اس شوخ ، بے وفا و فراموش کار سے — مدّت ہوئی کہ نامہ و پیغام کچھ نہیں
نالہ غلط ہے مرغِ گرفتارِ دام کا — وہ تو اسیرِ زلفِ سیہ فام کچھ نہیں
سمجھاؤں[1] اپنے کفر کی گر رمز شیخ کو — بے اختیار کہہ اٹھے اسلام کچھ نہیں
طاقت نہیں ہے اتنی کہ بے طاقتی کروں — موجب مرے سکوں[2] کا آرام کچھ نہیں
دیکھا نہ تو نے عشق کے کوچے میں حالِ سوزؔ — اے دل تو[3] عاشقی کا نہ لے نام کچھ نہیں

(۵۴۳)

کون سا دل ہے کہ تیرا ستم آباد نہیں
کون سا [1]شخص کہ وہ دست بہ فریاد نہیں
کچھ نہ تاخیر کیا[2] سنگ دلوں کو یارب
کون سا نالۂ جانکاہ کہ برباد نہیں
کیوں نہ ہو دشتِ جنوں خوں[3] سے ہمارے گلگوں
کون سا خار کہ یاں نشترِ فصّاد[4] نہیں

فصّاد=فصد کھولنے والا

مسکراتا ہے کبھی روکے کڑھاتا[5] ہے کبھی
کون سا [6]شیوۂ بے داد اسے یاد نہیں
دونوں عالم ہیں ترے حسن سے معمور[7] تو ہوں[8]
سوز کا کلبۂ احزان تو آباد نہیں

(۵۴۴)

یہ[1] میں بھی سمجھوں ہوں ناصح وہ یار یار نہیں
[2]میں کیا کروں کہ مرا دل پہ اختیار نہیں
عبث تو[3] سر کی مرے ہر گھڑی قسم مت کھا
قسم خدا کی ترے دل میں اب وہ پیار نہیں
میں [4]ہوں وہ نخل کہ جس نخل کو قیامت تک
بہار کیسی بھی آوے تو برگ و بار نہیں
[5]جہاں کے بیچ غمِ دل کہوں سو میں کس سے
[6]سوائے غم کے مرا کوئی غم گسار نہیں
ہزار قول کریں[7] یہ نباہ کا اے سوز
مجھے بُتاں کی محبت کا اعتبار نہیں

(۵۴۵)

کیا کروں دل کو اب قرار نہیں اس میں[۱] کچھ میرا اختیار نہیں
میرے پہلو سے دور ہو اے دل تجھ[۲] سے صحبت مجھے[۳] برآر نہیں
ہر گھڑی وعدہ[۴] کر کے بہلانا ہاں جی، ایسا بھی میں[۵] گنوار نہیں
تشنہ لب[۶] کب تلک پڑا تڑپوں [۷]کیا تری تیغ آب دار نہیں
تو جو کہتا ہے آہ چو کا تیر دیکھ تو دل کے وار پار نہیں
دولتِ حسن پر نہ ہو مغرور عارضی مال پر قرار نہیں
کوئی ہمدم نہیں غریبوں کا آہ بھی ناتواں کی یار نہیں
☆بے قراری نہ کر خدا سے ڈر سوز عاشق کا یہ شعار نہیں

(۵۴۶)

بندگی سے تری کچھ عار نہیں [۱]پر میاں تو ہی وفادار نہیں
ایک ہیں عالمِ وحدت میں سب عاشقوں میں کوئی اغیار نہیں
قتل کو میرے نہ کر اتنا فکر میاں ایسا تو گنہگار نہیں
تشنہ لب کب سے تڑپتا ہوں پڑا کیا ترے ہاتھ میں تلوار نہیں
خوبرویوں[۲] کو جہاں کے دیکھا تجھ سوا اور دلآزار نہیں
صفِ مژگاں کو ابھی[۳] روک یہاں غیرِ دل کوئی سپردار نہیں
خوب دیکھا ہے جہاں کو ہم نے سوز[۴] سا کوئی دل افگار نہیں

(۵۴۷)

ہر پیالے پر دل مانگو ہو اور تو اب تیار نہیں
لا دیتا[۱] دل تجھ کو پیارے یاں دل کا بازار نہیں
اب کہاں جانے پاؤ گے تم آج اچھوتے[۲] جاؤ تو
ہاں صاحب فرمایئے اب کرتے تھے کیوں ہر بار نہیں

یوں[۳] تو ہر شب میں جاتا ہوں وہ بھی پاس بلاتا ہے
ظاہر میں تو ملتا[۴] ہے پر باطن میں وہ پیار نہیں

سوزؔ میاں کچھ بات کہو کیوں[۵] کھوئے ہوئے سے بیٹھے ہو
[۶]ایسی کیا لاگی ہے چپکی ، کیا منہ میں گفتار نہیں

دیکھو دیکھو کہتا ہے کیا سوزؔ مجھے مر جانے دے
یارو منہ میں جلدی اس کے ہاتھ میں کیا تلوار نہیں

(۵۴۸)

☆اس سروقد کی دوستی میں کچھ ثمر نہیں — نخلِ محبت آہ مرا بار ور نہیں
اس سنگدل کو حال[۱] پہ آیا نہ میرے رحم — اے آہ و نالہ حیف کہ تم میں اثر نہیں
یاقوت[۲] لعلِ یار سے بہتر نہیں ولے — ہر جوہری کو اس کی پرکھ کی نظر نہیں
کیوں مجھ سے بے گناہ کو ناحق کرے ہے قتل — اے یار تیرے دل میں خدا کا بھی ڈر نہیں
قاصد کی کیا مجال کہ[۳] اس کُو میں جا سکے — جُز مرغِ روح کوئی مرا نامہ بر نہیں
میری طرف سے دیجو صبا گل کو یہ پیام — آؤں قفس بھی توڑ کے[۴] پر بال و پر نہیں
ہرگز نہ مان سوزؔ تو واعظ کی گفتگو — ذرّہ بھر[۵] اس کو اصلِ سخن سے خبر نہیں

(۵۴۹)

گو کہ اے دل تجھے سرور نہیں — شاد ہونا بھی کچھ ضرور نہیں
گر ہوس تجھ کو داد خواہی ہے[۱] — کل قیامت بھی ایسی دور نہیں
شیخ جنت تجھے مبارک ہو — مجھ کو کچھ اشتیاقِ حور نہیں
میں تجلّی دکھاوتا موسیٰ — حیف اس وقت کوہِ طور نہیں
کوستا ہوں میں میرؔ کہہ دل کو — مجھ کو اس نام کا غرور نہیں

(۵۵۰)

دل کو میرے[۱] ہوائے باغ نہیں — دور ہو بوئے گل دماغ نہیں

شبِ ہجراں کو تیرے عاشق کی غیرِ داغِ جگر چراغ نہیں
کس طرح پوچھوں دل کی غربت کو ہائے اتنا مجھے فراغ نہیں
تیری آنکھوں کی دیکھ کیفیت مست ہوں ، نشۂ ایاغ نہیں
ایک تنہا[۲] نہیں ہے سوز جلا تیرے ہاتھوں سے کون داغ نہیں

(۵۵۱)

صنم اِکے ذکر سوا اور قیل و قال نہیں
جناب دل سے مرا اور کچھ سوال نہیں
تو سر سے کر کے تصدق مرا تو دل دے ڈال
کہ میرے پاس بجز اس کے اور مال نہیں
کہاں تلک میں تجھے حالِ زار دکھلاؤں
تو حال آ کے مرا[۱] دیکھ ، مجھ میں حال نہیں
میں ایک رات تجھے جان خواب میں دیکھا
سوائے خواب کے اب اور کچھ خیال نہیں
یہی ہے سوز جسے جانتے ہیں سب دل سوز
بڑا کمال ہے اس میں یہ کچھ کمال نہیں

(۵۵۲)

[۱]دل رہا اے سوز کیوں تیری طرف مائل نہیں
دل ترا داغی ہے یا تو عشق کے قابل نہیں
قدر ہر اک[۲] دل کی ہے معلوم ہر دلدار کو
دل دکھاؤں کس کو ہے ہے کوئی ، صاحبدل نہیں
خود نمائی پر ہے میرا دل ، کوئی خواہاں بھی ہو[۳]
کس کو دکھلاؤں کہ اس دم خنجرِ قاتل نہیں

دوستاں میں بھی مسافر ہوں غنیمت جان لو
میرِ منزل ہوں یہ دنیا کچھ مری منزل نہیں
بعد اس کے سوز کو تکلیف مت رہنے کی دو
کون سے دل سے رہوں[۴] واللہ اب وہ دل نہیں

(۵۵۳)

[۱]میرے دل میں ہوائے جاہ نہیں عرش تک بھی[۲] تو اب نگاہ نہیں
آپ سے آپ آ ملے تو ملے اس کے ملنے[۳] کی کوئی راہ نہیں
کب کیا نالہ مت لگا تہمت کیا کروں کوئی یاں گواہ نہیں
نالہ اور ناتواں[۴] سے ، سچے ہو یاں تو میرے جگر میں آہ نہیں
جان کس شوق سے دیا ہم نے واں تو عزّت بقدرِ کاہ نہیں
جی کے بدلے تو کون جی دے گا [۵]اور تو اور منہ میں واہ نہیں
سوز کو پیس جس طرح چاہے یاں کوئی اس کا داد خواہ نہیں

(۵۵۴)

مجھ سے[۱] کہتا ہے کہ تیری خو مجھے بھاتی نہیں
چھوڑ پیچھا جا کہیں کیوں تجھ کو[۲] موت آتی نہیں
ہر گھڑی[۳] کرتا ہے[۴] تو کیوں[۵] ناکسوں سے اختلاط
ایسے[۶] لوگوں سے طبیعت تیری گھبراتی نہیں
مجھ[۷] سے کہتا ہے نہ مل اور اس کو کہتا ہے نہ چھوڑ
تو ہی کہہ ناصح بھلا[۸] یہ تیری بد ذاتی نہیں
اچھے فربہ صید کو صیّاد کرتا ہے شکار
مجھ سے سِنگے[۹] کو بھلا کیوں موت لے جاتی نہیں

تیرے[10] دل میں ہے تو کہہ لے میں نہیں کہنے کا کچھ
ایسی باتیں سوز کی[11] کچھ دل میں رہ جاتی نہیں

(۵۵۵)

دشنام بھی لبوں سے تو ہم نے سنی نہیں
بولے گا جی کی[1] بات ابھی جی میں جی نہیں
مصحف کو روتے[2] دیکھ کے چاہا کہ چوم لوں
کہنے لگا غلط ہے یہ حرکت سہی نہیں
ناصح کے حق بطرف ہے کر[3] بند وعظ و پند
اس کی بھی جانے جوتی کہ اس[4] کو لگی نہیں
ساقی خدا کے واسطے اک جام اور دے
ایسی شرابِ ناب کہیں ہم نے پی نہیں
اے سوز ایسے شہر سے صحرا بہت بھلا
کیا کیجیے جہاں میں محبت رہی نہیں

(۵۵۶)

گرچہ میرے مضطرب دل کو شکیبائی نہیں
پر ترا در چھوڑ کر جاؤں کہ ہرجائی نہیں
دل پھنسا ہے تیری زلفوں میں نہ کیجو فکرِ دام
یہ سگِ کوئی ترا آہوئے ہرجائی نہیں
مسکرانے میں پھٹا دل بھی ملا لیتے ہیں لوگ
دل کے لینے کی طرح پیارے تجھے آئی نہیں
مجھ ستی[1] مت بول اعدا[2] کی لگائی سے میاں
میں نے تجھ سے روٹھ رہنے کی قسم کھائی نہیں

سوزؔ کو دیکھے ہے جو کوئی سو کہتا ہے یہی
-- -- -- -- -- -- -- --[۳]

(۵۵۷)

سن کے بے تابی مری سیماب ابل[۱] جاوے وہیں
برق دیکھے آگ اگر دل کی تو جل جاوے وہیں
میرے بانکے کے مقابل کون ہو کس کی مجال
رستم اس کے روبرو آوے[۲] تو ٹل جاوے وہیں
وہ مرا محبوب گر دیکھے فلک کو یک نظر
ثابت و سیّار آنسو ہو کے ڈھل جاوے وہیں
وہ جو سگھڑ ہیں بلائیں لیتی ہیں ہر بات پر
سن کے میرے شعر کو کواری اُدھل جاوے وہیں
شعر ہی سن کر ترے روتے ہیں روز و شب یہ لوگ
[۳]سوزؔ کو دیکھیں تو ان کا جی نکل جاوے وہیں

کواری= کنواری
اُدھل جانا= بے راہ رو ہو جانا

(۵۵۸)

یاد میاں اب دل میں تیری وے[۱] باتیں نہیں آتی ہیں
کس مہوش کی چاہ کری جو آنکھیں بھی شرماتی ہیں
گھڑی گھڑی کی وہ جو ادائیں جنھوں سے میں دکھ پاتا تھا
گلہ اب اس کا مجھ سے نہ کیجے ، کیا وہ اپنا پاتی ہیں
کیوں[۲] نہ مکافات اس کی پیارے ہوئی نہ[۳] تیرے نینوں کو
لے کر پہلے دل عاشق کا جان پھر اس کی کھاتی ہیں
خون ہمارے دل کا پیویں جس صورت سے چاہیں[۴] وہ
بس کب چل سکتا ہے ان سے جو انکھیاں مدماتی[۵] ہیں

مدماتی= نشیلی

پھنسواتی ہیں دل کو میرے زلفیں ہر اک مہرو کی
آنکھیں میری مجھ[۶] سے یارو ناحق بیر[۷] بساتی ہیں
جب سے گیا ہے بَر سے میرے تو آرامِ[۸] جان و تن بَر=پہلو
آنکھیں طفلِ اشک کو تب سے گودی میں[۹] بہلاتی ہیں طفلِ اشک=آنسو
گئے وہ دن جو تلخ تمھارے منہ سے میٹھا لگتا تھا
سنو[۱۰] ہو پیارے اب وہ باتیں[۱۱] ہم کو نہیں سُہاتی ہیں سُہاتی=مرغوب
گھر سے باہر جلد نکل اب تیری خاطر ہے یہ حال
جانیں سب عشاق[۱۲] کی پیارے سینوں میں گھبراتی ہیں
ریختہ کہہ کہہ سوز ہوا جو دیوانہ تو کیا[۱۳] ہے عجب
عشق کی باتیں افلاطون کی پل میں مت بولاتی ہیں بولانا=خراب کرنا

(۵۵۹)

کوچۂ عشق میں جو اہلِ نظر جاتے ہیں
کاٹ کر سر کو کفِ دست یہ دھر جاتے ہیں
تولتے کیا ہو میاں تیغ ادھر دیکھ کے تم
ہم تو ہل جانے میں ابرو ہی کے[۱] مر جاتے ہیں
اے سمندر جو نچوڑیں ہیں کبھی ہم دامن
[۲]تجھ سے تالاب کئی آن میں بھر جاتے ہیں
جا کے ہم عشق کے کوچے سے پھریں کب ناصح
خوب جاتے ہیں جدھر اہلِ بصر جاتے ہیں
دل بھی کچھ چیز ہے روتا ہے جسے تو اے سوز
عاشقی میں تو میاں جی سے گزر جاتے ہیں

(۵۶۰)

چاہ کے ، غرق تجھے ہے یہ گماں کرتے ہیں
ڈوبے گردابِ محبت کے کہاں ترتے ہیں
اب تو اس بحر سے جیتے جی ابھرنا معلوم
تہہ کے بیٹھے ہوئے مر کر ہی[۱] میاں ترتے ہیں
لختِ دل یوں ہیں مرے[۲] سیرِ چمن میں تجھ بن
برگِ گل جوں بروئے آبِ رواں ترتے ہیں
وصل کی رات بھی [۳]محروم رہے بوسے سے
آبِ حیواں میں ترے[۴] تشنہ وہاں ترتے ہیں
یاد کر مستی میں تجھ کو میں جہاں روتا تھا
آج [۵]تک یار بطِ مے پڑے واں ترتے ہیں بطِ مے=شراب کی صراحی
منہ میں [۶]تیری سی جو رکھتے ہیں سوا ہاتھ زبان
بحرِ موّاجِ سخن میں وہ جواں ، تَرتے ہیں
صاحبِ فہم اسے کہتے ہیں جوہر اے سوز
دست و پامار کے یہ[۷] لنگ جہاں ترتے ہیں

(۵۶۱)

ترے جیسے جیسے ستم دیکھتے ہیں — دل ہی جانتا ہے جو ہم دیکھتے ہیں
سنا تھا کہ بیت الحرم دل ہے لیکن — ہم اپنا تو بیت الصّنم دیکھتے ہیں
نشا اور کچھ دل کو بھایا[۱] ہے شاید — کچھ آنکھوں میں اب کیف کم دیکھتے ہیں
کوئی کوچۂ یار میں جا کے پوچھو — سر ہی ہیں پڑے یک قلم دیکھتے ہیں
نجومی سے کیا پوچھنا آؤ پوچھو — دلِ سوز کو جامِ جم دیکھتے ہیں

(۵۶۲)

جن کے تئیں کہ عاشق محبوب جانتے ہیں
پوچھو[1] ہمارے دل سے ہم خوب جانتے ہیں

ذرّہ نہیں یہ[2] واقف اطوارِ دل بری سے
دل لے کے جور کرنا محبوب جانتے ہیں

ہر ایک نیک و بد سے مل بیٹھنا، بتاں میں[3]
غیرت جنھیں دی حق نے معیوب جانتے ہیں

سمجھو ہو شمع جس کو[4] خلوت میں اپنی پیارے
ہم دل جلوں کا اس کو مکتوب جانتے ہیں

آفاق میں جنھوں کو کہتے ہیں سوز رندے[5]
تقوے کو شیخ جی کے وہ خوب جانتے ہیں

(۵۶۳)

[1]بس جی کھاؤ نہ قسم جانتے ہیں
[2]جیسے تم ہو تمھیں ہم جانتے ہیں

وہ بھی کیا لوگ ہیں[3] سبحان اللہ
[4]ناز تیرا جو ستم جانتے ہیں

غیر کے سامنے گو سچے ہو
جھوٹا[5] صاحب تمھیں ہم جانتے ہیں

جو جفا کرتے ہو[6] عشاق پہ تم
[7]ہم اسے لطف و کرم جانتے ہیں

[8]پونچھتا کیا ہے تو ہر دم ناصح
میرے آنسو کوئی تھم جانتے ہیں

کیوں عبث کھاؤ [ہو] پیارے قسمیں
ہم یہ اندازِ قسم جانتے ہیں

کعبۂ[9] دل کو وہی سمجھیں سوز
دیر کو بھی جو حرم جانتے ہیں

(۵۶۴)

جان قدموں تلے جب اہلِ صفا دیتے ہیں
حسرتیں دل کی سب اس وقت مٹا[1] دیتے ہیں

لوگ کہتے ہیں کہ محبوب بھی کچھ دیتے ہیں
گالیاں دیتے ہیں اور دینے کو کیا دیتے ہیں

پور پور ان کی میں اعجازِ مسیحائی ہے
چٹکیاں لے کے[2] یہ مُردوں کو جِلا دیتے ہیں

سو اداؤں سے لگا لیتے ہیں دل اپنے ساتھ
نہیں لگتا ہے تو پھر[۳] غم کو لگا دیتے ہیں
یاد رکھنے کی توقع کوئی ان سے نہ رکھے
اور تو اور یہ دل دے کے بھلا دیتے ہیں
[۴]ڈرتے ڈرتے کبھی چھپ لک کے کسی کے پیچھے
بیٹھ جاتا ہوں تو [۵]مجلس سے اٹھا دیتے ہیں
اور تو بس نہیں چلتا ہے رقیبوں کا ولے
سوزؔ کے نام کو لکھ لکھ کے جلا دیتے ہیں

(۵٦۵)

ٹکڑے تو ابھی لعل کے دل بیچ دھرے ہیں
ہم نے تو ابھی[۱] موتی ہی آنکھوں میں بھرے ہیں
صد شکر کہ مرنے کا خلش اٹھ گیا دل سے
جب سے ہوئے پیدا ہم اسی دن سے مرے ہیں
اس باغ میں ہم سے[۲] نہ ملا سود کسو[۳] کو
نے [۴]گلبنِ سرسبز نہ ہم نخل ہرے ہیں
کاوش نہ مرے دل سے ہے [۵]مژگاں ہی کو تیری
ابرو بھی کجی میں صفِ مژگاں سے پرے ہیں
اے سوزؔ اگر یار کے دل سے نہ گیا کھوٹ
کیسا ہی وہ کھوٹا ہو ولے ہم تو کھرے[٦] ہیں

حواشی

(۱)

[متن طبق "س"]

۱ ل کرکر ۲ ل محمد

۳ ل کرآتی

ن۔الف کچھ ہوتی

۴ ل زباں سے مرتضیٰ مشکل کشا کی منقبت میں کہتا (س۔ک)

الف // // // // کا // // //

۵ ن۔الف ایک

(۲)

۱ ن۔ا۔ک علی اس کا ہے ۲ الف جس وقت

۳ ش۔ک اک

ن اک پرتوہ

الف یک پرتو

۴ ا۔ش کہا ہے یہ خرد نے

الف // // // موجب خم پیر گردوں کا

۵ ن۔ل اے

(۳)

۱ شؔ میں عنوان بھی درج ہے: ''ایضاً در مدحِ حضرت امیر المومنینؑ''
۲ ک پوچھیے
۳ یہ اور اس کے بعد آنے والا شعر بظاہر شعر کی اوّلین اور نظر ثانی شدہ شکلیں معلوم ہوتے ہیں تاہم چونکہ یہ شعر مؔ میں موجود ہے اور ہمارے پاس اپنے قیاس کی تصدیق کا کوئی اور ذریعہ نہیں ہے، اس لیے ہم نے اسے شامل متن کیا ہے۔۱۲

(۴)

۱ ن ہولے
ل ہووے
۲- ش ترا ۳ ع واں سے اب آگے چلا
۴ ل گیا ہوا (کذا)
۵ ک نہ ہو تو ہو وہ (کذا)
ش۔ل نہ ہو سو ہووے وہ (〃)
الف نہ ہو سو ہو وہ ۶ ک۔ا۔ش شعلہ رُو
۷ ش۔ک۔ن مت دل

(۵)

۱ م آنکھوں مجھے باور نہیں
۲ ع ارے بے دید کچھ تجھ کو خدا کا ڈر
۳ ل مجھے مرنا (س۔ک)

(۶)

[متن طبق س]

۱ ن۔الف غم کا اظہار ۲ ن پیارے
۳ ع اب ۴ س وہاں (واں) (س۔ک)

ترتیبِ اشعار

س	ن	ع
۱	۱	۱
۲	۳	۲
۳	۴	ندارد
۴	۲	۳
۵	۵	۴

(۷)

۱ ع اپنی ۲ ع آئینہ وہ ہر یک (س۔ک)
۳ ن مشرب ہے کہ خیر و شر کا خالق ہے
۴ ع نہیں ہے وہ خالی سر اس کو ہے شیطان سکھلاتا (س۔ک)
۵ ع ماتا ۶ ع حیران
۷ ع اب
۸ ع کہ کوئی بھی صفت اچھی بھی میں تجھ میں نہیں پاتا

(۸)

زمانۂ تخلیق: قبل از ۱۱۸۸ھ/ ۷۵-۱۷۷۴ء

الف میں یہ غزل دو حصوں میں تقسیم کر دی گئی ہے، مطلع اور تیسرا شعر صفحہ ۱۱۹ پر ہیں جبکہ باقی اشعار (شعر نمبر ۴، ۳، ۶، ۷) صفحہ ۱۲۲، ۱۲۳ پر الگ غزل کے طور پر درج ہیں اور یہاں اس کا مطلع ہے:

جہاں کی دوستی غیر از غبارِ دل نہیں پاتا میں تنہائی سوا اس بحر کا ساحل نہیں پاتا

۱ ع یارو ۲ ع ہو رہا
۳ ع میں بھی اب خنجر قاتل

(۱۰)

☆ زمانۂ تخلیق: میاں ۲۴ ذی قعدہ ۱۱۸۸ھ/ ۲۶ جنوری ۱۷۷۵ء و ۲۸ ربیع الاول ۱۲۱۲ھ/ ستمبر ۱۷۹۷ء
یہ غزل بھی ن میں دو بار درج ہے پہلے صفحہ ۵۵ پر شمار ۱۸۱ کے تحت اور پھر صفحہ ۶۷ پر شمار ۲۲۲ کے تحت۔
ذیل میں ن-۲ سے مراد ن کا دوسرا اندراج بر صفحہ ۶۷ ہے۔

۱ الف (ع) اپنی ۲ ع-ن-۲ طور

۳ ع-ن-۲ دل

۴ ن وگرنہ طرز رسوائی نئی بنیاد میں کرتا

۵ نواب آصف الدولہ (متوفی ۱۲۱۲ھ) جن کے دربار سے سوز اوپر مندرج زمانے میں وابستہ رہے ان کا ذکر بعض اور جگہوں پر بھی ہے:-

- ایسے ہی حضرتِ آصف کو جو کہتے ہیں وزیر — اس تجمل کے ہوئے خلق میں سلطاں کتنے
- اے سلیماں آصفِ دوراں جو یاں سے اٹھ گیا — یہ سبب ہے گا نہ تھا اس کو وزیری کا دماغ
- مرے آصف الدّولہ اور ایک سے بھی — کسی کی بھی آنکھوں سے آنسو بہا ہو
- ایک بندہ جہاں میں ہے واللہ — آصف الدّولہ نام ہے جس کا

۶ ن لپٹیا

۷ ع-ن-۲ کبھی جو بھولے میرے سوز کی ہاں یاد میں کرتا

(۱۱)

☆ زمانۂ تخلیق: قبل از ۱۱۸۸ھ/ ۷۵-۱۷۷۴ء

۱ ک-ن نہ بھائی
ع دلا ایسا

۲ ن-م-ک صاحب
ع غلط ہے

۳ ش-ک-ا-ل کیف تو ۴ ش ک، الف، ل سنے

(۱۲)

۱ م۔ش۔ل کہ کیوں تن من نہیں جلتا
ک کہ کیوں کر تن نہیں جلتا
۲ ش پرفشاں ۳ ع۔ن۔۲ بہتان کرتا ہے
۴ ع۔ن۔۲ لے ۵ ش۔ل یادوزخ
۶ م اب کون دشمن بھی نہیں روتا
ک اب دشمن " " " ڈرتا (س۔ک)
ع۔ن۔۲ اب کون سا دشمن نہیں جلتا
۷ ن یہ جلنا ہے کہ تیرا دل بُتِ پُرفن نہیں جلتا
ش و لے جلنا مجھے یہ ہے کہ پھر دامن" "
ک " " " " ترا دامن" "
۸ ن۔۲ نہ ۹ ن کے
۱۰ ک جلا ہے جس طرح سے سوز ۱۱ ن۔۲ تیرنے

☆ ن میں یہ غزل شمار ۱۱۳ پر ہے لیکن اس غزل کے اشعار ۵، ۷، ۳، ۶، ۸ (اسی ترتیب سے) شمار ۲۱۷ پر ایک الگ غزل کے طور پر بھی موجود ہیں۔ اور یہاں پانچویں شعر کو ایک کمزور اور منفرد متن کی بنا پر مطلع بنا دیا گیا ہے۔ ''مرے احوال پر اب کونسا دشمن نہیں جلتا'' پانچویں شعر کے مصرع اولیٰ کا یہ متن سوائے ع کے اور کسی نسخے میں نہیں اور ع نسبتاً کمزور نسخہ ہے۔۱۲

(۱۳)

☆ زمانۂ تخلیق: قبل از ۱۱۸۹ھ/۷۶-۱۷۷۵ء

۱ ک یار اگر ۲ ع کیوں
۳ ک کا ۴ ک تھم رہے تھے سرِ شک
ش۔ل " " " ہیں اشک
ع " " رہا ہے " "
م " " " سرشک

۵ ل نت
ش تب مجھے
۶ ن۔ک۔ل۔ش۔م سوز کی قدر۔ یہاں سوز کی قدر مناسب بھی تھا اور مقطعے کا تقاضا بھی لیکن ہمارا خیال ہے کہ نیا مقطع کہنے کے بعد اس شعر میں تبدیلی کی گئی ہوگی۔ مصرع ثانی میں موجود تیرا سے مصرع اولیٰ میں میری کی رعایت اس نئی شکل کو قابلِ ترجیح بنا رہی ہے۔
۷ ش۔ک۔ل۔ جی
۸ ن سوز استاد کیوں نہ تو رہتا

(۱۴)

۱ ع ستا سکتی تھی؟ ۲ ع ہے

(۱۵)

۱ ل۔ع رونے ۲ ل کب
۳ ل نامہ کی پہنچ ہے (کذا)
ک گر پہنچ (//)
۴ ک کر کے ۵ ک بتاں کا
۶ ل اگر تجھے (کذا) ۷ ش حیا
۸ الف میرا ہی واں ۹ ل تو

(۱۶)

☆ زمانۂ تخلیق: قبل از ۱۱۹۸ھ/۸۴-۱۷۸۳ء
۱ ک دھو کے
۲ ل غبارِ چشم اٹھ جاوے تو کچھ حاصل نہیں ہوتا
۳ ن پاویں
۴ ل مت بول مت مل میں نہ روٹھوں گا

ن۔م مت بول میں ہرگز نہ روٹھوں گا

ع مت مل میں نہ ....

(۱۷)

[متن طبق س]

☆ زمانۂ تخلیق: قبل از ۱۱۹۸ھ/۸۴-۱۷۸۳ء

۱ ک نور بصر کی آن کی یاں (س۔ک)

۲ ن۔ک۔م خوگر جو مداوئی سے طبیب اپنے کو پاتا

ل " " " " پایا

الف کے حاشیہ میں، مصرع مندرجہ متن موجود ہے

۳ ن۔ا۔ک تو دل بھی

ل تو بھی کہیں سوز

ترتیب اشعار	س	ن	ک	الف	ل
	۱	۱	۱	۱	۱
	۲	۴	۴	۲	۴
	۳	۳	۳	۴	۳
	۴	۲	۲	۳	۲
	۵	۵	۵	۵	۵

(۱۸)

یہ غزل الف اور ش میں دو دو باہ درج ہے الف میں پہلے صفحہ نمبر ۹۳ پر اور پھر صفحہ ۱۴۹ پر ش میں پہلے، ہمارے کیے ہوئے شمار کے مطابق، ردیف الف میں اکیالیسویں نمبر پر اور پھر شمار ترانوے پر ذیل میں ان دونوں متون کو ۱ اور ۲ کے امتیاز سے ظاہر کیا گیا ہے۔

۱ ش-۱، الف-۱، ک، ل جو غم دل کا مرے مہماں نہ ہوتا

۲ ک۔م گریباں پھاڑ کر خنداں نہ ہوتا

۳ ل یہاں گل (بدونِ تو) ۴ ن کے

۵ ن، ک الف-۱، ل، ش-۱ اگر ہو وصل میں......

(۱۹)

☆ زمانۂ تخلیق: قبل از ۱۱۸۹ھ/۶-۱۷۷۵ء

۱ الف دلِ بے درد ۲ ن دل کا

(۲۰)

۱ ل گر ۲ ک میں

۳ ل مجھے ۴ ش سیر

الف پھیر

۵ ع قتل کرتا اپنے ہاتھوں سے

۶ ع توجی دیتے بھی اس کے دیکھ کر مکھڑے کو ہنس دیتا

۷ ن-ک وہ

الف میں یہاں قیاساً "بھی" درج ہے لیکن ل اور ش میں یہاں حقیقتاً بھی موجود ہے۔۱۲

(۲۱)

۱ ل کبھی گھبرا کے مرتا تھا

ن کبھی کڑھ کڑھ کے روتا تھا

۲ ش-ک-ل برخانہ

الف پرخانہ

۳ ل اٹھاتا آنکھ پر سے ہاتھ جلدی دل نہ دھرتا تھا

۴ ن-م-ک منہ ۵ ل کھاتا تھا

ش کھاتا ہے

۶ م-ک ابلتا ۷ الف-ل کیسے

۸ ن-الف-ل ہو ۹ ک ہیں

(۲۳)

۱ آپھی:- یہ عہدِ سوز کا خاص استعمال ہے جو آپ اور ہی کی آوازوں کا جامع ہے۔ اس کا استعمال بعض دیگر اساتذۂ سخن کی طرح کلامِ سوز میں متعدد مقامات پر ملتا ہے۔

۲ ع یہ ۳ ع ارے تجھ کو

۴ ن کاتری تھا خطرہ

(۲۴)

۱ ن آنکھوں سے آتے تھے اس طرح

۲ ع یہ نفع تھا ۳ الف (ع) اب ہرامانی میں (کذا)

۴ ن اسی کا ہر جگہ

(۲۵)

۱ ن آسنا ۲ ع چمٹ

۳ ع اب تو ایسا باہرایہ (کذا) ۴ ع جنم کا کیا مگر شہد ابنا تھا

۵ ع آ ۶ ن نہ

۷ ن ان آنکھوں کو الٰہی کیا کہوں میں؟

۸ ن اجی

۹ ع جہاں سے آئے ہو جلدی سدھارو

۱۰ ن بھی

(۲۶)

۱ ب کو ۲ ش۔ل اس کے

۳ ن۔ش کھوتا ۴ ش۔م۔ل۔ی موچھ

ع مینچ

ب میچ

۵۔ ب۔ح۔خ۔ی کہ ۶ ع کس

ے ل میں غیر از خدا کوئی
ک " " " یاد
ش " " " یار

(۲۷)

ا ش۔ک۔م میرا ۲ ک۔م تم
۳ ل نے جو قسمت لکھا تھا
ک نے قسمت میں لکھا تھا

(۲۸)

پہلے دو اشعار الف میں دو بار درج ہیں پہلے صفحہ ۱۳۳ پر اور پھر صفحہ ۱۴۹ پر ذیل میں الف ۲ سے دوسرا اندراج مراد ہے۔

ا الف۔۲(ع) مکرر مرے دل میں، ک: مگر میرے دل میں (کذا)
۲ الف۔۲(ع)، ک میں دیکھا کہ چہرہ بہت زرد تھا
۳ الف ۲(ع)، ک کی

(۲۹)

☆ زمانۂ تخلیق: قبل از ۱۲۱۰ھ/ ۹۶-۱۷۹۵ء

ا ش۔ک۔ا۔ل خیال ۲ ن کی
۳ ن شر و حیا (س۔ک) ۴ ن اس
۵ الف۔ک درد
٦ ن یار مجھ سے تھا فنا میں یار میں فانی ہوا
۷۔ ع کیا کہوں اب غیر سے ....

(۳۰)

ا ل بے زار ۲ ک اس جگ خرابہ اندر

۳ ع بیمار ۴ ل ترکش
۵ ن۔ع تجھ گھر میں ۶ ع گلزار
۷ ک۔م تجھے مقرر ۸ ن۔ع تجھ عشق میں

(۳۱)

۱ ک کبھی تو اے سوز (کذا) ۲ ل گریاں
۳ ع نالاں
۴ ع آفتابِ بزمِ مشتاقانِ حسن ۵ ن ماہ
۶ ک روبرو ہوتے ہی سب بھولا یہ کچھ نسیاں نہ تھا

(۳۲)

۱ ل چھپایا
۲ ع کوئی فریادرس دوڑے مجھے اس عشق نے لوٹا
ن۔م۔ک۔ش اکیلا کر کے
۳ ل رنگ صحرا کے
ن ″ ″ کا
۴ م۔ل۔ک۔ش خدا ہی جانے کس کا شیشۂ ناموس یہ ٹوٹا
ع خدا جانے یہ کس کا شیشۂ ناموس یوں ٹوٹا
۵ ع باعث نہ
م۔ل۔ک۔ش خاطر نہ ۶ ع پران
۷ ع خوب
ش: زور ہی کوتا ۸ ن۔م۔ک۔ع۔ل آتا ہے
۹ م۔ک میں کہتا ۱۰ ش اپنی سیر کو
۱۱ ع مہربانی سے یہ سوز اس قید سے چھوٹا

(۳۳)

۱	الف	سے ہو کے مست ہو	۲	ک۔م	بھی اس کے تئیں کہیں
				ش۔ع	بھی اس کو میں کہیں
۳	ع	وہ مرے واسطے			
	ش	وہ میرے قصد کو			
	ک	وہ قصد کو ترے	۴	الف	آگے
				ل	پاس ہاتھ (کذا)
۵	ل	پہنچے ہے میرے گھر ہی جو			
	ع	پہنچے گی دختِ رز ہی جو چاہے گی تیرے گھر			

(۳۴)

۱	ن	نہ	۲	ش۔ل	جی
۳	ل	توسن کی	۴	ش	کہہ دیتا
				م۔ک	کہدے اب
۵	ش	آتا ہے	۶	ن	نالے
۷	م	پیغام	۸	ک	رے
۹	م	شام	۱۰	ک	چاہیں
۱۱	ع	قاتل			
	ل	زاہد	۱۲	ک	میکدہ کی بیچ (کذا)

(۳۵)

۱	الف (ع)	تو یہ
	ل	توبہ جو کروں میں تجھ سے آ جا (کذا)
۲	ع۔ل	دور ہو
۳	ل	دے گا

۴	ع	دور ہو کہیں دفع ہو	
	ل	دور ہو دفے ہو	
۵	ع	غربا سے کام کیا تجھے چل	تجھ کو کہتا ہے اب تو را جا
	ل	غیر باشی کا کیا تجھے چل	تجھ کو رکھتا ہے اب تو را جا

(۳۶)

۱	ک۔ل۔ل	کیدھر			
	ش	کیدھر پلنگ			
۲	ک	تیرے وطن سے جو کوئی نکلا	۳	ک	حیف
۴	ش۔ل	بتِ برہمن			

(۳۷)

۱	ع	میرے	۲	ع	تمھیں
۳	ع	مدارا	۴	ع	کیسی
۵	ع	لیک	۶	ع	پھر آ کے آ جا

(۳۸)

[متن طبق س]

☆ زمانۂ تخلیق: قبل از ۱۱۸۸ھ/ ۷۵-۱۷۷۴ء

۱	ل	یار	۲	ش۔ل	ابھی
				س	تنک
۳	ش	بیٹھا ہے تب تک (بدونِ تو)			
	ک	تو جب			
۴	ع	اے ترے قربان ہو جاؤں	۵	ش	پھر
۶	ش	ولے	۷	ع	دیکھیو
۸	ع	ہیں ہجر میں	۹	ش	سو

۱۰ ش خود دوری

(۳۹)

☆ لؔ میں اس غزل کے اشعار دو الگ الگ غزلوں کے طور پر درج ہیں پہلا اندراج جو چار اشعار پر مشتمل ہے ذیل کے مطلع سے شروع ہوتا ہے۔

پاس سے میرے تو اب اے دلِ ناشاد نہ جا اے خانماں خراب کہا اے ستم ایجاد نہ جا
(س۔ک)

دوسرا مصرع جو کاتب کی بداحتیاطی کا شکار ہوا، دراصل یوں ہے (آ نہ جاماں کہا اے ستم ایجاد نہ جا) اس کے بعد جن تین شعروں کو الگ غزل ظاہر کیا گیا ہے وہ اس مطلع سے شروع ہوتے ہیں۔

پاس سے میرے تو اب اے ستم ایجاد نہ جا اے خانماں کہا اے دل ناشاد نہ جا
(س۔ک)

دوسرا مصرع یہاں بھی کاتب کی غلط نویسی اور تصرّفات کے باعث بگڑ گیا ہے۔ کاتب نے جہاں سے یہ غزل نقل کی وہاں ''آ نہ جا مان، کہا'' کو اکٹھا لکھا ہوا دیکھ کر (انجامان) ''اے خانمان'' بنا دیا ہے۔ درحقیقت یہ دونوں اندراجات ایک ہی غزل کے اشعار پر مشتمل ہیں اور ان کا الگ الگ لکھنا محض غلط ہے۔۱۲

۲ ن تو مرے تو اے ۳ ل۔۱ کہ
۴ ل۔۱ تو ہے یا کوئی فولاد
ل۔۱ قطرۂ خون ہے تو یا
۵ ل۔۱ پر ۶ ل۔۲ کو

(۴۰)

۱ الف ہردم ۲ ع یار تجھ پہ لگائے
۳ ع بارے ۴ ش۔ع۔ل کی جان
۵ ع آ ۶ ک۔ل کے پاس
الف کی باس

۷ ن خفتگان ۸ م۔ک یار
ع دیکھ
۹ ن چڑھا ہے ۱۰ ع ہیں لوگ بے طرح
۱۱ م۔ل۔ک ترا نظر بد سے خوف ہے ۱۲ ع آ دل میں بیٹھ

(۴۱)

ن میں یہ غزل بھی دو بار درج ہے پہلا انذارج صفحہ ۴۹ پر شمار ۱۵۹ کے تحت ہے اور دوسرا اندراج صفحہ ۶۷ پر شمار ۲۲۱ کے تحت، پہلا اندراج پانچ شعروں پر مشتمل ہے جبکہ دوسرے اندراج میں چوتھا شعر (اے بیٹھے ہیں .... الخ) غائب ہے۔ علاوہ ازیں ایک متنی اختلاف بھی ہے جسے ہم نے ن۔۲ کی صراحت سے ظاہر کر دیا ہے۔۱۲

۱ ل مرے شاہ
۲ ل میں کدھر جاؤں ترے ہاتھوں سے اے ماہ نہ جا
۳ ن۔۲ ٹلتا ۴ ل رہبر
۵ س تو جو جاتا ہے (کذا) ۶ ع ہائے

(۴۲)

[متن طبق س]

۱ ن۔ک۔ل۔ا۔ش مضطرب دیکھ کر آج پیارا
۲ ش۔ل گلی میں پڑے ہیں ۳ ن۔ک۔ل۔ا۔ش کو یوں نہ ٹوکا

(۴۴)

۱ ش دیدہ ہے خوں بار جدا ۲ الف جان
۳ ل۔الف ہے ۴ ل۔الف ہے

(۴۵)

۱ ع سب سے ہو جدا

۲ ع اس ہی اندیشے میں میں تو مر گیا

۳ ع خالق اے میرے خدا

۴ ع (الف) او......بس نہو تھا (س۔ک)

۵ ع شہر

(۴۶)

۱ ل دکھاوے ۲ ع یا تو دکھلا دے از............

ش تو بھی دکھلا نہ از............

۳ ش گھر

۴ ش۔ک۔ل۔ل دل نہیں ہے کوئی بلائے خدا

۵ ن۔ع میں تیرے لیے

(۴۷)

۱ ع کیا ۲ م۔ش۔ک۔ل مہرباں

۳ ع عندلیبو ۴ ل۔ش مجھ کو

۵ م خونی ہی سے ہم نے گلستاں

ع گلگوں............ ۶ ن۔ل۔ل کب ہو گر نہ ہووے

۷ ع ہے

۸ ع نہ دے تکلیف پیارے سوز پر اپنے ترحم کر

نہیں ہوتے ہیں پھر دنیا میں ایسے بے زباں پیدا

۹ ش۔ک۔ل ہوئے

(۴۸)

۱ ع ہوا ۲ الف بھرے

۳ ع آتش ۴ ع تو

۵ الف جوصف کی صف (بدونِ یہ) ۶ ن دنیا میں

۷ ع اک اشک ٹپکا دوں ۸ ن جینا غنیمت جانو اک دم

۹ ع ہونے کے پھر دنیا میں ایسے نوحہ زن پیدا

(۴۹)

۱ ع ایسا ۲ ع کے

۳ ع یک ۴ ع تری ہے جان کا

(۵۰)

۱ ع کیا

ل کیوں ہے تو ۲ ش۔ع۔ل پڑے

۳ الف کچھ یہ بھی اچنبھا ہے

ک یہ بھی کیا تعجب ہے ۴ ع کو بہ کو یارو

۵ ش۔ل ڈر ۶ ک۔ل ہوئے

(۵۱)

☆ زمانۂ تخلیق: قبل از ۱۲۱۰ھ/۹۶-۱۷۹۵ء

۱ ح۔خ ہے چال یا قیامت ہے حسن..........

۲ ب۔ح۔خ۔ع۔ک۔ی ادا

ش۔ل چمک

۳ ش یوم الحساب

ک۔الف۔ل روز حساب ۴ ش رہے

۵ ح۔خ کی تاک دیکھو

ی کو " " (س۔ک)

ب دیکھو......(کذا)

۶ ب۔ح۔خ۔ش۔ن۔ل۔ا۔ی اللہ ۷ ن۔ش۔ل۔ا۔ب۔ی یہ

۸ ب۔ح۔خ۔ی جھمکا ۹ ب۔ح۔ج۔ی بہ شان
۱۰ ن۔م خورشید ۱۱ ن کیسا
۱۲ ع۔ل پھر
ش یہ ۱۳ ع ورنہ صنم کا جھمکا
۱۴ ع کہتا ہے مجھ کو
ک پوچھے ہے
۱۵ ن۔ش۔ل۔م۔ک کیا تو میرا
۱۶ ی۔ب یہ
۱۷ ل ثنا
الف۔ک پنا تم آتا ہے ۱۸ ل۔ک۔ع شتابی
۱۹ ش چھٹ
ل چٹ
الف چت
ک جب ۲۰ ن۔ح۔خ۔ل۔ک دلربا

(۵۲)

ع دِلا دنیا کا اب کر تو نظارہ
ع کہ پھر آتا نہیں
ل نہیں آتا ہے
ع بھولا ہے ۴ ن۔ک۔ل جلوہ ہے
ع اس کا ہے جھمکا
ع۔ن بر ۶ ل ہر رخ
ع ہر دم گزارا
ک۔ا۔ش وہ اترا ہے سارا
ل دے " " "

(۵۴)

۱ ا۔ک دیکھا ہم نے ۲ ش۔ا۔ل ہوئے
۳ ش جنھیں ہے ۴ ع اچھا لگتا نہیں ہے دل کو
۵ ن جاں ساز ہے اب تو آ میری جان
ع جاں ہے سوز اب آ جان (کذا)
ش جاتا رہوں اب تو اے میری جاں
ک جاتا ہوں اب تو " "
۶ ع ہے اس کو انتظار تیرا
ن ہے اس کو یہی انتظار تیرا

(۵۵)

۱ ع جا ہو وہ...... ۲ الف (ع) کہنا یہ کسے تیری خاطر
۳ ع پیارے

(۵۶)

۱ ن تو دیکھ جبہ اور وقار میرا ۲ ن مزار کے سوز کو

(۵۷)

۱ ک۔م صف مژگاہ کے صدقے کیا ہوا تنخواہ دل میرا (س۔ک)
ش۔ل قیامت اب کے لاوے گا کروں آہ کیا " "
۲ ل تو ۳ الف شاہ
۴ ش ان سے
م اس سے سوا آخر
۵ ن کبھی ۶ ش سوہانِ روح، آنکھیں منندی
۷ ن جو مانگے
ع " " ترک چشم اب تک تو جانی جان باقی ہے

۸ ل کا پیارے
ع کی پہلے
۹ م عجب بھولا ہے یہ
ع " " پھرے ہے
۱۰ ش۔ل اے سوز اس کی خو سے کچھ آگاہ
ن۔ع اب سوز ان کی خو سے کیا آگاہ
ک اس کی خوشی سے سوز کچھ آگاہ
م " [سے سوز] " "

(۵۸)

۱ الف ئی ۲ الف (ہے) سوز بدل غلام میرا

(۵۹)

زمانۂ تخلیق: قبل از ۱۱۹۸ھ/۸۴-۱۷۸۳ء

۱ ل دل و جاں
۲ ع یہ لیتا ہے نوچ
ک۔م لیتے ہیں چھین
ل لیتا ہے جنھیں ۳ ع ڈھیٹ
۴ ک۔ا۔ل کر دوں ۵ ن۔ل آجائے
۶ ل میں نہیں پند ترے
ن۔الف تری
۷ م یک
ع جز صورت آئینہ وہ شوخ ۸ ع سوز کیا کیجیے

(۶۰)

۱ ل نہ شفقت ہے نہ کر ہر دم کا تکتوڑا

۲ ش۔ک۔ل کہ جس پر ۳ ش۔لس۔ل زورا

۴ ک ہزاراں ۵ ع اس کو باندہ جلدی سے

۶ ک دل میری یہ

ش بے دل

۷ ن۔ل موڑا لنہ یہ توڑا ۸ ک توڑا

(۶۱)

۱ ل۔ع میں

۲ الف (بحوالہ ع) اس غزل کی ردیف "لو بے وفا"

۳ ع ولدوای ولدوا لو بے وفا ۴ ل پیارے تجھ سے جیف

ع بجھ سے

۵ ع آ خدا سے ڈر کے آ او بے وفا

الف میں اس غزل کے حاشیے میں نسخہ ع کے کسی قاری کی بعض ترامیم بھی درج ہیں۔ جن کے مطابق یہاں ترمیم: ذرا

۶ ل ہے یہی ۷ ل ایک دن (س۔ک)

۸ ل اپنے ساتھ ۹ ل تو نے کیا (س۔ک)

۱۰ ل ہمدرد میرا یا نہیں

ع ہمدردیاں میرا نہیں

۱۱ ن اپنے پر سے کر کے صدقے ۱۲ ن قرباں

ع: ترمیم صدقے ہوا

۱۳ ع بوسہ تیرا واہ وا

ترمیم واہ جی

ل تیرا بوسا اور تو

۱۴ ل۔ع مت تہمت

۱۵ ع اس سے پوچھ لو

۱۶ ع اب چھوڑوں گا میں
ترمیم: چھوڑوں ہو کوئی ۱۷ ع پھر
۱۸ ل تک تو مجھ کو بار نہیں ۱۹ ن تیرے کب لگا

(۶۲)

۱ الف واہی واہ واہ واہ
ش واہ وا ہے واہ واہ
۲ ل۔ا۔ک۔ش: سوز ہے
۳ الف تک ایک ہاتھ کو رکھ (کذا)
۴ الف بے گناہ بے گناہ اور میرزا ۵ ل قتل

(۶۳)

۱ ش جگہ ۲ ل مجھے نہ
۳ ک۔ن وہ کچھ ۴ ع میرزا
۵ ل بے مہر ۶ ش۔ک۔ا۔ل کے
۷ ع دیکھے ہیں کس کے دنداں نادیدہ انگھڑیوں نے
۸ ش۔ع۔ل ہم نشیں،
☆ میر تقی میر کا شعر ملاحظہ ہو:

شاید کباب کر کر کھایا کبوتر اُن نے اڑتا پھرے ہے نامہ اُن کی گلی میں پَر سا

(۶۴)

۱ ش آہ یہ نالہ ترا
ن۔ل۔ع آہ و نالہ تو مرا
م آہ و نالہ یہ مرا ۲ ل گریاں
۳ ن. ہے ۴ ک بالعکس
۵ ک۔م سوزندہ ۶ ع بیہودہ نہ رکھ

۷ ک۔الف۔ن کر ۸ ا۔ش ہوئے

(۶۶)

☆ زمانۂ تخلیق: قبل از ۱۱۹۸ھ/۸۴-۱۷۸۳ء

۱ ک الم ۲ ل تیغ وابرو

۳ ک۔ل خم وچشم (کذا)

ش چم وخم

۴ ک۔ل۔ش۔م پر

ع اور ۵ ع پلایا سب کو

(۶۷)

۱ ن۔ل۔ک سایہ ۲ ش۔ا۔ک۔ل میاں.

۳ ک کے ۴ ل گریہ

(۶۸)

۱ ع دل سے ۲ ن ہائے

۳ ع سب سے ۴ ع پھینک

۵ ن توپانے کا نہیں ۶ ع نہ پایا

(۶۹)

۱ ع\ کاٹتے ہیں

(۷۰)

۱ ع پڑا رہنے دے اس کے کوچے میں مجھ کو

۲ الف ہووے ۳ ن۔ک کا

۴ ع اس کی ۵ ش۔ل میری ادا

۶ ل۔ش۔ک۔ا پھیلے ۷ الف قبا

(۷۱)

۱ ن نہ ۲ ش۔ک۔ا۔ل عذر
ن بکر کی اپنی
۳ ک بسی
ل کسی ۴ ک کا
ل کسی سے بھی (کذا)
۵ ش۔ک۔ا۔ل پیارے یہ خط نہیں ہے تو

(۷۲)

۱ ل جس گھر میں تجھے میں جلوہ گر ۲ الف پوچھوں
۳ الف خوں آلود ۴ ل ایک (ہر) ایک
۵ ن کل تو میں نے یوں کہا
۶ الف۔ل۔ن دامان گہ کر

(۷۳)

☆ زمانۂ تخلیق: قبل از ۱۱۹۸ھ/۸۴-۱۷۸۳ء
۱ ش۔ل۔ل قصوں
ک جھگڑوں ۲ ش۔ک۔ا۔ل جھگڑا
۳ ع مرے بارہا گئے
۴ ک مرے
ن تری ۵ ن روئے
۶ ک۔م اکھاڑا ۷ ک یار
ل ہاز
۸ م ہی
ع تو دکھا

(۷۴)

ل ن۔ک۔ا۔ش تو ۲ ک۔ا ہیں دل ہم کو یہ ملا سو ملول
۳ ل آہ ۴ ل کہ
۵ ن تو ٦ الف کیا حال تجھ سے

(۷۵)

ل ن فکر تجھ کو ہے بڑا ناصح ۲ ع یک

(۷٦)

ل ع ہیں ۲ ع نیں
۳ ع یہ ۴ ن کٹی

(۷۷)

☆ ن میں یہ غزل بھی دوبار درج ہے پہلے شمار ۱۷۴ کے تحت صفحہ ۵۳ پر اور پھر شمار ۲۲۰ کے تحت صفحہ ٦۷ پر۔ پہلا اندراج چوتھے شعر سے محروم ہے۔ جبکہ دوسرا اندراج "مطلع کے استثنا کے ساتھ ہمارے اختیار کردہ متن کے مطابق ہے پہلے اندراج کا مطلع یہ ہے۔

ہرگز نہیں معتقد حرم کا بندہ ہوں میں دل سے اس صنم کا

دوسرے اندارج کا مطلع یوں ہے

دل کشتہ ہوا تو ہے رقم کا کچھ بھید کھلا اسے عدم کا

یہ غزل الف میں بھی ہے جہاں اس (دوسرے) مطلع میں "دل کشتہ ہوا ہے" کے بعد کا حصہ ناخوانا ظاہر کیا گیا ہے۔ ہمارا قیاس ہے کہ یہاں "تو ہے رقم کا" کی جگہ "اس صنم کا" ہوگا۔ ۱۲ واللہ اعلم

(۷۸)

ل ش۔ع۔ل خوں چکاں ۲ ل چشم
۳ ع یہ دل کو واللہ ۴ الف تو
۵ ع مذکور کرو نہ اس جواں کا

۶ ش-ل یک

ع کل صاف کہاں ہے میں نے اس سے

۷ الف ہی

ن-ک دے تو ۸ ل جتادیانہ

ش چھپادیانہ

۹ ل عیب نہ تو نے ۱۰ ش-ک-الف-ل اوسوز

۱۱ ل سنبھل کے آگے

(۷۹)

۱ ن-ب-ی-ح-خ صفحے

ل صفحہ پر ۲ ح-خ کیامنہ ہے زباں کا

۳ ک کو ۴ ب-ی-ل یک

۵ ل ہے مطلب کی مسیحا (کذا)

ن مطلب کا ہے مسیحا (کذا) ۶ الف ہر

۷ ب-ا-ک-ل-ش پہ ۸ ل پہ

(۸۰)

۱ ع ہاں ۲ ع آگے

۳ ن میاں ۴ ع دوانے

(۸۱)

۱ ن یہ ۲ ش شمشیر سے بھی

۳ ش-ا-ل یک

ن ٹک

۴ ش-ع-ل یہ

ک-م آخر یہ

(۸۲)

۱ ل یار جانی ۲ م تو آتو
ع۔ک تو آج سیر کریں
۳ ع بزم سے اٹھتے نہیں سن (کذا)
۴ ش آ گئے ۵ ن۔الف۔ک۔ یار

(۸۳)

☆ زمانۂ تخلیق بعد از: ۱۲۰۴ھ/۹۰-۱۷۸۹ء
۱ ن ہوئے کسی کا ۲ ع ٹھہر کر
۳ ع اپنا

(۸۴)

[متن طبق س بہ استثنائے شعر پنجم]
۱ ل یہی
ن تہی لانا مجالس نہیں دستور شیشے کا ردیف، شیشے کا،
۲ ل۔ش۔الف پی جائیں
ک پی جاویں
۳ ش یک
۴ ن سے ۵ ل۔ش۔ک۔الف یہ آکے محفل میں
۶ الف تمھیں کہتا ہوں، سیکھو عاشقو دستور............

(۸۵)

۱ ع ہے
۲ ن زرا بھوں ہلائی کہ عاشق کو مارا
۳ ع۔ن جو کوئی عزم............(کذا)
۴ ع اس کی

۵ ع کیا ہنستے ہی ہنستے کیا سوز کو قتل

(۸۶)

☆ زمانۂ تخلیق: قبل از ۱۱۹۸ھ/۸۴-۱۷۸۳ء

۱ ل آرسی ۲ ن۔ک۔م اے یار

۳ ل کے سخن کا

ک میداں میں کے

۴ ک ہے تیری ہم سری کا

(۸۷)

۱ ک ہے ان کو ۲ ن کھوتی

۳ ن۔ش۔ک۔ل بھی ۴ ع سینے پہ سوز

(۸۸)

☆ زمانۂ تخلیق: قبل از ۱۱۹۸ھ/۸۴-۱۷۸۳ء

۱ ع عاشقی میں ۲ ش۔ع۔ل محشر تک

۳ ع صاف باطن ہے ۴ ع محبوبوں

۵ ع جو چاہو سو کر لو

م جو چاہے سو کر لے اپنے بندوں پر

ش۔ک " " " اپنے بندے پر

ل " " " بندہ "

۶ ک۔ن بھلائی یا برائی

۷ ش۔ک۔م دہر

ع دور

۸ ع ہر بندے کو دعویٰ ہے ۹ ک میں

۱۰ ع دعویٰ

(۸۹)

۱ ش بھائیتا
ک وہاں بتا (کذا)
۲ ل۔ک ڈپٹ
۳ ش۔ک۔ل۔الف یار ۴ ل کبھی
۵ ل مجنوں

(۹۰)

۱ ک صواب ۲ ن ہے
۳ ک تو

(۹۱)

۱ ک اپنا کہ
ش اپنی کہ
الف.......... کی شکل سے
۲ الف رہی ہے خانۂ شکل یہ چشم اپنی کی ان بن
۳ ن اس سے ۴ ک جب سے
۵ الف تو

(۹۲)

۱ ل پیکان پر ۲ ش نام
۳ الف کی ۴ ک خطر پرکو (کذا)
۵ ل تقریر ۶ ل جی کس طرح
۷ الف ماہ
۸ ل کنایہ
ش کنایہ روز (کذا)
۹ ل۔الف تحریر

☆ میر حسن نے اس غزل کو میر حمزہ علی رند سے منسوب کیا ہے (رک: تذکرہ شعرائے اردو ص ۷۳) لیکن یہ انتساب درست نہیں ہے، میر حسن کو، مہربان خان رند سے، غزلیاتِ سوز کے انتساب کے باعث التباس ہوا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے مقدمہ۔۱۲

(۹۳)

☆ حافظ کی غزل کا مطلع ہے

یوسفِ گم گشتہ باز آید بکنعان غم مخور کلبۂ احزان شود روزی گلستان غم مخور

دیوان حافظ، محمد قزوینی و قاسم غنی تہران ۱۳۶۹ ص ۱۷۲!

☆ رجب علی بیگ سرور نے فسانہ عجائب میں اس غزل کے پہلے دو شعر بہ انتسابِ سوز نقل کیے ہیں۔ رشید حسن خان نے اپنے مرتبہ فسانۂ عجائب میں تخریج اشعار کرتے ہوئے ان دو شعروں پر نوٹ دیا ہے کہ ''دیوان سوز میں یہ اشعار موجود نہیں'' (فسانۂ عجائب مرتبہ رشید حسن خان، لاہور ۱۹۸۹، ص ۱۵۱) جبکہ یہ پوری غزل نسخہ ل اور ن میں بتمام وکمال موجود ہے۔۱۲

۱ ل اختر ۲ ن ہے

۳ ل وہ ہی

(۹۴)

۱ ش۔ک۔ل دوست ۲ ش۔ک۔ل۔ا کے

۳ ک۔ا۔ن اب اس سے آگے ۴ ن زینے

۵ ک۔الف غم بجز ۶ ل کہیو

(۹۵)

[بہ استثنائے شعر ششم متن طبقِ س]

الف سب میں

ش۔ا۔ل کا

ک کا آستاں (کذا)

۳ ن۔ل۔ع۔ش۔ک۔م کبھی

۴	ک۔ن۔ع۔م	دل سو طرح	۵	ل	روٹھ لے کے
٦	ع	واہ	۷	ش۔ک۔ل۔م	اس
۸	ع	شیخ جی	۹	ن	بوئے گل
۱۰	ن	لے کے	۱۱	ن	کے جا
۱۲	ع	تو مرے تھا			
	ن	روے			
۱۳	ل	کہہ تو ایسا کہ اس میں			
	ش۔ک۔م	کہہ تو ایسا تو اُس میں			
	ع	سچ تو کہہ			

(۹۶)

۱ ع بھلا فنا کدے میں آ کے سوز کیا دیکھا
یہ زندگانی ہی کھوئی کہ کچھ نفا دیکھا

۲	ع	جو سنا ہوا دیکھا	۳	ع	ہی سے
۴	ن	مجھے نہ	۵	ع	اپنا جی جلا دیکھا

(۹۸)

۱ ش سب مر گئے (بدونِ سچ)

۲ ن۔ک۔ع سا

۳ ع یہ سب کچھ

۴ ک۔ل۔ش یارو

ع الٹی

۵ ن کچھ

(۹۹)

۱ ش۔ک۔ا۔ل بہا

۲ الف یہ باتیں ہیں کہ دل معشوق کا عاشق پہ چلتا ہے
فلا نو ہم نے لاکھوں بار اپنا دل بعکس دیکھا

ک۔ل 〃 ہم تو 〃 〃 دل اپنا 〃 〃

ش جلا تو 〃 〃 〃 〃

یہ غالباً شعر کی ابتدائی صورت تھی جسے متن میں مندرج صورت سے تبدیل کردیا گیا۔

۳ الف ملحظوظ ۴۔ ل علی (کذ)

۵ ل گویا

(۱۰۰)

[متن طبق س بہ استثنائے شعرِ سوم]

☆ زمانۂ تخلیق: قبل از ۱۱۹۸ھ/۸۴-۱۷۸۳

۱ ن۔ل۔ش۔ک آوے جیسے ابر تنک

ل آوے جیسے ابر بتنگ

۲ ن۔ا۔ش۔ک اسی نے ۳ ن ، جس نے

۴ ن۔ش۔ک۔ل۔الف مجھ کو آیا

۵ ش۔ل عارض جو تیری زلفوں کے میں نے شکن میں دیکھا

ع ک عارض کو تیرے میں نے زلفِ شکن میں دیکھا

م عارض جو تیرے زلفوں کی میں ہر شکن میں دیکھا (کذا)

۶ ن۔ا۔ش۔ک۔ل مرتبے ۷ ن۔ا۔ک میں نے

ش کو ترے میں (کذا)

(۱۰۱)

۱ ع عجب فراق کے یاں لوگ بستے ہیں صاحب

۲ ن کوئی ۳ ع بر (کذا)

۴ ن وہ سوز صاحبِ عصمت

(۱۰۲)

۱ ک-ل ہووے ۲ الف-ل یک بار
۳ ش-ا-ل تو کرے نہ کیوں ۴- م کوئی
۵ ل تو جو ۶ ع عشق میں

(۱۰۳)

۱ الف جن نے ۲ ل مژہ
۳ ل تو میں اپنے دل میں پایا ۴ ش ہے
۵ ک-ل-ش کیوں سوز ہماری بات مانے ابھی تجھ سے ملا نہ دیکھا
ن میں مصرعِ اولیٰ یہی ہے البتہ مصرعِ ثانی وہ ہے جو ہم نے بھی بہ ادنیٰ اختلاف اختیار کیا ہے۔
۶ ن کبھی ۷ الف کہوں

(۱۰۴)

۱ ن خدا جانے کہ ۲ ش-ک درد (س-ک)
۳ ع وصل کا کس کے کوئی پوچھو ۴ ک-ا-ش کے

(۱۰۵)

۱ ش-ک کیا مجھے درکار ہے ۲ ن نہ اے جراح تو
۳ ل ایک تیغا کیا کئی تیغے مرے پیہم لگا
۴ الف دس پانچ ۵ ن مت
۶ الف جاؤ گے کدھر

(۱۰۶)

☆ زمانۂ تخلیق: قبل از ۱۱۹۸ھ/۸۴-۱۷۸۳ء
۱ ع دل اب ۲ ش-ک-م-ل دلِ عاشق ہے
ع دلِ شیدائی مرا

۳ ع حول ۴ ن۔الف کبھی

۵ ل جوش وتنور

(۱۰۷)

۱ ش دے کے ۲ ع عبث کو نہ کہہ

۳ ع تھرتھرانے

ل ڈھک ڈھکانے ۴ ع تو

(۱۰۸)

☆ زمانۂ تخلیق قبل از ۱۱۸۸ھ/۷۵-۱۷۷۴ء

۱ ع غم میں کہاں ۲ الف مجھ

۳ ع جان یوں دوں کہ تو اے

۴ ش کسی حال اٹھا جاؤں گا

ل کشی جان " " "

ک " " جس کی "

۵ ع مجھ سے الفت نہ کرو جان کہ رہنے کا نہیں

۶ ع۔ل دم ۷ ک دل

۸ ع۔ل کوئی

ل کوئی کہ

(۱۱۰)

۱ م۔ک ہوترے یاں

ش۔ل تیرے ہویاں

ع تیرے ہوکر

۲ ع۔م۔ل تو ہوا اس بیہدہ گوئی پہ تم میری

ع " " " یارو

۳ ع جب نام ہے میرا

(۱۱۱)

۱ ع سامنے اس کے
ش۔ل روبرو تیرے ۲ الف اجھوٹوں نے
ش۔ل دونوں میں
ک تونے
۳ ش پہ ۴ ش۔الف۔ل سوں
۵ ش۔ل دل

(۱۱۲)

[متن طبق س]
۱ ل۔ک۔الف بہتوں ۲ ل۔ک۔الف آ
۳ ل۔ک۔الف شتاب ۴ ک اس سے
۵ ل۔ک۔الف مطلب تیرا

(۱۱۳)

۱ ش نوروز ۲ ش۔ک۔ل۔الف مجھ سے
۳ ع بس دل اتنا تڑپ نہ چپ رہ ۴ ک انتظار
۵ ک۔ل۔م کیوں میں بھی تجھے قرار
ش // ہیں // // // ۶ الف کہیں

(۱۱۴)

۱ ک۔ع۔ل۔ش سمجھتا تھا ۲ ش۔الف یہ سل
ل نہ سل
۳ ک ہاتھ دمنہ

۴ طفل اشک سوز کے پسندیدہ موضوعات میں سے ہے، اسی مضمون سے ملتے جلتے اشعار ملاحظہ ہوں۔

کیوں طفلِ اشک تجھ کو آنکھوں میں میں نے پالا ۔۔۔ تس پر بھی میرے منہ پر یوں گرم ہو کے آیا

نکل کر طفلِ اشک آنکھوں سے طوفاں کر چکا آگے ۔۔۔ الٰہی خیر اس فتنے کا پھر باہر قدم نکلا

۵ ا۔ش۔ل ۔۔ برے تیور ہیں وہ تجھ پر بھی مائل

ک ۔۔ بر سوز تیور ہیں وہ تجھ پر بھی مائل (س۔ک)

(۱۱۵)

۱ ل ۔۔ کا

۲ ش۔ک ۔۔ وہ خوش رہے گا اس پر ہرگز ستم نہ ہوگا

م۔ل ۔۔ وہ خوش رہے گا ہرگز اس پر ستم نہ ہوگا

ع ۔۔ معشوق پر بھی اس کا ہرگز کرم نہ ہوگا

۳ الف ۔۔ روئے ۔۔ ۴ ک۔ا۔ش ۔۔ عاجزوں

۵ ش ۔۔ یار ۔۔ ۶ ش۔ک۔م ۔۔ گوتم کو

ل ۔۔ کونے کو

(۱۱۶)

۱ ن ۔۔ کبھی ۔۔ ۲ ن ۔۔ کبھی

ل ۔۔ دن بھی خدا (بدونِ کبھو)

۳ ل ۔۔ تیرے ہی

ش ۔۔ تیر کام کا (کذا)

(۱۱۷)

۱ ش۔م۔ل ۔۔ کب یوں

۲ الف ۔۔ اس سے کہا بجھادے کہا کہ یونہی جلا کرے گا

۳ الف ۔۔ نہ کچھ محبت نہ کچھ شفقت نہ کچھ تلطف نہ کچھ دلاسا (بدونِ "ہے")

ل ۔۔ نہ کچھ دلاسا نہ کچھ شفقت نہ کچھ ترحم نہ کچھ محبت (// //)

۴ یہ شعر جو ل، ن اور الف میں موجود ہے غالباً تیسرے شعر کی نظر ثانی شدہ ہے یا تیسرا شعر اس کی نظر ثانی شدہ شکل ہے۔ تاہم شک کے باعث ہم نے دونوں متون برقرار رکھے ہیں۔۱۲

۵ ن خوشی تری اس کی مہربانی

ش خوشی اس سے..........

۶ ن اس کو خفا کرے گا تو سوز

ع اس پر جفا کرے گا تو سوز کیونکر جیا کرے گا

(۱۱۸)

۱ ک مجھے

الف ہمیں

۲ ش۔ک۔الف۔ل کراب ۳ ش۔ک۔ل کسی

الف کسو

(۱۱۹)

☆ زمانۂ تخلیق: قبل از ۱۱۸۸ھ/ ۷۵-۱۷۷۴ء

۱ ل ہوئے گا۔ ۲ ک منجملہ

۳ ش۔ک۔م تو رہے گا تبھی اے دل ۴ ک۔الف۔ل چھپڑوں کو

(۱۲۰)

۱ ک۔م بوسۂ لب اس کے ۲ الف گرنے

۳ ل عیسیٰ یقیں ۴ ن۔ل کبھی

(۱۲۱)

۱ ک ترا ۲ ع۔ک پیوں شہمہ

ش پیٹھوں پیٹھ

۳ ن کبھی ۴ ل دیکھا

۵ ل اجتناب

(۱۲۳)

۱ الف کبھو ۲ ش . کی تیرا

۳ ع ملائک کا ۴ ش مان وزرا......

۵ ش مجھے ۶ الف سب

۷ ع کہ جانتا تھا کہیں جان تو گنواوے گا

۸ ن ماں ۹ ع اس کی یہی سزا ہی ملے

۱۰ ع ہیں بے خورو بے خواب

۱۱ ع یہ رتجگا تو نہیں، کب تلک جگاوے گا

(۱۲۴)

۱ ن کوئی ۲ دلبر کو وہ ملاوے گا

(۱۲۵)

[متن طبق س]

☆ زمانۂ تخلیق: قبل از ۱۱۹۸ھ/۸۴-۱۷۸۳ء

۱ س میں یہ مصرع ناخوانا ہے ش: اس میں ہمارا ہی ن: اس سے تمھارا ہی

۲ ن بارسا

ک-ا-ش یار یہ

۳ ش-ک-ا-ل کبھو

ن کبھی

۴ ع وہ تری صورت سے خفا

ن-ل-م وہ یہ نام

ک یہ وہ نام

۵ ن میخانے میں آوے گا آج
ل میخانہ میں آیا ہے آج
۶ س۔ش روز ۸،۷ ل یک
۹ ع اتنا ۱۰ ش۔الف۔ک۔ن تو
۱۱ ع فدوی

(۱۲۶)

۱ م۔ک مری جان کا بھی تو دشمن ہے یہ دل
ن۔ع۔ل مری جان کا ہائے دشمن یہ دل ہے
۲ الف ہاں

(۱۲۷)

۱ ع ہر چند اس کو اب تک ۲ ع دلبر
۳ ع پری رو ۴ ع پر
۵ ع جیتا نہ چھوڑ دل کو موٹا شکار ۶ ن مرگ
۷ ع کس (کا) یاں انتظار

(۱۲۸)

۱ الف جو سوز یونہی خلق میں بدنام رہے گا
م۔ک دل اس شیریں ہی جو کام رہے گا (کذا)
۲ ع شہرہ ہی تجھے اپنا جو منظور ہے واللہ
۳ ع اس ۴ ل۔ک گا

(۱۲۹)

۱ ع ستم سے مجھ پر ستم (کذا)
ش طرح " " " "

۲ ن۔ش روئے ۳ ع پتھر سے سر پٹک کر
۴ ن یونہی
ل وہ مجھ کو
۵ ن۔ک دھلائے ٦ ل مت (کذا)
۷ ع یہ دشمن ۸ ع مری جان

(۱۳۰)

☆ زمانۂ تخلیق: قبل از ۱۱۹۸ھ/۸۴-۱۷۸۳ء

۱ ن۔ش۔ل یاں ۲ ش۔ک۔ا۔ل کو
۳ ن پھر ۴ ن ناداں
۵ ل جفاجو ٦ ش دیکھیں ہیں گے مجھ سا
ا۔ک مجھے تو ڈھونڈ کر تو لائے گا
۷ ا۔ک پھر بھی کہتا ہوں تجھے یوں سوز کو آمت ستا
ل 〃 〃 〃 〃 آسوز کو تو مت ستا
ش 〃 〃 〃 〃 اے سوز کو تو مت ستا

(۱۳۱)

۱ ع اے دل مجھے ۲ ش۔ک۔ل۔ن تو
۳ ش۔ک۔ل۔م مجھے اب
ع تو ہی تجھ کو ۴ ش یہ
۵ ک کبھی تنہا نہ چھوڑے گا تجھے
ع اکیلا تو نہ چھوڑے گا مجھے
۶ ع یہ نہ سمجھا تھا کہ یوں دامن چھڑا کر جائے گا
۷ ع یہ بھی کٹ جاتی ہے اب
ک۔م یہ بھی یوں کٹ جائے گی

۸ ع اب ۹ ل نہیں (کذا)
ش یہیں (کذا)

(۱۳۲)

۱ ل اے دل جب کہ رسوا
ش۔ع " " " تو "
۲ ن مجھ ۳ ن یہ بھی
۴ ن دیکھ کر تیور کو یوں کہتا تھا بچپن میں وہ بت
ل۔الف " " مرے طفلی میں کہتا تھا ادیب
ش " گریہ کو مرے " " " "
۵ ل کہ ۶ ش۔ک۔م قطرہ یہ
۷ ن کا
۸ الف کھو چکا سب کچھ وہ جن نے
ش۔ک " " " " جس نے
ل " " " " وہ وحشی
۹ ش،ک،ل،الف پروا ہے ۱۰ ن میں

(۱۳۳)

۱ ن۔م۔ک آہ ۲ ش پھر ہوئے
ک ہووے پھر وہ چار
۳ ش۔ک۔الف۔ل آئینہ تک ۴ م۔ک کس لیے
۵ ل یک ۶ ش۔الف۔ل سے
۷ ع ناصحو ۸ ع پر
۹ ع تکرار سے ۱۰ ع بے مروّت
۱۱ ش یہ

۱۲ ش۔ک۔م خون سے پھر آخر
ع خون کرنے سے کہ پچھتاوے گا اب
ن خو سے آخر پھر تجھے

(۱۳۵)

۱ ش۔ک۔ل جو ہے ۲ ل پوچھے گا

(۱۳۶)

۱ ع ہائے ۲ ک آہ
۳ ع۔ل دیوے ہے ۴ ش۔ک۔ل۔ا اپنی سے
۵ الف پہنچتا

(۱۳۷)

۱ ع کہتے ہی ۲ ن پھینکتے جاؤ
۳ ع جہلہ (کذا) ۴ ن یعنی اپنے (کذا)
۵ ع تری میں ۶ ن بوڑھاپہ بیٹا
۷ ع کنجی

(۱۳۹)

۱ ع عاشق سے ۲ ع کر چلے
۳ ک فتنہ نے کا (کذا)
ل فتنہ کا باہر پھر
۴ ک میں دل کو اس مدت سے (کذا)
۵ ش۔ک۔م ہیں ۶ ش ایسے
۷ ع منظور ہے ساری ۸ ک اپنا
۹ یہاں ''سمجھوں'' کا محل ہے لیکن کوئی نسخہ مصرعے کی ایسی ساخت پر دلالت نہیں کر رہا۔۱۲

۱۰ ع ے خانہ ۱۱ م سمجھا
۱۲ ش۔ک۔م بیت الصنم ۱۳ ش۔ک۔ل۔ن قدرت
۱۴ ع تو بے کسوں کے بیچ

(۱۴۰)

☆ زمانۂ تخلیق: قبل از ۱۱۹۸ھ/۸۴-۱۷۸۳ء

۱ ش کر لگا کہنے کیا چوکتا ہوں
ع لگا کہنے میں نے کیا کیا
ن سر 〃 〃 〃 〃
م کر 〃 کیا چوک ہوئی
ک۔ل 〃 〃 〃 〃 〃 ہے
۲ ش۔ک۔ل آدم یہ انسان نکلا
ن۔الف کچھ یہ تو انسان نکلا
۳ ب،ح،خ،ی بھلا سوز ۴ ک کہ
۵ ن ہیں لیکن ۶ ل کھڑا

(۱۴۱)

یہ غزل ن میں دوبارہ درج ہے پہلے شمار ۱۳۱ پر اور پھر ۲۱۳ پر، دونوں متون میں نہ صرف بعض اختلافات ہیں بلکہ تعدادِ اشعار بھی مختلف ہے۔ پہلا متن چھے اشعار پر اور دوسرا متن نو اشعار پر مشتمل ہے۔ پانچواں، ساتواں، آٹھواں اور نواں شعر پہلے متن میں نہیں ہے ذیل کے حواشی میں ن۔ا سے پہلا متن مراد ہے۔۱۲

۱ ل سر اپنے ۲ ع کیا کیا غم زدوں
ن۔۲ یوں
۳ ش ترے
۴ ل سمجھ کر دل کو پالا تھا (س۔ک)

۵ ل سو یہ خندا بھی میرے حق میں رستم داستاں نکلا (س۔ک)

۶ ن۔ا خندا

ک خندہ

ش چنداں

۷ ن۔ا،الف سمجھے تھا ۸ ن۔۲ ل۔ک۔ش بہکائے

۹ ن۔ا،الف۔س نامردوں ۱۰ س اٹکا

۱۱ ن۔۲ یہ

☆ س میں اس غزل کا پہلا چھٹا اور ساتواں شعر موجود ہے اور مطلع کی صورت یوں ہے۔

سحر سے آہ نکلی رنگ بلبل سے فغاں نکلا چمن سے جمع ہو، حسرت زدوں کا کارواں نکلا

بگمانِ غالب یہ شعر کی ابتدائی شکل ہے اور اوپر متن میں درج مطلع اس کی نظر ثانی شدہ شکل ہے۔

(۱۴۲)

۱ ن خام

(۱۴۳)

۱ ع ہاں ۲ ع قتل کسی کا گناہ ہے

۳ ل مباح ۴ ش دھمکانا

۵ ع تو ۶ ش روزِ غیر

۷ ع ولا

م۔ل۔ک بلا

(۱۴۴)

۱ الف۔ل کو ۲ ک تیار ہو چل

۳ الف ستانا ۴ الف۔ل بے دلی

۵ ل کون ہے اس میں برے کون

ش۔الف " " ہیں " " "

٦ ل مگر بے سن انھیں گردن ہلانا
ش۔م مگر سم سے 〃 〃 〃
ع مگر بے سم انھوں کو سر ہلانا
ے ش۔الف مرے

(۱۴۵)

نسخہ ل میں اس غزل کی ردیف جاناں سمجھ کر اسے ردیف نون کی غزلیات میں درج کر دیا گیا ہے جبکہ نسخہ الف میں یہ غزل الف اور نون دونوں میں شامل ہے پہلے اندراج (صفحہ ۱۴۸) میں غزل کی ردیف جانا اور دوسرے اندراج (صفحہ ۲۶۱) میں جاناں ہے۔ دوسرے اندراج میں بتایا گیا ہے کہ یہ غزل م میں نہیں ہے جبکہ نسخہ الف ہی کا پہلا اندراج م اور ع دونوں کا جامع ہے۔۱۲

ا ن، الف۔ا یک بار منہ کو موڑ کر جانا
الف۔۲ چلے اب کس طرف یکبارگی
۲ الف۔۲ مذہب ۳ الف۔ا چلتوں
۴ ل۔الف۔ا، الف۔۲ جانا بھی
ک جانا ہی
۵ الف۔۲ جو دل سے سو تمھارے ساتھ جاوے گا، رہیں آنکھیں
٦ الف۔۲ بھی پیارے
ے ک میں یہاں جانا اور مصرع ثانی کے آخر میں تری درج ہے لیکن دونوں کی باہم تبدیلی کے لیے ان پر بالترتیب ح اور م کے نشانات لگا دیے گئے ہیں۔۱۲
۸ الف۔۲ مر کر تجھ کو گھورے گا
ل خاک ہو کر میں لیٹوں گا (کذا)
۹ ل اسی کا کام ہے جو مرتے مرتے ہوڑ کر جاتا

(۱۴٦)

☆ ل میں اس غزل کی ردیف بھی جاناں بنا کر اسے ردیف نون کی غزلیات میں درج کیا گیا ہے اور

الف میں یہ غزل ردیف الف اور نون دونوں میں درج ہے۔ اولاً صفحہ ۱۴۸ پر اور صفحہ ۲۶۱ پر، دوسرے اندراج میں مطلع ردیف ن کے تحت اور باقی اشعار ردیف الف کے تحت ہیں۔ ن میں ردیف الف کے تحت یہ غزل دوبارہ درج ہے پہلے صفحہ ۳ پر شمار ۱۰ اور پھر صفحہ ۵۰ پر شمار ۱۶۴

۱	الف۔۲	یہ		
۲	ن	ٹکڑے (کذا)		
	ک	ٹکرادے گا اس سے		
	الف	ٹکرائے		
۳	الف۔۲	نہ بے گانا	۴ ن، الف۔۱، الف۔۲	ذبح کر کر
۵	الف۔۲	یہ تجھے	۶ ک	یہ کیا

(۱۴۷)

۱	ن	مارے

(۱۴۸)

۱	ن	ہووے کوئی بگانا

(۱۵۰)

۱	ع	میاں میں بھی چلتا ہوں	۲ ع	بتاں
۳	ع	کچھ ہی نہیں ہے	۴ ن	خاطر میں تم کچھ نہ لانا
۵	ع	گو ہو منظور میرا کہرانا (کذا)		
۶	ع	ہے ہے کدھر جاؤں یارب	۷ ع	دل کا پایا نہیں میں ٹھکانا

(۱۵۱)

۱	ش	شمع پر مائل		
	ل	شمع پروانا ہے پروانا		
۲	الف	ولیکن (کذا)	۳ ل	اس کے ناز میں

(۱۵۲)

۱ ع اے ناصحو ۲ ع یوں
۳ ع ہم کو ۴ ن اس
۵ ل ہے یہ اب
ع میاں
۶ الف بخشے ۷ ع اس نے
۸ ک نے بخشا
الف کو سونپا
۹ الف ناداں
۱۰ ع میں تیری دوستی ہرگز نہ مانوں
۱۱ ل مانے
۱۲ ع اگر سینے میں گھس کر
م جو سینے میں تو رہ کر دوست
۱۳ ن کہلاے ۱۴ ع میرے دل میں
۱۵ ک۔الف۔ل۔ش یاراں
۱۶ ع سکندر کو تو بوجھے ہیں یہ ایک آئینہ دار اپنا
۱۷ ل یک
ش ایک
۱۸ ع سچ کہیو
۱۹ ع کبھی تو سوز کو بھی جانتا ہے ۲۰ ع یار اپنا

(۱۵۳)

۱ ن اس سے تو کہہ ۲ ش۔ک۔ا۔ل مستحق خون
۳ ن۔ک۔م۔ل سے درگزر

(۱۵۴)

۱ ک رنگی
۲ ل پر ہے روز
ک میں ہے روز
ن // // زوروں شوروں
۳ ش فندق ناپید ۴ ک تو
ش یہ طاقت بھی تو اب

(۱۵۵)

۱ الف تختۂ داماں میرا
۲ ش۔ک یار رونے سے نہ آوے گا ۳ ن ہرگز
۴ ن۔الف اے ستم گر
ک اے ستم گار

(۱۵۶)

۱ ن۔الف۔ل۔ش ہاں ۲ ن کس کی (کذا)
ش۔ک۔ل کسی کے
۳ ش۔الف تھا
ل زیب ذو کہتے ہیں ہم مخلص تھے پر (کذا)
۴ ک سب ۵ ک پر آ گئی
ل وہ ہو گیا پھر کونسا تھا
الف وہ آ گئی پھر کونسا تھا
ش کہیں وہ ہو گیا (کذا)
۶ ش۔ل ہو سکے ۷ ن۔الف۔ل۔ش میں
۸ ش۔ک۔ا۔ل ہیں ۹ م گئی

۱۰ م اے خدائے جرم بخشا
ع 〃 〃 بخش اے خالق ارض وسما
۱۱ ش۔ل تو اب نہ کر مجھ کو کسی کا
م مجھ کو نہ کر اب تو کسی کا

(۱۵۷)

۱ ع دل ۲ ن پھولے گی
۳ ع دل نہ ٹھیس لگانا اسے کہیں

(۱۵۸)

☆ زمانۂ تخلیق: قبل از ۱۱۹۸ھ/ ۸۴-۱۷۸۳ء
۱ ش۔ک۔ل۔م۔ن رہے گا مرگ کے بعد از
۲ ش۔ا۔ل تا
۳ ل خزاں ہے خاک میں......

(۱۵۹)

۱ ن ہوناں
یہ غزل ن میں ہے اور وہاں ردیف ن میں شامل کی گئی ہے، ہم نے املائی فرق کے باعث اس کی ردیف سے نون غنہ خارج کرتے ہوئے اسے ردیف الف میں شامل کیا۔۱۲

(۱۶۰)

☆ زمانۂ تخلیق: قبل از ۱۱۸۸ھ/ ۷۵-۱۷۷۴ء
۱ ع صورت کو تیری دیکھنا ۲ ع میاں
۳ ع وتیرا مرحبا کہنا
م تمھارا واہ وا
۴ ع کے کو تلک ۵ ع بس اے

۶ ع کچھ حقیقت ۷ ع کہ میرا سوز ہے

۸ ع نہیں ہے پیارے (کذا)

☆ لؔ میں پہلے تین اشعار "کہناں" — ردیف بنا کر نون میں درج کر دیے گئے ہیں۔

(۱۶۱)

☆ زمانۂ تخلیق: قبل از ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء

۱ ع کے

(۱۶۲)

۱ ل جس سے ۲ ن۔ک ہوتا

۳ الف جو ۴ الف قتل کو ہمارے وہ یوں

ش قتل کرنے کو تو

۵ الف دیکھتا تھا ۶ ل تو

۷ ع منہ سے تو یہ نکالا و لے رو کے یہ کہا

ک پھر اتنی بات کہہ کے لگا رو کے کہنے آہ

ن پھر اتنی بات کہہ کے یہ بولا ہزار حیف

☆ رجب علی بیگ سرور نے جو مرزا خانی نوازش تلمیذِ سوز کے شاگرد ہیں، فسانہ عجائب میں اس شعر کو میرؔ سے منسوب کرتے ہوئے اس طرح لکھا ہے:

رسوا ہوا، خراب ہوا، مبتلا ہوا کیا جانیے کہ دیکھتے ہی دل کو کیا ہوا

فسانہ عجائب ص ۹۴

میرؔ سے اس شعر کا انتساب درست نہیں جیسا کہ بعد ازاں خود فسانہ عجائب کی اشاعت مطبع مصطفائی ۱۲۶۲ھ میں اس کا انتساب سوزؔ کی جانب کر دیا گیا ہے، علاوہ ازیں شعر میں بھی خلل واقع ہوا ہے کہ اس میں سوزؔ کے دو مختلف مطلعوں کے مصرعے ملا دیے گئے ہیں (دونوں غزلیں اسی ردیف میں موجود ہیں) پہلی غزل کا مطلع:

رسوا ہوا ، خراب ہوا مبتلا ہوا وہ کونسی گھڑی تھی کہ دل سے جدا ہوا
اور دوسری غزل کا مطلع ہے:
عاشق ہوا ، اسیر ہوا، مبتلا ہوا کیا جانیے کہ دیکھتے ہی دل کو کیا ہوا
یہ غزلیں آب حیات (ص ۲۰۰) جواھر سخن (ج ۲ ص ۴۵۹) اور خم خانۂ جاوید (ج ۴ ص ۲۷۷) وغیرہ میں بھی موجود ہیں۔

☆☆ سرور نے (محولہ بالا ص ۴۱) اس شعر کو انشاء اللہ خان انشا سے منسوب کیا ہے لیکن یہ انتساب بھی درست نہیں۔۱۲

(۱۶۴)

۱ ع جوسدا

(۱۶۵)

[متن طبق س، بہ استثنائے شعر پنجم و ششم]
☆ زمانۂ تخلیق: قبل از ۱۱۹۱ھ/ ۱۷۷۷ء

۱ الف۔ک بہت ۲ ش تھمتے
۳ ش۔الف۔ل ہی ۴ ک واللہ
ع ہیہات

پانچواں اور چھٹا شعر س میں نہیں جبکہ ن اور ع میں موجود ہیں س سے غالباً اختصار کے لیے یا نظر ثانی کے دوران خارج کیے گئے ہوں گے۔ واللہ اعلم

۶ ع میں تو ۷ ش یہ

(۱۶۶)

☆ زمانۂ تخلیق: قبل از ۱۱۶۵ھ/ ۶۲-۱۷۵۱ء

۱- صفیر بلگرامی نے جلوۂ خضر (نور الانوار آرہ) میں اس شعر کو مرزا عبدالقادر بیدل (۱۰۵۴ھ/۱۶۴۴ء -۱۱۳۳ھ/ ۱۷۲۰ء) سے منسوب کیا ہے جو محض غلط ہے۔

۲- ڈاکٹر جمیل جالبی صاحب نے (تاریخ ادب اردو، لاہور: مجلس ترقی ادب ۱۹۸۷ء، جلد دوم ص ۱۲۶)

میں دیوان خواجہ میر درد کے نسخہ برٹش میوزیم لندن کے حوالے سے، جس کا عکس لاہور میں ڈاکٹر وحید قریشی صاحب کے کتب خانے میں ہے، اسے خواجہ میر درد کا شعر قرار دیا ہے۔ ہماری رائے میں سوز کے خودنوشتہ نسخے اور دیوان سوز کے متعدد قلمی نسخوں اور میر اور گردیزی کے تذکروں میں اس شعر کی موجودگی اور سوز سے انتساب کے بعد اس کا کلامِ سوز ہونا شک وشبہے سے بالاتر ہو جاتا ہے۔۱۲

۳- میر اور گردیزی نے اپنے تذکروں نکات الشعرا اور تذکرہ ریختہ گویاں میں شہرت کی جگہ شہرہ لکھا ہے۔ اگرچہ یہ محض اردو اور عربی کے املا کا فرق بھی ہو سکتا ہے مگر خود سوز نے خودنوشتہ نسخہ میں وضاحت سے ''شہرت'' لکھا ہے۔ میر کے تذکرے میں مصرعِ اولیٰ میں مجوب کی جگہ محبوب درج ہے لیکن اس ضمن میں نکات الشعرا کا نسخۂ پیرس زیادہ قابلِ اعتماد ہے کہ اس میں مجوب ہی لکھا ہے اور یہی سوز کے شعر میں ہے۔ اگرچہ مصرع میں ''محبوب'' کا قرینہ موجود ہے اور دوسرے ہی شعر میں ''مجوب'' کے قافیے کی تکرار بھی ہو رہی ہے لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میر سوز نے مطلعِ اوّل اور مطلعِ ثانی کی رعایت سے اس تکرار کو روا رکھا۔ اسی طرح مکھڑے کی جگہ دونوں تذکروں میں چہرے ہے جبکہ سوز نے مکھڑے ہی لکھا ہے (نکات الشعرا مرتبہ عبدالحق کراچی ۱۹۷۹ء، ص ۱۳۷ تذکرہ ریختہ گویاں مرتبہ عبدالحق دکن ۱۹۳۱ء، ص ۱۳۸) یہ وضاحت اس لیے بھی ضروری تھی کہ میر اور گردیزی کی پیروی اکثر تذکرہ نگاروں نے کی ہے۔

(۱۶۷)

۱ ع کَل

۲ الف۔ک لگائیں یاں تیئں تیغیں

۳ ش تیغیں

(۱۶۸)

۱ الف۔ک سرِ مخفی آشکار ہوا (کذا)

(۱۶۹)

۱ ع جفا ۲ ن جھی

۳ الف ......کس طرح اب ضد بھلا دیکھیں (کذا)

(۱۷۰)

۱ ع کسی سے کہ کوتہی کیا ہے

(۱۷۱)

۱ ع عاشق زار ترا زلفِ گرہ گیر ہوا
۲ ن جز ۳ ع نفس

(۱۷۲)

۱ ن اس ۲ ع برا
ن پڑا
۳ ن وہ راضی ہوا تھا حیا نے نہ چاہا
۴ ل جفائیں تری دیکھ کر ڈر کے چپکے میں جاتا ولیکن وفا نے نہ چاہا
۵ ع وہ مجھ سے ملا چاہتا تھا ولیکن
۶ ع وہ البتہ اس سوز کو قتل کرتا ۷ ل دیکھا

(۱۷۳)

۱ ع دیکھ لینا
ش دیکھ لیجو مر کے آہا
ن ؍؍ ؍؍ مر گئے ہا ۲ ع وہ ہم کو بھی چاہیں
۳ ع ان نے
۴ ع یونہی کٹ جائے گی اوقات میری
م گئی اوقات سب باطل ہماری
ش کٹی اوقات یوں بے کل ؍؍
ل ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ باطل ؍؍
۵ م۔ک فِی لَعْبٍ وَلَهْوٍ
۶ غ ہوتے تھے آشنا تیرے بہت سے

(۱۷۴)

یہ غزل نؔ میں دوبارہ درج ہے پہلے صفحہ ۳۱ پر شمار ۹۸ کے تحت اور پھر صفحہ ۶۲ پر شمار ۲۰۴ کے تحت۔ پہلے اندراج میں غزل چار شعروں پر اور دوسرے اندراج میں پانچ اشعار پر مشتمل ہے۔ ذیل میں پہلے متن کو ن۔۱ اور دوسرے کو ن۔۲ سے ظاہر کیا گیا ہے۔

۱ ل خراب ۲ ن۔۲ پڑے

۳ ش من

۴ ن۔۲ تیرے بن میرے تن میں میری جاں
دل محروم زار زار رہا

۵ ن۔۱ آکے

(۱۷۵)

۱ ش۔ک۔ا۔ل پر ۲ ع دل
ش۔ک۔الف ب۔ل جی پہ

۳ ع مجھی سے تو اے شوخ ۴ ن مجلس میں ہردم

۵ ک مرا ۶ ش۔ک۔الف۔ل سہم

۷ ش۔ک۔ا۔ل غیر ۸ الف تب

(۱۷۶)

۱ ل تھا کیا تھا...... ۲ ک جو غصہ ہو

۳ ک۔الف۔ل کے موتی تلک تیرے ۴ الف آگے

۵ الف یار گھر آیا پر...... ۶ ل میں تھا

۷ ک سکتا

۸ الف تئیں
ک۔ل میں

۹ ک۔الف۔ل نکالا ۱۰ ل ٹھٹھکتا

(۱۷۷)

[متن طبق س]

۱	ن	میری			
۲	ن	بتوں کے عشق میں برباد ہی رہا			
	ع	بلائے عشق میں ناشاد ہی رہا			
۳	ن	نہ ہوئی			
	ع	نہ کیا	۴	ع	حیف کہ برباد ہی رہا
۵	ن	کو			
۶	ن	پر دل نے اس کی پند کو جانا نہ پشم بھر			
	ع	// // // // // // // بھی			
۷	ن۔ع	طالبِ جلاد			

(۱۷۸)

۱	ن	تجھے	۲	ش۔ک۔ل۔ا	تلک تھا
۳	ن	نہ	۴	ع	ترا
۵	ع	تو	۶	ش۔ک۔ل۔ا	اے

(۱۷۹)

۱	ع	اے وائے	۲	ل	نے تو ہے نہ دل......
۳	ل	ملوں	۴	ش۔ک۔ل	پاتا میں نہیں
				الف	پایا میں نہیں
۵	ل	ناصح و بدذات	۶	ن۔الف	کبھی

(۱۸۰)

[طبق "س" بہ استثنائے شعر سوم]

۱	ن	ہم کو کہ اب	۲	ک	پہ

۳ ش رکھیں ہیں ن: رکھا میں دل میں سوزِ عشق تیرا یاں تلک مخفی

۴ ع اپنا ۵ الف۔ل بھی کچھ

۶ ن سننے کو ۷ ش۔ل تجھ

۸ ع اگر چہ سوز نے پایا تو میخانے کی خدمت سے

۹ ک۔ل۔م میخانے

ن بت خانے

۱۰ ن میں

"س" میں سے اور میں دونوں درج ہیں۔

(۱۸۱)

۱ ن کو بوسے کی صورت بنا کر

۲ ع عبث ڈھونڈتا ہے پرے ہو

(۱۸۲)

☆ زمانۂ تخلیق: قبل از ۱۱۹۸ھ/۸۴-۱۷۸۳ء

۱ ش مرا

۲ ع پہ پوچھا تھا تجھے کس نے ہے بھیجا

ک تو پونچھا تھا کہ بھیجا ہے تو کس کا

ح۔خ یہ پوچھا " " کس نے بھجایا

ب۔ی " " تجھے " " "

۳ ع تھی نزع میں آواز یہی سوز کے منہ سے

ح۔خ کے عالم میں

(۱۸۳)

[متن طبق س]

☆ زمانۂ تخلیق: قبل از ۱۱۸۹ھ/۷۶-۱۷۷۵ء

۱ ع غم

۲ س میں اس مصرعے کی دو صورتیں ہیں اول: ''بھلایا مجھے تو نے سو سو طرح سے''۔ بعد ازاں مجھے کو تجھے بنا کر بظاہر تو نے کو قلمزد کر دیا گیا ہے اور اس کے اوپر میں نے لکھ دیا گیا ہے یعنی مصرعے کی اصلاح شدہ شکل یہ ہے: ''بھلایا تجھے میں نے سو سو طرح سے''۔ ہمارا خیال ہے کہ شاعر نے ''بھلایا'' کو بھی ''بلایا'' سے تبدیل کرنا تھا جو رہ گیا ہم نے یہ تبدیلی اختیار کر لی ہے۔

۳ ن۔ع ولے اپنی ہٹ سے نہ آیا نہ آیا

۴ ن میں کہتا نہ تھا سوز مت عاشقی کر

۵ ن۔ع ہی

(۱۸۴)

۱ ن اک

۲ الف۔ک میں نے آنکھوں میں تجھ کو پایا

۳ یہ شعر اگر چہ ہمارے پیش نظر تمام نسخوں میں اسی متن پر مبنی ہے جو اوپر درج کیا گیا ہے تاہم بعض دوسرے مصادر میں مصرع ثانی کی تبدیل شدہ صورت بھی ملتی ہے مثلاً:

طپش دہلوی نے ''منہ پر گرم ہونا'' کے معانی (نکتہ ای مقابل شدن با کسی کہ از خود بزرگ تر باشد......) کی مثال میں یہ شعر درج کرتے ہوئے مصرع ثانی یوں لکھا ہے: ''اس پر بھی میرے منہ پر تو گرم ہو کے آیا'' **شمس البیان فی مصطلحات الهندوستان** تصحیح و ترتیب عابد رضا بیدار، پٹنہ ۱۹۷۹، ص ۴۵

۴ ک۔ا۔ش لہو میں

ل جہاں سے

۵ ع کہہ انکھڑیاں تو کس کے دل میں چبھو کے آیا

حاشیہ ع اور // // // // گڑو // //

۶ ک کا لگا ہے ۷ الف۔ش۔ک۔ل چُل بلی

الف منہ سے

ش لب پر

(۱۸۵)

☆ زمانۂ تخلیق: قبل از ۱۱۸۸ھ/ ۷۵-۱۷۷۴ء

۱ ل تو ۲ ع ساغر و مینا

۳ ع ہے در پہ قاصد کی سی کوئی جا کے پوچھو تو

ن۔م۔ک در پر ہے کچھ پیغام بر کی سی خدا جانے

۴ ل عجز

ع قتل

۵ ش۔ک۔ل یوں ۶ ع دل شاد رہتا ہوں

۷ ع کدھر

۸ ع مگر مکھڑے سے اس کے نور ۹ ن کر کے

۱۰ ش۔ک پھر

۱۱ ش اپنے میں

ل کے ساتھ

ع سے ساتھ اپنے واہ کیا

(۱۸۶)

۱ ک۔ا۔ش۔ن کبھی ۲ ش۔ک۔ا۔ل۔ن نہ

۳ ن۔ل۔ع کبھی کھول کر دل میں رونے

ش کبھی پاؤں پر اس کے سونے

۴ م۔ک جو کچھ اب کے ہونا تھا ہونے ۵ ش یہ

۶ ش۔ک۔ن کے ان عاشقوں

م کہ " "

۷ م عاشقوں

ع مشفقوں

(۱۸۷)

☆ [متن طبق س]

۱	ع	اوغم	۲	ع	کس نے تم کو کہا مرا عشق
۳	ع	میں نے تو تجھے نہیں جتایا	۴	ع	دکھایا

(۱۸۸)

۱	ن۔ک	جس نے	۲	ن۔ک	اس نے
۳	ک	پرنور			
	ل	پرسوز (کذا (ش میں بھی پرنور درج ہے لیکن حاشیہ میں بطور بھی لکھا گیا ہے۔			
۴	ل	غم			
	ک	غم بدون تم			
۵	ش۔ک۔ل۔م	میاں	۶	ش۔الف۔ل	تجھ سے مجھے
۷	ش	ایک سے ہر ایک انوکھے، اواخر مصرع میں اولاً انھوں کے تھا جسے قلمزد کرکے حاشیہ ایزاد کیا گیا۔			
۸	ع	اے سوز جنھیں یار نے، مسرور بنایا			

(۱۹۱)

۱	ع	میری بات کو	۲	ع	نہیں ہرگز قبول
۳	ع	افشا			

(۱۹۲)

۱	ع	میں نے	۲	ن	پھر ٹپکنا
				ل	کھول پڑنا
				ک۔م	پھر لپکنا
۳	ش	اس کو سنائیں			
	ک	تجھ کو "			

۴ ل نیاز منت ۵ ش نہ

۶ ن۔الف۔ک چاک ۷ م تا قدم تک (کذا)

ع واں

۸ ع میں نے

۹ م آتا ہے جیوں چھلاوا

ن " "جوں " دل چھل کے بھاگ جاتا

۱۰ ل۔الف کافر ۱۱ ش بناویں

(۱۹۴)

۱ م جو قصد پینے کا غیروں میں تم شراب کیا

ن۔ع جو تو نے پینے کو قصدِ شراب ناب کیا

ش۔ل جو قصد غیروں میں پینے کا میں شراب کیا

(متن طبق ک)

۲ ع کوئی کہے مجھے دیوانہ اور کوئی مجذوب

م۔ک " " ہے ہمیں مست اور کوئی ہشیار

۳ ل۔ک۔ش۔م اپنی

ن اس سے

۴ ش۔م۔ل کہ میں کسی کے بھی نقصان کا

ک کہ تم " " " " "

۵ ع پھبتا ہے اپنے دل کے داغ

(۱۹۵)

[متن طبق س]

۱ ن۔ع نہ کیا رحم تو نے پر نہ کیا

۲ ن بھی

۳ ن بھی چھپی واہ

ع تو پہنچی وہ

۴ ع بسے اس کے جی میں گھر نہ کیا ۵ س مرگیا آرزو میں پر تو نے

۶ ن دل کو یوں لے کے پاؤں سے پیسا

ع دل کو یوں لے کے پاؤں سے ملی (کذا)

۷ ن ارے ظالم

۸،۹،۱۰ س میں نہیں ہیں

۱۱ ن جی دیا تو نے آفریں اے دل قصہ عشق مختصر نہ کیا

۱۲ ع سر دیا عشق سے حذر نہ کیا

(۱۹۶)

الف میں اس غزل کے اشعار دو مقامات پر ہیں پہلے صفحہ ۱۰۲ پر (الف۔۱) اور پھر صفحہ ۱۵۱ پر (الف۔۲)

۱،۲ ن۔ش۔ل۔الف۔۱ کبھی

الف۔۲ کبھی مر کے

۳ ن۔الف۔۱ ہے ۴ ن یہ

۵ ش۔الف۱، الف۲ سنیو ۶ ک۔الف۲۔ش لگا

(۱۹۷)

۱ ل جوں ہے مرے پھرتی نہ یار ۲ ش۔ک۔ل۔م سو جگہ سر کو تو میں ٹکرا گیا

ع تیرے در پہ سر میں کل.

۳ ع پاس ۴ ش بھی

۵ ن کھلتا ۶ ع ہم سے سچ کہہ دے

ک ہم سے تو کہہ سچ

(۱۹۹)

۱ ع گوشہ ۲ ع ہاں

۳ ش یار ۴ ع اوروں سے

۵ ع مجھے پھسلا گیا ۶ ع پھرے ہے آج سوز

۷ ع مجھ سے

(۲۰۲)

۱ ع۔ک ہل ۲ ن بس

۳ ع۔ک جھل

(۲۰۳)

۱ ن پر

ل پرکھا اس طبیب نے (کذا) ۲ ع مجھ

۳ ل کی ۴ م خواہ

(۲۰۵)

☆ شاہ مبارک آبرو (متوفی ۲۴ رجب ۱۱۴۶ھ/۲۱ دسمبر ۱۷۳۳ء) سوز کے بہت سینیر معاصر اور اہم ایہام گوشاعر، ابتدائے شاعری میں سوز، آبرو سے متاثر ہوئے مگر بعد میں اپنا رنگ نکالا

۱ ن ژالہ آسا آب ہو کر دل ہمارا......

۲ ع ہی میں ۳ ع تو

۴ الف کے ۵ ع سوز شعر

۶ ن خاے

(۲۰۶)

۱ ل خاطر تو (کذا) ۲ ع دیں گیا

۳ ل ہنس بول کچھ بات کا (کذا)

ک ہنس کے بات کر کھڑ کا نہیں

۴ ن کی

۵ ش کیا چوموگا

ل چوموگے ہاں ہاں

شعر کا مطلب واضح نہیں لیکن ک اور ن سے مندرجہ بالا متن واضح ہے۔

٦ ش۔ل ہوکے ۷ م۔ل۔ک یا ہوکر مزدور

ش یا بن کر مزدور

۸ ک۔ا۔ش یوں ہمارا کون لگتا ہے کہ ہم غم کھائیں پر

ل تو ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״

(۲۰۷)

۱ ن دوستو

۲ ع جس نے دیکھا آن کر دو چار آنسو رو گیا

(۲۰۸)

☆ زمانۂ تخلیق: قبل از ۱۱۸۸ھ/ ۷۵-۱۷۷۴ء

۱ ش میری اور ہو

۲ ل۔ک بارِ خاطر تھا مرا سو بارِ شاطر ہو گیا

ع ״ ״ جو میرا یار ״ ״

م یار خاطر ״ ״ ״ بار خاطر

۳ ب۔ح۔خ۔ی تھا یقین مجھ کو

۴ ن۔ک میرے ہے نام

ل ہے میرا نام

۵ ل دیوانہ ٦ ع پری

۷ ب۔ح۔خ۔ی ہی کہنے میں

(۲۰۹)

۱ ع میں میں نے نہیں دیا ۲ ع کا

(۲۱۰)

ن میں یہ غزل دو مقامات پر درج ہے پہلے شمارہ ۵۷ کے تحت اور پھر شمارہ ۱۹۲ پر دونوں اندراجات میں ترتیب و متن کے اختلافات ہیں جنھیں ن-۱ اور ن-۲ کے تحت ظاہر کیا گیا ہے۔

۱ ن-۱، ل نہ
ن-۲ نہ رستم اس جہاں میں
۲ ش-الف-ل تو ہم کو ۳ ش-ک-ل-ن-۲ ملتا
۴ ک-ل بوسہ پیغام ۵ ن۲ جو کہ
٦ ل سر زیر آسمان (کذا) ۷ ن-۱-ک-ل-الف-ش پھیر
۸ ن-م-ک آتو دیکھو ۹ ن تھی
۱۰ ل میں تخلص رند درج ہے یہ اندارج اس پس منظر کی نشان دہی کرتا ہے جس میں سوز، مہربان خان رند کے دربار سے وابستگی کے زمانہ میں انھیں غزلیں کہہ کر دیا کرتے تھے۔ تفصیل کے لیے رک: مقدمہ۔
۱۱ ن-ک جس سے

(۲۱۱)

۱ ع اب ۲ ن ہی
ع ہی نہیں تو لے گیا
۳ ع نڈر ۴ ع دل
۵ ن-ش ہے ٦ ع کیا بُرا دیدہ ہے بس
ک کیا پڑی
ل کیا بڑے
۷ ن سنگ دل کس نے لیا
ش-ن-م " " " " بدا
ل " " " " بدا

(۲۱۲)

۱	ش	جل	۲ ل سینہ میں سے (کذا)
۳	ش۔ل	میں جب	
	الف۔ک	جب سے	
۴	ک	نامہ ہی مرا (کذا)	۵ ن۔ش۔الف۔ک کو
۶	الف	کو	

(۲۱۳)

۱	ن	نیلم سا میرا	
۲	ع	کس نے تجھ کو خفا کیا پیارے	

ایسا گمان ہوتا ہے کہ یہ دو الگ الگ شعر تھے جن میں سے ایک کا مصرع ثانی نقل نویسوں کی عدم توجہی سے ضائع ہو گیا۔۱۲ واللہ اعلم

۳	ع	یہ تیری مسکائی	۴	ع	زیر پردہ
۵	ن	پر کیوں گلا ہے یہ کا جل	۶	ن	کا تو نے
۷	ن	آکے	۸	ع	پھیر

(۲۱۴)

۱	ل۔ع	ہے			
	ش	بھی ہستی تھی			
۲	ک	میں	۳	ش	پیکاں (کذا)
۴	ل۔ش	تڑپتا			

(۲۱۵)

۱	ع	اپنیں	۲	ع	جانا
۳	ن	دل کو مانگیں	۴	ع	تو پیا تو پیا نہ پیا نہ پیا

(۲۱۶)

۱	الف	لگا	۲	ش	یہ
۳	ن	کرے	۴	ن	تو نے
۵	ن۔ش	آ	۶	ک	وہ
۷	ش	یہ	۸	ک۔الف	سے
۹	ک۔ا۔ل۔ش	آشنا			

(۲۱۷)

۱	ل	سراہوں	۲	ل	یک
۳	ل	کس (کذا)	۴	ن۔ل	بڑھا
۵	ن۔ل	کبھی	۶	ل	دیکھی تم نے
۷	ک	کونٹ کس مزے سے کیا			
۸	ل	مریض پیا			

ب

(۲۱۸)

۱ ن میں مطلع ثانی غزل ۲۳۷ (ص ۲۷) اور غزل ۲۴۳ (ص ۴۷) میں مشترک ہے۔

۲	الف	لگتا ہے کیا جو روبرو ہوئے شراب			
۳	ن	انگڑی سے (کذا)	۴	ن	گا

(۲۱۹)

۱	ن	ہاتھوں
۲	ن	کھول کر آنکھ دے نہ مجھ کو جواب
۳	الف	دل کرے گا میرا کباب

۴ الف سوز کا مارنا ہے کچھ مشکل
جس طرح کوئی توڑتا ہے حباب

(۲۲۰)

۱ ل اپنی ۲ ل ہوئے
۳ ع رہوں ظالم
ک پڑا نہ رہوں
۴ الف کچھ نہیں گیا ہے (کذا)
ن کچھ کہا ہے
۵ ن ہووے
۶ الف کیا تجھے بھول گئے صنم کے عتاب

ن میں اس غزل کے پہلے دو شعر نہیں ہیں (جو ک اور ل میں موجود ہیں) آخری تین شعر ایک اور غزل: ع تو نے مجھ کو نہیں کیا ہے خراب ---الخ کے ساتھ درج کیے گئے ہیں۔ آخری تین شعر صرف ع میں ہیں م۔ک۔ل وغیرہ میں نہیں جبکہ م۔ ک۔ اور۔ل میں پہلے دو شعر موجود ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ م۔ ک۔ اور ل مرتبِ ن کے پیشِ نظر نہیں رہے۔

(۲۲۱)

۱ الف دل کا میرے ۲ الف سے بھی
۳ ن شہر بشہر (کذا) ۴ الف تڑپیں
۵ الف تڑپیں پڑے ۶ الف اب ہم کو
۷ الف شتابی سے تلاؤ (کذا) ۸ الف بتاں
۹ الف ہو چلی ۱۰ الف اس کے
۱۱ الف اور کام ہے ۱۲ الف دردیوں (کذا)
۱۳ الف اب ۱۴ الف پھر

الف میں اس غزل کے اشعار ۵ تا ۱۳ بلا مطلع، غزل کی صورت میں صفحہ ۱۵۴، ۱۵۵ پر درج ہے جبکہ

صفحہ ۱۵۹ پر ایک الگ غزل کے طور پر مطلع، ناقص الآخر شعر نمبر ۱۳ اور دوسرا مقطع درج ہیں۔

☆ سوز جب فرخ آباد سے بے روزگار ہو گئے تو تلاش روزگار میں پٹنے بھی گئے تھے ایک خیال یہ ہے کہ یہ غزل پٹنے کے زمانۂ قیام میں کہی گئی ہوگی۔ واللہ اعلم۔

(۲۲۲)

۱ الف اور ن میں شامل دو زائد مطلعے ایک اور غزل کے آغاز میں درج کر دیے گئے ہیں

۲ الف۔ل۔ک مت رو رو کے چھڑکو میرے منہ پر تم گلاب

۳ الف ہوں میں کباب

۴ ن دم گو

الف دم تو میں سادھے ہوں جو آتی تلک تہرا رہی [دراصل: آتے تلک ٹھہرا رہے]

۵ الف میرے صاحب کو کوئی جا کر بلاؤ شتاب

٦ الف اب بھی کچھ باقی رہا اے تند خو کب تک عتاب

۷ ن بے خبر

۸ الف آ جلدی کہ چھپ جاؤں شتاب

ل جلدی آ کہ چھپ جاؤں میں شتاب (کذا)

ح۔خ 〃 〃 〃 〃 〃 〃

۹ الف ان لوگوں کا

۱۰ ش پوچھو تو اب باندھ کر کس پر چلا ہے تو کمر

۱۱ ک تو

۱۲ ش۔ل میں پڑا

الف میں قیامت تک کھڑا کھاتا رہوں گا

ک 〃 〃 〃 کھڑا کھاتا پھروں گا

ل میں کھڑا کھاتا رہوں گا تا قیامت پیچ تاب

۱۳ الف یہ تو کہہ دو سوز مرتا ہے تو جاتا ہے کدھر

ش۔ک۔ل یہ اس سے کہہ دو سوز مرتا ہے

توضیحات:

☆ اشعار ۶ تا ۸ ن میں نہیں ہیں

☆ ش۔الف۔ک۔ل میں اس غزل اور ردیف، ب کی پہلی غزل کے اشعار باہم خلط ملط ہو گئے ہیں اس کا سبب شاید قافیے اور بحر کا اشتراک ہے ہم نے پہلی غزل کے مکرّرات حذف کر دیے ہیں اور دوسری غزل (مندرجہ بالا غزل) کی صورت گری میں "ب" کو ملحوظ رکھا ہے۔

☆ الف میں صفحہ ۱۵۳ اور صفحہ ۱۵۶ پر بتکرار اسی غزل کے اشعار ہیں صفحہ ۱۵۳ کی غزل میں صفحہ ۱۵۶ کی غزل سے صرف ایک شعر زائد ہے، فہو ہذا:

جاں بلب ہوں پر یہی حسرت ہے ٹک بھی دیکھ لوں
اب بھی کیا باقی رہا ہے کچھ اٹھا منہ سے نقاب

(۲۲۴)

۱	ل۔ش	غفلت	۲	ن	لے
۳	الف۔ل۔ش	دہر	۴	ا۔ن۔ش	پنہاں
۵	ع۔ن۔ش	پیدا	۶	ل	اس
۷	ک	تو			
	ش:	کہیو			
۸	ل۔ع	میں سوز			
	ش:	میں سوز کا			
۹	ل۔ش	یارو واہ وا			
	الف:	تم نے واہ وا،			
	ک:	ہے غضب			

(۲۲۵)

۱	ب	تا
۲	ن۔ک	کیا عجب

۳ ن۔ح۔ی کو ہے میرے
ش۔ک۔الف کو مری ہے
ل کو مری ہے ترا بھیجنا......

۴ الف ہوں کب ۵ ش ہوئی

۶ ب۔ح۔خ۔ی نہ میرے جگہ......
ک کو مرے نہ جگہ تنگ کر
الف ″مری ″ ″ ″

۷ الف ہو جھانکو کبھو ہمیں ۸ ش کبھو

۹ ن ہو کوئی ۱۰ ن پر

(۲۲۶)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سوز نے یہ غزل نواب آصف الدولہ کی وفات ۲۸ ربیع الاول ۱۲۱۲ھ/ ستمبر ۱۷۹۷ء کے بعد کہی ہوگی جب آصف الدولہ کی وفات کے باعث ان کا سلسلہ روزگار موقوف ہو گیا تھا اور ایک بار پھر تلاشِ روزگار کی مشقت کا سامنا تھا۔ واللہ اعلم۔

(۲۲۷)

۱ الف۔ن کبھی آئینہ تم دیکھو گے ۲ الف پوچھو گے
۳ الف ہو جائے گا ۴ ن ایسا بھی

(۲۲۸)

ش پھرانہ

(۲۳۰)

ش نہ ۲ ک کا
ن وہ رکھتا الفت ۴ م کو
ک پہچانوں

(۲۳۱)

۱ الف۔ک	جو ہوں سو ہوں لیکن		
ل	میں ہوں // //		
۲ ش	مرے تھے	۳ ل	لے چلے صاحب
۴ ل۔ش	اللہ اکبر	۵ ل	اس سوز کو
۶ ش۔الف	گردایئے	۷ الف	بس
۸ ع	ناحق کیوں	۹ ع	ان کو

(۲۳۲)

۱ الف میں جگہ خالی چھوڑی گئی ہے ن میں الٰہی درج ہے، بظاہر "الٰہی" کا محل نہیں اگر "الٰہی" سے مصرعے کا آغاز ہے تو آخر میں یارب نہیں آنا چاہیے تھا لیکن موجود متون سے صورتِ منقولہ کے سوا کوئی راہ نمائی نہیں ملتی۔

۲ ن	مدارای (کذا)	
الف ن	نہ تواضع نہ مدارا	

(۲۳۳)

۱ ن	جوں		
م	جیسی اس دل کو لگی ہے اب تو		
۲ ک	ترے	۳ الف	لگادے
۴ الف	سونا	۵ ع	لگائے
۶ ل	مردۂ سوز		
ع	مر گیا		

(۲۳۴)

۱ الف	آ خدا سے ڈر نہیں یہ شیشہ خالی......
ن	ٹک خدا سے ڈر نہیں شیشہ یہ خالی......

۲ ن۔الف سب سے
ل اس نرالی محتسب (سہو کاتب)
۳ ک تھی ۴ ش۔ک۔الف اب وہ
۵ ع تیرے باندھے بن رہتا نہیں
الف بن باندھے کوئی رہتا ہوں میں
۶ ل سکھلاؤں گا دوں گا ڈفالی......
۷ ک۔ل تیری عریانی کو
۸ الف نہیں لاوے گا سوز
ل کوئی لائے ہیں سوز
۹ الف سمجھے ہے وہ
ل وہ سمجھیں ہیں

(۲۳۵)

۱ ع: آہ تجھ بن میں سرِ شام کو رویا ایسا
۲ ک۔م بہا ۳ ش کہ
۴ ع: سنیو کہتا ہے کہ میں سوز کے گھر کیوں کے رہوں

(۲۳۶)

۱ ل ہوتا کو بھی ترے کرے احیا پیام لب (س۔ک)
ن موتی کو بھی ترا کرے احیا پیام لب
ک۔ا // // ترے // // // //
ع مردے کو زندہ کر دے جو لیں اس کا نام لب
ش "موتا" ہم نے ع کو اختیار کیا ہے بہ ترمیم "کردیں"
۲ ش یکبار
۳ ک بوسہ ش: بوسے کی ہے (کذا)

۴ ن کبھی ۵ ش نہ پایا میں کام لب
۶ الف۔ن سلسلے ۷ ن۔الف اس کے
۸ ن کبھی

(۲۳۷)

۱ ن آرہی ہے گی

ت

(۲۳۹)

۱ ن لگائے

(۲۴۰)

☆ پانچویں شعر میں میر مہدی کی وفات کے سانحے کا اثر معلوم ہوتا ہے اگر ایسا ہے تو پھر غزل ۱۲۰۴ھ /۹۰-۱۷۸۹ء کے بعد ہونی چاہیے۔

۱ ک۔ش کی
ل کئی
۲ ع کیا ۳ ع۔ن دو
۴ ک ترے اس جہاں میں اے نرگس
۵ ن اے ۶ ع سن
۷ ع یہ

(۲۴۱)

۱ ع آہ ۲ ع کم ظرف
۳ ع وہ نہیں ۴ ک ہو

۵ ع قاتل ۶ الف۔ش ترے
۷ ل۔ن۔ک۔ش کبھی ۸ ع دل ہی دل میں
۹ ن صنم
ش میاں
ع مجھ سے اے صنم رشتۂ الفت کو نہ توڑ آہ
ہر رگ مری جاں جسم میں زنّار محبت
۱۰ ع پایانہیں دنیامیں ۱۱ ن۔ع تو
۱۲ م۔ک۔ن۔ش اب دیکھ تو ٹک
ع ٹک دیکھو

(۲۴۲)

۱ ک۔ل۔ن۔م مت لے تو مرے آگے میاں نامِ محبت
ش یہ منہ نہیں جس سے ہو سرانجامِ محبت
۲ ل۔ش جی جیتے
۳ ک ہے مرگ کی مانند خمار اس کا کشیدہ، الف۔ن۔ل۔ش: ہے مرگ کے مانند خمار اس کا کشندہ--- کشندہ کے معانی کو پیش نظر رکھا جائے تو یہاں نزع کا قرینہ بنتا ہے مرگ کا نہیں۔
۴ ع دل سے تو
ک۔ن۔ل کہا تھا کہ نہ لے نام محبت
۵ ک۔ن۔ل۔ش ہو تلخ اگر بوسہ دیا تم نے مزہ کیا
۶ ع۔ب ہمیں ہے اس سے تو
۷ ل۔ک۔الف۔ن۔ش رسوا میں عجب طرح سے کچھ آپ کو پایا
۸ ک۔ل۔ش ہوے ۹ الف اے اوے
۱۰ ن۔الف اس شوخ نے بھیجا مجھے پیغام محبت
ع ان کی تو ۱۲ ک اس کا

(۲۴۳)

۱ ل نکل گھر سے
۲ ک ۔ ن ۔ الف کبھی نہ دیکھی
ل ۔ ش کبھو نہ دیکھا ان آنکھوں میں طراب کی صورت
۳ ل ہاتھوں میں

(۲۴۴)

۱ ک دیکھو
ن کوتری
۲ الف رہے ہیں
ش رہیں ہیں ۳ ل کے گل
۴ ل اپنا ۵ ل دم بدم یوں خونِ دل
۶ ک اکھیاں
ن آنکھیں
۷ ن جو ۸ ک گوشہ
۹ ع ۔ ل سچی
ش تو وہ سچ نہیں
۱۰ ک نیاز ۱۱ ل آج سے یہ

(۲۴۵)

۱ الف ''متفرقات'' میں یہ شعر اس طرح ہے
گو کہ گل جائے استخواں یا پوست گور سے بھی پکاروں گا یا دوست
۲ الف پیارے بوسہ نہیں تو گالی ہی ۳ الف جی نہ کڑھاؤ
۴ الف تو نے سنا نہیں ۵ الف شاعروں
۶ الف صاحب اس کی گفت و گوست

(۲۴۶)

۱ ن: تڑپے، ن میں اس نوع کے املائی امتیازات ختم کر دیئے گئے ہیں جبکہ ایسے الفاظ جن کا املا کسی خاص املائی رویّے اور اپنے عہد کی زبان کی نشان دہی کرتا ہو، اصولِ تدوین میں بدلے نہیں جاتے۔

۲ ل معقول ۳ ک لیتا

۴ ک کرو ۵ ل کہتا

۶ الف مجھے

(۲۴۷)

۱ م۔ک۔ش۔ن: ''دل لے چلا ہوں اب تو نذر میں برائے دوست''، اس میں شبہ نہیں کہ سوز کے ہاں نذر، بفتح دوم وبسکون دوم دونوں طرح باندھا گیا ہے لیکن یہاں چونکہ متبادل متن موجود ہے اس لیے ہم نے نذر بسکون دوم والے متن کو ترجیح ہے، اساتذہ بالعموم اسے یونہی باندھتے ہیں:

انیس کس کو ہے نظر تشنہ دہانی پہ ہماری دے گا نہ کوئی نذر بھی پانی پہ ہماری

غالب غالب گر اس سفر میں مجھے ساتھ لے چلیں حج کا ثواب نذر کروں گا حضور کی

انشا کیا ان سے ملوں عید کے دن نذر پکڑ کر ہوں سامنے اک بچۂ جن نذر پکڑ کر

ل دل لے چلا ہوں میں تو نظر میں برائے دوست (کذا)

۲ الف پَر

م۔ک دل پر مرے یقیں تھا تو ہے صاحبِ وفا

ش۔ک دل پر یقین تھا کہ تو ہے صاحبِ وفا

۳ ک جس سے

۴ م کلال

۵ ن۔الف۔ش یا خشتِ پائے خم ہوں و یا خاکِ پائے دوست

ک یا خشتِ پائے دشمن و یا خاکِ پائے دوست

۶ ل کیا دخل سوز ہے

۷ ل۔ن۔ک۔م۔ش یاد رکھے جو کوئی سوائے دوست

(۲۴۸)

۱ ن دے گی ۲ الف ہوئی
۳ الف تو
ک کا ۴ ل کر
اشعار ۲،۳،۴،۵ صرف ن میں ہیں

(۲۴۹)

۱ الف عاشق
ع: محو کو تیرے ن: جز ان (ظاہر ہے یہ قرأت کی غلطی ہے اگر غور کیا جاتا تو یہاں جز ان کا کوئی قرینہ نہ تھا مصرع ثانی میں اسے تفرد کی نشاندہی کر رہا ہے اس لیے اُن سے شعر میں شترگربگی پیدا ہو جاتی ہے جس کی سوز سے توقع عبث ہے۔ زے میم عین)
۲ ش صاحبو ۳ ک۔ن۔ل۔ش کعبہ
۴ الف تن سے ہوں میں ہی
ک تن سے ہی ہوں میں
ل تن سے ہی میں ہوں
ش تن سے بھی ہوں میں
۵ ل نفا
۶ ن کیا نفع سمجھایئے ایسے کو جو ہو
۷ ن مجھ
۸ الف ہے اس کی ہی
۹ ن۔ک۔ل جو ہیں پکڑا تو وو ہیں چھین کر
۱۰ نور اللغات وغیرہ میں ہشت کلمہ تحقیر بضمِ اوّل درج ہے لیکن اثر لکھنوی نے نامعلوم لغت کے حوالے سے لکھا ہے کہ "اظہار نفرت یا تحقیر کے لیے ہشت بالکسر ہے نہ کہ بالضم" (فرہنگ اثر ص ۶۵۳) سوز کے اس مقطعے سے ہشت کے بالکسر ہونے کی سند فراہم ہو گئی ہے۔

(۲۵۱)

۱ الف دنیا کو کیا ترک ہوئے پادشہِ وقت + کس کو ہے غرض جو کہے نوّاب سلامت

۲ ن میری

(۲۵۳)

۱ ن۔ش یہ خوشی ان کو ہو

ک یہ خوشی ان کو ہو جن کے جی میں بھائی ہے بسنت

ل یہ خوشی ان کو ہو ان کے جی میں بھائی ہے بسنت

۲ ن غنچوں کی چٹکی پہ

الف غنچوں کے چٹکے پہ

ک غنچہ کے چٹکے پہ

ل غنچے کے چٹکے کی

۳ ن کیونکر

۴ ن۔ک۔ش پرتوہ

۵ ش۔ل۔ن سوز جس کو فصلِ گل نے

(۲۵۴)

۱ ن کیا

(۲۵۵)

۱ ع اچنبھا ہی ہے سیر بستاں نہایت

۲ ع ولے اب کے

ک میں مطلع کا مصرع ثانی دوسرے شعر کے مصرع ثانی سے تبدیل ہو گیا ہے۔

۳ الف۔ک۔ل کو

ع: میں کہتا تھا دل کو نہ مل ان بتوں سے

ش: " " " " " " اس سے پر اب

۴ ک۔ل۔الف۔ش کس کا بندِ قبا اس نے

۵ الف۔ن نہ جانے دے دیوانے کو اس میں اے سوز

۶ ع گلستان

ش

(۲۵۶)

۱ الف۔ک۔ل۔ش اپنی یار میں تاثیر

ن اپنے یار میں

۲ ی۔ک۔ل اکثیر (س۔ک)

۳ ن۔ک جلد دیوانے کی اپنے آج زنداں میں

ش " " " " " " " " ہے

۴ الف۔ک۔ل ہوئے ہے ۵ ک خانہ گھر کی نہ ہو

۶ م۔ل۔ن۔ش نہ ہو ۷ ن غصہ ہو کر کھینچتا

ل۔ش کھینچتا ہر ایک دم

ک کھینچتا شمشیر غصہ ہو کے (کذا)

۸ م۔ک۔ل۔ش ترے ہونے سے روگرداں میں جوں آئینہ حیراں ہوں

۹ ک۔ش سادہ رویوں کے

۱۰ ک میں جو کھینچی (کذا)

م خط آنے میں جو کیجیے ملنے میں (س۔ک)

ل پر جو کھینچی

ش پر جو کیجیے

۱۱ ی۔ب ہر دم

۱۲ الف کچھ دیوانے کی

ج

(۲۵۷)

۱	الف۔ش۔ک	آتا	۲	ل	جھنکتی
۳	ل	آبلہ	۴	ع۔ب۔ی۔ح۔خ	چھٹ گیا
				ش۔م۔ل	سب گیا
۵	ب	مجھ کو تر اغم گسار آج	۶	ی	ہے شام میں
				الف	ہے شام بھی

۷ ش دیکھ ہوں (کذا)

ک دیکھوں میں

۸ ب۔خ۔ع۔ن ہاتھ دیا جام بھر کے سوز

(۲۵۸)

۱	ن	اس	۲	ن	قضا
۳	ن	ہوں	۴	ن	پر

(۲۵۹)

۱ ن کیا ہی سبزہ ہے اور سحاب ہے آج

۲ الف یک طرف سیل ِ مے ہے یک طرف آب

۳ الف یک طرف ابر یک طرف خورشید

۴ الف سوز کا دل نپٹ خراب ہے آج

۵ الف زور ہی

۶ الف اک طرف ابر اک طرف خورشید

۷	الف	چھوڑے ہے اپنے	۸	ن	خراب

(۲۶۰)

۱ ن جور جور

چ

(۲۶۱)

۱ ن۔الف سے ل کا
۲ م کس کس کا کرے لالچ ۳ ع ہو
۴ ن نہیں آتا ہے میرے کہنے میں اب تو حیراں ہوں
ش۔ل۔ک ؍؍ ؍؍ اب میرے کنے میں خوب حیراں ہوں
۵ الف۔ش بیٹھے ن تجھے بیٹھے جو دیکھے
۶ ع حیراں ہے تیرا ۷ ش وہ

(۲۶۲)

۱ الف جان عاشق کی نہ چھوڑیں گے تیرے پیار کے پیچ
۲ ن۔ک۔ل، میں ردیف کے پیچ (بلا نون) ہے
یہ بات پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ سوز لہجے کے شاعر ہیں اور پیچ کو پینچ کہنا ان کے خاص لہجے کے باعث ہے۔
۳ ک۔الف۔ش دل سمجھتا نہیں تو اس بتِ عیّار کے پینچ
۴ ل۔ش باندہ (کذا) ۵ م۔ک بتِ عیّار
۶ م۔ک نکالے ہے
ل۔ش آنکھ لگاتی ہے
ن آنکھیں ملاتی ہیں ۷ الف نرگسِ عیّار
۸ ل کا ۹ ل سے

۱۰ ع تو شیخ کی مت جائے سوز،

م۔ک سے اس سوز کی مت جا

ل میں اس سوز

(۲۶۳)

۱ ع پیارے

۲ ل۔م دل گھر سے دلربا کے تو باہر قدم نہ رکھ

ک " " " " " " نہ رکھ قدم

۳ ع اے شوخ

۴ ن دیکھا نہیں کسی نے کبھی

ل دیکھا نہ وہ کسو نے جہان جام جم کے بیچ

(۲۶۴)

۱ ن لگتی ہے جھڑیاں پیشتر ساون

۲ ع تو دل میں رہ سکتا نہیں

۳ ن گو پھن ---- لیکن دونوں طرح جائز ہے

۴ ن واعظ

ع وعظ تو کرتا ہے ناصح تو ولیکن کیا کروں

۵ ن پلہ ابھی جڑ دوں اگر گردن کے بیچ

۶ یہ شعر الف میں اس سے پچھلی غزل ع "اشکِ گل سے بھر گئے ہیں خار پیراہن کے بیچ" میں درج ہے

۷ یہ شعر الف میں ص ۱۷۱ پر محولہ بالا غزل میں اور پھر غزل زیرِ نظر میں (صفحہ ۱۷۳ پر) دونوں جگہ موجود ہے

(۲۵۶)

۱ ن نگاہ ۲ ع پڑتی

۳ ع کے وصف ہیں

۴ ع دل معدن

۵ ع نہیں رہتا دل آہن کے بیچ (کذا)

۶ ع محفل

۷ ع اپنے فن کے بیچ

۸ ن لختِ دل ہیں یا کہ گل ہیں لعل پارے یا سرشک

ع " " ہے " " ہے لعل پارہ یا کہ آگ

(۲۶۶)

۱ ل سب ۲ ش جو

۳ ن یوں جلوہ دکھاتی ہے فنا سب کو شب و روز

ش۔ک۔م " " " " فنا کا کہ شب و روز

ل " " " " " " یہ شب و روز

۴ ش۔ک۔ن پر اس کو سمجھتے ہیں یہ سارے حمقا ہیچ

ل اس کو بھی سمجھتے ہیں " " "

۵ ن۔ک جب ہیچ ہی تم بوجھ چکے وضعِ جہاں کو

الف " " سب " " "

ل۔ش " " ہم بوجھ چکے " "

۶ ل جفا

م۔ک بقا

۷ ل۔ک۔ش جو تحقیق کیا خوب

۸ ل۔ک۔ش کہ

۹ ل۔ش : یہ صدا

ک : یہ سدا

۱۰ م۔ک بیٹھو

ح

(۲۶۷)

۱	ش۔ک	میاں	۲	ک۔ش	نہ ہوئے
۳	ن	بھرنی			
	الف	بھرلے			
	ک	بھرلے ولا علامت میری	۴	ک	باخنک (س۔ک)
۵	ن	پہنچے نہ	۶	ش۔الف	کا
۷	الف۔ک	گردونِ آفتاب	۸	الف	موا

۹ ک میں شعر ۵، ۶ کے مصرع ہائے ثانی باہم بدل گئے ہیں

۱۰	ک۔ن	تو روزِ حشر کا	۱۱	ش۔الف	یک
				ک۔ن	ایک

(۲۶۸)

۱	ک	میں جب تک	۲	ن	حیف
۳	ل۔ک۔ش	اس سے یہ	۴	ل	کیا تو
۵	ک	پونچھتا			

ن میں یہ اور اس سے پہلے اسی ردیف کی غزل ----- رات کو رہتا ہوں نالاں غم سے بلبل کی طرح -----الخ علاوہ مطلعے کے متحد ہوگئی ہیں۔ ممکن ہے اس اتحاد کے لیے مقطعے کی وحدت کو ثبوت ٹھہرایا جائے لیکن ہمارے پیش نظر، ان دونوں کے الگ الگ غزل ہونے کے، تین دلائل ہیں؛

۱- یہ غزلیں ش۔ل۔م۔اور ع میں الگ الگ درج ہیں۔

۲- دونوں کے الگ مطلعے موجود ہیں (ن میں مندرجہ بالا غزل کا مطلع غائب ہے)

۳- دونوں غزلوں کو ملا دینے سے عام سے قافیوں بل اور کاکل کی تکرار ہوتی ہے جس کی سوز سے توقع نہیں---۱۲

(۲۶۹)

۱ ن کس واسطے

۲ ش دیکھیو ہو کیسے بل کھاتی ہیں کاکل کی طرح

الف دیکھیو کیسی یہ // // ہے // // //

۳ الف۔ک پر

۴ الف۔ل۔ش دیں

۵ ک پھر

۶ ک پرورد کرتے

الف کاورد رکھتے

۷ ش۔ک ہر کوئی پھرتے ہیں

الف۔ل ہر کوئی بھرتے ہیں

(۲۷۰)

۱ ک۔ن۔ش اٹھکھیل ۲ مطابق ب

۳ ک تجلی (کذا) ۴ الف جھمک

۵ ش ایسے ۶ ن۔ک۔ا۔ل رک

۷ ن۔ک۔ش۔ل اشک نے سیکھی ہے اس سے آکے پھر جانے

۸ ک رجھٹ

ی۔ب چٹ

۹ ی۔ک۔ا۔ل۔ش بہلانے کی

۱۰ ن ہو کے قرباں جل بجھا

ک پھر کے کیا وہ جل گیا

الف شمع رو کے ہو کے قرباں ہائے کیسا چل بسا

۱۱ الف سوز کو خوش آئے کیا جلنے میں

خ

(۲۷۱)

۱ ک — تجھ کو کیوں لگتی ہے اب نا صاف مرزا آہ تلخ
ن۔ک — // // اے ظالم ہماری آہ // // //
الف — // // ناانصاف میری // // //
ر — // // // // مرزا // //
ش — // // // // // میری واہ //
۲ ش۔ک۔ل سے ۳ ش۔ک۔ل۔ن ہوں
۴ ک۔ل۔ش یوں
۵ ک — اس کی زبان کا ہم نے لذت چھوڑ دی۔
ش — // // // // سے // // دیں
ن۔الف — حق کا // کی // نے // // دی
۶ ل — میں
ش — کا جو مجھ کو دیں
۷ ا۔ن۔ک۔ش بدخواہ
۸ ن۔ا۔ل — گر پوچھے ہے تو مجھ سے صلاح
ش — // // // مجھے سے تو //
ک — // پوچھے ہے تو مجھ سے صلاح
ن — نہ باہ

(۲۷۲)

ع — دین و دنیا ۲ ش کوئی دیدار شوخ
ن۔الف — جو کلام اس کا ہے، ہے تاثیر میں آب حیات

ع ن ہنس کے ۵ لا۔الف جو
۶ ن ہوتے ہیں

و

(۲۷۴)

ا الف۔ک۔ل۔ن ترکوں کے لشکر کا ہے
۲ ل بنا کے
ش بنانے
ک۔الف بنائیں
۳ ل آتش فشاں ازدہا ہے
ن ازدہا ہے
۴ ل۔ش کہیں عفریت ہے یا
الف کبھی " " "
۵ ل اس کا ۶ ل اپنے کو اب

(۲۷۵)

ا ک شب است برتو آئیم ۲ ک۔ل ملی
۳ ک۔ل اعتبار

(۲۷۶)

ا ع وگرنہ یہاں کہاں تھا ۲ ع شتابی منزل مقصود پہنچے
۳ ع جو ہو

(۲۷۷)

ا ک گفتم ۲ ا کہ بعدم

(۲۷۸)

۱ الف — پر میاں منہ سے ہو نہیں سکتا

(۲۷۹)

۱ ل — میں — ۲ ل — میر

۳ ن۔ا۔ک۔ش — خو — ۴ ن — پھر

ل — ہر فلک

۵ الف۔ک — بڑی

ش — تیری

۶ الف — الٰہی خیر ہو مجنوں کی جان کی یہ کیوں

ن — // // // // کہ یہ //

ک — // // // // اب بھی ہے سراپا

۷ ن — اپ

الف — یہ

۸ ن — چشم قد

۹ الف — کسی

۱۰ ل۔ش — خوانخواہ

الف — خواہ نخواہ

۱۱ ل — مجھ

الف۔ش — اس پر

۱۲ ک۔ش۔ل — جو — ۱۳ ل — نہ

۱۴ ن — بڑھائے

۱۵ ن — دل کو مرے تو تو اس کو مت کر تنگ

۱۶ ن۔ل — ہوے

۱۷ ن تیرا یہ نالہ تو پہنچا ہے عرش تک اے سوز
ش ترا ہی نالہ
ل تیرے بھی نالہ تو پہنچا ہے تا فلک اے سوز
۱۸ ع خدا وہ دن کرے جو ہو مری بھی آہ بلند

(۲۸۰)

۱ الف وہ ہوگا ۲ ل پابند
۳ ن پڑکے بھی
الف پڑکر کبھی
ش میں پھر کبھو ۴ ش۔ل ہوں
۵ ل تسمیں
ش شیلے
۶ الف تو کرلے ۷ ن کے
۸ الف۔ش پھرتا تو ہے پر ۹ ا۔ش۔ک گولی کے
۱۰ ک کوئی دن میں چلا جاؤں گا آہی
۱۱ ک۔ن۔ل۔ش رہنے دے

(۲۸۱)

۱ ب۔ی۔ح چاک
۲ ب۔ی۔ح جھڑے
ش جھڑے ہے
۳ ع مجھے خبر ہی نہیں ترک چشم نے کس کے
ل خبر نہیں مجھے ہے ترک ؍؍ ؍؍ ؍؍
۴ ک۔الف دیار ۵ ع کٹی
۶ ع۔ی۔ح۔ب اس کو ۷ ع گال

۸ ن۔ک۔ل۔ش خط اس کے گرد جو آیا بہار کے مانند
ح // آیا مکھڑے پہ ہے کیا // //

(۲۸۲)

۱ ل۔ن۔ع ہو خوشی بے رنج سو یہ ہے
۲ ش تو بس اے بے نیش (کذا) ۳ ک دیوانے
۴ ن۔ل۔ع۔ک ہے ۵ ن اس دل صد چاک
۶ الف کھلنا ۷ ک۔ل یوں
۸ ن فلانے ۹ ش۔ل۔ک سوز آپ سے

ز

(۲۸۳)

۱ ل۔ک۔ا۔ش ہے کہ ہو
ب۔ی۔ح ہے جو ہو
۲ ب کا
۳ ن جو نام تو کر ڈالتے ہیں ابری سرخ [ہماری دانست میں اس مصرعے میں "ابر سے سرخ" کا اندراج زیادہ موزوں ہو سکتا ہے لیکن ہمیں اس کے لیے کافی شواہد نہیں ملے اس لیے ہم نے "ابری سرخ" ہی درج کیا ہے تاہم اس کے واحد ہونے کے باعث پہلے حصے سے ہیں پر ہے کو ترجیح دی]
۴ ب۔ی۔ج۔ا باؤ ہی ۵ ل جو بولے
ن تو بولے وہ
۶ ک۔ا۔ل۔ش کجا ۷ ن ہمیں کبھی کیوں
ک۔ش ہمیں کبھو کیوں

۸ ک۔ب۔ی۔ح۔الف۔ل۔ش پڑھوں

۹ ش ترک

ر

(۲۸۴)

☆ مختلف نسخوں میں اس غزل کے ہر نئے مطلعے سے نئی غزل کا آغاز کیا گیا ہے

۱ الف ہوں

۲ ل ہیں

ع میں بہت بے زار

۳ ش۔۱،ش۲۔ک۔ل۔ع وقنا ربنا عذاب النار

ع یہ بھی کوئی ڈھنگ یہ بھی کوئی اطوار

۴ ش۱۔ش۲۔ل جھوٹ تزویر مکر وفن وفریب

۵ ش۲ ترے ۶ ع ہزار قطار

۷ ن آپ اسی منہ پر

ک۔ل۔ش۱۔ش۲ اب اسی منہ پر

۸ ن ڈالی ہے

ل ڈالے ہیں

۹ ش۲ فرد ۱۰ ل ہمیں

۱۱ ع لیکن ۱۲ ل خبر (کذا)

۱۳ ل سونار ۱۴ ع اکھاڑا

ش۲ اتارا

۱۵ ل پکارتے ہو پیار ۱۶ ش۱۔ش۲ خرس

۱۷ ش۱ تم کو ۱۸ الف آ

۱۹ ک سات توؤں سے تو
ش۱۔ش۲۔ل۔الف یا تابوں
۲۰ ن۔ش۱۔ش۲ پر اپنے سوار
۲۱ ن۔ش۱۔ش۲۔م۔ک اور اپنی زبان سے یہ پکار
۲۲ ل ٹھنسے
ل الٰہی زبان سے یہ پکار
۲۳ ن مردوں کا (غالباً مصرع اولیٰ میں بالفتح اور مصرع ثانی میں بالضم لکھنا چاہا ہوگا ورنہ شعر بے معنی ہو جاتا ہے)
ش۱۔ش۲ کا
ک ہیزوں کا
۲۴ ل۔ن۔ک یہ ہی سزا
۲۵ ن ڈالتے جائیں
ل۔م جو گلے میں ہوں جوتیوں کے ہار
ش۱۔ش۲۔ک " " " "" کا "
۲۶ ع بُوری

(۲۸۵)

۱ ک۔الف۔ش۱۔۱۔۲ سمکھ ہو ۲ ش۱۔ش۲ وار
۳ الف روز ۴ ع ایسی ہی اک
۵ ن کو ترستا تھا
ع روز مانگتے تھے سیر
۶ ن پھولی
۷ ش۱۔ک میونخ اور پرلے بار
الف مونچ اور پرلے بار

(۲۸۶)

۱ شا میرے غم میں
ک ترے غم سے [مطابق س]
۲ شا نکلے ہے دل سے آہ شرربار [مطابق س]
۳ الف۔ک فلک تو میری رسائی کہاں ہے
شا " صنم کی " " والے
۴ م۔ک جاتا ہوں ۵ ن ڈھونڈے
۶ ش۔م رکھتا
۷ شا تو آنسوؤں کا جو کچھ بس (س۔ک)
ش ا۔ش ۲۔ک جو
۸ شا جو کچھ بس
الف تو کچھ بس
ل دیکھو جی آنسوؤں کا جو بس کچھ نہ چل سکا [مطابق س]
۹ ن ملے گلے کے میرے ہوئے
۱۰ ن چھڑائے گا
ک۔الف چھڑانے کی
ش ا۔ش ۲ تھا امید چھڑادے گا
الف چھڑادے گا
۱۱ ش ا۔ش ۲۔ک اتنا تو غم نہ کھا
م اتنا تو غم نہ کر
☆ س میں ناخوانا

(۲۸۸)

۱ ن۔ع سرور سلطان ۲ ن کیا

۳ سوز کے ہاں اُمّید کو اکثر بلا تشدید باندھا گیا ہے

۴ ن جو

۵ ع میں قطعہ کی صراحت نہیں تاہم مقطعے کا شعر آغاز قطعہ میں نمبر ۵ پر درج ہے

۶ ع اب

(۲۸۹)

۱ ن ہو

(۲۹۰)

۱ الف ان کا
ش ۱۔ش ۲ دوں گا جس کو

۲ ن نہیں
ک۔ش ۱۔ش ۲ یہ ہیں

۳ ن کی ۴ ن ذلیل

۵ ن تیرے ۶ ش ۲ اک

۷ ن آتا

۸ الف۔ش ۱۔ش ۲ کے

(۲۹۱)

۱ ن چھڑک

(۲۹۲)

۱ ل عرش

۲ ن۔ش ۱۔ش ۲۔م ہم بھول کر سوتے رہے
ع غفلت سے ہم پھولے رہے
وجہ: چونکہ غفلت کی مناسبت بھولنے سے زیادہ ہے اس لیے ہم نے بھولے درج کیا

۳ ع آخر دل میں ارمان بہار
ش ا۔ش ۲۔ن دل میں ہائے ارمان بہار
ہم نے ک کی قرأت اختیار کی ہے جو زیادہ معنی خیز ہے
۴ ع: کیا ۵ الف: لیے
۶ الف۔ش ا۔ش ۲ یک طرف نالاں تھی بلبل یک طرف خنداں.........
۷ م سوز
ن ہائے

(۲۹۳)

۱ ک گل کے تئیں
ل۔ش ا گل کہیں
ش ۲ گل کھلیں
ن گل کو پھر
۲ ک۔ش ا۔ش ۲ باغ میں شادی سے پھولی نہیں سماتی ہے بہار
ع ″ ″ ″ ہنس ہنس کے
ل ″ ″ شادی سے پھولی ہیں سماتی ہے بہار
۳ ن تب گلشن میں لاتی ہے
۴ ن سوز پھرتا ہے کہاں غافل ذرا آنکھیں تو کھول

(۲۹۴)

۱ ن بار ۲ ع ہی
۳ ع لئے ۴ ن عالم میں ہے
۵ ع کے ۶ ن ہے کس نے
۷ ع دو آنکھیں (کذا)
[ع میں یہ غزل ورق ۳۹ ب کے حاشیے پر ہے م میں نہیں ہے] الف

(۲۹۵)

۱ م۔ش۱،۲ شوخ ۲ ن تیرا کہاں ہے وہ
۳ الف۔ش۱،۲ تیغ کھینچ ۴ م میں
ع ہر اک کو
۵ ن۔ش۱،۲ ہر ایک رگ
۶ م دل نالے (سے) ہو ذرا تو خاموش
۷ ن ہوں ایسی خو سے
۸ ع آمان زیادہ اب نہ ہو خوار ۹ ع۔ش سے ترک لے

(۲۹۷)

۱ ع کیا
۲ ن پھرتی میں باغ باغ تیرے واسطے ہزار
۳ ع یک ۴ ن ٹوٹے
ع ٹوٹے تبھی
۵ ن میں قطعے کا آغاز "یاں تک کہ میں نے رو دیا" .... الخ سے ہو رہا ہے اور "میں نے سنا" .... الخ مقطع ہے ہم نے ع کی ترتیب اختیار کی ہے اگر چہ ع میں قطعے کی صراحت نہیں ہے تا ہم آخر کے تینوں مسلسل اشعار کا مضمون ن کے مقطعے کو تیسرے نمبر پر لانے کا مقتضی ہے۔
۶ ع سیتی ۷ ع نہ یاد آتی ہے
۸ ن میاں کیا ہوا جو ایک دم آکر ۹ ن یوہیں

(۲۹۸)

۱ ن۔ل دیکھ لے
۲ ع ہم بھی تو اس کی تیغ تلے اے جفا کبھو
۳ ن۔م سے دیں
۴ ع رخصت جو مجھ کو دیوے تو میں اس کے پاؤں کا

۵ ن-الف-ل   کو   ۶ ل   خاک
۷ الف-ک   اپنے

(۲۹۹)

۱ ع   اوپر
۲ الف   حرم
۳ ع   اشک کے طوفانی دشت وکوہ ہو کے غرق اب

(۳۰۰)

۱ ن-ل-ش-ک-الف-ح-ی-ب   لے آتی ہے تو
۲ م-ش   یہ کس کی بو
ک   یوکس کی بو
۳ ش۲   پتاں کا   ۴ ن-ی   ہے جام وسبو
ش-ک   ہوا ہے لہو
ل   ہوا ہے سبو
۵ ح-ی   نہیں میں دنیا میں   ۶ ح-ی-ب   سی دیں گے
۷ ش-ن-ح-ب   گا
ل   گا یہ ناصح
ک   ہے یہ ناصح
ش۲   ہے یہ ناصح
۸ ح   گی

(۳۰۱)

۱ ل   کر تیرا (کذا)
ک   گر کرا (کذا)
م   کر پڑا (کذا)

۲ ی۔ب۔ل روروکے ۳ ل سیر (کذا)
۴ ن۔ل۔الف رسن سے زلف کی میاں کھینچ لے دل ورنہ ڈوبے گا
ک 〃 ہے 〃 〃 〃 〃 〃
۵ ل۔ک۔الف۔ن ہے
۶ ع۔ب۔ی سوز کے دل سے نکل جاوے ۷ ک۔ل۔م مجلس میں
۸ ن جھکے ہوں۔ ہمارے خیال میں ''جھکیں ہیں'' بمعنی جھکا کرتے ہیں اقرب ہے
۹ ع سمھال
۱۰ ب۔ی خزاں نے دانت پیسے ہیں گے اب تیرے گلستان پر
ک خرابی اب نکر باندھی ہے آوے ہر گلستان پر (کذا)
ن خزاں نے پھر کمر باندھی ہے اب تیرے گلستان پر
۱۱ ع۔ب۔ی گیا تھا ایک دن محفل میں اس کی چھپ کے میں شب کو
م 〃 〃 〃 مجلس 〃 〃 سوز چھپ چھپ کر
ل 〃 〃 〃 محفل 〃 〃 سوز چھپ لک 〃
ن 〃 〃 〃 اس کے 〃 میں 〃 〃 〃
ک 〃 〃 〃 مجلس میں اس کے 〃 〃 〃 〃
۱۲ ب۔ی مجھے اٹھوا دیا غصہ نکالا اپنا دربان پر
ن اسے 〃 〃 〃 اپنے 〃 〃

(۳۰۲)

۱ ک۔الف۔ش ا۔ش۲ یک باری
ل تھے یکباری
۲ ک۔الف ش ا۔ش۲ دور ہو بے وفا
ک ہمیں لکھنا کہ در ہوتا وفا خوب
۳ ن پوچھے ۴ ل۔الف بکس جاوے تھا وہیں
ک۔ش ا۔ش۲ 〃 〃 گا

۵ ش۔ا،ل تیرے ہے ۶ کذا
۷ ن۔ع دیا جو جال

(۳۰۳)

۱ الف ہوا ۲ ن لیک
۳ ن جس ۴ الف پھیلتی

(۳۰۴)

۱ ک۔ش ا،۲ تیغ کو کھینچے ہے وہ غارتِ دیں
الف " " " " " گردیں
۲ ا۔ک۔ش ا،۲۔ل لطف ۳ الف۔ک۔ش مت پوچھو
۴ ن۔ک۔ش ا،۲ کافر ۵ ک شانہ

(۳۰۵)

۱ ن گم ہے اگر محبت گم ہے اگر مروّت
۲ ن دشنامِ یار کا وہ اس سے تو یار بہتر

(۳۰۶)

۱ ع ناز اس کے نے عصیاں سے ہمیں باز رکھا ہے
۲ ش یک
۳ الف بہ تب
۴ ل سو بارگی
۵ ک منہ پھیر جو اس سے کل ہو ہی گئی شیخ (کذا)
ع مٹ بھیڑ جو اس سوز سے کل ہو ہی گئی سوز (کذا)
ر مٹھ بھیڑ جو اس سے کل ہو ہی گئی سچ (کذا)
ل مت ہیر خورش سوز سے کل ہو ہی گئی سچ (کذا)

(۳۰۷)

☆ زمانۂ تخلیق بعد از: ۱۲۰۴ھ/ ۹۰-۱۷۸۹ء (سید میر مہدی داغ کی وفات پر کہی گئی غزل)

(۳۰۸)

۱ ن جوشوختر
ل۔ک۔الف جوشوخ
۲ ش جائیں ۳ ک اور کوئی
۴ ش۔ک سے یہ ۵ ل۔ک ہوئے
۶ ش دے

(۳۰۹)

۱ ن یہ اتنی ۲ ب۔ح۔ی ہے
۳ ن خزانے ۴ ن جہاں میں

(۳۱۰)

۱ ک میں پہلے دونوں شعر باہم آمیز ہو گئے ہیں، یعنی مطلعے کا پہلا مصرع، دوسرے شعر کے مصرع ثانی سے ملا کر ایک شعر بنا دیا گیا ہے۔
۲ ک جانو ۳ ش۔۲ شہد
۴ الف ہم کو یوں
ک یوں مجھ کو
۵ الف دہن ۶ ش۲ دیں
۷ ش۲ سمجھا (کذا) ۸ ش۱،۲ بھر کے (کذا)
۹ ش۱،۲۔ک میکدہ میں ہووے
ن // // ہوئے
۱۰ ش۲ مرے

(۳۱۱)

۱ ک۔ل گھر میں کبھی ملا کر
ش // // // بلا کر
الف // // مجھے //
۲ ل کا ۳ ش۔ک ہیں
۴ ن مجھ کو اپنا......
الف۔ک مت سب کو اپنا خاکِ پا کر
ش مت سب کو تو اپنا // //
۵ ن۔ر۔ک۔ش۔ل لاکھوں بت پوج کر مری جان
پایا ہے تجھے خدا خدا کر
۶ ش۔ک۔ر۔ل جلتا ہوں رات دن میں جوں شمع
۷ ک ایک
الف یونہی تو کبھی نہار آ کر (کذا)
۸ الف۔ش۔ک۔ل آخر

مختلف نسخوں میں اس غزل کے اشعار کی ترتیبِ مصاریع میں خلل واقع ہوا ہے، جسے ہم نے اپنی دانست میں درست کر دیا ہے۔۱۲

(۳۱۲)

۱ ع: جس طرح چاہے مکھڑے کو پیارے نقاب کر
ن // // // // // ظالم // //
ل جون خالی اپنے // // // // // // //
۲ ع زیادہ ۳ ن آتش سے رشک کے
الف // // // کی
۴ ع اضطرار ۵ ن ہو

۶ ل۔ر ٹک تو منہ دکھا
ش تو ٹک تو منہ دکھا
ک میں ٹک تو منہ دکھا
۷ ر نعش کو
ک سوز کو
ل سوز کو نقش سوز

(۳۱۴)

۱ ح۔خ پنجروں میں
۲ ی ظلم و بے رحمی
۳ ب۔ن تو

(۳۱۶)

۱ ن تو ہے
۲ ش ا ہے
۳ ن۔م میری آنکھوں میں آکے
۴ م۔ش ا۔ش ۲ شکوہ اے سوز
ع // اب //

(۳۱۷)

۱ ن پہلے ہی کر چکا نذر بس کر
تسکین وسط سے انحراف کے بارے میں سوز کی روش پر پہلے حاشیہ لکھا جا چکا ہے۔
۳ ل انکھیوں
۴ ک۔الف۔ش ا عرش تک تو گیا ہے تیرا شور
ک۔ل۔الف۔ش ا اے سوز

(۳۱۸)

۱ ک کر کے تو لگا دل کو جلا کر خاک کر
ل کر یکے ״ ״ ״ ״ ״ ״
۲ ک۔ل۔ش ا۔ش۔۲ قصہ کو
۳ ن مگر ۴ ل پاک
۵ ن جائیں
ل ہو جاوے اثر
۶ ن میرے
۷ ع قیدی ہوا زلفوں کا تو بادِ صبا ۸ ع خیر سنوا کے

(۳۱۹)

۱ ع مطلع اول ترک وفا نہ کر۔۔۔۔۔۔الخ
جبکہ مطلع ثانی ترک غضب نہ کر۔۔۔۔۔۔الخ

مطلع ثانی کے مصرع ثانی میں وفا کی رعایت سے جفا لائے جانے کا زیادہ امکان تھا اسی لیے ہم نے ع کی صورت کو غلط نویسی پر محمول کرتے ہوئے غضب اور وفا کی جگہیں تبدیل کر دی ہیں۔

(۳۲۰)

۱ ل کو الف ہردم چاہتا
۲ ل۔ک۔ش۔الف بندہ ہوں میں تیرا صنم تو مہر کر یا ستم
۳ ک عیوض ۴ ع پر جی کو تو کھٹا نہ کر

(۳۲۱)

۱ ن مستی خمار مانگ لے سوز (کذا)

(۳۲۲)

۱ ع دل میں ۲ ع گرد

۳ ع حق کی ہستی ہے بس

(۳۲۷)

۱ ن آپاری (کذا)
ل کے واسطے
ش۲ حد سے
۲ ن۔الف۔ش۱۔ش۲۔ل دل کی
۳ ل سیر
۴ م۔ش کڑھاتا

(۳۲۸)

۱ ل ہے ۲ ن گھٹاتی
الف لٹاتی
۳ ل چاہتے ۴ ن۔ع ہاں
۵ ن۔ع۔ل۔ش۱۔۲ مرگ
۶ ن گئے ۷ ن۔الف۔ش۱،۲ اے

(۳۲۹)

۱ ب۔ی پر ۲ ب۔ی عاشقوں کا
۳ ل کہ تو غنچوں کو لب سے کیا نسبت
ک سر
۴ ل نسبت ۵ ب۔ی چھبیلے
ش۔ک۔الف۔ب۔ی کہو ۷ ل اس سجیلے کی ---- الخ
۸ ش۱۔ش۲۔ل۔ب۔ی یہ
ع چپ کرو یہ
ش۱ حسن ہو نہو ۱۰ ع بگڑنا

۱۱ ق کی شکل ن نے اختیار کی

الف۔ب۔ی میں سوز کے---الخ مقطع ہے اور قیس وفرہاد کا---الخ مقطع سے پہلا شعر

(۳۳۲)

۱ ن غرفہ زرا اور ۲ الف واہ واہ

۳ الف تدبیر

ن بدبر ۴ الف ہو

(۳۳۳)

۱ ل۔الف۔ب۔ش۔ی۔ک یار ہیں پر خاش کے در پر باہم

۲ ل کیا ستم ہے جو نکل آوے وہ

ن // // // نکل آئے

۳ ب۔ع۔ی رقیبوں کا دل اس سے ۴ الف۔ب۔ی برہم

۵ ن۔ک۔الف ہنر

ش چند ہنر

ل حد سے ہنر سے ۶ ک۔الف۔ن۔ل میں کس سے

۷ ب۔ی۔ح شام پھر آئے جو نکلے وہ سحر سے باہر

ک شام گھر آیے نکلے جو // // //

ن۔ل // // آئے ہے // // // //

۸ یہ مصرع دو صورتوں میں ہمارے سامنے آیا ہے

(i) (ک۔ن) بات کیا رمز کرے

(ii) (الف۔ل۔ش) تاب کیا رمز کرے

ہماری دانست میں یہ دونوں متون نا قابل قبول ہیں یقیناً یہ مصرع بلکہ پورا شعر تصحیف کا شکار ہوا ہے۔ مصرع دوم، ن۔ ک۔ الف۔ل۔ ش میں مارے وہ تیغ-----الخ درج ہے۔ اگر چہ مارے وہ تیغ-----الخ سے مفہوم تو ادا ہو جاتا ہے لیکن شعر حد درجہ کمزور ہو جاتا ہے۔

۹ ل سفر ۱۰ ج ڈرتا
ل۔ب۔ع۔ی۔ک۔ن دبکا

(۳۳۴)

۱ ن۔ک تیرے پوجوں
۲ ن۔ک آہ
الف آ ۳ ل کانجانا
۴ الف ایک ہے ایک ان میں کوئی نہ غیر
ل ایک ہی پوچھ ۵ ک۔ل دل میں ثابت کر
۶ الف پوج مولا علیؑ کو ہو کے نُصیر
ن۔ل جان مولا علیؑ کو ہو تو نُصیر
۷ ع آپ سا ہی مجھے کیا اچھا

(۳۳۵)

۱ ک۔ل۔الف۔ش۱ میں ۲ ل وہ
۳ ن آج ۴ ل یار
۵ ن سبھوں ۶ ل پھر نہ
۷ ک اور ۸ سوز کا پہلا تخلص میر تھا
۹ ع دل میں ٹوٹا کسی کا آکر تیر ۱۰ ن جدھر تو
ک جدھر کو
۱۱ ع اور لے اے اب
م۔ن۔ل زور لائے ہو اب
۱۲ ل دہر بھر
۱۳ ش۱۔ش۲ یہ بل یہ شریر
ل یہ بلکی

۱۴ ک ہاں یہی تو فقیر
ل تنگ تیرا بھی ہاں یہ سوز فقیر
ش ۱، ۲ تن ترا ہے ہاں ہے یہ تو فقیر

(۳۳۶)

۱ م۔ک۔ش ۱، ۲ آفتاب عالمگیر
۲ کروے گے ایک ہی بوسہ پہ آج مجھ کو قتل
قدم مجھے دو کہ کر لوں بھلا تیری تقصیر
۳ ع۔ل تو کھولو تنگ
ک۔ش ۱، ۲ کھول تنگ
۴ ک ایجاد ۵ ع میرے آگے
۶ ن کہا کہ بوسہ لیا تھا یہی مری تقصیر

(۳۳۷)

۱ ن ہم مانگتے ہیں (کذا) ۲ ش۔ک۔ا۔ل آئینہ
۳ ن ہمیں
۴ ن لیجیو
ک پہنچیو ۵ ن دے
۶ ک۔ن لال جی لعلِ آبدار کی خیر
ل لعل جی
۷ ش ۱ کم بخت
ش ۲ مکنت (کذا)
۸ ن۔ک۔ل سوز کے آج تو

(۳۳۸)

۱ ک پوجوں ۲ ن شیخ جی

۳ ش۱،۲ کو　　۴ ل چراغ

۵ ش ایک

۶ الف مدد سے میں یہ دل تنگ

ک درس // // // //

ش تنگ دل مرا ہر روز

۷ ل غم　　۸ ن اور مغفرت

۹ ش۱ کہنہ　　۱۰ ن۔الف۔ل سینے میں

ش سینہ پہ

(۳۳۹)

۱ ن۔ل۔الف تب

ش بت (کذا)

۲ ک ہوکوئی　　۳ ش سیر باغ میں

۴ ع گلے میں شمع کے　　۵ ش یار

ل گلوے حسن کے

۶ ن۔ک۔ش سبحہ　　۷ ک۔الف بھی

۸ الف۔ش ہیں　　۹ الف مجھ کو

ز

(۳۴۰)

۱ ن۔ش۔ک ہوگیا

۲ الف جی کو خنجر یار

ن چلیو خنجر ناز

۳ ک ترے یہ

۴	ش	ان نے	۵	ن۔الف۔ش۔ک	پڑے
۶	ن	رکھیواس کو	۷	ل	خرقہ ہے یاکوئی ٹوپی
				الف	ہی کوئی ٹوپی ہی
۸	ش	اتنے	۹	ک	خسروی

۱۰،۱۱ یہ دونوں اشعار الف میں مطلع ثانی کے بعد آئے ہیں

(۳۴۱)

۱	ن	تیرا وہ تیر	۲	ن	لوٹے
۳	الف	میں	۴	ن	لگا
۵	الف	مجھ	۶	الف	دوں
۷	الف	ان کی ہے جاں			
۸	الف	نہ نکلی ان سے یارب آہ جاں ساز			

(۳۴۲)

۱	ن	کس پہ بھی			
	الف	کس پہ اس دل			
۲	ن	دیکھوں تو ہے			
	الف	دیکھوں ہوں تو خاکستر بجوز			
۳	الف۔ل۔ش۔ک	تو	۴	الف۔ل	ہے
۵	ش	کے	۶	ال۔ل۔ش۔ک	گئے
۷	ل	ہیں			

(۳۴۳)

۱	ع	ہوئی ہے ابھی
۲	ع	زلف گرہ گیر
۳	ن	ابھی

(۳۴۴)

۱ الف۔ش۔ک میں یوں ۲ ش۔ک۔ن مرے
۳ الف۔ل حوالہ کرے ۴ ن۔ش۔ک میرا بوجھ
۵ الف۔ش۔ک ان نے ٦ ل قفاے
۷ الف۔ل۔ک ٹھونک
ش بھونک

(۳۴۵)

۱ ن۔ب۔ش۔ح کھڑا
۲ ی آہ، نالے ۳ ن درد ہے
۴ ح یاروں

(۳۴٦)

۱ اس شعر سے سوز کا اسّی برس سے زائد عمر پانا واضح ہو جاتا ہے تفصیل کے لیے دیکھیے: مقدمہ

س

(۳۴۷)

۱ ع آ کے بیٹھو نہ کوئی
ب۔ی مت آ کے بیٹھو ۲ ل سن تو
الف۔ی سن لو محبوب
ب سن تو
۳ الف۔ش۔ک کاٹے ہیں عاشقوں کو.
ل کاٹیں ۴ الف اب کی
۵ م اب تو

۶ م کاٹیں بھیاس
ل گاویں
۷ ن۔ب۔ی دیکھیودس
ک۔ل دیکھونہ
۸ الف۔ن کیا مجھے ہے کام ۹ ن۔ب واں صنم کی
۱۰ ن وہ عاشق ہے ۱۱ ش یہ نخاس
۱۲ الف۔ک خنجر تیر
ش خنجر تیر
۱۳ ن۔ل۔ش۔الف۔ک ہلاّس ۱۴ ب سنوانگ
۱۵ ن تجھ کو کچھ نہ آئی

(۳۴۸)

۱ ن۔ش۔ک۔م دل امیدوار
گو 'دلِ امیدوار' کی بندش تو 'دلِ بے قرار' کے مقابلے میں زیادہ مضبوط ہے لیکن بہ اعتبارِ مضمون تڑپ کی رعایت بے قراری سے اقرب ہے۔ اس لیے ہم نے ع اور ل کی قرات کو ترجیح دی۔
۲ م۔ش۔ل۔ک مرے چشم زار
۳ ن۔ش۔ل۔ک حسرت تری سدا
ع۔م آفت تری سدا
۴ ش مت کر تو اب
ک مت ہو تو اب ۵ ع کیا نہیں ہوں میں
۶ ش۔م۔ک۔ل سو طرح تجھ کو
ع بس بس سبھوں کو

(۳۵۰)

۱ ن۔ب۔ی کب ۲ ن۔ب۔ی کبھی

۳ ن بھی مرے خون کی رکھتا تھا ۴ الف ہی

۵ الف جو شکل چشم

ل جو چشم شکل اگی ہے زمیں تلے

۶ الف پر ۷ الف کس کو

ن کیسی ہے

۸ ن کبھی

۹ ن ہیں

ل رکھے ہیں

ک۔ش رکھتے ہیں ۱۰ الف۔ش۔ک زباں کو جو

۱۱ ب۔ی نمط ۱۲ ب۔ی ڈھیٹ

۱۳ ن مجھ

۱۴ ع نکلی کبھو نہ

ن۔ب۔ی نکل کبھی نہ ۱۵ ن۔ع۔ی کو تو اب دے چکے

ع بس بس سبھوں کو

(۳۵۱)

۱ ک۔الف۔ل میں اس غزل کی ردیف کا ہلاس (؟) ہے

۲ ش۔الف۔ک، جو گل ہے اس کو

الف میں جو کے بعد قوسین میں نون غنہ کے اضافے سے جوں بنایا گیا ہے لیکن شعر کے معنی پر غور کرنے سے یہ اصلاح زائد معلوم ہوتی ہے۔

۳ ن کبھی لگتی نہیں

۴ ن میں باوجودیکہ جدید املا ہے یہاں تری لکھا گیا ہے

۵ ن۔ش۔ل کبھی ۶ ن اک

ک ایک

۷ ک۔ش۔ل ٹک مجھے لگا

(۳۵۲)

۱ ع نکلے ہے
ک تڑپھے
۲ الف-ش-ک میرا ۳ ک تو

ش

(۳۵۳)

۱ ی کیسی ۲ ی-ب-ح کیونکہ

(۳۵۴)

۱ ن بجھ جاتا ۲ ن سوزش
۳ ع سے ۴ ن ہے تو
۵ ن گزار ۶ ع آواز

(۳۵۵)

۱ ل میں ۲ ن سیل
۳ ل گرداب ۴ ل جائے
۵ ن-ل آتے

(۳۵۶)

۱ ش-ا-ک-ل کس ۲ ن-ک-م کب
۳ الف ہے ۴ ل-ع چشم

(۳۵۷)

۱ ن مجھے ۲ ن ممکن

۳ ن میں جیتا سب سے پوچھ دیکھو
۴ ع نہ ۵ ع جا

ص

(۳۵۸)

۱ ش۔ل۔م۔ک کروڑ/کرور ۲ ل ایسا نہ ہو
۳ ش امانت ۴ ش۔م۔ک کوئی کسی کا
۵ ل۔ش۔م۔ک حرف
۶ ل دل کو لاکھ طرح کی قفائے حرص
۷ ش خفائے
م رکھتی ہے لاکھ طرح (کی) آفت قصائے حرص (س۔ک)
۸ ح۔ن ہم ۹ ح۔ل۔ب۔ی بسر ہو
۱۰ ن جاے

(۳۵۹)

۱ ع کبھو ۲ ن رکھنا
۳ ع چڑھے ۴ ع درد
۵ ع جہر جہر ہوا ہے یہ ہاتھی

(۳۶۰)

۱ ی جب تب ہے
۲ ش اس ہے نہ زور ہے کچھ مدعا (کذا)
م اس سے تو نے زور ہے
ع اس سوا کچھ روز ہے

ک اس سے تونے زور ہے کچھ مدعا

ل اس سوا نہ زور ہے

۳ ح ہوے ۴ ل۔ش۔الف۔ک چاہ

۵ ش۔ل۔الف۔ک میں

ب جوں

۶ ل ملتا

۷ الف کہنا نہیں کچھ اور رکھتی اب

ک کہتا نہیں اور کہتے ہیں اب ہم غرض

ش کہتا نہیں ہے اور رکھی اب غرض

۸ الف میرا ہے

ش تیرا ہی فقط اے

۹ ش۔الف۔ک: رکھے ہیں

ن اپنی باتوں میں رکھتے ہیں تجھ سے

(۳۶۱)

۱ ل کی طرح سے نہ رکھے ۲ الف رکھتی ہے

۳ ن عیش تہہِ دام

الف۔ک بہ سر انجام

۴ ک۔ل قمری بلبل ۵ الف اے

(۳۶۲)

۱ ش دیکھو

ل دم کو

۲ الف دین اور ایمان کا اجاڑ ۳ ن پوچھیو

ش۔ل پوچھ تو

۴ ن۔ل گر

ع گرکیا جاہے

۵ الف دوستو ۶ ع دل سے ہے آخر

(۳۶۳)

۱ ش رکھتی ہے ۲ ن کو

۳ ل۔ش۔ک سمجھتا نہ میں ۴ ل۔ش۔الف۔ک پیارے

۵ ن۔ش۔ک۔ل۔الف زلف خلق ۶ ک سے

۷ ل کاہش دل ہے عزیزو (کذا)

(۳۶۴)

۱ ش۔ل جانتا ۲ ل۔ک کوزہ

۳ ل۔ش کبھو ۴ ش رکھیں ہیں

الف میں پانچویں اور چھٹے شعر کے بالترتیب پہلے اور دوسرے مصرعوں سے نیا شعر بنا دیا گیا

۵ ش۔ل بہکیں ۶ ل۔الف نزدیک سوز کے

۷ ک۔الف اس کی

(۳۶۵)

۱ ن کب دبستاں میں تیرے آیا ہوں میں مت کہہ غلط

۲ الف۔ش ہوں ۳ ش۔ک۔ل مجھ کو

۴ ش۔الف۔ک۔ل تم کو بھی ۵ ن صاحب دل آگہ

(۳۶۶)

۱ ش ابھی ۲ ش کے نزدیک

۳ ش اس سے کلی (کذا) ۴ ل سیر

۵ ن۔ش۔ک کیا ۶ ش مری

۷	الف	اتنی اٹھی دل کے داغ (کذا)
	ک	// // دل کے کہنے سننے سے
۸	ل	کوئی اٹھاوے ہے یہ بوستان دیکھ کے خط (کذا)
۹	ش	مجھے

(۳۶۷)

۱	ع	مروت	۲	ع	ہیں

(۳۶۸)

۱	الف	پوچھا تھا کہیں	۲	ن	وصل کی رات کی
۳	ن	میں	۴	الف	دودِ دل ہی کی

(۳۶۹)

۱	ن۔ک	کی			
	الف	کیا			
۲	ک	جان تو	۳	ن	شعلے

(۳۷۰)

۱	ن	کے	۲	ن۔الف	جگہ نہ واں
				ش	نہ واں مکاں
۳	ن	میرا گھر	۴	الف۔ش۔ک	مے خانہ
۵	ن	دوں	۶	الف۔ک	سنگ
				ش	در پہ تہ سنگ
۷	الف	نیمہ	۸	الف	بخیہ
۹	ک	وہم	۱۰	الف	بادہ
				ش	بادہ نہ
				الف۔ش۔ک	رندوں کے واسطے قدح

(۳۷۱)

۱ الف یادوں ۲ ش آکے
۳ ن۔ا۔ش عشق ۴ ن کو
۵ ش۔ل ظاہرؔ

(۳۷۲)

۱ الف ڈرے
ش ذری
ک در
۲ ن۔ک پروانے ۳ ل پرے
۴ الف۔ش۔ل بہ غم ۵ الف ہے
۶ الف پہ ۷ الف۔ش۔ل ہوتے

(۳۷۳)

۱ نؔ میں غزل کے دوسرے تیسرے اور چوتھے شعر کو الگ غزل سمجھ کر درج کیا گیا ہے، یہ غلط فہمی شاید دوسرے شعر کے باعث ہوئی جو در حقیقت اس غزل کا مطلع ثانی ہے اور عؔ میں یہ غزل اسی طرح یک جا ہے۔۱۲

۲ ع مجھ کو دے ۳ ع پر
۴ ع تا ۵ ن یوہیں
ع توہی
ع دالیں
ن اے سوز ہو لوہو کی بوندوں سے سراغ

ہمارا خیال ہے کہ نؔ میں اس مفروضہ الگ غزل کی تکمیل کے لیے مقطعے کے خیال سے اس شعر میں اصلاح کی گئی ہے ایسی اصلاحیں نؔ میں اور مقامات پر بھی ہیں

ع وحشی

۹ ن پوچھا
ع میں کل پوچھا اسے
۱۰ ن اشک ۱۱ ع اپنی ایسی تنگ ہے

(۳۷۴)

۱ الف آتا ۲ ن نہ وہ مینا
۳ الف نہ ہووے

(۳۷۵)

☆ زمانۂ تخلیق: بعد از ۲۸ ربیع الاول ۱۲۱۲ھ/ستمبر ۱۷۹۷ء
۱ ک۔الف۔ل عشق کی ۲ الف نہ
۳ ک۔ل کا، ک میں تیسرے اور چوتھے شعروں کے بالترتیب پہلے اور دوسرے مصرعے مل کر الگ شعر بن گئے ہیں
۴ ن باؤ ۵ ن کرے
۶ ن تمھارے ۷ ک پونچھنا

(۳۷۶)

۱ الف جو کیا مری تقصیر تو
ک کہ میری تو تقصیر کچھ بتا
۲ ا۔ش۔ل۔ک آئینہ ۳ الف۔ش گر آرزو ہے سوز
۴ ل اور
ش غیر سے ان کا

(۳۷۷)

۱ الف ہو کے ۲ م۔ش آپ ہی حیراں وہ رہ گیا
ک آپ ہی وہ حیراں رہ گیا

۳ م تو منہ کو پھیر جو ۴ م۔ک تری
ع مرا
۵ ن۔ش کبھی ۶ ن کبھی
۷ ش۔ک دین کی رکھے ۸ الف تجنیس (کذا)
☆ ک تجھی

(۳۷۸)

۱ ن۔ع گر خواب میں دیکھے تجھے
۲ الف آغرق ہو اس
۳ ش وہ تبارک کو
۴ الف۔ل تو ۵ الف ہے
۶ ع جو

(۳۷۹)

۱ الف گئی ۲ ش میں ضائع ہوئے
الف ضائع ہو گئی

(۳۸۱)

☆ ن میں یہ اور اس کے بعد آنے والی غزل ع اک ہی نِگہ میں آب ہوا دل ہزار حیف۔ الخ باہم ملا دی گئی ہیں۔ جبکہ ع ل اور ک میں محولہ بالا غزل اپنے الگ تشخص، الگ مطلع اور مقطعے کے ساتھ موجود ہے۔

۱ ع کیا چبھ رہا ہے
ل یوں گھٹ
۲ ش۔ل گھبرا دیا
۳ ن گریے
م۔ک بے اشک ترے ہاتھ سے یوں کب تلک رہوں

ش 〃 〃 〃 〃 〃 〃 روؤں کہاں تلک

ل 〃 〃 〃 ہاتھوں 〃 〃 〃 〃

۸ ن نہ ہوئی

(۳۸۲)

۱ ع کیا ہوتا خلل ۲ ع تیری دید کا

ک تیرے فضل کا

۳ ش آواز اے بتِ عیار ۴ ک حسن و صورت

۵ ع یہ تیری صورت مری جان اور یہ اطوار

۶ ع بات کہنا اب کہاں وہ سوز کا

۷ ش ہم منہ سے

(۳۸۳)

۱ ن ایک ۲ ع بے دور ہی

۳ ن یونہیں ۴ ق۔ت

ن اس سے

۵ ع نہ ۶ ن فرصت

۷ ن بخار

(۳۸۴)

۱ ن نہ کر تو مرا

۲ ن۔الف اس سوا ہیں کچھ اور (کذا)

(۳۸۵)

۱ ن گرم ۲ ن۔م۔ش۔ل۔ک ہے یہ

۳ ن میکشو سچ ہے اسی کو تو ملے

۴ ش کانسہ سر میں بنا جس نے کے

ک کاسہ ے بنا جس کے پیمانہ عشق (کذا)

م // // میں // // // // (کذا)

۵ الف کر کے

۶ ک۔م۔ش اس کو یہ ہے خانہ عشق

ل خانہ نہ سمجھ اس کو یہ ہے کعبہ عشق

۷ الف۔ش۔ل۔ک نہ پایا میں ۸ ع افسانہ

(۳۸۶)

۱ ع ہوا ہے ۲ ن یہ ہے

۳ ن یہ بیٹھے کہ ۴ ع اور ہاے

۵ ع خیمہ ۶ ع کلیجا کھاے

۷ ن روز ۸ ن ہے

(۳۸۷)

۱ ع روتا ۲ ن۔ش۔ل۔ک۔م مجھ سا

۳ ع محبّو ۴ م۔ش۔ک سوز

ل شور

۵ م۔ک نیم

(۳۸۸)

۱ ع۔ک سینہ چاک ۲ ک دوا

۳ الف مکر ۴ م یارب

یہاں روز محشر کی رعایت سے یارب کی زیادہ مناسبت تھی لیکن اس کے بعد چونکہ الف۔ ک۔ ن۔ ل۔ ش میں ''کہ'' بہت واضح ہے اس لے ہم نے اسے تبدیل نہیں کیا۔ یوں بھی مقطع سے پہلے شعر میں 'ظلم' کے لفظ کی رعایت سے یہاں ظالم کا ایک قرینہ بن جاتا ہے

(۳۸۹)

۱ ع آنکھیں ہوں مری ۲ ک صواب
۳ ع زلفوں کو تو کھول مرے پیارے
۴ ش تو
ل دے
۵ ن سوز کو اب
ع چھاتی سے تو سوز کو لگا لے
۶ ن ہوے ۷ ک۔ش بار بار کب تک

(۳۹۰)

۱ ل جلاؤں ۲ ک روکو نہ میں
۳ ن آئینہ پھر
۴ ع کیونکہ دیکھوں گا پھر اسے میں
۵ ن۔ل رودے

(۳۹۱)

۱ ن تراو ہیں
۲ ع میں غالباً اس شعر کی ابتدائی صورت درج ہے
نکلا چمن کی سیر کو وقتِ سحر گہی
زلفوں کی لی (کذا) صبا نے بلائیں چٹک چٹک
۳ ن غارت گر جہاں ہیں ترے ترک چشم پر
۴ ن دل چھین لے ہیں ان سے بھی ابرو منک منک

(۳۹۲)

۱ ل چشموں سے ۲ ش۔الف۔ک چشم

۳ ن بھی
ک سے
۴ ک اب ۵ ش تلک (کذا)
۶ ک۔الف۔ش ہم نے سنی چشم سے گرتے صدائے اشک
۷ ش ہوتے ۸ ک بیانِ وفا ے

(۳۹۳)

۱ ا۔ش۔ل۔ک تیرے منہ ۲ الف۔ل یوہیں ہیں گے
ش تو ہے سب کے
ل سب کے ہیں
۳ ن دل اٹڈے ۴ ک پگھلانے کے
۵ ن دھنسا
ل۔م (الف) پھنسے
۶ ن۔ع سوز معشوقوں میں ہے ہاں ۷ ک شمع

(۳۹۴)

۱ ع کسی ۲ ن کہیے
۳ ع ٹک اس کی ۴ ا۔ش۔ک تو کر
۵ م۔ک ہوں ۶ م دل میں
ع دل کی
۷ ن یاد آتی ہے میں جھوٹا نہیں
۸ ن جو ۹ ن۔ش۔ک۔م چلا
۱۰ م۔ل۔ش۔ک بے ادبی ۱۱ ل اٹھا
۱۲ ن ذر ۱۳ ع آہ کیا

ش دیکھتا

۱۴ ن بڑھا ۱۵ ا۔ل۔ش۔ک حیرت

۱۶ ع اس خطا پر جو مرے حق میں ۱۷ ع لے

۱۸ م دوت اور دیک

ل دوب اور دو یک

ش دوب اور ایک

ک دت اور دیک

(۳۹۵)

۱ ع سکھاوں ۲ ن۔ک تم

۳ ع دکھاتا ہے مجھے تیغے کو ہردم

۴ ع کوئی تو ثابت کرو مجھ پر بھلا

۵ م لے جا بسر تو اس طرح

ش۔ل۔ک سیر میں لے جا بسر تو اس طرح

۶ ک ہوے

(۳۹۶)

۱ ش۔م۔ن کاکلِ شب

۲ ش ہیں کسب کرنے میں سب نور کا اب چاروں ایک

م۔ل۔ک " " " " " یہ " " " "

۳ ن کچھ آکے ۴ ن سنا

۵ ن سوز رکھتے ہیں حسب اور نسب چاروں ایک

۶ میر سوز اکثر صورتوں میں درمیانی حرف کی حرکت میں تغیر کر دیتے ہیں

(۳۹۸)

۱ ن تیرے

۲ الف یہ
ک صفحۂ ہستی یہ ہے
۳ ش۔الف۔ل ہے تو ۴ ش۔ک۔ل دل میں
۵ ش دلی
۶ ع تو بھی ہے زلفِ گلرخان تاریک
ن // // // مہوشاں // //
م۔ل۔ک تسپہ // // // // // //
۷ الف۔ش۔ک کیا ہوا شمع سرسے
ل کیا ہوا سر سے شمع
۸ الف۔ش۔ل۔ک لیک ہے پائے شمع واں
۹ ن۔م۔ش آتے ہی
ل آگے ہے ۱۰ م۔ش اے یار

(۳۹۹)

۱ س۔ل کس نیں
۲ س میں 'کسو کا ہے تو عاشق' درج ہے جو یقیناً سہوِ قلم ہے۔
۳ الف پہ
ک نے
۴ ل جہان کے محبوب جہاں کے سب محبوب (مطابق س)
ک جہاں کے وہ محبوب
ن // // سب معشوق
۵ ش انونکا ۶ ش پہچھیں
۷ الف میرے کہنے کو
ن میرا کہنا تو مان لے پیارے [مطابق س]
۸ م فی الحال ۹ ش آ

(۴۰۱)

۱ ن۔ش۔ل۔ک اے ۲ م۔ک دل

۳ ش جاوصبر ۴ ع۔ش۔ل۔ک ہے

۵ ن کرکے ۶ ن۔ش۔ل۔ک ہے اشک ہے چشم

۷ ش رہو ۸ ل غافل

۹ الف دوکھی ۱۰ ش مقتول وبسمل

(۴۰۲)

۱ ک اور ۲ ش۔ک پر

۳ ن ساتھ ۴ ن سوز

۵ ن صنم ۶ الف بیٹھے ہوئے بس

۷ ن ہیں عاشق ۸ الف انھیں کا

۹ الف میاں ۱۰ ن کیوں

ق (ن) سے مراد ن میں یہاں سے قطعہ آغاز کیا گیا ہے اس طرح ق (الف) نسخہ الف میں قطعے کے آغاز کی نشان دہی کر رہا ہے۔

(۴۰۳)

۱ م۔ک ہے گا ۲ ن چلاتو

۳ ع۔ن ارے ۴ الف۔ش۔ک۔ل ہے

۵ الف۔ش۔ک۔ل دن

۶ ع ایک دن بھی میرے پاس ۷ ش جو

۸ ع کیا کہوں مت حال پوچھو ۹ ن۔ک۔الف ظالم لے

۱۰ الف دغا ۱۱ ع۔ش۔ل کے تئیں

۱۲ ش یہ

ع نہ پایا ۱۳ ع جو ہے گا

(404)

ا ن کہو ۲ ع نہ دل تھا بلکہ یہ

۳ الف عجب اعجاز تم نے

ع عجب اعجاز اس کا میں نے

۴ ش جوں ۵ ش نہ کھویا تو لو (کذا)

۶ م۔ش۔ک کیوں بہ خو

۷ ن جگا دے سوز اس کو سو گیا دل

(405)

ا ع شتاب آ اے

۲ ع والا نہ اٹھا سکتا ہے کوئی پیچ و تاب دل

(406)

ا ل جاں نثار

۲ ع لے نہ جائیو اس کو کہ ہے بہت

۳ ل پژمردہ ۴ ن۔ل اشک بار

۵ ن۔ع لے جا کے کیا کرے گا یہ کچھ کام کا نہیں

۶ ل زبوں شدہ دل جاں نثار دل

۷ ع اے دل تو سوچ آپ میں ڈھونڈے ہے یاں کسے

۸ ن۔ل جنوں شدہ دل بے قرار دل

ع جنوں زدہ دل، فگار دل (کذا)

۹ ن اے

ع یہ سوز تیری یاد میں رہتا ہے نت غمیں

(407)

۱،۲ کھل اور مل میں اضافت پیدا کر کے اسے یائے مجہول کا بدل بنایا گیا ہے۔ جیسے تقطیع میں کسرۂ

اضافت کو یائے مجہول کا ہم وزن قرار دیا جاتا ہے۔

(۴۰۸)

۱ ن میرے کہا مان
۲ ن نکل سینے سے مت او ناتواں دل
۳ ن اے میرے دوست میرے مہرباں دل
۴ ل میرے ۵ م اور
۶ ن تھا ۷ ل بھرا
۸ م۔ک نہ ڈھنڈا چھوڑ ۹ م ہے
۱۰ ک تو

(۴۰۹)

۱ ش۔ل تو ۲ ن۔ک زرا
ع ارے صاحب دلو.
ش۔ل سنو صاحب دلو میری زرا
۳ ع تم ہے گا جہاں ۴ ش۔ک لعل
۵ ش مجھے
۶ ن وہی ہے ایک تیز اراز داں دل
۷ ش۔ک۔ل کیا

(۴۱۰)

۱ ن جلے ہے شمع کا جس رنگ تیری انجمن میں دل
ن میں مطلع کا اصل مصرع ثانی غائب ہے اس کی جگہ دوسرے شعر ع جلے ہم شام سے تا صبح ---الخ کا دوسرا مصرع مطلع کا دوسرا مصرع قرار دے دیا گیا ہے۔ نتیجۃً غزل کے دو شعر ضائع ہو گئے ہیں۔
۲ ش۔ک جلے ہے
ل چلے ہے

۳ ش لے ۴ ع تیرے یوں
۵ ن۔ش۔الف۔ل کر
۶ الف۔ل۔ک آیا ہے اکثر ٹوٹ جاتے یک
ش آتا ہے ″ ″ ″ ″
۷ ن۔ش۔ل میرے ۸ ل نہیں

(۴۱۱)

۱ ن ٹک ۲ ن بہت
۳ ع کے میداں کا ہے
۴ ع تو ہی گر لذت شیریں کی کوہ کنی (کذا)

(۴۱۲)

۱ ع کس کنے جا کے کہوں آہ گرفتاریِ دل
م۔ک آہ کس جا سے کہوں اپنی میں ناچاریِ دل
ش۔ل آہ جا کس سے کہوں ″ ″ ″ ″
ن آہ کس سے میں کہوں ″ ″ ″ ″
۲ ن سلوکوں کا کروں اے ہمدم
ش ″ سے ″ ″ چرخ
۳ ن۔ع زار ۴ ن آیا
۵ ل سازی ۶ ن کبھی
۷ ع چھڑکے ماٹی پہ شراب آکے جو
ک چڑھنے پائے مری تربت پہ
۸ ن۔ش۔ل۔ک آئے

(۴۱۳)

م۔ل نکذاشتی

(۴۱۴)

۱ ک بھی ۲ ن۔ل بھی
ش بھی نہ پھرا دیکھو یہ

۳ ن دکھاؤں میں

۴ ن جاکے
الف۔ل۔ک آکے

[جاکے اور آکے کے، مقابلہ میں آہ کی ادائیگی زیادہ واضح اور سوز کے ادائیہ طرز کے قریب ہے۔مرتب]

(۴۱۵)

۱ ع اور

(۴۱۶)

۱ ل بلا
۲ ن۔ش۔ک۔ل سینے سے بھی نہ نکلا تھا
۳ الف۔ش۔ک۔ل گلی
۴ ن کسی کا تم میں آشنا ہے دل (کذا)
۵ ش پوچھو تو
ک پونچھو تو
۶ الف۔ک۔ل تم دعائے میر

(۴۱۸)

۱ ع ہے سینے میں ۲ ن ایک

(۴۱۹)

۱ ن لینی ۲ ش چند

۳ ن پروایہ اس کو کچھ
ش ۔ل پرواہ اس کو کچھ
۴ ن ۔ل تیرا ہو ۵ ن ۔ل وہ جو مہ لقا
ع غلماں
۶ ع ترا ۷ ع تنگ
۸ ع ریگ ۹ ع اے سوز
۱۰ الف ۔ش ۔ل ۔ک کو ۱۱ الف ۔ل ۔ش ۔ک ہے

(۴۲۰)

۱ ن کیا خنجر مژہ سے کہ تیری نگاہ ہے
ش خنجر مژہ ہے تیری نگہ تیغ ابرواں
الف // // تیر نگہ // // //
۲ ن کا ۳ ن موثر
۴ م ۔ش ۔ل ۔ک ہمارا ۵ ن بلبلو
۶ ع کہ پڑھتا ۷ م ۔ش ۔ل ۔ک اے یار
۸ م ۔ک نہ پہنیں گے ۹ الف ۔ش جاتے ہیں
ک جاتی ہے
۱۰ ع گر ہے ترا سلوک یہی تو اے بدگماں
ش // // // // ہم سے اے صنم
۱۱ ع تیری زباں کے عہدے سے برآوے کیا کوئی
ن ایسی // سے عہدہ برآ ہووے // //
ش ۔م ۔ل ۔ک تیری ۱۲ ش رفتار

(۴۲۱)

۱ ع کوے دلدار ۲ ک رستم کو بھی پھرانا مشکل

۳ ل کوچہ
ک بڑا ہوں میں کوچے مین ترے
۴ اش ل ک تو
۵ ا ہم سے ہزاروں ان نے
ش ل ک " " اس نے [ل میں بعد تصحیح تم سے]
۶ ن مجھ
۷ ع شوخ کے پاس تجھے بھیجوں میں کیونکے قاتل
۸ ل ک پہنچوں
۹ ن واں
۱۰ ل اس طرف آساں ہے
ا " تلک " "
ش " " " پے
ک " " " ہے
۱۱ ن تیری تصویر کو ہے دل سے
ل یاد تیری کو

(۴۲۲)

۱ ک دیکھے ۲ ک نہ
۳ ا بر ۴ ش سو
۵ ن مری
ش مرا
ل ک ترا

(۴۲۳)

۱ ع ستی ۲ ع تو

(۴۲۴)

۱ ع غُل---اگر مضمون، بلبلوں کے اپنے غل کے باعث پھولوں سے شرما جانے پر مبنی ہو تو مصرع: بلبلوں سے، غل سے اپنے، کیا کیا شرماتا ہے گل، ہونا چاہیے تھا، لیکن مصرع کی یہ شکل دستیاب نہیں ہے متن میں مندرج مصرع بھی واضح نہیں ہے۔

۲ ع بے تصنع میں نے پوچھا

۳ ع بھر رہا ہے

۴ ن پڑا کھاتا ہے

ع پرا کتاتا ہے

۵ یہاں بھا جانا ہونا چاہیے تھا لیکن موجود متون میں یہ صورت دستیاب نہیں ہے۔۱۲

(۴۲۵)

۱ ع کو بیٹھے تھے جنھوں میں مِل کے مَل

ش " " " " سے " " "

ل " ہنستے ہیں " " " " "

۲ ش لے قدم کشتہ اب تک ہے

ن با قدِ خم گشتہ ہے اب تک

۳ ن اے غافل کہ آیا سر پہ تیرے

ش کب " " " " "

الف اے " " " تیرے سر پہ

۴ ش چپ

ل جب

۵ ن لقمے ہیں

ش لقمے میں

ل لقمہ ہیں

۶ ش پہنچے گے؟
ل بیٹھے گے
۷ الف اور ۸ ش۔ل ہیں
۹ الف تو
ن۔ل لو

(۴۲۶)

۱ ل ترے لیے ۲ الف اتنی
۳ ن ہے ۴ ن کہتا تھا

(۴۲۷)

۱ ش تو نہ کرپے درپے
ک // // بے ادبی
۲ ک۔ش۔م انصاف کرکے دیکھ تو کس کس کا منہ لگا
ن // // // // // لے کس کے // //
۳ ک [......] بسر ہوئی ہے
ش سے ہی بسر ہوتی ہے
ل غیرت ہی سے ہوتی ہے
۴ ش ہے دست گلر خان پہ ۵ ن میں زیادہ کیا کہوں

(۴۲۸)

۱ ن کیے
ش۔ل۔ک کہے
۲ ن ہوگا بھلا تجھ کو اس
م کبھی تو ہووے گا
ع کبھی پڑے گا میاں ۳ ع رہے تمھیں یارو

۴ ک سنگ ۵ ع اپنا قاعدہ

۶ ل۔ش۔الف۔ک پھرالے

(۴۲۹)

۱ ع شاید کہیں وہ دیدہ ہوا ہے نظر پڑی (س۔ک)

۲ ع اپنے واسطے بھرتا ہے جام جام

۳ ن ہے ۴ ع عاشقوں کا ہائے کبھی

۵ ع جو نام سے شراب کے ہوتا جگر کباب

۶ ع سو سوز دونوں ہاتھوں سے ملتا ہے جام جام

(۴۳۰)

۱ ع کی

(۴۳۱)

۱ ش۔ک کرکے ۲ ش۔الف۔ل۔ک حرف

۳ ن تیغ ۴ الف۔ک ہیں

(۴۳۲)

۱ ل۔الف نالہ

۲ ع دیکھیں زیادہ کس کے نکلیں گے داغ سینہ

۳ ن لالے داغ دل کے

ش۔ل لالہ // // //

ک اے لالہ دل کے کرلیں اپنے شمار

۴ الف تو میرے دل کو دیکھ اب میں تیرے دل کو دیکھوں

۵ ل ہم تو

۶ ع بیٹھا رہا یہ دل سوز

۷ ل اے میرے درد صاحب

ن مرزا رفیع سودا تھے یار غار ہم تم

خواجہ میر درد (۱۱۳۳ھ/۲۱-۱۷۲۰ء----۲۴صفر ۱۱۹۹ھ/ ۷ جنوری ۱۷۸۵ء) سے سوز کے تعلقِ خاطر کا اظہار بعض اور مقامات پر بھی ہوا ہے۔ مثلاً:

☆ اے اہل بزم تم کو وصیت ہے بعد مرگ چندے یہ سوز درد کے گھر میہماں رہے

☆ قیس یا فرہاد یا سودا ہے یا ہے درد و سوز ایک ہیں آپس میں ان میں کونسا بیگانہ ہے

(۴۳۴)

۱ ش۔ل۔ک دیوانے ۲ ن بےزار ہوں میں آپ

۳ ن اے نامہ بر اتنا پیام ۴ ن جبکہ ہم

ش جب کہ ہمیں

۵ ک۔الف تو ۶ الف بنا

۷ الف واہ واہ ۸ الف وعدوں

(۴۳۵)

۱ ش۔ل۔م۔ک تن ۲ ش۔ل۔م۔ک نامحرم

۳ ع یار

۴ ع وہ تو

ن دیکھ تو اس میں کون ہے ہمدم

۵ ن۔م تجھ سے ہوتا نہیں جدا اک دم

۶ ن تو ۷ ل۔ش۔ک اپنے دل کو

الف دل کو اپنے

۸ الف دل میں ہی دونوں ہیں

۹ م۔ش ہوں تیری قسم

ن سوز جھوٹا نہیں ہے تیری قسم

(۴۳۷)

۱ ل تنہا ۲ ش خرابہ دیکھ

یہ دونوں اشعار الف ل ک اور ش میں نہیں ہیں معلوم ہوتا ہے کہ نظر ثانی میں خارج کر دیے گئے کیونکہ دونوں کا مضمون تکرار پر مبنی ہے اور بندش بھی بہت چست نہیں ہے۔۱۲

(۴۳۸)

۱ ل جیسے ۲ ش پار

۳ ل شہیر ۴ ل پھینک ٹک

۵ ک بھیک ٹک

ن 〃 اک

۶ ش اور ۷ ش مری

۸ ن ہوتا ۹ ش ہوے

۱۰ ن اڈے ۱۱ الف جو

۱۲ ل ہم مسیحا سے کبھو منت بے جانہ کریں (کذا)

۱۳ ش۔الف۔ل۔ک میرا

(۴۳۹)

۱ ک پھیلا ۲ الف،ل کچھ ہے وہ

ش۔ک ہے کچھ وہ

۳ ن رکھتا میں آپس میں کوئی

۴ ل غم خوار

ش آثار

۵ ل ایک درد

(۴۴۰)

''مقسوم'' ہو سکتا تھا لیکن تقابل کے لیے اس غزل کا کوئی اور متن دستیاب نہیں۔

(۴۴۱)

☆ الف ل اور ک میں یہ غزل ردیف 'ن' میں ''ہم دیکھیں'' کی ترتیب کے ساتھ درج ہے

۱ ع تمھارا بھی کوئی سنتے ہیں ہے محبوب ہم دیکھیں

۲ ل ہے گا ۳ ن آپ کا

۴ ل مرا ۵ ن تیرے

ش میری

۶ ش کبھی

۷ ن۔ل۱۔ل۲ تھا ۸ ن۔ل محبوب

ل۲ ″اب اس کے

ک۔الف ″ بات ″

۹ ش ولے

ن زرا

الف بھلا

(۴۴۲)

۱ ل بتاں کا ہے نہیں کچھ

ش بتوں کا (ہے) ″

ک ″ کر نہیں ″ ″

۲ ک۱۔ش جفائے صبر یہ دل پر ہوں جو (ل) ایوبؑ دیکھیں ہم

ل ″ ″ دل ہوں جواب ایوبؑ ″ ″

۳ ش۔ل۔ک توتو

الف یوں دریا میں توتو ۴ ن لکھو نہیں

۵ الف یکسر ۶ ش۔ک آئے

۷ ش۔ل ہوئے ۸ ل اس پہ راغب

ش۔الف جاویں پہ وہ آنکھیں کہاں جس سے

(۴۴۳)

۱ ک وفا کی بو ۲ الف۔ک سے سوز

۳ یہ مضمون ش اور علی الخصوص ک میں منقول متون سے متبادر ہوتا ہے اگرچہ املا واضح نہیں ہے ن میں ''مضموں ہیں لاکھ چاہیں جو فکرِ سخن میں ہم'' درج کیا گیا ہے جو ہمارے خیال میں ایسا قیاس ہے جس کی بنیاد موجود قلمی نسخوں میں نہیں ہے۔۱۲

۴ ل من ہیں من
ک من ہی من کے

(۴۴۴)

۱ ش۔ل۔ک کیونکر روئیں
ن روئیں کیوں کرنہ [متن مطابق س]
الف رووین ۲ ل بگڑ

۳ ن غصہ [متن مطابق س]
ش۔الف۔ل راتوں رورو کے
ن راتوں کو رورو سوز کی طرح [متن مطابق س]

(۴۴۵)

ک خوار و بازار ۲ ش مسرور
الف کہوں ۴ ک تو
ل کہیں ہو بو

ن پہ جو ناحق یہ
ن بھی
ل اب کسی طرح سے خوتم میں سے یہ جائے بتاں
الف۔ل۔ک۔ش۔ن یوں ہیں

۸ ن تم نہ سمجھتے ہو کوئی سوز کو سمجھائے

(۴۴۶)

۱ م مرا

(۴۴۷)

۱ ن واہ رے ۲ ن۔ک۔الف جی
۳ ک تا ۴ ل کر
۵ ش۔ک پیارے میرے
۶ ک خال وزیرِ زلف
(زلف میں تسکینِ وسط سے انحراف کرتے ہوئے اسے بفتحِ لام باندھا گیا ہے)
۷ الف جاوے ۸ ن برا
۹ ن شان ۱۰ ع کہ
۱۱ ع جھوٹی ہے ۱۲ م بیتیں

یہ غزل الف میں دو الگ مقامات پر دو الگ غزلوں کی صورت میں منقسم ہے پہلے چھ اشعار (ساتواں مقطع) صفحہ ۲۶۲ پر ملتے ہیں جبکہ باقی نو اشعار (مقطع سمیت) تین اور غزلوں کے اشعار کے بعد صفحہ ۲۶۳ پر درج ہیں، اولین اندراج م اور ع کے مشترک متن پر مبنی ہے جبکہ دوسرے اندراج کے حاشیے میں بتایا گیا ہے کہ "یہ غزل م میں نہیں ہے" دلچسپ بات یہ ہے کہ صفحہ ۲۶۲ کے اشعار میں مقطعے کے لیے یہ حاشیہ لکھا گیا ہے کہ "یہ شعر ع میں نہیں ہے" جبکہ دوسرے حصے میں اسی مقطع (بہ تصرف خفیف) کا صرف ع میں ہونا ظاہر ہو رہا ہے۔۱۲

(۴۴۹)

۱ الف(ع) گردن کشی ۲ الف(ع) درد

(۴۵۱)

۱ ل۔م۔ش سچ ہے یہ بات

م۔ش میرے صاحب کے سے

ل میر صاحب کے سے

۳ الف بہائے ۴ ل لے کے

(۴۵۲)

ن کو میرے ۲ الف قابل دستار......ہوئے

۳ ش۔ک۔ل ہوئے

(۴۵۳)

یہ غزل الف میں دو مرتبہ درج ہے پہلی بار صفحہ ۲۶۵ پر اور پھر صفحہ ۲۷۸ پر، دلچسپ بات یہ ہے کہ اوّلین اندراج کا متن م اور ع کے اشتراک سے تیار کیا گیا ہے جبکہ دوسرے اندراج کے حاشیے میں بتایا گیا ہے کہ یہ غزل م میں نہیں ہے---- ہم نے پہلے اندراج کو الف۔۱ سے اور دوسرے اندراج کو الف۔۲ سے ظاہر کیا ہے۔۱۲

ل پر گریبان تار تار کہاں

ن۔الف۔۲ گریباں سا

ک گریباں میں

ش چھوڑا (س۔ک)

ش بس بھائی

الف۔۱ (ع) سن اے عزیز

ن۔ک، الف۔۲ (ع) سن بھائی

ک۔الف ۱۔الف۲ کہاں پیار کہاں

الف۔۱ (ع) جفائیں سہہ لے سوز

الف۔۲ (ع) تک ستم تو ؍؍ ؍؍

الف۔۲ (ع) پھر تو یہ ظلم بار بار کہاں

ل۔الف ۱ پھر

(۴۵۴)

۱ ک اب کی
الف پڑھنے دے اب کی
ل پھر رہنے دے ۲ ش سب میں

(۴۵۵)

۱ ش۔ا۔ک اس کو بتا تو مکاں کہاں
ل اس کا ״ ״ ״
۲ ع ابرو میں کیا ہوا ۳ ش قریب
۴ ش آستاں
ع میں بھلا اب آشیاں
۵ ل صاحب ولطف وزباں
ع وہ اس کا سایہ صاحبو لطفِ بیاں کہاں

(۴۵۶)

۱ ن کیا آوے جو دیکھے
ش۔ل۔ک کب آوے ۲ ن تری
ک مری بے تابیاں
۳ الف(ع) خوں ہو ۴ ک مری اب
۵ ن کون تھا جس کے کلیجے میں گڑو آیا مژہ
ل۔ک ״ ״ ״ ״ جگر ״ اب ״
۶ ا۔ک۔ل تو زور ہیں عتابیاں ۷ الف۔ل سو
۸ ن۔ل ہے ۹ الف شوخ

(۴۵۷)

۱ الف(ع) روح رواں ۲ ن بدل وداغ

(۴۵۹)

☆ یہ غزل نسخہ ل میں ردیف الف کی غزلیات میں درج ہے

۱ ل حال میرا انڈھال ہے

۲ ل خوشی وشوق وذوق وعیش کہاں

ع وہ جو تھے روز شوق وذوق کہاں

۳ ن۔ع اس کے کوچے میں جا کے ذبح کرو

۴ ن اپنی ہستی کو آپ ڈھولائے

الف // // اب ڈھولائی

۵ ل وبال

(۴۶۰)

۱ ن ساری ۲ ن پھر

۳ الف (ع) اکل ویا شرب ۴ ن سوائے

(۴۶۱)

۱ الف (ع) میں ڈوب گیا ۲ الف (ع) مَر

(۴۶۲)

۱ الف (وہ) ۲ ل جان

۳ ل۔ا۔ش میں ۴ ن ایاغ

۵ الف۔ک رکھیو

ن تو کبھی کبھو

۶ ن بغیر تیرے بتا تو

۷ ن۔ش ہے

۸ الف اس نے

ل۔ن

(۴۶۳)

۱ ش۔ل تراہاتھ ہمارے ۲ ش یار

۳ ن ہوں ۴ الف۔ک مراتو جو نہ جھاڑے

ش خون کے میراتو بجھارے

۵ ن مستغنی احوال ۶ ل جو

۷ ن سے ہو ۸ ک نہ چھوڑے

۹ ک۔الف۔ش جسم ۱۰ ک۔الف۔ش۔ل تجھ سے

۱۱ ش ہمیں ۱۲ ن گل رو

(۴۶۴)

۱ ن ہے ۲ ک گلزار

۳ ا۔ک۔ل لٹا

ش لیا

۴ ن لوٹے ہیں بیمر توں نے گل ہی گل

ک لیے ہیں ہمرہوں نے گل سے //

ل۔ش // // بے مروتوں نے گل

۵ ن جو بہار

ل خونبار

۶ ل ٹک تو ۷ الف کوئی

(۴۶۷)

یہ غزل الف میں دو الگ مقامات پر منقسم ہے پہلے سات شعر صفحہ ۲۵۳ پر درج ہیں ان کے بعد دو اور غزلوں کے اشعار ہیں اور پھر صفحہ ۲۵۴ پر آخری دو شعر موجود ہیں ہم نے اس غزل کے تمام اشعار یکجا کر دیئے ہیں۔

۱ الف(ع) حیرت ۲ الف(ع) ہم نشینوں

۳ الف (ع) میں ۴ الف (ع) میں

۵ الف (ع) میں

۶ الف (ع) کہہ کے جا کے میں اس کو اٹھا دوں

۷ الف (ع) تجھ کو اب عاشقی کا چکھا دوں

۸ ن دل

(۴۶۸)

۱ ا۔ل۔ش۔ک ستم شعار ۲ الف۔ل۔ک مار مروں کہ کیا کروں

ش یا کہ مروں کیا کروں

۳ ن۔ش۔ک بے ۴ ن ایسے

۵ الف۔ک لہو پیا کروں ۶ ع یہ تو

۷ ن میں

۸ سوز پہلے میر تخلص کرتے تھے جسے بعد ازاں انھوں نے سوز تخلص سے تبدیل کر دیا مقطعے میں اسی تبدیلی کی طرف اشارہ ہے۔۱۲

(۴۶۹)

۱ الف (ع) یہی اس طرح اب اے کشتی لخت جگر

طرف کی رائے مہملہ کو اساتذہ بالعموم متحرک باندھتے ہیں مثلاً غالب "زنہار نہ ہونا طرف ان بے ادبوں کے" لیکن سوز کے ہاں طرف بسکون را بھی موجود ہے جس کی مثال یہ شعر ہے۔

۲ الف (ع) ہوتے

(۴۷۰)

۱ الف آتے

۲ ک میں اس غزل کی ردیف "کیا کہوں" ہے

۳ ک۔الف کہتا

۴ ک۔ل۔ش آتی

۵ ش مت تو دکھلا اب مجھے اس شوخ کو
ک۔الف // اب دکھلا مجھے // // //

(۴۷۱)

۱ ش۔ل۔الف۔ک دل کو میں غم میں جلادوں
۲ ل۔ک کے ۳ ن مرا
۴ ن ہائے ۵ ش۔ل آنکھوں میں
ن // نے مجھے رسوا
۶ ش انگلی
الف نکلی چھپادوں (کذا)
۷ ش۔ک۔الف۔ل مجھ کو زنداں میں دیا
۸ ل اس کے جز بن آہ یہ رہتا نہیں

(۴۷۲)

۱ الف (ع) بھلا ۲ الف (ع) وار

(۴۷۳)

۱ الف تاب ۲ ش۔ک۔الف۔ل کیوں
۳ ل چال

(۴۷۴)

۱ م۔ش۔ک۔ل تجھ بنا ۲ ش۔ک۔ل ہے
۳ ع برق سے بھی جلا ۴ ن۔الف آ کر دیکھ لے
۵ ن نہ تو دل ہی پاس نے لخت جگر
ک // // // نہ // // //
ل نے // // نے // // //
ش // // // نہ // //

۶ الف اس کی

(۴۷۵)

۱ ع اس وقت دہ ۲ ع نصیحتوں پہ بہت ہے
الف (م) خرد پہ اپنی پڑا ہے

۳ ل۱۔ل۲ کوں
۴ الف۔ع کہا تو مان مرا آئیں
م۔ن۔ل۲ // // // آئنہ
ش // // // آن
۵ ن تو ساتھ لے کے تجھے
ع تو تیرا ہاتھ پکڑ کر
۶ ش برابر (کذا)
ع عجب حرا ہے

(۴۷۶)

۱ ش جو
الف ہے ۲ ش۔الف جیوں میں
ل جہاں میں
۳ ش۔الف۔ل کے (کذا)

(۴۷۸)

۱ ن لاکھوں
الف یارب
۲ ش بہکے ۳ ک ہم نے
۴ ن ہے
ک ہوں

۵ ن ہوے عذر خواہ
ش سے ہوں قدر خواہ ۶ ش۔ک کے
۷ ش۔ک سناتا ہے خواہ مخواہ
الف // نہ تو خواہ مخواہ
۸ الف تولی ۹ الف جبت
۱۰ ن۔الف کسی ۱۱ ک پونچھا
۱۲ ع کہنے لاگا

☆ شاہ حاتم (۱۱۱۱ھ/۱۷۰۰ء---رمضان ۱۱۹۷ھ/ جولائی ۱۷۸۳ء) کے ''دیوان زادہ'' میں اس غزل کی تضمین میں کہی گئی حاتم کی ایک غزل شامل ہے

یہ مصرع سوز سن کے حاتم کہے ہے ناصح سے اے عزیزو
امیدِ بخشش ہے جب سے ہم کو کیے ہیں ہم نے گناہ لاکھوں

اس غزل پر ''در زمین میر سوز ۱۱۶۹ھ'' درج ہے یہ سنہ ہجری ۶-۱۷۵۵ء کے مطابق ہے اس لیے سوز کی اس غزل کا زمانہ تصنیف بھی اسی کے لگ بھگ ہونا قیاس میں آتا ہے۔
(رک: دیوان زادہ از شیخ ظہور الدین حاتمؔ مرتبہ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار لاہور: ۱۹۶۴ء ص ۱۳۵)

(۴۷۹)

۱ ش یار ۲ ع کھڑارہ کے
م۔ک بھلا میں تو
۳ ع کوئی ایسی بھی گھڑی ہوگی کبھو یا مولا
۴ ل تنہا
۵ ک بقربت وفروخت
۶ م۔ل۔ک یوں نہ پوچھا کہ بھلا لائیے
ع یہ نہ بولا کہ // // //
ش // // // بھلا لائے ہو
۷ ش۔ل میاں

۸ ل یوں نہ آیا کہ کبھی بھول......
ش یہ " " " " "
الف۔ع کبھی دل میں نہ ہوا بھول......
۹ ن ارے

(۴۸۰)

۱ ن اپنی ۲ الف کوں
۳ ع یوں

(۴۸۱)

۱ ن وہ کیا جانے ہے ۲ ن بھی
۳ الف وعدے اوپر اب تلک دل شاد کرتا ہوں
۴ ن کتنا ہے ۵،۶ ن کبھی
۷ الف ہرگز نہیں کرتا ہے میرا قتل بھی ظالم
۸ الف کبھی ۹ ن کو

(۴۸۲)

۱ ش۔ل کھڑ کتا ۲ ش جان
۳ م۔ش۔ک یارو ۴ ک۔ن اضطراب
۵ الف میں جو کہا ۶ الف بولا
۷ ک بل بے
ش۔ل چلتے

(۴۸۳)

۱ ش۔ل اب ۲ ع دل کو رکھ
ل متاع عقل کہہ

۳ ک۔ل درد
ش وادی پوش
۴ ع اب وعظ کے سننے کا یاں کس کو دماغ
۵ ع بس
۶ الف دے کچھ جواب
۷ ل مایوس

(۴۸۴)

۱ ن من مانی ہی ۲ ش۔ل جفائیں
۳ ن میں اس غزل کی ردیف "میں کیا کروں" ہے
۴ م۔ش۔ک منہ دیکھتے ہی دور سے وہ ہنس پڑا میں کیا کہوں
۵ ع۔ل جی
۶ الف حجت ہے سب یہ سوز پر
ش۔ک۔ل تہمت // // // //
۷ الف مارا
ن مارے

(۴۸۵)

۱ ن محفل ۲ الف یک
۳ ل شوخ ۴ ک۔الف جوں

(۴۸۶)

۱ ش انساں ۲ ش یا کہ تم سے ہاں
۳ ک سنگ ۴ ش زطعن
۵ ش۔ل میں نے نہیں ۶ ش۔ل اتنی آرزو (بدون ہی)
۷ ش میں بتوں نے ۸ ک مہر

(۴۸۷)

۱ ن یک ۲ ش خوشیوں سے
۳ الف آشیاں ۴ ش۔ک اے اہل بزم
ل // // درد
۵ ش اپنی ۶ الف پہ
۷ ل۔ک مجھ کو رسوا کیا الٰہی ۸ الف سے ہے
۹ الف فرما
۱۰ ل۔ک چپکا ہے تو کیوں اے سوز
ش۔الف // // کیوں تو //

(۴۸۸)

۱ الف جو کچھ کہ ہوں سو ہوں ۲ ن۔ع آفت رسیدہ
۳ الف۔ل ور
ش اور
۴ ک مسیحِ خضر ۵ ش و
۶ ک۔ل کن ۷ ش۔ک۔الف۔ل حسرت
۸ ن۔ع۔ل ہاں

(۴۸۹)

۱ ک آپ ہی میں
۲ ن آپ ہی پیمانہ ہوں
۳ ن خارستاں ہوں میں
۴ ل گاہ جوں طیر بریدہ سب سے میں بیگانہ ہوں
۵ ل جوں پروانہ
۶ ل گاہ شمع بزم ہوں اور گاہ جوں پروانہ ہوں

۷ ش طیر پرندہ
الف جان رمیدہ
ل-م طیر بریدہ
۸ ش-ل-م-ک گاہ دشتِ کربلا سادہر میں

(۴۹۰)

۱ ن پچ ۲ ن بیگانہ
۳ ن چشم سے تو
۴ الف .... بے کسی وضع کی ہے......... کی (کذا)
۵ الف .... اگر کہو تو بس رندانہ ہوں
۶ ن لے کے جی دینے کو.........
۷ الف خردمنداں ۸ طبق ن
۹ الف رکھتے نہیں ۱۰ الف ہم خانہ
۱۱ الف دل بچا لو چشم دیکھو کچھ نہیں (کذا)
۱۲ الف جانا

(۴۹۱)

۱ ع مجھے قربان ہونے دے ترے قربان میں جاؤں

(۴۹۲)

☆ یہ غزل الف میں دو مختلف مقامات پر درج ہے پہلے صفحہ ۲۶۷ پر اور پھر صفحہ ۲۷۲ پر، پہلے متن میں کسی خاص نسخے سے اخذ کیے جانے کی صراحت نہیں الف کی روشِ عام کے مطابق جس کا مطلب، غزل کا دونوں نسخوں (م اور ع) میں موجود ہونا ہے، جبکہ دوسرے متن کے حاشیہ میں بتایا گیا ہے کہ یہ "غزل م میں نہیں ہے"۔۱۲

۱ ک-ش-الف ۱، ۲ تو منہ سے نہ کہہ کے اپنے
ل تو منہ نہ کہہ

۲ ک۔ش۔ل۔الف ۱،۲ صدقے تیرے ہو کے میں نہ
۳ ک۔ش۔ل۔الف ۱ دل تھا سو.........
۴ الف ۱ آتے ہے یہ
ک۔ش۔ل آتی ہے یہ
۵ الف ۱،۲ جو اپنے جی سے میں
۶ ش۔ ۱ پر کیا کروں بات ہی کڈھب ہے

(۴۹۳)

۱ ش ملتا ۲ ک۔الف۔ش مجھ کو میں ترے
۳ ش دم میں ۴ ش گویا

(۴۹۴)

۱ ن میں ۲ ن کبھی
۳ ش کہیں ۴ ش۔ل۔ک۔الف تیوری
۵ الف ہمارے
۶ ن میں اسے کھول کر آپ ہی درج کر دیا گیا ہے جبکہ یہ بول چال کا لہجہ ہے جو آپ ہی اور آپی کی درمیانی آواز پر مشتمل ہے آپ ہی سے مصرعہ بے وزن ہو جاتا ہے۔
۷ ش۔ل۔ک۔الف پیارے ۸ ن کہ پیارے
ن۔ش۔ل۔ک سنو

(۴۹۵)

ل آنکھوں سے اس کی آنکھیں گر ٹک ملا کریں
ش چہرہ ۳ ش۔ل تیغے
ک بارے ۵ ک برملا
ن۔الف آئینے ۷ ن۔ک
ن پتھر ۹ ش۔ک۔الف۔ل انھیں

۱۰ ل جلا ۱۱ الف۔ک۔ش ہلا

(۴۹۷)

۱ الف(ع) امیدوار ۲ الف(ع) تا
۳ الف(ع) گناہگار تمھارا ۴ الف(ع) ہی
۵ الف(ع) ....کریم کے آگے کوئی کہے کیونکر

(۴۹۸)

۱ الف نہ کچھ میں نے رو رو کے
۲ الف میں نے نذر کی ہیں آنکھیں
۳ سوز کے ہاں تسکین الاوسط سے انحراف عام ہے۔
۴ الف زرا دیکھیو تم ڈھٹائی صنم کی
ش۔ل۔ک ؍؍ ؍؍ تو ؍؍ ؍؍ ؍؍

(۴۹۹)

۱ الف ہی جہسی ۲ الف ہمسی
۳ ل زوروں سے ۴ ک۔الف۔ش۔ل قد
۵ ل جو بھاری یاں پڑیں
۶ ن نے میں کیا ایک خلقت کو
ش ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ کی
۷ ک۔الف۔ش۔ل کس منہ سے
۸ ن کو تیرے ۹ ن کی
۱۰ ن یار کے آگے سبب یہ ہے

(۵۰۰)

۱ ن یوں تو دکھلایئے یوں تو
ل دکھلایئے تو یوں

۲ ن۔الف۔ل۔ش کبھی ۳ ع تو کس لیے
۴ ن۔ا ہاں جی چھپتی تو ہیں یہ
ش۔ل ۔ ؍؍ ؍؍ ہی تو ہیں ۵ ن۔الف۔ل۔ش کبھی

(۵۰۱)

۱ ن۔ک بے زار ۲ ش۔ل ہے آفت

(۵۰۲)

۱ الف(ع) سوہوں ۲ ن بکتا
۳ الف(ع) جیتا ۴ الف(ع) سوز درونی ہے
ن سوز دروں نے ہی

(۵۰۳)

۱ ش یکدم

(۵۰۴)

۱ ن یک ۲ ک۔ل ہمسائے ہی رہتا تھا
ش ؍؍ بھی ؍؍ ؍؍
ن ہمسایہ ہی ؍؍ ؍؍
۳ ک۔الف۔ل۔ش ہائے ۴ ک وہ ہر جانہ رہا میں
۵ ل یونہی ان کے محروم رہا میں
ک۔ش ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ چلا حیف
الف تو یوں آن کے
۶ ل شیخ
ع وہ لوگ جو کہتے ہیں اسے غمکدہ سچ ہے
۷ عالم کے گماں یوں ہے کہ اس میں نہیں رہتا

۸ ک	نہ پوچھو	۹ ش	کہیں
		ن۔ل	کبھی

(۵۰۵)

☆ الف میں مطلع اور تیسرا شعر دو مرتبہ درج ہیں پہلے صفحہ ۲۷۲ پر اور پھر صفحہ ۲۷۶ پر۔ صفحہ ۲۷۲ کے حاشیے میں بتایا گیا ہے کہ یہ اشعار م میں نہیں ہیں جبکہ صفحہ ۲۷۶ کا متن م اور ع کے اشتراک سے تیار کیا گیا ہے۔۱۲

۱ الف۔۱(ع)	محزون	۲ ل۔ک۔الف۔۱	بہت سے تھے
۳ ن	کانیا تو نے کیا ایجاد	۴ الف	سو
۵ ن۔ک	میں سادہ	۶ ع	کیوں صاحب
		م	ہی
۷ ن	بہتا یاد		

(۵۰۶)

۱ الف	میرے	۲ ش۔ل	ہم نے نہ دیکھا ہو
۳ ش	کے نہ دیکھا بزم دنیا میں	۴ ل	ہم سا
۵ ک	اپنی		

(۵۰۷)

۱ ل	سودیں گے	۲ الف	گئی
۳ ن	یومِ حساب	۴ ن	سر
۵ الف۔ل۔ک۔ش	گی	۶ ن۔ش۔ک	کیا ہے اور

(۵۰۸)

۱ ن	تو	۲ الف(ع)	میں
۳ الف(ع)	ڈھونڈنے		

(۵۰۹)

۱ ش۔ک۔ل۔الف جسم ۲ ع یار
۳ ش یام ۴ ش۔ک۔ل بھی اس کی
۵ ش پروار ۶ ک۔الف بڑی
۷ ش کہتا ہے جوبھی (کذا) ۸ ک۔ا۔ن جو
۹ الف۔ن ہوجاے

(۵۱۰)

۱ ک۔الف۔ش رہے ۲ ن۔ک کسی
۳ ش۔ل ہم کو ۴ ن کہ لاکھ میں
ل کے سوے

ہر چند کہ محولہ بالا دونوں صورتوں میں سیاقۃ الاعداد کی مناسبت پائی جاتی ہے لیکن دونوں صورتوں میں کے کی ادائیگی مکمل طور پر نہیں ہو رہی ہے اور لاکھ صوتی اعتبار سے گراں ہے، جبکہ کسو دونوں کا جامع ہے اور اس سے مصرع سبک بھی رہتا ہے۔

۵ ک اپنا

(۵۱۱)

۱ ن تری ۲ ن۔ش۔ک۔الف اے
۳ ش۔ک۔الف رہے ۴ ن ہی
۵ ک۔الف جھگڑا ۶ ش وکیل
۷ ش۔الف۔ک سنا ہے

(۵۱۲)

۱ ل میں
ک عشق میں گرمی سے
۲ ش۔الف۔ل۔ک ہوے ۳ ل حیرانیں (کذا)

۴ م تف ہرگز نہ میری ایک دم

۵ ش۔الف۔ل یک

۶ ل،الف،ش،ک، سب میں اے درج ہے لیکن اس سے مضمون خبط ہو جاتا ہے ن میں مصرعے کی اصلاح یوں کی گئی ہے ع ہوا ہے سوز تب اس وصل سے ---- الخ لیکن اس قیاس نے منشاے شاعر کو بہت پیچھے چھوڑ دیا ہے ہمارے خیال میں سارا مصرع بدل دینے کے مقابلہ میں اے پر ہے کا گمان کر لینا زیادہ صائب ہے۔۱۲

(۵۱۳)

۱ ن بیٹھے ہیں آپ

الف(ع) // // اب

۲ ن شانۂ مسواک

(۵۱۴)

۱ ش۔ل کینہ سے مہر بدلے

ن کینے // // بدلیں

الف کینے سے مہر بدلے

۲ ن۔ک اس کی

۳ الف۔ل۔ک۔ش جوں

۴ ک اکسیری نہیں کچھ مجھ

ش // // نہیں ہے مجھ

۵ ن ہمارے

۶ ن جس نے

ک حق نے

۷ ک باندھے

۸ ن زاہد

(۵۱۵)

۱ الف۔ک ترے دل کی تیری

۲ الف۔ک میں پیری

ش سے تیری

(۵۱۶)

۱ الف تونے بھرے تیر کے پیکان............

(۵۱۷)

۱ ع نہیں ہے انھوں کا ۲ ن یار
۳ ن ملے ۴ ع بھر رہے ہیں
۵ ع پھولتی پھرتی شاخ شاخ ۶ الف ناز
۷ ن ایک ایک

☆ حافظ کا شعر ہے: مجو درستیِ عہد از جہانِ ست نہاد + کہ این عجوزہ عروسِ ہزار داماداست (دیوان حافظ باہتمام محمد قزوینی و دکتر قاسم غنی، تہران ۱۳۶۹، ص ۲۲۰)

(۵۱۸)

- الف میں یہ غزل دو بار درج ہے پہلے صفحہ ۲۸۶ پر پھر صفحہ ۳۰۴ پر اور دونوں میں متنی اختلافات بھی ہیں۔
۱ ن پھرے ۲ ع تو کیا گل
۳ ن یہ مجلس آرا ۴ ع نہیں ہے
ش۔ک۔الف کوئی بیٹھا نہیں اب
۵ ش۔ک۔الف پہنچایا ۶ ش۔ک۔الف گر گزارا ہو
۷ ن۔ش بے دید بے پرواہ یارو ۸ ع جلدی
۹ الف چوں
۱۰ ن ڈہکے ہے
الف۔م دیکھے ہے
ع دہکے ہے اب اپنے کفن میں

(۵۱۹)

۱ ل کھت ۲ ن ہی
۳ ا حاوے

۴ ن ہو کے سب سے دو چار [متن مطابق س]
ن ل ک آ وغیرہ میں یہ غزل سات اشعار پر مشتمل ہے جبکہ س میں (یہ سوز کا خودنوشتہ نسخہ ہے) اس کی صورت وہی ہے جو ہم نے متن میں درج کی ہے۔ اس غزل کے دو اشعار ایسے تھے جنھیں سوز نے نظرِ ثانی کے عمل کے دوران میں بہتر بنا دیا اور ان کا سابقہ متن منسوخ کر دیا لیکن ناقلوں نے اشعار کی نظرِ ثانی سے قبل اور بعد کی دونوں صورتوں کو برقرار رکھا جس سے غزل میں اشعار کی تعداد بڑھ گئی۔
دو اشعار جن کے متن میں تبدیلی کی گئی ان کی پہلی صورت درج ذیل ہے:

ایک دو ہو تو کوئی اس کو گنے کیا کروں میں شمار آنکھوں میں
(ک میں گنے کی جگہ کہے)

یہ شعر نظرِ ثانی میں حذف کر دیا گیا

کٹ گئیں راتیں [سب] پریشاں حال رہ گیا انتظار آنکھوں میں
(ن اور آ میں قلابین کے مقام پر خلا چھوڑا گیا ہے آ کا خلا مصرعے کے آخر تک پھیلا ہوا ہے)

یہ شعر نظرِ ثانی میں ذیل کے شعر سے تبدیل ہوا

کٹ گئیں انتظار کی راتیں ایک دو تین چار آنکھوں میں

(۵۲۰)

۱ الف سے بہتر میں نہ جانوں ۲ ش۔ک تو ہر فن سے کوئی پکڑے
الف ہر ڈھب سے کوئی مکرے
۳ ن۔ش۔ک ہر ۴ ش ساتھ
۵ ن دیکھے
۶ ن۔ک قتل ایک عالم کو جو وہ سفاک ......
۷ الف آیا

(۵۲۱)

۱ ن۔الف کی ۲ ن۔ل یہ
۳ الف۔ل۔ک۔ش یہ

۴ ن کہیں دل تنگ آنکھوں میں

۵ ن یک ۶ ن طاقت

۷ الف۔ک ہے ۸ ل تنگ

(۵۲۲)

۱ ن ڈالوں ۲ ش۔ن۔ا۔ک نکل

۳ ش۔ل بھلا

ک میاں

۴ ش۔الف۔ک ایسی

ل // ہمت نہ ہووے

۵ ک سے ۶ ش۔ک۔ل۔الف سو

(۵۲۳)

۱ الف(ع) سے منہ (ا) گر ملاؤں میں

(۵۲۴)

الف میں اس غزل کے پہلے دو اشعار الگ اور باقی پانچ اشعار الگ، دو مختلف مقامات؛ صفحہ ۲۵۲ اور صفحہ ۲۵۳ پر درج ہیں۔ ہم نے دونوں کو ملا دیا ہے۔۱۲

۱ ا(ع) چھپ

(۵۲۵)

۱ ن اور ش میں آئینہ کا امالہ کیا گیا ہے لیکن ہمیں ک۔الف۔اور ل سے اتفاق ہے۔

۲ ک کون ۳ ن جھک کے ان کا

ل چمکا اس کا (کذا)

۴ الف۔ش۔ک کہہ کے نا ۵ ک۔ل۔ش کبھی

۶ یہ املائے قدیم ہے لیکن اس کا تعلق مصرعے کے وزن سے ہے اس لیے ہم نے اسے بطور استثنا برقرار

رکھا ہے

۷ ن یہ

ک۔ش۔الف اک آبِ چشم

(۵۲۶)

زمانۂ تخلیق: بعد از ۱۲۰۴ھ/۹۰-۱۷۸۹ء

۱ ع کہ

۲ ع کسی روز

۳ ع پھر جو کھولیں گے تو تم شکل دکھاؤ گے ہمیں

۴ ع آؤ گے

☆ مقطع میں میر سوز کے جواں مرگ بیٹے سید محمد میر مہدی داغ کی طرف اشارہ ہے، تفصیل کے لیے مقدّمہ ملاحظہ فرمائیں۔

(۵۲۷)

۱ ک۔الف تھی

۲ ن سنے گے

ک۔الف۔ش۔ل سنو گے

۳ ن۔ع پھیر

ل پھوڑ ۴ ش اپنی

۵ ع کہ گلے تو لگ جاؤ ۶ ع طوفان لگاؤ گے ہمیں

۷ ل تو ۸ الف تمھاری

۹ ع تیقن

(۵۲۸)

۱ الف(ع) دمی ۲ الف(ع) نا گویاں یہ دم بھرتا ہے

۳ الف(ع) کہکہا ۴ الف(ع) سبھوں کے پاؤں

(۵۲۹)

۱ ن۔ل سو ۲ ل ان سے
۳ ل شیخ
۴ ک کس خاموش کس مدہوش

(۵۳۰)

۱ الف پھٹ ۲ ش گل تر
۳ ک نہیں ہے تم ۴ ش لپٹ
۵ ن ہے ۶ ل جب طالع ہی
۷ ش صبا

(۵۳۱)

۱ ش اتنی ۲ ک برچھیاں میں
۳ ن آئے
ل رودے جو سیر کرتے ۴ الف پہ اپنی پھینکیں
۵ ل۔ک۔ش۔الف اس دل میں ۶ ن۔ک ہی
۷ ش مجھے

(۵۳۲)

۱ ک۔الف ہیں دنیا میں یہ مظلوم ۲ ل ہیں
۳ ن بوسے کو جو تم سے تو کہا میں ۴ ن۔ل نہیں
۵ الف تو خوش رہو مجھ کو
ن لو خوش رہو مجھ کو بھی تو
ک لو خوش رہو مجھ کو بھی مخدوم
۶ ن قتل
۷ ن تراشا نہ کسی بیت میں

ش نرا سا ہے کسی بیت میں اے سوز؟
۸ ن۔ل موزوں کیے منظوم بہت ہیں

(۵۳۳)

۱ ن۔ش۔ل کہاں ۲ الف میں
۳ ش۔ل آدمی حوا نہ ہو
الف آدمی حوا نہیں
۴ ع غور کر دیکھو ۵ ش۔ل پھرا لیتا ہے منہ
۶ ش ہم سے یہ ہر ہر گھڑی ۷ ع عیش میں ہر یک
۸ ن۔ع ہیں ۹ ن۔ش۔ل ہے
۱۰ الف کی

(۵۳۴)

۱ ل مانند
ن ہم حرص کے پابند ہیں [متن مطابق س]
۲ ن کیا ۳ ن ناطق
۴ ن تو بھی ۵ ل۔ش کے
۶ الف۔ک اپنی آنکھوں سے یہ روز [متن مطابق س]
۷ ن۔ک۔ل الف یہ خویش یہ فرزند [متن مطابق س]
۸ ک ٹھوکر مار کر رعنائی سے [متن مطابق س]
ن تو بھی رعنائی سے [متن مطابق س]
۹ ن آنکھیں کھلی ہیں [متن مطابق س]

(۵۳۵)

۱ الف(ع) ازم بھی
۲ قیاسی تصحیح / قیاسی اضافہ: ن اور ع دونوں میں متن کی جگہ خالی ہے۔

۳ الف سینہ تو میں نے جان میں..........

۴،۵ قیاسی اضافہ

۶ ن۔الف جان آپ سے ۷ الف پہ چلوں آہ مار کر

۸ ن پاؤں ۹ ن کہ گر گھر میں

۱۰ ن اور الف دونوں میں، میں درج ہے ہمارا خیال ہے کہ روش قدیم کے مطابق نیں ہوگا جسے میں سمجھ لیا گیا۔

۱۱ ن جان---- سے مرکہیں (کذا)

(۵۳۶)

۱ ک۔ش۔ل۔الف نہ حسن اپنے کی کر ۲ ک۔ش۔ل۔الف ترا

۳ ک۔ش۔ل۔الف ہیں ۴ ک۔ش۔الف ترا

۵ ش بھر ۶ ک۔ش۔ل کعبہ

۷ ل یک

الف۔ک اک

(۵۳۷)

یہ غزل الف میں دو بار؛ پہلے صفحہ ۲۵۷ پر اور پھر صفحہ ۲۶۸ پر درج ہے پہلا اندراج م اور ع کا جامع ہے جبکہ دوسرے کے حاشیہ میں لکھا گیا ہے کہ "یہ غزل م میں نہیں ہے" دوسرا شعر اسی صراحت کے ساتھ ایک بار پھر صفحہ ۲۷۲ پر موجود ہے۔۱۲

۱ ل ہوں ۲ ن۔ک کے

۳ ش رہو

الف۔۲ باور ہوں

۴ الف۲(ع) نپٹ

۵ الف۔ش لب بوسی

۶ م یہی دھڑکا ہے

۷ ل جی نکلتا ہے میاں کھول بھی.........
م " " " " " دے
ش " " " " یہاں " بھی
ن دم " " مرا " "
۸ ش گوش کہیں ہوش کہیں

(۵۳۸)

۱ ن میں اس کی اصطلاح کر کے ''اکٹھے'' بنا دیا گیا ہے جس سے شعر بے وزن ہو گیا ہے درآں حالیکہ سوز لفظ کے عوامی روپ کو شعر میں لے آتے ہیں اِکٹھے کو کٹھے کہہ دینا بھی عوامی لہجے کے مطابق ہے۔
۲ ل۔ک۔ش مری
الف مرے شمشاد
۳ ل گردون بھی ۴ ک۔الف۔ش ہو جاے
۵ ن۔ل نہ بھولتے ۶ ش رہیں گی

(۵۳۹)

۱ ش پالا ہے ۲ الف تھی
۳ ع ناتوانی سے مری بدنامی اس کی ٹل گئی
۴ ن۔ک مشہور
۵ ن اور ک میں ''شہرے سے'' درج ہے۔ خطی نسخوں میں دونوں لفظوں کے اِتصال (شہرلسے ۔ کذا) کے باعث دونوں خواندگیاں ممکن ہیں ہم نے مستور اور شہرت میں ت کی تکرار کے باعث شہرت کو ترجیح دی ہے۔۱۲
۶ ن اب ۷ م۔ش۔ک آہ
۸ ن اس محفل میں ۹ ن یارو یہاں تک ہے
۱۰ م۔ل۔ک بارِ دت
۱۱ ش۔ک۔الف۔ل ظالم سانس سے جھجکے ہے اور

(۵۴۱)

۱ ن دے ۲ ن کو
۳ ک۔ا۔ل کھانی ۴ ل یو
۵ الف۔ک شیشۂ دل سے کوئی دیتا خبر اس سوز کو
۶ ل نہیں

(۵۴۲)

۱ ن۔ش سمجھادوں ۲ ل۔ک سکوت
۳ ع اے عشق

(۵۴۳)

یہ غزل الف میں دو بار درج ہے پہلے صفحہ ۲۷۱ پر اور پھر صفحہ ۲۷۶ پر، پہلے متن کے حاشیہ میں بتایا گیا ہے کہ یہ غزل م میں نہیں ہے جبکہ دوسرا متن "م" اور "ع" دونوں کا جامع ہے اور حاشیے میں ان کا اختلاف بھی مندرج ہے۔ ہم نے حسبِ سابق پہلے متن کو الف۔۱ سے اور دوسرے متن کو الف۔۲ سے ظاہر کیا ہے۔۱۲

۱ الف۔۱ روز کہ میں
ل ہے وہ
۲ الف۲۔ل۔ش۔ک ہوا ۳ ک پا
۴ الف۔۱ جلاد ۵ الف۔۱ ڈراتا
۶ ن۔الف۔۲(م)ک غمزۂ بیداد
ش۔ل " " تجھے
ع " چالاک
۷ ن آباد
م(۱۔۲)ل۔ش۔ک معمور بھلا
۸ الف۔۱ کیا

(۵۴۴)

۱ ن سمجھ چکا ہوں میں ناصح کہ اب وہ یار نہیں

۲ ش۔ل۔الف۔ک کروں میں کیا کہ مرا دل پہ اختیار نہیں

۳ ن ہر گھڑی سر کی مرے ۴ ش۔ل۔الف۔ک وہ ہوں نخل کہ

۵ ن جہاں کے بیچ ایک غم دل رفیق میرا

الف۔ک جہاں کے بیچ غم و دکھ کہوں سو میں کس سے

۶ ن سوائے اس کے مرا کوئی غم گسار نہیں

ک۔الف // غم // // اور // //

۷ ش۔الف۔ک کرے

(۵۴۵)

۱ ن پہ ۲ ن۔ل تیری

۳ الف مری ۴ ع وعدے ہی پہ بہلانا

۵ ن۔الف تو

۶ ن ہوں کبھی تو کر سیراب

ع کب سیں میں ترستا ہوں

م کب تلک پڑا نہ رہوں

۷ ش۔ل تیری کیا

☆ اس مصرع سے ولی دکنی کی غزل یاد آتی ہے "اب جدائی نہ کر خدا سوں ڈر + بے وفائی نہ کر خدا سوں ڈر
(کلیات ولی مرتبہ نور الحسن ہاشمی لاہور ۱۹۹۶ء۔ص ۱۳۹)

(۵۴۶)

۱ ن گر ۲ ن خوبروں

۳ الف روکہ یہاں

۴ الف میں فقط مقطع ایک اور مقام پر بطورِ فرد (صفحہ ۲۷۲) موجود ہے وہاں اس جگہ کا درج ہے۔

(۵۴۷)

۱ الف (ع) میں دل البتہ دل کا یہاں بازار نہیں
۲ الف جاؤ گے
۳ الف روز میں جاتا ہوں اور وہ بھی منع نہیں کرتا
۴ الف ملنا ہے پر دل میں اب وہ پیار نہیں
۵ الف کیوں // // // ہو تم آج (کذا)
۶ الف ایسے کیوں لاگے ہو چپکے منہ میں کیا گفتار نہیں

(۵۴۸)

۱ ن حال پہ میرے نہ آیا ۲ ن۔ک یاقوت و لعل
۳ ن۔ک جو ۴ الف تو
۵ ن۔ک۔الف بھی
☆ یہ ایک طرحی غزل ہے اسی زمین میں میر کی غزل ہے:

دامن پہ تیرے گرد کا کیوں کر اثر نہیں
ہم دل جلوں کی خاک جہاں میں کدھر نہیں

(۵۴۹)

۱ الف (ع) کی

(۵۵۰)

۱ ن ہوا ہے ۲ الف (ع) بیٹھا

(۵۵۱)

الف (ع) مجھے

(۵۵۲)

الف (ع) دلربا ۲ الف یک

۳ الف ہے

۴ الف (میں) وہ مرا اب دل نہیں

(۵۵۳)

۱ م۔ک دل کو میرے ہوائے چاہ نہیں

ل 〃 〃 〃 جاہ 〃

ع اب تو دل میں 〃 چاہ 〃

ش دیکھو میرا ہوائے 〃 〃

۲ ک بھی مرا نباہ

الف بھی مجھے

۳ ک ملنے کوئی

۴ ک نالہ اور ناتوان

ن نالہ اور ناتوانی

ل 〃 〃 〃 سے

۵ ن۔ع تیرے منہ سے تو واہ واہ نہیں

ش اور تو اور میں

(۵۵۴)

۱ ل۔الف مجھ کو ۲ الف۔ش تم کو

۳ ع ہر کہیں کرتا ہے تو اب ۴ ک۔م کیوں تو

۵ ک ناقسوں (س۔ک)

۶ ع ایسے لچوں سے طبیعت تیری شرماتی نہیں

۷ م۔ک مجھ کو

ع مجھ سے کہتا ہے نہ مل اور اس کو کہتا ہے نہ لے

۸ الف تیری یہ

۹ الف بھنگے
ل یہیں کے (کذا)
ش ہمیں (کذا)
ک ہس کٹے (کذا)
۱۰ الف جودل میں ہوسو لے
۱۱ الف ش۔ک۔ن ہوسو کہہ لے کے

(۵۵۵)

۱ ن چپکے ۲ الف(ع) روکے
۳ الف(ع) گر ۴ الف(ع) وسکو
شاعر نے اس غزل میں سہی بمعنی صحیح باندھا ہے

(۵۵۶)

۱ الف(ع) سیتی ۲ ن کے لگانے
۳ یہ غزل فقط ع اور ن میں ہے دونوں میں یہ مصرعہ موجود نہیں۔۱۲

(۵۵۷)

۱ الف ڈھل ۲ الف۔ن ہووے
۳ ش کود بھاگیں ہوانھوں کا
الف کود ″ تو ″ ″
ک ″ ″ ″ انھی ″

(۵۵۸)

۱ ش۔ن۔الف۔ک وہ ۲ ش کہوں
۳ الف سلوک ٹو (کذا)
ک سوک کو ″

۴ ک۔الف یادیں ۵ ک۔الف بہلاتی
۶ ش تجھ سے ۷ الف۔ک روگ کھاتی
۸ ک آرام و جان وتن ۹ ک۔الف پھسلاتی
۱۰ ن سن لو ۱۱ ک۔الف۔ش تم
۱۲ ن مشتاق ۱۳ ل نہیں عجب

(۵۵۹)

۱ ن۔ک۔الف۔ل پہ ۲ ش۔الف۔ک دجلے تالاب

(۵۶۰)

۱ الف بھی ۲ ک ترے
ن یوہیں=یونہی
۳ ش یک بوسہ کے (محروم رہے)
الف اک بوسہ کے
ک رہے بوسے کے
۴ ل پڑے ۵ الف۔ک اک بار
۶ الف ترے سے ۷ ن ننگ
ل گنگ

(۵۶۱)

۱ ن بھاتا

(۵۶۲)

۱ ش بوجھے
ک پونچھے
۲ ش۔ل۔الف ہیں

ک ہے

۳ ن۔الف۔ک کا[ہر ایک نیک و بد سے مل بیٹھنا محبوبوں/ بتاں کی صفت نہیں کہ وہ تو شاذ ہی کسی کو اپنا عاشقِ صادق تسلیم کرتے ہیں۔البتہ بوالہوسوں کی صفت ضرور ہے۔ جن کی تعریف مصرع ثانی میں محرومِ غیرت قرار دے کر کی گئی ہے اس لیے یہاں ''بتاں میں مل بیٹھنے'' کا کوئی جواز نہیں۔ دوسرا معنی یہ ہوسکتا ہے کہ بُتاں میں، جو غیرت سے متصف ہیں، وہ ہر ایک سے مل بیٹھنے کو معیوب جانتے ہیں۔]

۴ ش۔ک کی ۵ ن زندی

(۵۶۳)

۱ ل جھوٹی مت کھاؤ قسم ۲ ک جب سے
۳ ن۔ع اللہ اللہ ۴ ع نازکو تیرے
۵ ش۔ل۔ک۔الف۔م۲ جھوٹھے ۶ ع۔۲ تم بندے پر
۷ ن۔ش۔ل۔ک۔م اس کو وہ ۸ ن۔ش۔ل۔م۔۲ پوچھتا
ع ناصحا آستیں کر اپنی دور

۹ الف۔ک الف۲ کعبہ و دل کو وہ ہے سمجھے

(۵۶۴)

۱ ش بِتا ۲ ک۔الف لے لے کے
۳ ن۔ش۔ل۔ک یہ
۴ ش۔م اور ک میں اس مصرعے کی جگہ خالی چھوڑ دی گئی ہے البتہ دوسرا مصرعہ ہر سہ نسخ میں موجود ہے۔
۵ ن جھنجلا کے

(۵۶۵)

۱ ل آنکھوں میں موتی ہی ۲ ش۔الف نہ ملے سود

۳ الف کسی ۴ ش نے گل ہیں
۵ ل مژگاں کو میں تیرے
الف۔ک مژگان میں
۶ ک کھڑے

مجلس ترقی ادب لاہور